ہم اسلام کے بارے میں کیا جانتے ہیں؟ ۱

معارفِ قرآن ۱

إن هذا القرآن يهدي للتي هي أقوم

بے شک یہ قرآن اس راستہ کی ہدایت کرتا ہے جو بالکل سیدھا راستہ ہے (اسراء ۹)

قرآن سے پوچھو

اس میں گزشتہ کی خبریں حال کے احکام اور مستقبل کیلئے پیشن گوئیاں ہیں

سید علی شرف الدین موسوی علی آبادی

دار الثقافۃ الاسلامیہ پاکستان

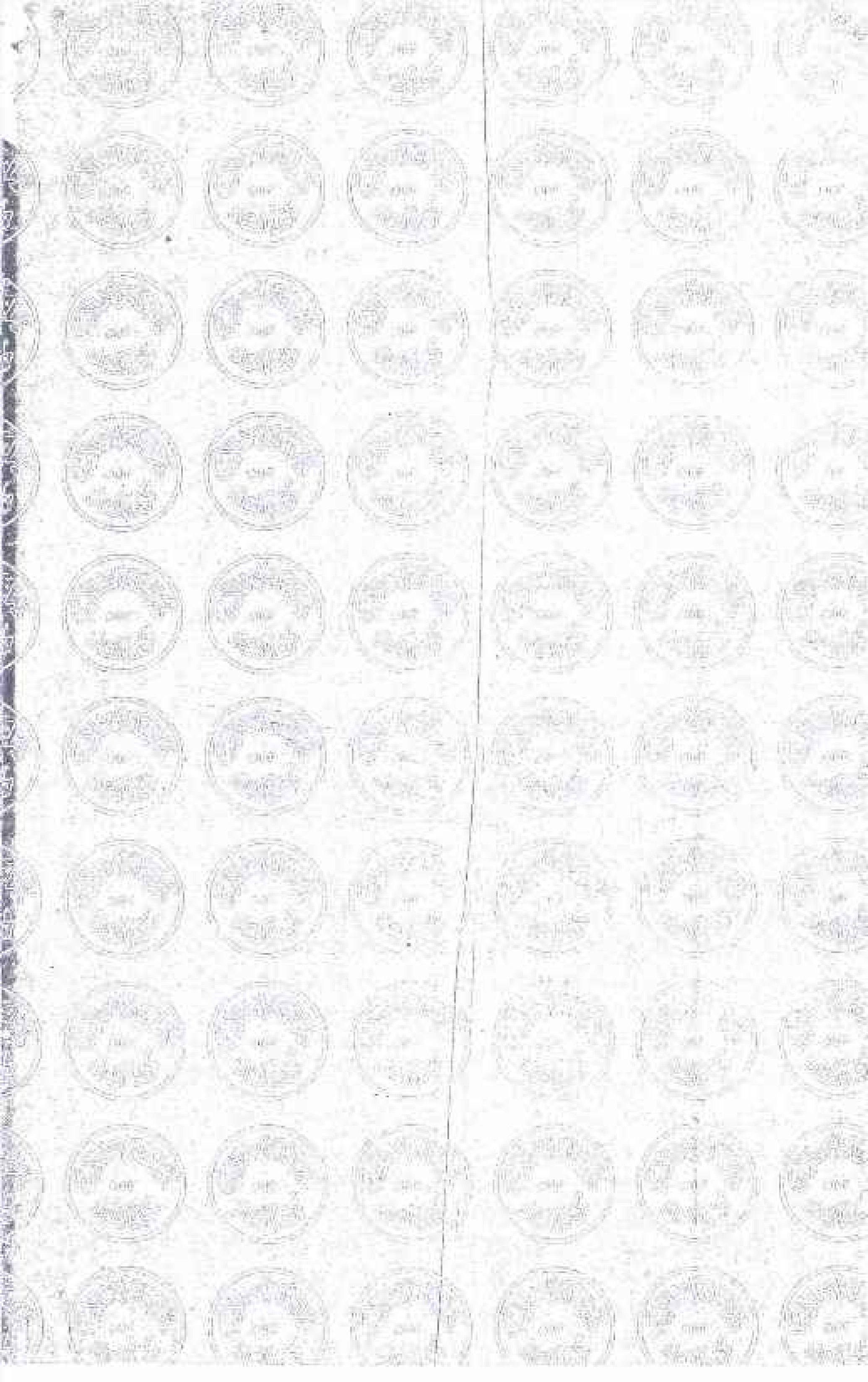

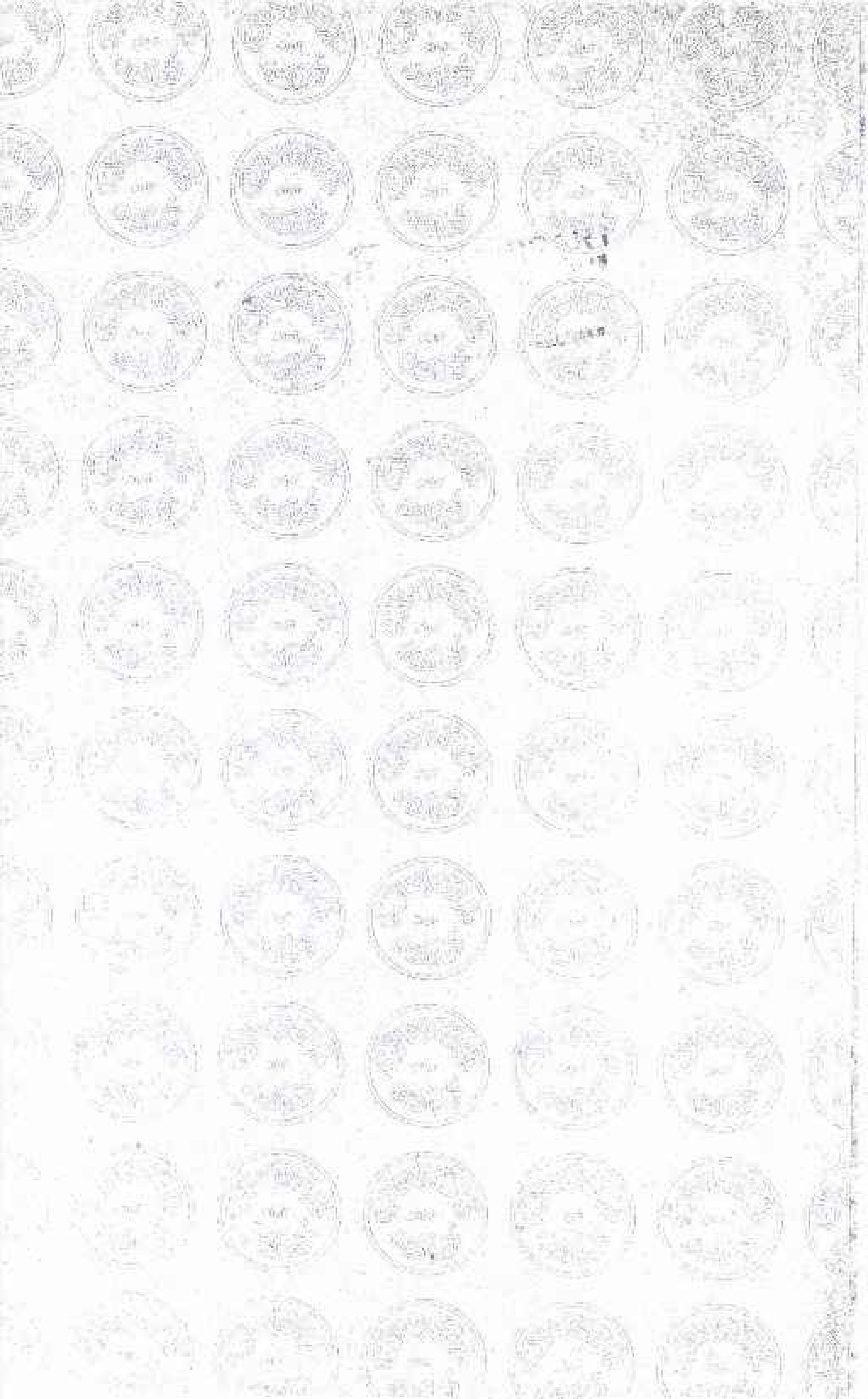

10003 8/1/02

[illegible]

اس کتاب کے مطالعہ میں

اشد احتیاط کی ضرورت

ہے۔

ہم اسلام کے بارے میں کیا جانتے ہیں؟

AJAFI BOOK LIBRARY
aged by ... Trust
Mirza ... Road.
Bazar Karachi- ... Pakistan

ان الدین عند اللہ الاسلام

ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ و ھو فی الآخرۃ من الخسرین

اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔ (اسلام) کے سوا شخص کوئی اور دین کا خواہاں ہوگا وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور ایسا شخص آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔
(آل عمران ۱۹-۸۵)

وجعل کلمۃ الذین کفروا السفلی و کلمۃ اللہ ھی العلیا
اور اس نے کافروں کا بول نیچا کر دیا اور اللہ کا بول تو اونچا ہی ہے۔ (توبہ ۴۰)

لاشرف اعلیٰ من الاسلام۔ اسلام سے بلند تر کوئی شرف نہیں ہے (نہج البلاغہ قصار ۳۷۱)

حضرت علیؑ نے فرمایا:

اللہ نے اپنے رسول کو چمکتے ہوئے نور، روشن دلیل کھلی ہوئی راہ شریعت اور ہدایت دینے والی کتاب کے ساتھ بھیجا اللہ نے آپ کو کفایت کرنے والی حجت، شفا دینے والی نصیحت۔ گذشتہ تمام امور (جہالتوں) کی تلافی کرنے والی دعوت کے ساتھ بھیجا ہے اور ان کے ذریعہ سے (شریعت کی) نامعلوم راہیں آشکار کیں اور غلط سلط بدعتوں کا قلع قمع کیا اور (قرآن وسنت میں) بیان کئے ہوئے احکام واضح کئے لہذا اب جو شخص بھی اسلام کے علاوہ کوئی اور دین اختیار کرے گا تو اس کی شقاوت مسلم اور ریسمان حیات بکھر جائے گی اور اس کا منہ کے بل گرنا سخت و (ناگزیر) ہو جائے گا اور انجام کار دائمی حزن والم اور شدید ترین عذاب ہوگا۔ (نہج البلاغہ خطبہ ۱۶۱)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ

سورۂ محمد - الآیۃ ۷

اے ایمان والو! اگر تم اللہ (اسلام شریعت) کی مدد کرو گے تو وہ بھی تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔

قُلْ إِنَّمَا أَعِظُكُم بِوَاحِدَةٍ أَن تَقُومُوا لِلَّهِ مَثْنَىٰ وَفُرَادَىٰ

۔اے نبی کہہ دیجئے کہ میں تمہیں صرف ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ کیلئے اکیلے اکیلے اور دو دو مل کر اٹھو کھڑے ہو۔ (سبا ۴۶)

ان لوگوں (انصار) نے خدا کی قسم اپنی دولت کے ساتھ ساتھ اپنے فیاض ہاتھوں اور اپنی تیر کی طرح چلتی ہوئی زبانوں سے، اسلام کی اس طرح پرورش کی جس طرح ایک سالہ بچھڑے کی پرورش کی جاتی ہے۔

(نہج البلاغہ قصار ۴۶۶)

حضرت علیؑ نے فرمایا:

۱۔ بعض لوگ منکرات کا انکار دل، زبان اور ہاتھ سب سے کرتے ہیں تو یہ خیر کے تمام شعبوں کے مالک ہیں۔

۲۔ بعض لوگ صرف زبان اور دل سے انکار کرتے ہیں اور ہاتھ سے روک تھام نہیں کرتے تو انہوں نے نیکی کی دو خصلتوں کو حاصل کیا اور ایک خصلت کو برباد کر دیا۔

۳۔ بعض لوگ صرف دل سے انکار کرتے ہیں اور نہ ہاتھ استعمال کرتے ہیں اور نہ زبان تو انہوں نے دو خصلتوں کو ضائع کر دیا ہے اور صرف ایک کو حاصل کیا ہے

۴۔ بعض وہ ہیں جو زبان سے، نہ ہاتھ سے، اور نہ ہی دل سے برائی کی روک تھام کرتے ہیں، یہ زندوں میں (چلتی پھرتی ہوئی) لاشیں ہیں۔

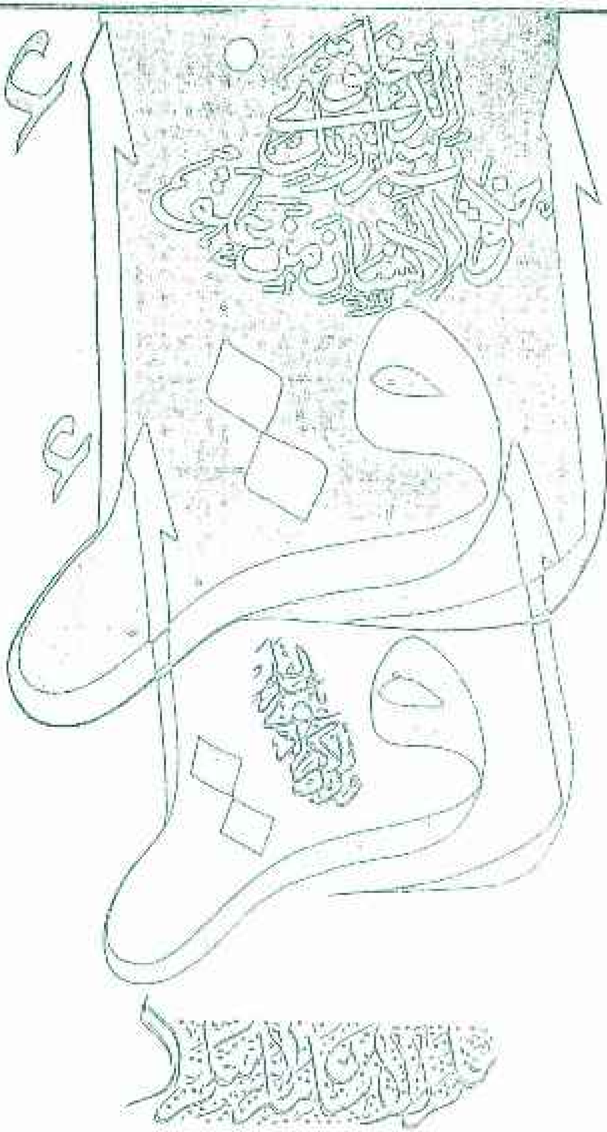

پڑھو (اے نبی) اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا جمے ہوئے خون کے ایک
لوتھڑے سے انسان کی تخلیق کی۔ پڑھو اور تمہارا رب بڑا کریم ہے۔ جس نے قلم کے
ذریعہ سے علم سکھایا، انسان کو وہ علم دیا ہے جسے وہ نہ جانتا تھا۔

(علق ۱،۲،۳،۴،۵)

ہم اسلام کے بارے میں کیا جانتے ہیں؟ (۱)

معارف قرآن (۱)

10,803

NAJAFI BOOK LIBRARY
Managed by ... Trust (R)
Shop No ...
... Road.
... Karachi ... Pakistan

قرآن سے پوچھو

اس میں گزشتہ کی خبریں حال کے احکام اور مستقبل کیلئے پیشگوئیاں ہیں

تالیف

السید علی شرف الدین موسوی علی آبادی

دار الثقافۃ الاسلامیۃ پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب .... قرآن سے پوچھو

مؤلف .... السید علی شرف الدین موسوی

ناشر .... دار الثقافۃ الاسلامیہ پاکستان

تعداد ۲۰۰۰

طبع اول .... رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ ق

قرآن سے پوچھو

یہ کتاب ہر چیز کو بڑی وضاحت سے بیان کرنے والی ہے

بسم ا اللہ الرحمٰن الرحیم

کلمات افتتاحیہ طیبہ

یہ وہی کلمہ طیبہ ہے جسے خالقِ انسان نے سورہ علق میں پڑھنے کا حکم دیا ہے:

﴿اقرا باسم ربک الذی خلق﴾ ''(اے رسول) پڑھیے! اپنے پروردگار کے نام سے جس نے خلق کیا۔'' سورہ محمدؐ /۱۹ میں سمجھنے کا حکم دیا: ﴿فاعلم انه لاالٰه الاالله﴾ ''پس جان لو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔'' جس کی حقانیت پر سورہ آلعمران/۱۸ میں خدا، ملائکہ اور صاحبانِ علم نے گواہی دی: ﴿شهد الله انه لآاله الاهو والملآئكة والوا العلم﴾ ''اللہ نے خود شہادت دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں اور اہل علم نے بھی یہی شہادت دی۔'' سورہ یونس/۹۰ میں ذکر ہے کہ منکرین نے ہلاکت کے وقت کہا: ﴿حتیٰ اذآ ادرکه الغرق قال امنت انه لاالٰه الاامنت به بنوآ اسرآئیل﴾ ''یہاں تک کہ فرعون غرق ہونے لگا تو کہنے لگا: میں ایمان لے آیا کہ اس ذات کے سوا کوئی معبود نہیں جس پر بنی اسرائیل ایمان لے آئے۔'' اور سورہ انبیاء/۸۷ میں ذکر ہے کہ مخلصین نے امتحان و آزمائش کے موقع پر کہا: ﴿فنادیٰ فی الظلمات ان لاالٰه انت سبحٰنک انی کنت من الظلمین﴾ ''چنانچہ وہ اندھیروں میں پکارنے لگے: تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو پاک ہے۔ یقیناً زیادتی میری طرف سے ہوئی ہے''۔

خداوند متعال سے دعا ہے ہمارے پیارے رؤف و مہربان والدین جو زندہ ہیں انکے ایمان اور توفیقات میں اضافہ فرمائیں اور جو کوچ کر چکے ہیں انھیں اپنی رحمت و رضوان فرما جب

بولنے کے لئے ہماری زبان کھلی توانہوں نے ہی یہ کلمہ طیبہ ہمیں بولنا سکھایا، اس وقت اس کلمہ کے بولتے ہی ہم دوہرے مسلمان ہوگئے ایک اس حدیثِ شریف کے تحت ''کہ ہر مولود اپنے والدین کے تابع ہے'' ہم ان کے تابع تھے اور جب انہوں نے یہ کلمہ ہم سے پڑھوایا تواس کی وجہ سے ہم دوبارہ مسلمان ہوئے، اس کلمہ کو احادیثِ شریف میں مختلف ناموں سے بیان کیا گیا ہے جیسے کلمہ اخلاص، کلمہ احسان، کلمہ دعوتِ حق، کلمہ عدل اور کلمہ طیبہ وغیرہ اور اسی کے بارے میں سورہٴ فاطر آیت ۱۰ میں فرماتے ہیں:

﴿الیه یصعد الکم الطیب والعمل الصالح یرفعه﴾ ''پاکیزہ کلمات اسی کی طرف اوپر چلے جاتے ہیں اور نیک عمل اسے بلند کردیتا ہے''۔

دنیا میں یہ کلمہ ''کلمہ تقویٰ'' ہے: ﴿فانزل الله سکینته علیٰ رسوله وعلی المؤمنین والزمهم کملة التقوی وکانو آاحق بها واهلها﴾ ''اللہ نے اپنے رسول اور مومنین پر اپنا سکون نازل فرمایا اور انہیں تقویٰ کے اصول پر ثابت رکھا اور وہ اس کے زیادہ مستحق تھے'' (فتح/۲۶)، اللہ کا کلمہ ہی بلند رہے گا: ﴿کلمة الله هی العلیا﴾ ''اور اللہ کا کلمہ تو سب سے بالاتر ہے'' (توبہ/۴۰)

اور آخرت میں آخری مراحل میں جہنم سے رہائی کے لئے یہی کلمہ ''کلمہٴ باقیہ'' ہے اور اسی کلمہ طیبہ کے بارے میں مولا امیر المومنینؑ کا ایک فرمان سید شریف الرضیؒ نے کتاب شریف نہج البلاغہ خطبہ ۲ میں نقل کیا ہے کہ امیر المومنینؑ نے فرمایا:

میں اس کلمہ طیبہ کے اخلاص پر یقین رکھتا ہوں، جب تک زندہ ہوں اس پر پابند رہوں گا کیونکہ یہ کلمہ نیکی اور حسنات کو ہم تک پہنچانے کا دروازہ ہے، ربّ

کریم کی موجب وخوشنودی ہے اور شیطانِ رجیم کی دوری کا سبب ہے۔اسی طرح اس ربِ کریم کے محبوب وبرگزیدہ بندہ محمدؐ کی نبوت ورسالت کی گواہی دیتا ہوں جسے اس نے ایک ایسے دین جو واضح علامات اور نشانیوں کے ساتھ ہے مبعوث کیا اور اس کے ساتھ ایک ایسی کتاب بھیجی جو ضبطِ تحریر میں بھی ہے، نور وروشنائی کے لحاظ سے بے نظیر ہے، اس کے عوامل واضح وروشن ہیں، اور یہ کتاب ملحدین ومشرکین اور معاندین کے شبہات کے دفع کے لئے دندان شکن ہے، نبوت ورسالت اور دین کی حقانیت کے بارے میں واضح وروشن گواہ ہے اسے اس وقت مبعوث فرمایا جس وقت دین کی رسی کے ٹکڑے ہو چکے تھے، یقین کے ستون متزلزل ہو گئے تھے، مخلوق پراگندہ ومنتشر تھی، نہ داخل ہونے کا راستہ تھا نہ نکلنے کا، ہدایت کے چراغ بجھ چکے تھے، بے بصیرتی چھائی ہوئی تھی خداوند متال کے احکام کا کھلے عام عصیان ہوتا تھا، شیطان کی اطاعت کرتے ہوئے اس کے راستے پر چلتے تھے اور اس کی ہر قسم کی مدد کرتے تھے اور اسی کے چشمے سے پانی پیتے تھے، اس کے جھنڈے بلند ہوتے تھے، حق کے جھنڈے سرنگون اور اہلِ حق ان کے پاؤں تلے روندھے جاتے تھے اس وقت اسے مبعوث فرمایا"۔

ادب وسیرتِ مؤلفین ومصنفین کی تاسی کرتے ہوئے اپنی اس ناقابل پیش کش اور اس میں موجود مضامین اور معانی کو ضبطِ تحریر میں لانے کے اسباب ووجوہات کو اس کلماتِ افتتاحیہ میں بطور خلاصہ پیش کرنا چاہتا ہوں تاکہ قارئینِ کرام اس کتاب کو پڑھنے سے پہلے اس کے مضامین سے کچھ حد تک آشنا ہوں سکیں، ہم یہاں اس کتاب کو تحریر میں لانے کے بنیادی

محرک کو ان کلمات میں واضح کرنا چاہتے ہیں، مذہب شیعہ خداوند متعال کی وحدانیت کے اعلیٰ وارفع مصادیق پر آگاہی اور بصیرت کے ساتھ یقینِ محکم رکھتے ہوئے حضرت محمد مصطفیٰؐ اور ان کی نبوت ورسالت کی خاتمیت پر غیر متزلزل یقین رکھتے ہیں اور انؐ کے اس دارِ فانی کو چھوڑنے اور دارِ رضوان کی طرف چلے جانے کے بعد ان کی عترت پاک کی تاٴسی وپیروی کو اپنے لئے باعثِ شرف وافتخار سمجھتے ہیں کہ یہ وہ ذوات ہیں جن پر امتِ اسلامی میں عصر نبوی سے لیکر عصر حاضر تک تمام مسلمانوں کے فرقہ ومذاہب صلوٰت ودرود بھیجتے ہیں اور مختصری اہانت وجسارت کو نبی کریمؐ کے حق میں جسارت سمجھتے ہیں اس عترتِ پاک کے آثارِ باقیہ میں سے اس وقت ہمارے درمیان دو جامع اور انمول نمونے ہیں۔ ایک کتاب بنام "نهج البلاغه" ہے جو توحیدِ خداوندی کے دقیق وباریک بین بیان، اصولِ حکومت وجامعہ شناسی میں امتِ اسلامی کے لئے ایک بے نظیر مصدر وماخذ ہے۔ دوسری کتاب "صحيفه سجادیہؑ" ہے جس میں بندۂ عاصی ونافرمان سے لے کر اولیاء اللہ تک کی خدا سے راز ونیاز کرنے کی اعلیٰ وارفع تعبیرات موجود ہیں۔

قرآن کریم اور اس کے حامل نبیٔ رحمت کی ختمِ نبوت پر ایمان رکھنے اور ان کی عترت پاک کی تاٴسی کرنے والے ایک عرصہ سے بہائیت، قادیانیت، آغاخانیت، نُصَیریت اور دیگر داخلی و بیرونی لادینی قوتوں اور اہل غُلو کے آماجگاہ بنے ہوئے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ان کے قومی اور مذہبی مقدرات کا انجام وانصرام کی کلید بھی انہی کے ہاتھوں میں ہے جس کی وجہ سے اس مذہب کو ناقابلِ جبران وتلافی نقصان اٹھانا پڑا ہے ان افراد نے جو قیمتی مکتب ورثہ میں ملا تھا اسے جیسے برطانیہ نے اپنی نوآبادی مستعمرات سے جواہرات اور قیمتی اشیا غارت میں لی تھیں اس طرح اس مذہب پر قابض گروہوں نے نبی کریم اور اہلبیتِ اطہارؑ سے ملے

ہوئے ورثے کو غارت میں لیا اور اس کے بدلے میں انہیں خرافات، فرسودہ، کفر والحاد کی وہ باتیں سکھائیں جو پہلے مشرکین اور اہل کتاب انبیاء کے خلاف کہتے تھے اور سب سے زیادہ ناقابلِ جبران غارت گری کا احساس انسان کو اس وقت ہوا جب اس کے بنیادی سرمایہ کو اس سے چھیننے کے بعد اس کے بارے میں وہی بات کہنے لگے جو مشرکین اس وقت قرآن کے بارے کہتے تھے۔ عمامہ وقبا میں ملبوس اور وزنی القاب کو اپنانے والوں نے اس قرآن کو قصیدۂ اہلبیت کہہ کر دیگر اہانتوں کے ساتھ حدیثِ ثقلین کو بھی نادیدہ اور نظر انداز کر دیا جس میں پیغمبر اکرمؐ اور خود اہلبیتؑ نے قرآن کو ''امام الانبیاء و آئمہ'' کہا تھا، پہلے اس پر عمل کرنے سے روکا، دوسرے مرحلہ میں کلامِ خدا سے انکار کیا کیونکہ کہا کہ یہ (قرآن) قصیدۂ اہلبیت ہے، تیسرے مرحلہ پر اس پر غور وفکر کرنے سے روکا کہ یہ ناقابلِ فہم کتاب ہے، چوتھے مرحلہ پر سیاسی واجتمائی شخصیات، صاحبانِ شہرت کے بچوں کو قرآن سیکھنے سے محروم رکھا، پانچویں مرحلہ پر دین ومذہب سیکھنے کی درس گاہوں میں داخل ہونے سے روکا، ان تمام ظلم وجنایت کو اس کتابِ عظیم کے ساتھ ہوتے ہوئے دیکھ کر مذہب کے علمائے اعلام کے بال تک ملنے کے آثار نہ دیکھنے میں آئے، پیغمبر اکرم کا قیامت کے دن شکایت کرنے سے خوف زدہ ہو کر قرآن کریم کے ساتھ یہ ناانصافی اور ناروائی کے خلاف چند دن اپنے ذہن وقلم کو حرکت میں لایا ہوں اگر میری یہ تحریر حق وصدق پر مبنی ہے تو صاحبِ کتاب اور حاملِ کتاب مجھے اپنے قہر وغضب سے مستثنیٰ فرمائیں گے اور اجرِ عظیم سے نوازیں گے جسے ہم اپنے اور اپنے والدین اور خدمت گزارانِ قرآن کی خدمت میں ہدیہ کروں گا اگر ان سطور سے ہم نے صرف صفحاتِ کاغذ کو سیاہ کیا ہے تو بندۂ جاہل ونادان کی سیئات کو حسنات میں تبدیل کرنا اس کی رحمتِ واسع کا اعلیٰ نمونہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

الحمد للہ الذی جعلنا من المتمسکین بالقرآن لعظیم و بنبیہ وصفیّہ ونجیبہ وحبیبہ وسیدنا و امامنا و امام الانبیاء والائمۃ المعصومین محمد و عترتہ الطاھرین صلواۃ اللہ وصلواۃ المصلین نتبرا من اعدائھم و اعداء اللہ اجمعین من الآن الیٰ قیام یوم الدین۔

قرآن کریم خداوند متعال کا وہ کامل وقدیم، دائم وجاوید منشور ہے جس کو ہر قسم کی گزندِ باطل، نسخ وتحریف سے مصئون ومحفوظ رکھنے کی ضمانت اس ذات نے اسی کتاب کی متعدد آیات میں دی ہے۔ یہ کتاب آخری کتاب ہونے کے ناطے تمام کتب آسمانی کے حقائق کی حامل اوران میں موجود نقائص کی تکمیل، بشریت کو آئندہ پیش آنے والے مسائل ومشکلات کے حل کی حامل ہے اس کتاب کو صاحبِ کتاب نے انسانیت اور بشریت کے علاجِ امراض سیاسی، اجتماعی، اقتصادی اور ثقافتی کے لئے مرہمِ شفا بنا کر ساحتِ الوہیت سے فرشِ عبودیت

پر بسنے والوں کے لئے نازل فرمایا ہے لیکن کس کے توسط سے؟ اس کے توسط سے جس کی صفت میں اس نے اپنی کتاب میں ''نبی امین وکریم'' کہا ہے صاحب جودوسخا، ''رحمۃ العالمین'' کہا ہے جسے اس ذات نے کہا ہے ''اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے'' (ضحیٰ/۵) جسے اس نے کہا ''امید ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز کرے گا'' (اسراء/۷۹) جس کے بارے میں فرمایا ''شفیع المذنبین'' یعنی صاحب شفاعت کبریٰ کہا ہے اس نبی نے قیامت کے دن پیش آنے والے حالات کو اس کتاب کی متعدد آیات میں یوں بیان فرمایا ہے:

۱۔ ﴿یاایھا الناس اتقوا ربکم ان زلزلة الساعة شیء عظیم. یوم ترونھا تذھل کل مرضعةٍ عما ارضعت وتضع کل ذات حملٍ حملھا وتری الناس سکری وماھم بسکری ولکن عذاب اللہ شدید﴾ ''اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو کیونکہ قیامت کا زلزلہ بڑی (خوفناک) چیز ہے۔ جس دن تم دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی (ماں) اپنے شیر خوار بچے کو بھول جائے گی اور تمام حاملہ عورتیں اپنا حمل گرا بیٹھیں گی اور تم لوگوں کو نشے کی حالت میں دیکھو گے حالانکہ وہ نشے میں نہ ہوں گے بلکہ اللہ کا عذاب بڑا شدید ہوگا'' (حج/۱/۲)

۲۔ اس دن باپ بیٹے سے فرار کرے گا، اور کسی کی شفاعت فائدہ مند نہیں ہوگی نہ اولاد نہ مال ودولت، ہر شخص یاس وناامیدی، حسرت وندامت اور خسارہ کی حالت میں نہ زندہ نہ مردہ سر بزانو ہونگے۔ اس وقت اس قرآن کے حامل اس قرآن کے داعیٔ محشر میں اس قرآن کو مہجور ومتروک اور نظر انداز کرنے والوں کے خلاف ان کلمات

میں درگاہِ خداوندی میں شکایت فرمائیں گے:

﴿وقال الرسول یٰرب ان قومی اتخذوا ھٰذا القرآن مھجورًا﴾ "اور رسول کہیں گے: اے پروردگار! میری قوم نے اس قرآن کو واقعی ترک کر دیا تھا" (فرقان/۳۰)

نمی دانم! اس دن اس گروہ کے بارے میں نبی کریمؐ کی دل سوزی اور ان کی ہدایت کے بارے میں حرصِ شفقت اور ان کی نافرمانی اور بے ادبی پر خدا سے عفو و درگذر کی درخواست کرنے والے نبی کے دل سے رحمت کہاں گئی ہوگی جب وہ اس کی بارگاہ میں شکایت کریں گے کہ میری اس قوم نے نور و بصیرت کے بدلے میں ظلمت، رحمتِ شفا کے بدلے میں نقمت مصیبت کو اپنایا اور ماءِ معین کے بدلے میں پیاس اور سرگردانی کا انتخاب کیا اور ہدایت کے بدلے میں ضلالت کو اپنایا۔ پیغمبرؐ کی یہ شکایت جو اس آیتِ کریمہ میں بیان ہوئی روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ آپؐ کافرین و ملحدین کے خلاف شکایت نہیں کریں گے کیونکہ وہ وہ آپؐ کی قوم نہیں اور نہ منافقین کی شکایت ہوگی کیونکہ سورۂ منافقون کے تحت جو آپؐ کی رسالت کو نہیں مانتے وہ بھی آپؐ کی قوم نہیں ہونگے یہ دونوں ہمیشہ آپؐ اور آپؐ پر نازل ہونے والی کتاب کو صفحۂ ہستی اذہانِ انسانی سے مٹانے پر تلے رہے اور اس کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی لہٰذا یہ واضح ہے کہ آپؐ کی شکایت امتِ اسلامی سے متعلق ہوگی جو آپؐ کی نبوت و رسالت کے معتقد اور دعوے دار ہونگے اور اس کتاب کو خدا کی کتاب ہونے اور اس کی عظمت و بزرگی اور بابرکت ہونے کے معتقد تھے وہ اس کو بوسہ کرنے والے تھے اور اس کے دستور کو ٹھکرانے والوں میں تھے وہ اس کتاب کو تعویذ کے طور پر بازو پر باندھنے والے اور عملی زندگی میں، میکاویلی کی سیاست، مارکس کی

دین دشمنی، ہٹلر کی انسان دشمنی اور مغربیت کی اسلام دشمنی میں لکھے گئے کتب و مجلات کو دقت سے پڑھتے اور ان کے پیرایوں پر حاشیہ لگاتے تھے اور خصوصاً اس امت کے وہ گروہ ہیں جنہیں علمائے اسلام کہا جاتا تھا وہ خود کو محافظِ دین سمجھتے تھے اور اپنے علاقے اور دور میں خود کو آپ کا خلیفہ اور جانشین سمجھتے تھے اور جب ان کو بیان کا موقع ملتا تو قصے کہانی ' خواب اور علماء و مجتہدین کے مذاحیہ جملات سے محفل کو رونق بخشتے تھے اگر کسی وقت مشکل و پیچیدہ مسائل پیش آتے تو ان کی سند کے لئے تاریخ کے نوابغ شعرائے کرام ' دیبروانیس، غالب وسعدی، حافظ و اقبال کے شعر پیش کرتے تھے لیکن سہواً بھی آیاتِ قرآنی سے استدلال وسند پیش کرنے سے گریز کرتے تھے۔ وہ علماء ہونگے کہ جنہیں ربِ غفور و کریم نے یہ توفیق عنایت کی کہ وسیع وعریض ' بلند و بالا مدرسے کی عمارت کھڑی کریں اور کثیر تعداد میں ملک کے گوشہ و کنار سے علومِ اسلامی کے معارف کے تشنہ بزمِ صلحاء و عرفاء میں زندگی گزارنے کا شغف رکھنے والے' ان کی شاگردی کا شرف حاصل کر کے تلمذ زانو ہوئے اور استاد کے ادب واحترام کا پاس رکھتے ہوئے شرم وحیا سے آنکھیں نیچی رکھیں اور دل سمیت پوراوجود سماعت بن کر ان (استاد) سے معارفِ اسلام سننے کے لئے بٹن کو آن کیا تو استاد گرامی نے ابن مالک ' سیبویہ ' خلیل اور ابن حاجب کے نظامِ تکلم کو سکھایا اور ادب میں متنبیٰ اور امراء القیس کے اشعار سکھائے اور فکر کی پالش کے لئے ارسطو' فارابی اور تفتازانی کی منطق سکھائی جدید معاشرے کی زندگی کے لئے درپیش مسائل کے حل کے لئے چارسو اور پانچ سو صدی پہلے لکھے گئے فقہ اور اصولِ فقہ سکھائے اور جدید دور کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے ان مدارس سے معارف اسلامی سے خالی ذہن ' فارغ التحصیل ہونے کے بعد حصول روزگار کے لئے انگریزی زبان اور کمپیوٹر کے کورس اور پروگرام وغیرہ کا بھی اہتمام کیا غرض

سب کچھ کیا لیکن جس کو نصاب میں شامل نہیں کیا وہ قرآن کریم تھا یقیناً پیغمبر کا دل ناراض شکستہ، غم وغصہ سے بھرنے اور مہجوریت قرآن کی مصداقِ جلی یہی امت کی مقتدر ہستیاں ہونگیں البتہ امت کے دیگر گروہ جو خدا کی وحدانیت پیغمبر کی ختم نبوت اور قرآن کریم کے جاویدیت کے معتقد افراد بھی مختلف زاویوں سے اس شکایت میں شامل ہونگے۔ قرآن نے دو کتابوں کو جامع اور واضح وروشن کتاب کہا ہے ان دونوں میں سے ایک خود قرآن کریم ہے اور دوسری وہ کتاب ہے جو آخرت میں خلائق کو ملے گی جسے نامہ اعمال کہتے ہیں اور سورۂ یٰسین میں اسے کتابِ مبین کہا گیا ہے ان دونوں میں چندین لحاظ سے شباہت ومطابقت اور گہرا ربط ہے لیکن ان دونوں میں رابطہ خود انسان ہے ہم پہلے دونوں میں موجود نکاتِ مشابہت ومشارکت کو پیش کرتے ہیں:

۱۔ **دونوں جامع اور مکمل ہیں:** ان میں کسی قسم کا نقص وکجی نہیں ہے۔ قرآن کے بارے میں فرمایا ہے کہ اس میں ہر خشک وتر اور ہر چیز کا بیان موجود ہے اور اس دن کی کتاب کے بارے میں بھی فرمایا ہے کہ ہر چیز کو ہم نے چن چن کر شامل کیا ہے اگر دانہ خردل کے برابر بھی ہو تو ہم اس کتاب میں لائیں گے۔ ایک جگہ فرمایا کہ ہم درحقیقت پہلے سے اس کی نسخہ گیری کر رہے تھے۔

۲۔ **قرآن ناطق بالحق ہے:** اور اس کتاب کے بارے میں بھی ہے کہ یہ کتاب حق کے بارے میں بات کرے گی۔

۳۔ جس نے جہاں سے کتاب لی ہے آخرت میں بھی اسی سے کتاب لیں گے جس نے قرآن کو مبارک ہاتھوں سے لیا ہے اور اس پر وہ خرم وخرسن ہے تو آخرت میں بھی انھی ہاتھوں سے کتاب لیں گے جس نے دنیا میں غلط لوگوں سے کتاب لی ہے انہیں وہاں

(آخرت میں) انہی غلط لوگوں سے کتاب ملے گی۔

۴۔ یہ کتاب آگے کی دعوت کے لئے آئی ہے اس لئے آخرت میں نامہ اعمال بھی آگے سے دیئے جائیں گے۔ اور جس نے دنیا میں اس کتاب کو پیچھے چھوڑ کر گمراہ وضلالت کنندہ کتاب لی ہوگی اسے آخرت میں بھی پیچھے سے کتاب دی جائے گی۔

۵۔ قرآن کے بارے میں فرمایا کہ یہ کتاب ہمارے پاس پوشیدہ تھی اور آخرت کی کتاب کے بارے میں فرمایا کہ یہ اعمال ہمارے اندر خدا نے پوشیدہ رکھے تھے اب وہ نکال کر دکھائیں گے۔

۶۔ اگر اس قرآن نے ہمارے اندر نفوذ کیا ہے تو آخرت میں بھی یہی ہمارے اندر سے کتاب کا نسخہ بن کر نکلے گا اور اگر ہمارے اندر کسی اور کتاب نے نفوذ کیا ہے تو آخرت میں وہی کتاب نکلے گی۔

۷۔ جس طرح ہمیں اس کتاب کی تلاوت کرنے اور غور کرنے کا حکم دیا گیا ہے بالکل اسی طرح آخرت میں بھی ہمیں نامہ اعمال پڑھنے کا حکم ہوگا۔

۸۔ جس طرح خداوند عالم نے اس کتاب کو ﴿لاریب فیه﴾ فرمایا ہے کہ کسی قسم کے شک وشبہات سے بالاتر ہے اسی طرح اس کتاب کے بارے میں بھی کہا جائے گا کہ تم خود پڑھو اور خود فیصلہ کرو۔

۹۔ دنیا میں جس طرح ہمارے اجتماع مختلف گرہوں میں قرآن کے حوالے سے بٹے ہوئے ہیں اسی طرح اہل محشر مختلف حصوں میں بٹ جائیں گے جس کا ذکر سورۂ واقعہ، سورۂ اسراء، سورۂ الحاقہ، اور سورۂ انشقاق میں بیان ہوا ہے۔

۹۔۱ وہ گروہ ہوں گے جنہوں نے اس دنیا میں قرآن کو چھوڑ کر بائبل، ڈائجسٹ، کہانی

وافسانے وغیرہ کو پڑھا ہوگا اور ان پر عمل کیا ہوگا انہیں قرآن نے اصحاب شمال کہا ہے
قیامت کے دن ان کو نامہ اعمال بائیں طرف سے ملیں گے تو وہ چیخ کر کہیں گے کہ
کاش یہ کتاب نہ دیتے اور اس کتاب کے مضمون سے آگاہ نہ ہوتے، کاش ہم مرنے
کے بعد دوبارہ زندہ نہ ہوتے، یہ وہ گروہ ہے جو آج کل کے محاورہ کے تحت اسلام کے
خلاف انتہا پسند گروہ ہے اس کے مقابلے میں ایک گروہ اسلام کا مخالف ہے لیکن
اعتدال کے ساتھ مخالفت کرتا ہے جسے یہاں کی اصطلاح کے تحت دائیں بازو والے
کہتے ہیں ان دونوں کے بارے میں مولا امیر المومنینؑ نے فرماتا ہے: یہ دونوں گمراہ
گروہ ہیں۔

۹۔۲ دوسرا گروہ وہ ہے جس نے آخرت کا سرے سے انکار کیا ہے اور صرف دنیوی حیات
کی زندگی کو مانتے ہیں ان کو نامہ اعمال پیچھے سے دیئے جائیں گے۔

۹۔۳ تیسرا گروہ وہ ہے جنہوں نے دنیا ومافیہا کو ذلت اور حقارت بقول امیر المومنینؑ
''بکری کی چھینک سے بدتر، جوتے سے کم تر سمجھا ہے، اور حجتِ خدا قرآن وانبیاء
اور آئمہؑ کے احکام کے سامنے سر تسلیم خم کیا ہے اور اس گروہ کا نام قرآن نے اصحاب
یمین بتایا ہے انہیں نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے وہ اہل محشر کو پکار
کر دعوت دیں گے کہ آؤ ہماری کتاب پڑھو ہماری یہی توقع تھی۔

یقیناً پیغمبر کی عرصۂ محشر میں شکایت اس گروہ سے متعلق ہوگی جنہوں نے دنیا میں اس
کتاب قرآن کو مسترد کیا ہوگا اور یہ ہی قرآن کو مہجور چھوڑنے والے ہوں گے۔ ذیل
میں ہم مہجوریت کی اقسام بتا رہے ہیں جس سے خود بخود واضح وروشن ہو جائے گا۔

قرآن کی مہجوریت کی اشک آور داستانیں اور اس کی اقسام بیان کرنے سے پہلے ضروری

سمجھتا ہوں جن برادران عزیز نے میرے مغفور بیٹے سے ان درد والم کی داستانوں کو اپنے قلم و بیان کے ذریعے ان صفحات میں اتارنے میں میری مدد کی ہے ان کی دین و دنیا کی سعادت کیلئے دست بہ دعا ہوں جن میں سے زیادہ اہمیت کے حامل افراد یہ ہیں۔

۱۔ محمد یوسف شگری۔

۲۔ میرے عزیز پیارے بیٹے سید محمد روح اللہ جن کیلئے میری دعا ہے کہ دیگر عزیزوں کی طرح دین مبین کی خدمت کرنے خدا اور اس کے رسول کے سامنے سرخ رو ہونے کی توفیق عنایت کرے۔

۳۔ تیسرے عزیز محمد باقر ہے جن کے بغیر میری دین و دنیا دونوں کو چلانے والے انجن فیل ہے۔ اس نے اپنے مخلصانہ اور ہمدردانہ تعاون اور ہم کاری سے میرے مردہ جسم میں جان ڈالی اور ہمہ وقت اپنی زبان و قلم اور جسمانی خدمت سے مجھے دیرینہ جینے کیلئے ہمت و تسکین دی ہے۔

۴۔ چوتھے میرے وہ دوست گرامی قدر ہیں جنھوں نے دیار غربت میں اس بے آسرہ ناپرسان و مایوسی کے عالم میں اپنے تعاون ہم کاری میں غیر متوقع مثال اور نمونے پیش کیے ہیں وہ دوست گرامی قدر سید ناصر شاہ اور جناب محترم برادر محمد جاوید ان دونوں کا میرے غصہ و عتاب کو برداشت کر کے مجھے تنہا نہ چھوڑنے کی ہمت و ارادہ میری نگاہ میں قدر و قیمت رکھتا ہے۔

رب غفور کریم سے دعا ہے اور دیگر برادران جن کا نام لینا انکے اخلاص کی خاطر راضی نہ ہونا انھوں نے بھی حوصلہ افزائی اور ہمت افزائی میں بہت کچھ قابل قدر خدمت کی ہے اگر یہ صفحات اس کے درگاہ میں قبول و قابل اجر و ثواب ہیں تو ان سب کو اس میں شریک فرما اگر

اس میں کچھ اشتباہ یا کوتاہی ہے اس حوالے سے تنہا مجھے ہی نشانہ بنا۔

اسلام و مسلمین کی سربلندی کافرین وظالمین داخلی وخارجی عناد وسازشوں کی سرنگونی بشریت کی نجات دہندہ کے ظہور کی تعجیل کیلئے دست بہ دعا ہیں (امین۔ثم امین)

علی شرف الدین موسوی علی آبادی

شعبان المعظم ۱۴۲۳ھ

مہجوریت قرآن

مہجوریت مادہ ہجر سے ہے اور ماہرین لغتِ عرب وقرآن نے ہجر کے معنی اس مفہوم میں کیے ہیں کہ کوئی انسان یا کوئی گروہ اپنی تمام قلبی یا وجودی حیثیت سے کسی جگہ کو چھوڑے یا روگردانی کرے۔ یہ معنی قرآن میں بھی موجود ہیں ہجر کا ایک معنی غلط گوئی بھی ہے:

۱۔ **ہجر بمعنی دوری:** ﴿لارجمنک واھجرنی ملیا﴾ ''اور تو ایک مدت کے لئے مجھ سے دور ہو جا'' (مریم/۴۶)

۲۔ **بُری صفت:** ﴿والرجز فاھجر﴾ ''اور ناپاکی سے دور رہئے'' (مدثر/۵)

۳۔ **تنبیہ کے لئے:** ﴿واھجروھن فی المضاجع﴾ ''عورتوں کی سرکشی کا تمہیں خوف ہو انہیں نصیحت کرو اور (اگر باز نہ آئیں تو) خواب گاہ الگ کردو'' (نساء/۳۴)

یہ معنی لغت اور قرآن کے حوالے سے تھے لیکن اصطلاحِ شریعت میں ہجر دیارِ شرک وکفر کو چھوڑنے کے معنوں میں آیا ہے چنانچہ ابتداءِ اسلام میں پیغمبرؐ پر ایمان لانے والوں نے سرزمینِ مکہ چھوڑ کر مدینہ ہجرت کی لہٰذا ان کی فضیلت وصفات میں بہت سی قرآنی آیات نازل ہوئی ہیں جیسے:

''اور اپنے گھر سے خدا اور رسول کی طرف ہجرت کے ارادے سے نکلے اور اس کے بعد اسے موت آجائے تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے'' (نساء/۱۰۰)

اور اسی طرح سورۂ توبہ آیت ۱۰۰ میں ذکر ہے کہ

''اور مہاجرین وانصار میں سے سبقت کرنے والے اور جن لوگوں نے نیکی میں ان کا اتباع کیا ہے ان سب سے خدا راضی ہو گیا ہے''۔

لیکن اس کے برعکس مذہب پر عمل کرنے میں پابندی عائد ہونے اور سختی کے باوجود ہجرت نہ کرنے والوں کو ظالم قرار دیا ہے اور اس ترکِ ہجرت کرنے والوں کو بروزِ قیامت ملامت کیا جائے گا:

﴿قالوآ الم تکن ارض اللہ واسعۃً فتھاجروا فیھا فاولٓئک ماوٰھم جھنم وسآءت مصیرًا﴾ ''کیا اللہ کی سرزمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے؟ پس ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بہت بُری جگہ ہے''(نساء/۹۷)

لیکن آج تاریخ کے صفات الٹ گئے ہیں جیسے سابق زمانہ میں مردمسلمان آسائش کی زندگی کو چھوڑ کر دین ومذہب کی خاطر دیارِ غربت کی طرف ہجرت کرتے تھے جبکہ آج مسلمان اپنی عزت جان ومال فروخت کرکے دارِ کفروشرک کی طرف ہجرت کر رہے ہیں یہ تھے معنٰی ہجرت۔ اس کلمہ سے مھجوریت نکلا ہے اور یہ قرآن میں سورہ فرقان/۳۰ میں آیا ہے واقعہ کے طور پر جو روزِ قیامت ہوگا جہاں پیغمبر اکرمؐ اپنے ربِ قدوس کے محضر میں اپنی حسرت وافسوس کے ساتھ اپنی امت کے خلاف شکایت کریں گے کہ میری اس امت نے قرآن کو مھجور چھوڑا ہے اس سے روگردانی کی ہے لیکن یہاں ایک سوال جو ہر ذی شعور کے ذہن میں ابھرتا ہے کہ یہ جو ''میری قوم'' کے الفاظ آئے ہیں یا اس سے مراد پوری امت ہے یا کوئی خاص گروہ مراد ہے یہاں ہم آیات قرآنی، احادیث اور امت مسلمہ کے قرآن سے سلوک کو مدنظر رکھتے ہوئے چند مفروضے پیش کرتے ہیں قارئین کرام خود فیصلہ کریں کہ وہ کس مفروضے کو ترجیح دیتے ہیں:

۱۔ امت سے مراد پوری امت ہے، قرآن کا خطاب ﴿یٰایھا الناس﴾ ﴿یابنی آدم﴾

﴿یاایھا الذین امنوا﴾ سے ہے امت کی اکثریت اس روگردانی میں شامل ہیں اور بے توجہی کو اپنائے ہوئے ہیں لہٰذا ممکن ہے کہ یہ شکایت پوری امت سے متعلق ہو۔

۲۔ اس سے مراد وہ افراد ہوں جو قرآن کو الحان وترتیل کے ساتھ پڑھتے ہیں اور اپنے اس عمل کو ہی حقِ قرآن گردانتے ہیں اور اس کے علاوہ کسی ذمہ داری کو ادا نہیں کرتے شاید یہ افراد اس شکایت سے مراد ہوں چنانچہ احادیث میں آیا ہے کہ بہت سے لوگ ہیں جو تلاوت قرآن کرتے ہیں لیکن قرآن ان پر لعنت کرتا ہے۔

۳۔ وہ افراد مراد ہوں جو آیاتِ قرآنی کی تلاوت کرتے ہوں اسکے احکام کو درک کرتے ہوں لیکن آیات کی تفسیر کفار وملحدین اور متکبرین کی خواہشات کے مطابق کرتے ہیں شاید یہ افراد اس شکایت کا مصداق جلی ہوں۔

۴۔ اس سے مراد امت اسلامی کے وہ علماء ودانشمند ہوں جو وطن اسلامی میں نظامِ لادینی و سیکولرازم کو لاگو کرنے کی سرتوڑ مہم چلارہے ہیں اور اپنے ان منحوس عزائم میں وہ بہت حدتک کامیاب ہو چکے ہیں یہ افراد اس شکایت کے مصداق ہوں۔

۵۔ اس سے مراد پوری امت ہو جو شریعت ونظامِ قرآن کو لاگو کرنے میں اپنی زبان وقلم کو جنبش میں نہ لاتے ہوں اور حالتِ غفلت کی زندگی بسر کررہے ہیں وہ اس شکایت کا مصداق ہوں۔

۶۔ وہ علماء ومجتہدین مراد ہوں جو دین وشریعت، اخلاق وآداب کو بیان کرتے وقت اس کتاب ﴿لارطب ولایابس﴾ کو چھوڑ کر غیر مستند احادیث یا اشعارِ حافظ، سعدی انیس ودبیر یا ملحد شعراء کو اپنے مطالب کے بیان کرنے میں بطور سند اپناتے ہیں شاید یہ لوگ اس شکایت کے مصداق ہوں۔

۷۔ اس سے مرادِ مہجوریتِ استماع ہو قرآن میں آیا ہے کہ جب قرآن کی تلاوت ہو تو انتہائی توجہ سے سنو۔ جہاں تلاوت قرآن ہو رہی ہو اور ایک مسلمان گفتگو میں مصروف ہو تو اس کا عمل ایسا ہے جیسے ایک متدین انسان محفلِ موسیقی سے روگردانی کرتا ہے اسی طرح یہ شخص قرآن سے روگرداں ہے شاید اس شکایت کا مصداق ایسے افراد ہوں۔

۸۔ قرآن سرسری تلاوت کا نام نہیں بلکہ اس کتاب کو پڑھنے اور اس کا مدعا خود اس کتاب میں بیان ہوا ہے جیسے ترتیل سے پڑھیں، اس میں تدبر و تعقل کریں، جو افراد ان شرائط سے خالی ہو کر قرآن کی تلاوت کریں شاید وہ اس شکایت کا مصداق ہوں۔

۹۔ وہ افراد جو بزعم اپنے دین کی سربلندی کی خاطر دینی درسگاہوں میں صرف ونحو پڑھنے اور اچھے نمبر لینے والوں کو انعامات دیتے ہیں لیکن انہوں نے کبھی تفسیر قرآن یا حفظِ قرآن کا اہتمام نہیں کیا اور نہ ہی یہ بات ان کے دلوں میں داخل ہوئی ہے شاید یہ افراد اس شکایت کا مصداق ہوں۔

۱۰۔ بہت سے لوگ قرآن کو پیچھے کرنے کیلئے بزعم اپنے جعلی احادیث کو سند بنا کر یہ منطق پیش کرتے ہیں کہ یہ کتاب فہمِ انسان سے باہر ہے یہ انسان کے بس کی بات نہیں کہ اس کتابِ خدا کو سمجھ سکے شاید اس شکایت سے مراد یہ افراد ہوں جو امت اسلامی اور قرآن کے درمیان پہاڑ کا کردار ادا کر رہے ہیں اور امت کو فہم قرآن سے دور رکھنے کا ذریعہ بنے ہوئے ہیں۔

غرض اس وقت قرآن مہجور در مہجور ہے اور اس کی مہجوریت میں آئے دن اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے اور اس مہجوریت کے مصادیق شمار سے باہر ہیں اس صورت حال کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم

نے ایک ادنیٰ کوشش کی ہے جو آخری مفروضے کے خلاف ہے جس میں فہمِ قرآن کی نفی کی گئی ہے فہمِ قرآن نہ صرف ممکن بلکہ یقینی ہے جو شخص بھی جتنی توجہ قرآن کی طرف کرے گا وہ اسی تناسب سے اپنا حصہ پالے گا اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص پیاسا ہے اور نہر کے قریب پہنچتا ہے تو وہ اپنی پیاس کے مطابق پانی پیے گا۔ بالکل اسی طرح جو شخص بھی جتنی توجہ وکوشش قرآن کے بارے میں کرے گا وہ اسی تناسب سے معارف قرآن سے مستفید ہوگا۔

اسباب مہجوریت قرآن

اس نسخہ الوہیت، نعمت ربوبیت، امانت رسولؐ پیشوا ومقتداء انبیاء ومرسلین وآئمہ معصومین کا قصہ ہجراں کیا ہے اور اس کے کیا اسباب ووجوہات ہیں۔ اسے کی علت ہمیں غیروں اور اپنوں دونوں کے ہاں تلاش کرنا پڑے گی یہاں تک عصر ظہور اسلام سے لیکر دور حاضر تک اس کے خلاف مہم جوئی کرنے والوں کے عزائم کی وجوہات تلاش کرنا پڑیں گی۔ ان وجوہات دیرینہ وپارینہ اعداءُ کی وجہ انکے وارثین یا اپنوں کی احمقانہ سوچ بھی ہوسکتی ہے سستی کاہلی وعدم دلچسپی کے ساتھ ساتھ داخلی منافقین کی خائنانہ روش بھی ہوسکتی ہے۔ لہذا ان وجوہات کو محدود اسباب اور توجیہات میں بند نہیں کر سکتے لہٰذا ہمیں انکی ترتیب سے گروہ بندی کرنے کی ضرورت ہے۔ آیئے ہم مرحلہ وار اس میں وارد ہوتے ہیں۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ہماری انفرادی، اجتماعی اور سیاسی سعادتوں کی برگشت قرآن کی طرف رجوع کرنے اور اس سے دستور حیات لینے میں ہے۔ اور یہ بھی ایک مسلمہ اور ناقابل انکار حقیقت ہے کہ امتِ مسلمہ اور قرآن فہمی میں چندین رکاوٹیں دیوار چین وبرلن کے مانند ہیں جب تک ان موانع اور رکاوٹوں کو دور نہیں کریں گے ہم قرآن سے دستورِ حیاتِ زندگی نہیں لے سکتے۔ سب سے پہلے ان موانع اور رکاوٹوں کی شناسائی ضروری

ہے۔ یہ رکاوٹیں جعلی اور خودساختہ ہیں جنھیں دشمنانِ قرآن یا نادان واحمق دوستوں نے جعل کیا ہے اور بعض اس کی ذیلی یا اسکی حاشیہ نشین موضوعات میں سے ہیں جنھیں کسی غیر عاقل انسان کو سرگرم اور مصروف رکھنے کی خاطر اہتمام یا اہمیت دی جاتی ہے۔ غرض اس وقت ہم حروف وجانِ قرآن سے بہت دور اور فاصلہ پر کھڑے ہیں۔ اگر کوئی صاحب ارادۂ قوی رکھنے والا اور اسلام ومسلمین کے بارے میں دشمنانِ اسلام کے ہجوم وحملوں کی تیز ہواؤں سے اس کی غیرت وحمیت متزلزل ہونے والے ہو تو نہ فاصلہ رہ سکتا ہے اور نہ یہ دیکھنے میں آنے والی محکم دیواریں۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ یہ جعلی اور خودساختہ اور مسلمانوں کو مصروف رکھنے والی موضوعات کون کون سے ہیں:

منافقین ونادان دوستوں کی مشترکہ کاوشیں

۱۔ **نومولود اولادوں کے لئے قرآن سے نام نکالنا:** ہماری طالب علمی کی عمر چالیس سال سے اوپر ہوچکی ہے اور یہ طریقہ (قرآن سے نومولود کا نام نکالنا) صحیح ومعتبر کتاب تو چھوڑیں کسی فرسودہ کتاب میں بھی نظر نہیں آیا۔

۲۔ **قرآن سے استخارہ:** استخارہ کے موضوع کے بارے میں فریقین کی کتب روائی میں کچھ حد تک مسلمہ ثبوت ہیں لیکن اس کے طریقے اور مواقع اور احکام اعتماد کے بارے میں بہت سے صفحات لکھنے کی ضرورت ہے مرحوم سید علی خان شارحِ صحیفہ سجادیہ نے اپنی کتاب ''ریاض السالکین'' جلد ۵ صفحہ ۱۲۴ تا ۱۲۶ تک تفصیل سے لکھا ہے اس میں پہلے مرحلہ پر دو رکعت نماز پڑھ کر اپنے لئے درپیش مسائل کے بارے میں خدا سے طلب خیر کرنے کو استخارہ قرار دیا ہے۔

۲۔۱ **استخارہ ذات الرقاع:** جس کے لئے چھ نسخے ﴿بسم اللہ الرحمن الرحیم﴾ لکھ کر پھر ﴿خیر من اللہ عافیہ﴾ لکھیں اس میں سے تین پر افعل اور تین پر لا تفعل لکھ کر سجادیہ کے نیچے رکھیں نماز کے بعد نکالیں اور افعل کی تناسب سے عمل کریں یا دریا میں پھینکیں جو دریا کو شق کر کے نکلے اس پر عمل کریں۔

۲۔۲ **استخارہ بہ تسبیح:** اس کی چندین طریقے ہیں لیکن ان سب میں سند عمل اصحاب ہے۔ اپنے اندر اس عمل کی شرائط موجود ہوں، ماہرین سے مشورہ کریں، خداوند مسخر امور پر توکل وبھروسہ کریں۔

۲۔۳ **استخارہ بقرآن کریم:** جس میں حقیر کا بھی حصہ رہا ہے لیکن معلوم نہیں کہ قرآن سے استخارہ یعنی طلب خیر تلاش کرنے کا طریقہ کار کیا ہے۔

۱۔ بعض پہلے صفحہ اور اس کے پہلے حرف سے نتیجہ اخذ کرتے ہیں اسکا طریقہ کار کیا ہے ہمیں اس کے بارے میں کوئی معلومات نہیں ہے۔

۲۔ ایران سے طبع ہونے والے بعض قرآن کے صفحات پر خوب وبد اور اختیار لکھا ہوا ہوتا ہے اسی کو دیکھ کر نتیجہ نکالتے ہیں۔ لہٰذا بعض افراد کو یہ کہتے ہوا سنا ہے کہ استخارہ والا قرآن چاہیئے۔

۳۔ بعض پہلے صفحے پر پہلی آیت کے مفہوم ومعنیٰ کو دیکھ کر اور بعضِ دیگر پہلی آیت کو دیکھنے کے بعد سات (۷) صفحات گننے کے بعد ساتویں آیت سے نتیجہ اخذ کرتے ہیں یہ دونوں طریقے مرحوم شیخ عباس قمی علیہ الرحمہ نے مفاتیح الجنان میں نقل کیے ہیں۔ ہم نے ابھی تک اس طریقے کے صحت اور سند کے بارے میں تحقیق نہیں کی البتہ جن موضوعات کے لئے استخارہ کرنے کا رواج عام ہے وہ درج ذیل ہیں:

الف۔ انتخاب ہمسری کے لئے لڑکا اور لڑکی دونوں استخارہ پر ہی بھروسہ کرتے ہیں۔

ب۔ مکان، پلاٹ وغیرہ کی خرید وفروخت کے لئے۔

ج۔ زیادہ سرمایہ والے افراد جن کی روزانہ کی آمدن زیادہ ہے وہ یہ آمدن بینک میں جمع کروانے سے ڈرتے ہیں کیونکہ ٹیکس کا خطرہ ہے گھر یا آفس میں رکھنے سے چوری کا ڈر ہے نیا کاروبار کھولنے میں شریک کے غبن اور دھوکہ کا ڈر ہے لہٰذا وہ اس کے استعمال کے سلسلے میں روزانہ استخارہ کرتے ہیں۔ اور اسی استخارہ کرنے کو اپنی مذہب شناسی، دین داری اور قرآن پر عمل کرنے کا مظاہرہ گردانتے ہیں اور جو کچھ اس قرآن کریم میں زندگی گزارنے کے طور وطریقے اور لائحہ عمل بتایا ہے بطور مثال اپنی روزمرہ امور میں عقل کو استعمال کرو، صالح اور نیک انسانوں سے مشورہ کرو، خدا پر توکل و بھروسہ کرو، خیانت کاروں پر اعتماد نہ کرو وغیرہ ان آیات کی نہ تو کبھی تلاوت کی، نہ اسے سنا، اور نہ ہی قرآن پر عمل کرنے کے لئے آمادہ ہیں اور نہ معاشرے میں قرآن کو رائج و نافذ کرنے کے لئے کوئی کردار اپنانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ان کی پسندیدہ دین کی خدمات بے ہودہ اور بے سود عمارتیں کھڑی کرنا ہے چاہے اس عمارت سے دین کو کوئی فائدہ ہو یا نہ ہو۔ یہ دور حاضر کا پہلا موضوع قرآنی ہے جس پر مؤمنین کو بہت افتخار اور اعزاز حاصل ہے۔

۳۔ جرگوں، پنچایتوں اور عدالتوں میں اپنے آپ کو بچانے کی خاطر جھوٹی قسم کھانے، اسمبلی اور دیگر اداروں میں عہد وپیمان دینے کی حد تک اس قرآن سے وابستہ ہیں لیکن ان مقامات سے باہر اس (قرآن) کے احکام وہدایت کو پاؤں تلے روندہ جاتا ہے۔ وعدے پامال کرتے ہیں بسا اوقات اس قرآن کے خلاف مہم جوئی سے بھی

دریغ نہیں کرتے بعض تو اس نظام کو ہی فرسودہ گردانتے ہیں لیکن آپ یقین کریں کہ دشمنان قرآن اس کو اتنا احترام دینے کے حق میں بھی نہیں ہیں وہ ان جگہوں سے قرآن کو ہٹا کر کسی اور کتاب کو اس جگہ پر لانے کے مذموم عزائم میں مصروف ہیں، اگر مسلمان خوابِ غفلت سے بیدار ہو جائیں تو ان کے یہ خطرناک عزائم شرمندۂ تعبیر نہیں ہونگے۔

۴۔ **حفظِ قرآن کا اہتمام:** امتِ اسلامی کے دو بڑے فرقے اہل سنت والجماعت قدیم زمانے سے فقط حفظ قرآن کا اہتمام کرتے چلے آرہے ہیں اور اہل تشیع کے بعض نادان کبھی کبھی ان کے اس عمل کا مذاق اڑاتے ہیں۔ انقلاب اسلامی ایران کے بعد وہاں حفظ قرآن کا بہت اہتمام ہوا چنانچہ اندرون و بیرون ملک حفاظ قرآن کو نئے طور طریقوں سے تیار کر کے محافل منعقد کرانے کا اہتمام ہوا جنکی اندرون و بیرون ملک اور بین الاقوامی سطح پر حوصلہ افزائی کی گئی۔ بین الاقوامی سطح پر مقابلہ حسنِ قرأت منعقد کرائے گئے اگر اس عمل کو ابتدائی مراحل قرار دیں تو ممکن ہے کہ داد و تحسین کے قابل ہو لیکن اگر حقیقت و انصاف پسندی کی نظر سے دیکھیں تو اسوقت دنیائے کفر، قرآن کے احکام کو روکنے کے لئے سینہ سپر ہو کر ہمارے گھروں پر حملہ آور ہو رہی ہے اس تناظر میں اتنی کثیر رقم اتنے سال سے صرف حفظ قرآن پر خرچ کرنا ایک نا قابل ہضم بات ہے۔ حفظ قرآن کا تصور جو اس وقت عالم اسلامی میں موجود ہے وہ از بر یاد کرنا ہے روایات اسلامی میں اس قسم کی حفظ کی فضیلت اور تائید دیکھنے میں نہیں آئی ہے قرآن کریم میں کلمہ حفظ نگھداری، نگہبانی اور رقابت یعنی کسی چیز کو خطرے یا گزند سے محفوظ رکھنے کے معانوں میں استعمال ہوا ہے۔ سورہ طارق/۴ میں فرماتے

ہیں کہ ''ہر نفس کا ایک محافظ ہے''۔ سورۃ ہود/۵۷ میں فرماتے ہیں کہ ''خدا ہر چیز کا محافظ ہے''۔ سورہ رعد/۱۱ میں فرماتے ہیں کہ ''خدا کے کچھ محافظ ہیں جو حکم خدا سے مخلوق کی حفاظت کرتے ہیں''۔ سورہ حجر/۹ میں فرماتے ہیں کہ ''ہم نے اس قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

حفظ قرآن ہر طرف اور ہر پہلو سے محافظت کرنے کو کہتے ہیں جبکہ اس وقت قرآن کے احکام و تعلیمات اجتماعی، سیاسی، اقتصادی ہر زاویئے سے دیکھیں تو وہ غیر محفوظ ہے کہیں ہم بھی ان روایات کے مصداق نہ ہو جائیں کہ جن میں حروف کا حفظ کرکے معانی اور اس کے حقائق سے لاپرواہی برتنے والوں کی مذمت بیان ہوئی ہیں ہمارا تعجب اس وقت انتہا کو پہنچا جب ہم نے سنا کہ اس سال حوزہ علمیہ قم سے تبلیغات کیلئے اعزام ہونے والے علماء کو حسنِ قرأت سکھا کر بھیجا گیا ہے گو دس پندرہ سال پڑھنے کے بعد ان کا کام یہاں محافل و مجالس میں سرسری تلاوت کرنا ہے۔ حسن قرأت اور حفظ آیات قرآن کلمات الفاظ کی حد میں بالکل غیر مستحسن قرار نہیں دے رہا ہوں لیکن اس امر میں اپنی پوری توانائی عمر بھر اور نسل بہ نسل اسی پر مرکوز کرنا اور خود کو اس تک محدود رکھنا بھی کوئی قابل قدر تعریف اور ستائش بھی نہیں ہے بلکہ اس تصور نے امت اسلام کو حقائق و معارف قرآن سے دور رکھنے میں بھی بہت کردار ادا کیا ہے۔ اگر حقائق قرآن کو دیگر شعبہ ہائے زندگی میں نافذ کرنے کا اہتمام کیا جاتا تو ہماری تقدیر بدل جاتی اور یہ دشمنان اسلام مایوس ہو کر پلٹ جاتے۔

۵۔ جن کے قبضہ قدرت میں بیان و قلم ہے اور قرآن سے متعلق خدمت کرنے کا عزم و ارادہ رکھتے ہیں انکے انتخاب موضوع میں نہ مستقبل پر نظر ہے اور نہ حال پر بلکہ قصہ

دیرینہ و پارینہ کو دھرانے پر اصرار ہے جیسے اقسامِ قراء، جمع قرآن، ناسخ منسوخ قرآن اور تحریف قرآن وغیرہ جیسے موضوعات سے باہر نہیں نکلتے۔ جب تک مذکورہ موضوعات میں مصروف رہیں گے اس وقت تک ہمیں قرآن سے کسی قسم کی نجات وحیات کے دستور کا ''الہام وایحا'' ہونا محال ہے۔

۶۔ **روح کی دوا کو جسم کے زخم پر لگانا:** آنکھوں کی دھند صاف کرنے والے قطرات کو گردے کی پتھری توڑنے کے لئے استعمال کرنا، زبان کے چھالے کی دوا کو کینسر پر لگانے سے مذکورہ بیماری کا علاج ممکن نہیں۔ اسی طرح کفر وشرک، نفاق وحسد، کینہ اور بغض وعداوت جیسی مہلک امراض کے لئے تشخیص کیے جانے والے نسخوں کو بلڈ پریشر، شوگر، کینسر اور دل کی بیماریوں کے لئے استعمال کرنے سے بھی کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ ہمارے بعض علماء کی مثال اس بچے کی مانند ہے کہ جسے اس کی ماں نے کہا کہ میرے بیٹے کی آنکھیں بادام جیسی ہیں تو بچے نے فوراً کہا کہ مجھے بادام چاہیئے۔ انھوں نے بھی جب قرآن کریم میں یہ پڑھا ''یہ قرآن مومنین کے لئے شفاء ہے'' تو سمجھا کہ اس کے آیات یا سورتوں کی تلاوت کرنے کے بعد مہنگی دوائیوں اور بڑے بڑے ماہر ڈاکٹروں کی فیسوں سے بے نیاز ہوا جا سکتا ہے۔ لہذا طب سکھانے کے کالج پولو گراؤنڈ جو وقت کے ضیاع کی جگہہ ہیں میں تبدیل ہو جائینگے، جدید ترین تشخیص امراض کے آلات سے آراستہ ہسپتال بے معنی و ناکارہ ہو جائیں گے اور سرسری معنی قرآن سے نا آشنا ایک ملاّ آخوند ان سب وسائل کی جگہ ایک مختصر سے ہدیہ کے ساتھ پُر کر سکتا ہے، ان بے چاروں نے قرآن میں موجود صرف کلمہ لفظِ شفاء کو سنا ہے نہ آیت کی ابتداء کو دیکھا یا سنا اور نہ انتہاء کو۔ یہ کلمہ قرآن کریم اور نہج البلاغہ

میں چندین جگہوں پر استعمال ہوا ہے لیکن ان میں سے کسی بھی جگہ یہ امراضِ جسمانی کے لئے شفاء ہونے کا کوئی ذکر نہیں ہے:

۱۔ ﴿واذامرضت فهويشفين﴾ ''اور جب میں بیمار ہو جاتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے'' (شعراء/۸۰)

۲۔ ﴿يايها الناس قدجاء كم موعظة من ربكم وشفاء لمافي الصدور وهدى رحمة للمؤمنين﴾ ''اے لوگو! تمہارے پروردگار کی طرف سے یہ قرآن تمہارے پاس نصیحت اور رحمت اور تمہارے دلوں کی بیماری کے لئے شفا اور مومنین کے لئے ہدایت ورحمت بن کر آیا ہے'' (یونس/۵۷)

۳۔ ﴿ولو جعلنه قرانًا اعجميًا لقالوا لولافصلت ايته ءَ اعجمي وعربي قل هو للذين امنوا هدى وشفاء والذين لايؤمنون في اذانهم وقرو هو عليهم عمى اولئك ينادون من مكانٍ بعيد﴾ ''اور اگر ہم اس قرآن کو عجمی زبان میں قرار دیتے تو یہ لوگ کہتے کہ اس کی آیات کو کھول کر بیان کیوں نہیں کیا گیا ؟ عجمی (کتاب) کہاں اور عربی (نبی) کہاں؟ کہہ دیجئے: یہ کتاب ایمان لانے والوں کے لئے ہدایت اور شفا ہے اور جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں بھاری پن (بہرا پن) ہے اور وہ ان کے لئے اندھا پن ہے وہ ایسے ہیں جیسے انہیں دور سے پکارا جاتا ہے'' (حم سجدہ/۴۴)

۴۔ ﴿وننزل من القران ماهوشفاء ورحمة للمومنين ولايزيدالظلمين الاخسارًا﴾ ''اور ہم قرآن میں سے ایسی چیز نازل کرتے ہیں جو مومنین کے لئے تو شفا اور رحمت ہے لیکن ظالموں کے لئے تو صرف خسارے میں اضافہ کرتی

ہے“(اسراء/۸۲)

۵۔ ﴿قاتلوهم يعذبهم الله بايديكم ويخزهم وينصركم عليهم ويشف صدور قوم مؤمنين﴾ ”ان سے لڑو تاکہ اللہ تمہارے ہاتھوں انہیں عذاب دے اور انہیں رسوا کرے اور ان پر تمہیں فتح دے اور مومنین کے دلوں کو ٹھنڈا کرے“(توبہ/۱۴)

۶۔ ﴿واذا ما انزلت سورة فمنهم من يقول ايكم زادته هذه ايمانا فاما الذين آمنوا فزادتهم ايمانا وهم يستبشرون. واما الذين في قلوبهم مرض فزادتهم رجسا الى رجسهم وماتوا وهم كفرون﴾ ”اور جب کوئی سورہ نازل ہوتی ہے تو اس میں سے کچھ لوگ (ازراہِ تمسخر) کہتے ہیں: اس سورت نے تم میں سے کس کے ایمان میں اضافہ کیا ہے؟ ایمان والوں کے ایمان میں تو اس نے اضافہ ہی کیا ہے اور وہ خوشحال ہیں۔ اور البتہ جن کے دلوں میں بیماری ہے ان کی نجاست پر اس نے مزید نجاست کا اضافہ کیا ہے اور وہ مرتے دم تک کفر پر ڈٹے رہے“(توبہ/۱۲۴ تا ۱۲۵)

ان تمام آیات میں شفا کو مومنین کے روحی و دلی امرض کے لئے مختص کیا ہے۔

۷۔ ﴿وتعلم القرآن فانه احسن الحديث، وتفقهوا فيه فانه ربيع القلوب، واستشفعوا بنوره فانه شفاء الصدر، واحسنوا تلاوته فانه انفع القصص. وان العالم العامل بغير علمه كالجاهل الحائر الذي لايستفيق من جهله؛ بل الحجة عليه اعظم، والحسرة له الزم، وهو عندالله الوم﴾ ”(قرآن) قرآن مجید کا علم حاصل کرو کہ یہ

بہترین کلام ہے اور اس میں غور و فکر کرو کہ یہ دلوں کی بہار ہے۔اس کے نور سے شفا حاصل کرو کہ یہ دلوں کے لئے شفا ہے اور اس کی باقاعدہ تلاوت کرو کہ یہ مفید ترین قصوں کا مرکز ہے اور یاد رکھو کہ اپنے علم کے خلاف عمل کرنے والا عالم بھی حیران و سرگردان جاہل جیسا ہے جسے جہالت سے کبھی افاقہ نہیں ہوتا ہے بلکہ اس پر حجت خدا زیادہ عظیم تر ہوتی ہے اور اس کے لئے حسرت و اندوہ بھی زیادہ لازم ہوتا ہے اور وہ بارگاہ الٰہی میں زیادہ قابل ملامت ہوتا ہے۔'' (نہج البلاغہ خطبہ ۱۱۰ ترجمہ جوادی)

۸۔ ﴿واعلموا ان هذا القرآن هو الناصح الذی لا یغش، والهادی الذی لا یضل، والمحدث الذی لا یکذب؛ وما جالس هذا القرآن احد الا قام عنه بزیادة او نقصان: زیادة فی هدی، او نقصان من عمی. وعلموا انه لیس علی احد بعد القرآن من فاقة، ولا لاحد قبل القرآن من غنی؛ فاستشفوه من ادوائکم، واستعینوا به علی لأوائکم، فان فیه شفاء من اکبر الداء؛ وهو الکفر والنفاق، والغی والضلال، فاسألوا الله به، وتوجهوا الیه بحبه﴾ ''یاد رکھو کہ یہ قرآن وہ ناصح ہے جو دھوکہ نہیں دیتا ہے اور وہ ھادی ہے جو گمراہ نہیں کرتا ہے وہ بیان کرنے والا ہے جو غلط بیانی سے کام لینے والا نہیں ہے کوئی شخص اس کے پاس نہیں بیٹھتا ہے مگر یہ کہ جب اٹھتا ہے تو ہدایت میں اضافہ کر لیتا ہے یا کم سے کم گمراہی میں کمی کر لیتا ہے۔

یاد رکھو! قرآن کے بعد کوئی کسی کا محتاج نہیں ہو سکتا ہے اور قرآن سے پہلے کوئی

بے نیاز نہیں ہوسکتا ہے اپنی بیماریوں میں اس سے شفا حاصل کرو اور اپنی مصیبتوں میں اس سے مدد مانگو کہ اس میں بدترین بیماری کفر ونفاق اور گمراہی و بے راہ روی کا علاج بھی موجود ہے اس کے ذریعہ اللہ سے سوال کرو اور اس کی محبت کے وسیلہ سے اس کی طرف رخ کرو" (خطبہ/۱۷۶ ترجمہ جوادی)

۹۔ ﴿قلوبهم دوية، وصفاحهم نقية. يمشون الخفاء، ويدبّون الضّراء، وصفهم دواء، وقلوبهم شفاء، وفعلهم الدّاء العياء﴾ "انکے دل بیمار ہیں اور ان کے چہرے پاک صاف۔ اندر ہی اندر چال چلتے ہیں اور نقصانات کے خاطر رینگتے ہوئے قدم بڑھاتے ہیں ان کا طریقہ دوا جیسا اور ان کلام شفا جیسا ہے لیکن ان کا کردار نا قابل علاج مرض ہے"

(خطبہ/۱۹۴ ترجمہ جوادی)

۱۰۔ ﴿فان تقوىٰ الله دواء داء قلوبكم، وبصر عمىٰ افئدتكم، وشفاء مرض اجسادكم، وصلاح فساد صدركم﴾ "یہ تقویٰ الٰہی تمہارے دلوں کی بیماری کی دوا ہے اور تمہارے قلوب کے اندھے پن کی بصارت۔ یہ تمہارے جسموں کی بیماری کی شفا کا سامان ہے اور تمہارے سینوں کے فساد کی اصلاح۔ یہی تمہارے نفوس کی گندگی کی طہارت ہے اور یہی تمہاری آنکھوں کے چندھیانے کی جلاء اسی میں تمہارے دل کے اضطراب کا سکون ہے"

(خطبہ/۱۹۸ ترجمہ جوادی)

۱۱۔ ﴿كفاك ادباً لنفسك اجتناب تكرهه من غيرك﴾ "اپنے نفس کی تربیت کے لئے یہی کافی ہے کہ ان چیزوں سے اجتناب کرو جنہیں دوسروں کے

لئے بُرا سمجھتے ہو" (خطبہ ۱۲/۳۱۴ ترجمہ جوادی)

"ان تمام کلماتِ امیر المومنینؑ میں بھی امراضِ روح وقلب سے مختص کیا ہے۔

ان آیات وکلماتِ امیر المومنینؑ کو سامنے رکھنے کے بعد ہمارے ان نادان وجاہل اور دین و مذہب کے نام پر چلنے والوں کے اس عمل' کہ آیات قرآن جو کتابِ ہدایت ورہبری ہے جو روح وقلبِ انسانی کی تسکین کے لئے مختص ہے اسے جسمانی زخموں کے سرجری کی جگہوں پر استعمال کرتے ہوئے دیکھ کر یہود وہنود اور صلیب جو کہ اسلام پر نقد وانتقاد کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے اور ان کے ساتھ ہمارے بعض دانشور جو دین ومذہب کی سربلندی کو مغرب نوازی میں دیکھتے ہیں کیا یہ اسلام کا تمسخرہ ومذاق نہیں اڑائیں گے؟ تو ایسی صورت میں اسکا ذمہ دار کون ہوگا۔ان افراد کا یہ عمل عقل ومنطق سے متابقت نہیں رکھتا۔لہذا ہم آپ کی خدمت میں توجہ کیلئے چند مثالیں پیش کرتے ہیں۔

۱۔ خداوند متعال کی بڑی نعمتوں میں سے ایک "پانی" ہے جس سے ہر چیز زندہ وباقی ہے یہ نعمت صرف اس پر ایمان رکھنے والوں کے لئے مخصوص نہیں بلکہ کافر ومنافق اور ملحدین بھی اس سے استفادہ کر رہے ہیں۔بھوک سے بچنے کے لئے اس کائنات کو ارزاق کے ذخائر کی جگہ بنایا اور ہر ذی حیات کیے رزق کو اپنے ذمہ لیا ہے اور اس میں بھی مومن، کافر ومشرک کی تمیز نہیں ہے۔آکسیجن انسان کے سب سے اہم بنیادی ضروریاتِ حیات میں سے ہے اسے بھی ہر ذی روح کے لئے بطور مساوی فراہم کیا ہے لہذا کسی بھی جگہ نہیں ملتا کہ یہ چیزیں غیر مومنین کے لئے غیر مؤثر یا نقصان دہ ہوں اور مومنین ہی صرف اس سے استفادہ کر سکتے ہوں۔جبکہ سورہ اسراء کی آیت ۸۲ میں خداوند متعال نے قرآن کو صرف مومنین کے لئے شفا بتایا ہے:

''اور ہم قرآن میں ایسی چیز نازل کرتے ہیں جو مومنین کے لئے شفا اور رحمت ہے''اور کافرین کیلئے نقصان دہ قرار دیا ہے چنانچہ سورۂ توبہ کی آیت ۱۲۴ اور ۱۲۵ میں ہے''اور جب کوئی نازل ہوتی ہے تو ان میں کچھ لوگ (ازراہ تمسخر) کہتے ہیں اس سورت نے تم میں سے کس کے ایمان میں اضافہ کیا ہے؟ ایمان والوں کے ایمان میں تو اس نے اضافہ ہی کیا ہے اور وہ خوشحال ہیں۔ البتہ جن کے دلوں میں بیماری ہے ان کی نجاست پر اس نے مزید نجاست کا اضافہ کیا ہے اور وہ مرتے دم تک کفر پر ڈٹے رہے''۔

۲۔ دنیا کی دوا سازی کے ماہرین چاہے کمیونسٹ ،مشرک اور ملحد ہوں جس نے بھی کوئی ٹیبلٹ ،سیرپ یا انجکشن تیار کیا ہو وہ اپنی افادیت یا اثر کے لحاظ سے دعوی خدائی کرنے والے ،دین ومذہب سے خود کو آزاد سمجھنے والے یا تہجد گذار مومن ،ولی فقیہ یا امام معصوم سب پر ایک جیسا اثر کرے گا۔

۳۔ جو بیوقوف افراد دوا کو چھوڑ کر یہ عمل کرتے ہیں ان سے سوال ہے کہ یہ دوا جو افادیت کے لحاظ سے سب کے لئے یکساں ہے اس کے مادہ کو کس نے خلق کیا ہے؟۔

جس طرح ان قارئینِ قرآن نے بلاسندِ شرعی آیات قرآنی کو دوا کی جگہ جسمانی بیماریوں کے لئے حقیر ماڈے کے لئے فروخت کر کے ان (عوام) کو اندھیرے میں رکھا، اسلام وقرآن کے چہرے کو فرسودہ بنایا، ان کی ردیف میں بعض بزرگ علماءِ اسلام نے بھی وہی کردار ادا کیا ہے۔ لیکن مختصر سے فرق کے ساتھ، انہوں نے بھی ایسی احادیث کی الٹی تفسیر پیش کی ہے بطور مثال کہتے ہیں''جس کی معاش نہیں اس کا معاد نہیں، کہتے ہیں لوگوں کے سامنے دین کو تنہا پیش نہیں کر سکتے بلکہ نوٹوں کی گٹھری میں چھپا کر میٹھی سیرپ کے مانند پیش

کرنے کی ضرورت ہے ،یا سیاست عینِ دین ہے بزرگ علماء نے فرمایا تھا کہ دین میں سیاست ہے لیکن انہوں نے اسے الٹا کر کے پیش کیا کہ سیاست میں دین ہے انہوں نے دین کے بوجھ کی بجائے لوگوں کی معیشت اور سیاست کے بار کو اٹھانا ہلکا اور سود مند سمجھا اور معیشت حاصل کرنے کے بدلے میں اس سرزمین میں لادینی طاقتوں کے قدم جمانے میں بہت کردار ادا کیا۔ اگر اس گروہ سے ہم جیسے بے علم و بے حیثیت انسان سوال کریں تو فتوی ،کہانیوں اور اجمال گوئی سے بھگا دیتے ہیں۔ جس طرح پہلا گروہ اپنے عمل کی سند میں قارئین کے سامنے بعض دعاؤں اور تعویذوں کی کتابوں میں لکھے گئے آیات وسور کی خاصیتیں بیان کرتے ہیں اور ان کتابوں کے لکھنے والوں کے شان کو درجہ عصمت پر فائز کرتے ہیں جبکہ آیت اللہ ہادی معرفت نے اپنی کتاب "تفسیر المفسرون" میں محققین وعلماء بالخصوص حضرت آیت اللہ العظمیٰ ابوالقاسم الخوئی رضوان اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ ان آیات وسور کی تلاوت کے خصوصیات میں مادّی فوائد کے بیانات جعلیات میں سے ہیں جسے بعض دشمنان قرآن اور نادان دوستوں نے اپنے زعم میں گھڑا ہے۔

۷۔قرآن ناقابل فہم ہے: عرصہ نزول سے لے کر دور حاضر تک مخالفین اسلام وقرآن نے مختلف محاذوں ،متعدد ذرائع وابلاغ اور مختلف عمل وطریقوں سے عوام الناس کو فہم ودرک قرآن سے دور رکھا ہے اس کی مثال خود قرآن کریم کی بعض آیات واحادیث اور ہمارے دور کے اسلام وقرآن دشمن اور مسلمانوں کے اندران کے خدمت گذاروں کی سرگرمیاں ہمارے سامنے ہیں۔ اس سے بہت سے سادہ لوح مسلمان دھوکہ اور فریب میں مبتلا بھی ہوئے ہیں اور ان کی سازشیں بہت زیادہ کارآمد بھی ثابت ہوئی ہیں اس سلسلہ میں آپ کی خدمت میں چند شواہد پیش کرتے ہیں:

۱۔ اس قرآن کومت سنو:

﴿وقال الذین کفروا لاتسمعوا لهٰذا القران والغوا فیه لعلکم تغلبون﴾ ''اور جولوگ کافر ہو گئے ہیں وہ کہتے ہیں: اس قرآن کو نہ سنا کرو اور شور مچادیا کرو تاکہ تم غالب آجاؤ'' (فصلت/۲۶)

۲۔ یہ قرآن محمدؐ کو ایک عجمی نے سکھایا ہے:

﴿ولقد نعلم انهم یقولون انما یعلمه بشر لسان الذی یلحدون الیه اعجمی وهٰذا لسان عربی مبین﴾ ''اور بتحقیق ہمیں علم ہے کہ یہ لوگ (آپ کے بارے میں) کہتے ہیں: اس شخص کو ایک انسان سکھاتا ہے۔ حالانکہ جس شخص کی طرف یہ نسبت دیتے ہیں اس کی زبان عجمی ہے اور یہ (قرآن) تو واضح عربی زبان ہے'' (نحل/۱۰۳)

۳۔ آیات قرآن مجمل اور پیچیدہ ہیں:

﴿ولو جعلنٰه قراٰنًا اعجمیًا لقالوا لولا فصلت ایٰته ءَ اعجمی و عربی قل هو للذین امنوا هدًی و شفآء﴾ ''اور اگر ہم اس قرآن کو عجمی زبان میں قرار دیتے تو یہ لوگ کہتے کہ اس کی آیات کو کھول کر کیوں بیان کیوں نہیں کیا گیا؟ عجمی (کتاب) کہاں اور عربی (نبی) کہاں؟ کہہ دیجئے: یہ کتاب ایمان لانے والوں کیلئے ہدایت اور شفا ہے'' (فصلت/۴۴)

۴۔ خدا نے اس کو اہل مکہ اور طائف کے کسی محترم شخصیت پر کیوں نازل نہیں کیا:

﴿وقالوا لولا نزل هٰذا القراٰن علیٰ رجلٍ من القریتین عظیم﴾ ''اور کہتے ہیں: یہ قرآن دونوں بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر

کیوں نازل نہیں کیا گیا؟'' (زخرف/۳۱)

۵۔ عربی زبان کو دو مرحلوں میں امتِ اسلامی سے چھینا گیا ہے، ایک خود عربوں سے فصیح عربی کو چھین کر اس کے بدلے میں ایک بازاری زبان دی جو قرآن کریم سے کسی قسم کا ربط نہیں رکھتی۔ دوسرا امتِ اسلامی کی توجہ کو عربی زبان سے ہٹا کر مغربی زبان کی اہمیت جاگزین کرنا۔

۶۔ حفظ ظاہری قرآن کو فہم قرآن پر مقدم رکھنا۔

۷۔ اکثر و بیشتر پڑھے لکھے دانشور مسلمان قرآن پاک کی سرسری تلاوت سے محروم ہیں۔

۸۔ درس گاہوں میں عربی قواعد و ضوابط پر کامیاب ہونے کیلئے تشویق اور حوصلہ افزئی موجود ہے لیکن قرآن ان کی فہرست سے خارج ہے۔

۹۔ ذہنی آزمائش کے سوالوں میں قرآن سے متعلق سوالات کا فقدان۔

۱۰۔ حال ہی میں حکام کی طرف سے مروجہ تعلیم کی درسگاہوں میں آیتوں کے ترجمہ یا اصل کو حذف کرنے کی مذموم مہم۔

۱۱۔ قرآن کریم کے مفہوم کو سمجھنا ظنی دلالہ (یعنی مشکوک ہے) اور حدیث کی دلالت کو قطعی ٹھہرانا۔

۱۲۔ مدارسِ دینی کے نصاب میں قرآن سے متعلق دروس کو نہ رکھنا۔

۱۳۔ مدارسِ دینی میں انگریزی زبان، عربی بول چال یا کمپیوٹر کو مقام و اہمیت دینا۔ اس منطق کے تحت کہ مدارس سے فارغ ہونے کے بعد بے روزگار نہ رہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مدارسِ دینی کا بورڈ صرف مال امام کھینچنے کے لئے ہے نہ کہ دین سکھانے کے لئے۔

۸۔ **انیس اموات:** جس کتاب کو خداوند متعال نے انسان کی ہدایت و رہنمائی کے لئے اپنے آخری نبی پر نازل فرمایا اور امت اسلامی سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے نبی تمھیں آدابِ زندگی سکھانے اور جینے کا جو درس دیتے ہیں اسے قبول کرو۔ اگر قرآن پر عمل کروگے اور نبیؐ کی اتباع کروگے تو یہ آخرت میں جنت ورضوان ملنے سے پہلے اس دنیا میں خدا کا وعدہ ہے کہ آسمان وزمین سے اپنی ارزاق کے دروازے مسلمانوں کے لئے کھول دیں گے اور دنیائے اقوام وملل پر تمھیں بالادستی دیں گے چنانچہ خداوند متعال کے اس وعدہ پر پیغمبر اکرمؐ اور خلفاء کے پیروی کرنے سے دنیا کی دولتیں بیت المال مسلمین میں جمع ہوئیں۔ اسلامی حکمران گرچہ اسلامی اصولوں سے انحراف رکھتے تھے لیکن مسلمانوں کا خلیفہ ہونے کو اپنے لئے فخر واعزاز سمجھتے تھے لہٰذا بادشاہانِ وقت ان کے سامنے خاضع ہوئے۔ باشاہِ حبش، قیصر وکسریٰ اسلامی حکومت کے سامنے متزلزل رہے اسی طرح مسلمان حکمران عمر بن عبدالعزیز کے دور میں مملکت اسلامی میں صدقہ کھانے والے نہیں ملتے تھے، ہشام بن حکم نے بادشاہِ روم کے مقابلے میں امام محمد باقرؑ کے مشورہ سے اسلامی سکہ رائج کیا، ہارون رشید اپنے دور میں واحد سپر طاقت بنا، حکام ظالمین اور علماء دونوں اس وقت اس آیت کریمہ پر عمل کرنا ضروری سمجھتے تھے کہ ''کافرین کے لئے مومنین پر بالادستی نہیں ہے'' لیکن آج امت اسلامی کے حکمران اور بعض علماء سمیت وعدہ خدا سے زیادہ کفار کے وعدوں پر بھروسہ کرتے ہیں کفر کی بالادستی کو اپنے لئے طاقت و قدرت سمجھتے ہیں اور بعض علماء اپنے حکمرانوں کی لادین طاقتوں کے ہم کاری اور تعاون کو اسلام کے عظیم مصلحت سمجھتے ہیں۔ یہ اسلام کی مصلحت تو نہیں ہے کیوں کہ

جو مصلحت قرآن کے خلاف ہے وہ باطل ہے البتہ ان کی اپنی مصلحت ہو سکتی ہے۔

جب قرآن کریم امت کے عمل سے محروم ہوا تو حکام نے کفار کی بالادستی کو قبول کرلیا، علماء نے اپنے بیان وقلم اور درس گاہوں میں قدیم وجدید شعراء کے اشعار کو اہمیت اور ترجیح دی گئی تو اس کتاب خدا کے لئے کوئی جگہ نہ رہی کہ اس کی تلاوت کی جاتی، آخر کار یہ کتاب جو ہدایت وعمل کے لئے تھی قبرستان میں انیس اموات بن گئی۔

۹۔ تفسیر بالرائے

تفسیر بالرائے کا مفہوم

تفسیر بالرائے جائز یا ناجائز ہونے کے بارے میں فیصلہ دینے سے قبل ضروری ہے کہ ''رائے'' کا معنی اور مفہوم معلوم ہو جائے:

پہلے ہم تفسیر بالرائے کے معنی ومفہوم اور اس کے مصادیق بیان کریں گے بعد میں اس کے بارے میں اقوال ونظریات کو پیش کرینگے اور پھر ان کا جواب دینگے۔

۱۔ رائے اعتقاد، اجتہاد، غور وفکر استنباط کے نتیجہ کے اظہار کا نام ہے۔

۲۔ رائے یعنی اپنی خودساختہ، سلیقہ، خود پسندی، موازنہ یا قیاس سے ماخوذ ہو۔ اس سلسلہ میں حاجی خلیفہ نے کتاب ''کشف الظنون'' میں تفسیر بالرائے کی پانچ اقسام بیان کی ہیں۔

۱۔ ان مقدماتی علوم جن کی مدد یا معاونت سے قرآن سمجھا جا سکتا ہے کے بغیر قرآن کے بارے میں رائے قائم کرنا۔

۲۔ متشابہات قرآن جسے خدا کے علاوہ کوئی نہیں جانتا انکی تفسیر کرنا۔

۳۔ خودساختہ مذاہب کا اپنے مذہب کی دلیل کیلئے کسی آیت سے استدلال کرنا۔

۴۔ کسی آیت کے غیر ظاہری معنی کو بغیر کسی سند کے پیش کرنے کو تفسیر بالرائے کہتے ہیں۔

۵۔ قرآن کو استحسان عقل، ہوا و ہوس اور ذوق شخصی کی بنیاد پر قرآن کی تفسیر کرنا تفسیر بالرائے کہلاتا ہے۔

تفسیر بالرائے کے خلاف روایتیں

فریقین کی کتب میں تفسیر بالرائے کی ممانعت میں مستند کثیر روایات موجود ہیں۔ تفسیر بالرائے سے متعلق روایات کے بارے میں بعض نے تواتر ہونے کا دعوی بھی کیا ہے

۱۔ شیخ صدوق نے امیر المومنینؑ اور آپ نے پیغمبر اکرمؐ اور آپ نے خدا سے نقل کی ہے ''وہ شخص ایمان نہیں لایا جو میرے کلام کی اپنی رائے سے تفسیر کرتا ہو'' جب حضرت علیؑ کے سامنے کسی نے کہا کہ قرآن میں تناقض ہے تو آپ نے فرمایا ''تم اپنی رائے سے قرآن سمجھنے کی کوشش سے گریز کرو۔

۲۔ امام رضاؑ سے ایک روایت نقل ہے ''کتاب خدا کی تاویل اپنی رائے سے نہ کرو'' امام نے سورۂ آل عمران آیت ۷ کو اپنے دعوی کی سند کے لئے پیش کیا۔

۳۔ امام جعفر صادقؑ سے نقل ہے ''جس نے قرآن کی اپنی رائے سے تفسیر کی اگر چہ صحیح ہی کیوں نہ ہو اسکے لئے کوئی اجر نہیں اور اگر غلط تفسیر کی تو اسکے لئے گناہ ہے۔

۴۔ شہید اول پیغمبر اکرمؐ سے نقل کرتے ہیں ''جو شخص قرآن کے بارے میں بغیر علم بات کرتا ہے اسکا ٹھکانہ جہنم ہے اور میں اپنی امت میں ایسے لوگوں کیلئے ڈرتا ہوں جو قرآن کو اسکی جگہ سے ہٹاتے ہیں۔

۵۔ ابن عباس سے نقل ہے جو قرآن کی اپنی رائے سے تفسیر کرتا ہے اسکا ٹھکانہ جہنم ہے۔

یہ تھے تفسیر بالرائے کے مصادیق اور اس سے متعلق وارد روایتیں لیکن محققین علماء

مفسرین نے تفسیر بالرائے کی مہم کو قرآن فہمی کے خلاف ایک سازش اور شوشا قرار دیا ہے محققین نے اس سلسلہ میں چند نکات اٹھائے ہیں:

۱۔ تفسیر بالرائے کے مفہوم کو الٹا گردانا ہے کیونکہ رائے ہی سے آگاہی حاصل ہوتی ہے رائے سے ممانعت کی کوئی منطق نہیں ہے اس کی وضاحت یوں ہے۔

۲۔ رائے جیسا کہ قاموس قرآن میں آیا ہے کہ یہ دو معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ آنکھ سے دیکھنے اور عقل و دل سے سمجھنے کے معنی میں۔ ماہرین علوم لغت وقواعد نے لکھا ہے کہ اگر یہ کلمہ دو مفعول کی طرف متعدی ہو جائے تو دیکھنے اور سمجھنے کے معنوں میں استعمال ہوگا جیسے سورہ سباء ۶

''اور جنہیں علم دیا گیا ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر جو کچھ نازل کیا گیا ہے وہ حق ہے اور وہ بڑے غالب آنے والے اور قابل ستائش (اللہ) کی طرف ہدایت کرتا ہے'' اگر ایک مفعول لیا ہے تو آنکھ سے دیکھنے کے معنی میں آئے گا جیسا کہ''

''کیا کفار اس بات پر توجہ نہیں دیتے کہ یہ آسمان اور زمین باہم ملے ہوئے تھے پھر ہم نے انھیں جدا کر دیا ہے اور تمام جاندار چیزوں کو ہم نے پانی سے بنایا ہے؟ تو کیا (پھر بھی) وہ ایمان نہیں لائیں گے؟'' (انبیاء/۳۰)

''کہہ دیجئے: بھلا تم یہ تو دیکھو کہ اللہ کا عذاب تم پر اچانک یا اعلانیہ طور پر آجائے تو کیا ظالموں کے سوا کوئی ہلاک ہوگا؟'' (انعام ۴۷)

اگر کوئی شخص اپنی آنکھ سے دیکھے اور عقل و دل میں سمجھنے والی چیز پر عمل کرے تو اس میں کیا قباحت ہے؟۔ اگر قرآن کی تفسیر علم سے نہ کرے تو کس سے کرے؟۔

۳۔ جتنے علماء نے تفسیر قرآن لکھی ہیں کیا وہ اپنی رائے سے نہیں لکھی ہیں؟۔

۱۔ تفسیر تبیان شیخ طوسیؒ

۲۔ تفسیر مجمع البیان طبرسیؒ

۳۔ تفسیر البیان آیت اللہ الخوئیؒ

۴۔ تفسیر المیزان علامہ طباطبائیؒ

۵۔ تفسیر الفرقان آیت اللہ محمد صادقی

۶۔ تفسیر من وحی القرآن آیت اللہ فضل اللہ

۷۔ تفسیر کاشف علامہ جواد مغنیہ

۸۔ تفسیر نمونہ آیت ناصر کارم شیرازی

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے علماء نے تفسیر قرآن مختلف زاویئے سے تصنیف کی ہیں کسی نے قرآن کی تفسیر قرآن سے، کسی نے عربی قواعد کے حوالے سے، کسی نے آیات وروایات دونوں کو ملا کر اور کسی نے علمی تجربات کی روشنی میں قرآن کی تفسیر کی ہیں انہوں نے اس می میدان میں تحقیق کی ہے کیا ان سب کی یہ کوششیں مزموم قرار پائیں گی؟

۴۔ جو روایات تفسیر بالرائی کی ممانعت میں آئی ہیں انہیں علماء نے ضعیف اور مخدوش السند قرار دیا ہے۔

۵۔ قرآن کریم کی وہ آیات جن میں تدبر اور تعقل کرنے کا حکم دیا گیا ہے یہ روایات ان آیات کے خلاف ہیں۔

۶۔ نہج البلاغہ مولا امیر المومنینؑ کے خطبات میں بہت سی جگھوں پر قرآن سے رہنمائی

لینے کی دعوت دی گئی ہے۔

تفسیر بالرئے کے بارے میں علماء کے اقوال ونظریات

کتاب درسہائے قرآن صفحہ ۲۷۵ میں شاطبی نے نقل کیا ہے کہ احادیث میں قرآن میں رائے استعمال کرنے کی مذمت وارد ہوئی ہے لہذا ہمیں تفسیر بالرائے میں فرق رکھنے کی ضرورت ہے۔

۱۔ کتاب خدا کے بارے میں گفتگو کرنے اسکے الفاظ کے معنی وتفسیر بیان کرنے مصداق کے تعین کی ضرورت ہے کیونکہ تمام چیزیں گذشتگان سے ہم تک نہیں پہنچیں لہذا اس صورت میں مبہمات کو متوقف رکھنا جائز نہیں ہے اس سلسلہ میں مناسب نظریہ قائم کرنا چاہیے۔

۲۔ اگر قرآن کے تمام معنی ومصداق پیغمبر اکرام نے بیان کیئے ہیں اور ہمیں اسے سمجھنے یا درک کرنے سے منع کیا گیا ہے تو سابق اصحاب وعلماء کو اس پر عمل کرتے ہوئے توقف کرنا چاہے تھا لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا۔

۳۔ اصحاب پیغمبرؐ نے تفسیر قرآن میں مداخلت کی ہے اور ہم تک بہت سی روایات پہنچی ہیں تو اگر یہ ایک ممنوع عمل ہوتا تو اصحاب پیغمبر اس پر عمل سے توقف کرتے۔ ہمیں دیکھنا چاہے کہ جو رائے عربی قوائد کے مخالف ہو اور دلیل شرعی بھی اسکے خلاف ہو یہ ممنوع ہے۔ کیونکہ اس میں دلیل شرعی سے استدلال کیا گیا ہے۔

تفسیر بالرائے کی ممانعت کے خلاف جواب:

تفسیر بالرائے کی ممنوعیت قابل فہم ودرک یا توجیہ سے باہر ہے۔ قرآن میں جو بھی معانی بیان ہوئے ہیں انھیں استعمال نہ کرنے کی توجیہ سمجھ میں نہیں آتی۔

جو روایات تفسیر بالرائے کی ممانعت کرتی ہیں ان کو زیادہ تر ضعیف قرار دیا ہے:

تمام تفاسیر فہم و درک معانی قرآن کیلئے لکھی گئی ہیں جس میں مفسرین نے اپنے جد و جہد سے فہم شدہ معانی کو پیش کیا ہے البتہ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ یہ کتب غلطی و اشتباہ سے محفوظ ہیں لیکن یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ انسان کیلئے فہم قرآن کی تہہ تک پہنچنا میسر نہیں ہے بلکہ قرآن فہمی انسان کیلئے اس مثال کی مانند ہے کہ ایک انسان جو سمندر کے اندر ہو وہ جتنا پئیں گے سمندر میں کمی نہیں آئے گی اسی طرح یہ کلام خالق ہے اور خالق مخلوق پر محیط ہے کبھی محاط محیط پر احاطہ نہیں کرسکتا۔

مندرجہ بالا دلائل آیات قرآنی اور روایات فریقین اور کلمات نہج البلاغہ کو ملاحظہ کرنے کے بعد اہل تشیع و اہل تسنن کے علماء کے اس اختلافی مسئلہ کا حل طلسمی کھل جاتا ہے کہ اس ملک میں نظام اسلامی کی نفاذ کی راہ میں ایک رکاوٹ ان آیات قرآنی کی تفسیر و توضیح میں اختلاف پر ہے کہ کس مسلک کی تفسیر کو سند اور بنیاد قرار دیا جائے، جبکہ خود قرآن فرماتے ہیں کہ میں ایک واضح بیان اور قول روشن کتاب ہوں اور حدیث کی صحیح اور سند کی توثیق قرآن سے ہے نہ کہ قرآن کی تصدیق حدیث سے۔ یہ بات کہ کس مسلک کی تفسیر کو لے لیں مسلک کو قرآن پر ٹھونسنے کی بات ہوئی نہ کہ قرآن سے مسلک کو ثابت کرنے کی۔ تفسیر بالرائے فریقین کے تمام علماء کے نزدیک باطل ہے مسلک کی تفسیر کو قرآن پر ٹھونسا تفسیر بالرائے ہوگی جو کہ باطل ہے۔ حدیث کی بھی توثیق و تائید قرآن سے ہونی چاہئے نہ قرآن کی تائید حدیث سے، اگر ایسا ہو تو پھر مسلک کیلئے کوئی پاؤں رکھنے کی جگہ نہیں رہتی۔ اس کتاب کو عربی میں نازل کرنے کا ذکر کیا ہے اور عربی کے معنی لغت عرب نہیں کیونکہ اسکی وضاحت کی ضرورت نہیں ہے بلکہ عربی سے مراد بیان واضح ہے۔ اگر مندرجہ بالا نظریہ کو

مانیں گئے تو اس منطق کے تحت حدیث ثقلین بھی قابل عمل نہیں رہے گی کیونکہ اس میں قرآن اور اہلبیت دونوں سے تمسک رکھنے کا حکم ہے۔

وجود آیات متشابہات

جیسا کہ خود قرآن کریم میں آیا ہے کہ جن کے دلوں میں کینہ وحسد ہے میل کچیل ہے اور وہ برے عزائم رکھتے ہیں وہ آیات متشابہات کو دلیل بنا کر قرآن سے تمسک ناممکن اور ناجائز ہونے کو سند میں پیش کرتے ہیں لہٰذا پہلے ہم متشابہ اور اس کے معانی و مصادق بیان کریں گے بعد میں اس مسئلہ کو بنیاد بنانے والوں کو جواب دینگے۔

معنائے محکم و متشابہ

محکم مادہ حکم سے ہے جیسا کہ قاموس قرآن میں آیا ہے کہ حکم کے معنی پائیدار اور استوار کے معنوں میں استعمال ہوئے ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں آیا ہے: ''وہ ذات منزہ ہے جس کے مصنوع سب سے زیادہ محکم و پائیدار ہیں......'' (نمل/۸۸)

بعض نے حکم کا معنی اصلاح کے غرض سے فساد سے روکنے کے معنوں میں استعمال کیا ہے۔

یہاں سے طبیب کو حکیم اس لئے کہتا ہے کہ مریض کے مرض کو پھیلنے سے روکتا ہے۔

بعض نے حکم کا معنی حیوان کو لگانے والے لجام کو کہا ہے کیونکہ اس سے حیوان کو بے راہ وغلط راستے پر یا سرکشی سے روکا جاتا ہے۔ بعض نے دو آدمیوں کے درمیان پیدا ہونے والے اختلافات اور تنازعات کے بارے میں فیصلہ کرنے کو کہا ہے۔ ''تمہارے رب کی قسم یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتے جب تک اپنے باہمی تنازعات میں آپ کو منصف نہ بنائیں پھر آپ کے فیصلے پر ان کے دلوں میں کوئی رنجش نہ آئے بلکہ وہ (اسے) بخوشی تسلیم کریں'' (نساء/۶۵)

''اور یہ لوگ آپ کو منصف کیسے بنائیں گے جبکہ ان کے پاس توریت موجود ہے جس میں اللہ کا حکم موجود ہونے کے باوجود یہ لوگ منہ پھیر لیتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ ایمان ہی نہیں رکھتے'' (مائدہ/۴۳) ''ہم نے آپ پر ایک ایسی کتاب نازل کی ہے جو حق پر مبنی ہے اور اپنے سے پہلے والی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور ان پر نگران و حاکم ہے لہٰذا آپ اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق ان کے درمیان فیصلہ کریں'' (مائدہ/ ۴۸) ''اے داؤد! ہم نے آپ کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے لہٰذا لوگوں میں حق کے ساتھ فیصلہ کریں'' (ص/۲۶)

اسی مادے سے حکیم بنایا ہے اور یہ کلمہ قرآن کریم میں ۹۷ بار استعمال ہوا ہے جس میں پانچ جگہ پر قرآن کریم کے لئے استعمال ہوا ہے:

''یہ اللہ کی نشانیاں اور حکمت بھری نصیحتیں ہیں جو ہم آپ کو پڑھ کر سنا رہے ہیں'' (آل عمران/ ۵۸) ''قسم ہے قرآن حکیم کی'' (یٰسین/۲) ''یہ اس کتاب کی آیات ہیں جو حکمت والی ہے'' (یونس/۱) ''یہ حکمت بھری کتاب کی آیات ہیں'' (لقمان/۲) ''درحقیقت یہ ام الکتاب میں ثبت ہے، ہمارے ہاں بڑی بلند مرتبہ حکمت سے لبریز کتاب'' (زخرف/۴) ''اور جب محکم بیان والی سورت نازل ہو......'' (محمد/۲۰) ''وہی ذات ہے جس نے آپ پر وہ کتاب نازل فرمائی جس کی بعض آیات محکم ہیں'' (آل عمران/۷)

متشابہ: مادہ شبہ سے لیا ہے جس کا معنی کسی ایک چیز کا دوسری سے مماثلت یا ہم شکل ہونا ہے۔ جیسے رنگ و ذائقہ، حرارت و گرمی گویا جہاں ایک دوسرے کو جدا کرنا یا ان میں فرق رکھنا

مشکل ہو۔ متشابہات مادہ شبہ سے لیا ہے جس کے معنی دو چیزوں کے درمیان زیادہ مماثلت ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کی تمیز نہ کرسکنا۔ تشابہ کے معنی مماثلت کے ہے یا اس سے ملتا جلتا نظر آتا ہے:

''جن کے پھل ایک دوسرے سے ملتے جلتے بھی ہیں'' (انعام/۹۹) ''حالانکہ انہیں اس سے ملتا جلتا دیا گیا ہے'' (بقرہ/۲۵) ''گائے ہم پر مشتبہ ہوگئی'' (بقرہ/۷۰) ''ان سب کے دل ملتے جلتے ہیں'' (بقرہ/۱۱۸) ''زیتون اور انار جو باہم مشابہ بھی ہیں اور غیر مشابہ بھی پیدا کئے'' (انعام/۱۴۲) ''اللہ نے ایسی کتاب کی شکل میں بہترین کلام نازل کیا ہے جس کی آیات باہم مشابہ اور مکرر ہیں'' (زمر/۲۳)

قرآن کریم کے سورہ آل عمران ر ۷ میں آیاتِ قرآن کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے ایک آیات محکمات دوسری آیات متشابہات۔

قرآن میں بعض آیات متشابہ ہیں یعنی ایک دوسرے کے ہم معنی اور ہم لفظ ہیں لہٰذا کسی لفظ کے معنی میں یقین حاصل نہیں کیا جا سکتا کہ یہ اسکے معنی ہیں اسکا مطلب یہ ہوا کہ آیات متشابہ کی پیروی کرنے سے ہمیں منع کیا گیا ہے۔ اس تمام گفتگو سے یہی نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ ضلالت و گمراہی اور گروہ باطل سے بچنے کیلئے بہتر یہی ہے کہ ہم قرآن کی تفسیر از خود نہ کریں۔

راغب اصفہانی نے آیات قرآن کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے

۱۔ بعض آیات محکم ہیں یعنی بلکل واضح و روشن ہیں۔

۲۔ ایک لحاظ سے واضح اور دوسری وجہ سے مبہم ہیں۔

۳۔ بعض آیات بلکل مبہم اور غیر واضح ہیں۔

قرآن کریم میں متشابہ اور محکم دونوں قسم کی آیتیں موجود ہیں لیکن ہمیں نہیں معلوم کون سی آیت متشابہ ہے اور کون سی محکم لہذا ہمارے لئے ساری آیات متشابہ ہوئی اور آیت متشابہ کی پیروری کرنے والوں کو مرض قلب سے نسبت دی گئی ہے۔

اسباب تشابہ

کتاب علوم قرآنی جلد۲ ص ۱۵۸ ''باب علماء'' میں بعض کلمات کلام میں ''تشابہ'' پانے کے چند عوامل بیان کئے ہیں۔

۱۔ متکلم اپنی مراد و مقصود بیان کرنے سے عاجز ہے یا لکنت بیانی رکھتا ہے یا جس زبان میں گفتگو کرتا ہے اس میں عبور نہیں رکھتا۔

۲۔ اس کے کلام کا مقصد ہی معمہ یا مجمل گوئی ہے زبان پر عبور ہے لیکن عملاً مجمل گوئی کرتا ہے تاکہ کوئی سمجھ نہ سکے۔

۳۔ مجمل اور ذو معنیٰ کلام اس لئے کرتا ہے تاکہ ہر شخص نہ سمجھ سکے بلکہ صرف اس کے منظور نظر افراد ہی اسے سمجھ سکیں اسلئے وہ مجمل گوئی سے استفادہ کرتا ہے۔

۴۔ کلام میں تسلسل اور ہم آہنگی نہیں لاتا یا بھول جاتا ہے یا دوسری جگہ کچھ اور کہتا ہے اس وجہ سے اس کا کلام چند پہلو یا ذو معنیٰ رہ جاتا ہے۔

۵۔ معنی اور مطالب اتنے وسیع و عریض اور گہرے بیان کرتا ہے کہ وہ کسی خاص لفظ کے قالب میں سما ہی نہیں سکتے لہذا کلام تشابہ اور ذو معنیٰ ہو جاتا ہے۔

۱۰۔ ''اور انار کے باغات (جن کے پھل) ایک دوسرے سے مشابہ اور ذائقے میں جدا جدا ہیں'' (انعام/۱۰۰) ''جس کی آیات باہم مشابہ اور مکرر ہیں'' ''زیتون

۱۱۔ اور انار جو باہم مشابہ بھی ہیں اور غیر مشابہ بھی پیدا کئے‘‘ (انعام/۹۹ اور ۱۴۲)

راغب اصفہانی لکھتے ہیں کہ متشابہ کی خود تین قسمیں ہیں:

۱۔ لفظ مفرد ہے جیسے (اب) یعنی باپ کو بھی کہتے ہیں چچا اور جد کو بھی کہتے ہیں

۲۔ لفظ مشارکت جیسے ید اور عین وغیرہ۔

۳۔ لفظ مرکب ہونے کی وجہ سے متشابہ ہو جس کی تین قسمیں ہیں:

۴۔ لفظ مختصر ہونے کی وجہ سے جیسے سورۂ نساء آیت ۳ میں ہے ’’اور اگر یتیموں کے بارے میں انصاف نہ کر سکنے کا خطرہ ہے تو جو عورتیں تمہیں پسند ہیں دو۔ تین۔ چار ان سے نکاح کر لو‘‘ یتیموں میں عدالت نہ کر سکنے اور دو تین چار عورتوں سے شادی کرنے میں ربط سمجھ میں نہیں آتا۔

۵۔ کلام مفصل ہونے کی وجہ سے۔ جیسے بہت سے خطباء کی تقاریر جو طویل ہونے کی وجہ سے انسان ابتداء اور انتہا میں ربط نہیں کر پاتا۔

۶۔ نظم کلام سمجھ میں نہ آنے کی وجہ سے جیسے سورۂ کہف آیت ۱/ ’’ثنائے کامل اس اللہ کیلئے جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی اور اس میں کسی قسم کی کجی نہیں رکھی‘‘

۷۔ معنی کے حوالے سے ہیں جیسے اوصاف خدا اور اوصاف قیامت بیان ہوئے ہیں چونکہ ہم دونوں کو حس نہیں کر سکتے۔ اسکی پانچ اقسام ہیں:

۸۔ کمیت میں اشتباہ۔ جیسے ’’مشرکین کو قتل کرو (توبہ/۵)

۹۔ کیفیت میں اشتباہ آیا واجب ہے یا مستحب (نساء/۳)

زمان کے حوالے سے جیسے ’’اللہ کا خوف کرو جیسا کہ اسکا خوف کرنے کا حق ہے‘‘ (آل عمران/۱۰۲)

مکان کے حوالے سے جیسے ''پشت خانہ سے داخل ہونا کوئی نیکی نہیں ہے بلکہ نیکی تو یہ ہے کہ انسان تقویٰ اختیار کرے اور تم اپنے گھروں میں دروازے سے ہی داخل ہوا کرو'' (بقرہ/۱۸۹)

کتاب نہج وحضارۃ تالیف عبدالشہید مہدی الستراوی ص نمبر ۲۵۶ پر تشابہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

۱۔ تشابہ یعنی ایک آیت سے دوسری آیت سے مشابہت رکھتی ہو۔ اس حوالے سے قرآن کی ہر آیت صدق حق ہونے اور منکرین کو چیلنج کرنے کے حوالے سے تمام آیات ایک دوسرے سے متشابہ ہیں جیسا کہ سورۂ زمر آیت ۲۳ میں ہے'' اللہ نے ایسی کتاب کی شکل میں بہترین کلام نازل کیا ہے جس کی آیات باہم مشابہ اور مکرر ہیں''۔

۲۔ جس کے معنی واضح نہ ہوں اس حوالے سے تمام قرآن متشابہ نہیں ہے بلکہ صرف بعض آیات متشابہہ ہیں جیسا کہ سورۂ آلِ عمران آیت ۷ میں ہے'' وہی ذات ہے جس نے آپ پر وہ کتاب نازل فرمائی جس کی بعض آیات محکم (واضح) ہیں وہی اصل کتاب ہیں اور کچھ متشابہ ہیں''

۳۔ چونکہ واضح نہیں کون سی آیات متشابہ ہیں اور کون سی محکم اس حوالے سے پورا قرآن متشابہ ہو جاتا ہے۔ یہاں ایک وضاحت کی ضرورت ہے، ان پڑھ انسان اور وہ دانشور حضرات اور علماء حضرات اور مجتہدین جنھوں نے کبھی قرآن فہمی کے بارے میں سوچا بھی نہیں ان کیلئے پورا قرآن متشابہ ہے۔ بعض علماء اور مفسرین قرآن اپنے اپنے مراتب توجہ بقرآن کے حوالے سے تعداد آیات متشابہہ میں مراتب رکھتے ہیں۔ پیغمبر اکرمؐ اور آئمہ طاہرینؑ کیلئے کوئی بھی آیت متشابہ نہیں ہے۔

قرآن میں آیات محکمات متشابہات سے زیادہ ہیں

قرآن میں آیات محکم زیادہ ہیں اور آیات متشابہ کم ہیں یعنی اصل قرآن محکم ہے جیسا سورہ ہود آیت نمبر ا میں ہے "یہ وہ کتاب جس کی آیات مستحکم کی گئی ہیں پھر ایک باحکمت با خبر ذات کی طرف سے تفصیل سے بیان کی گئی ہیں"۔

آیات متشابہ کو آیات محکم کی طرف پلٹانے سے متشابہ محکم ہو جاتی ہیں جیسا علامہ طباطبائی "قرآن اسلام میں" نامی کتاب میں صفحہ ۴۹ میں لکھتے ہیں کہ اہلبیتؑ سے وارد روایات سے ثابت ہے کہ قرآن میں کوئی آیت متشابہ نہیں ہے جسکی مثال یہ ہے کہ سورہ قیامت آیت ۲۳،۲۲ متشابہ ہیں لیکن سورہ انعام ۱۰۳ اور سورہ شوری آیت ۱۱ سے یہ تشابہ ختم ہو جاتا ہے۔

"بہت سے چہرے اس روز شاداب ہونگے وہ اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے" (قیامت/۲۲/۲۳) "نگاہیں اسے پا نہیں سکتیں اور وہ نگاہوں کا برابر ادراک رکھتا ہے کہ وہ لطیف بھی ہے اور خبیر بھی" (انعام/۱۰۳)
"وہ سب کی سننے والا اور ہر چیز کو دیکھنے والا ہے" (شوری/۱۱)

احادیث آئمہ سے ثابت ہے کہ قرآن میں تخصیص ہے قائدہ ہے عام ہے مطلق ہے حقیقت ہے مجاز ہے لہذا ان کے ہوتے ہوئے کسی آیت سے اسکا معنی اخذ کرنا صحیح نہیں قرآنی آیات کے بارے میں ہیں اجمالاً معلوم ہے کہ یہ مطلق ہیں لیکن انہیں میں مقید اور مجاز کا بھی احتمال ہے اس لئے ہم جو ظاہری معنی لینگے ان پر عمل مشکوک ہوگا۔

۱۰۔ اسلام میں حدیث اور اخبار گری کا گروہ:

امت اسلامی کے دونوں فرقے اہل سنت والجماعت اور اہل تشیع دونوں کے درمیان میں سے ایک گروہ نکلا ہے جو قرآن کریم پر حدیث وسنت کو ترجیح دیتے ہیں اہلسنت

والجماعت سے تعلق رکھنے والے کو اہلحدیث کہتے ہیں جبکہ اہل تشیع سے تعلق رکھنے والے گروہ کو اخباری کہتے ہیں۔ یہ دونوں قرآن کو چھوڑ کر صرف حدیث سے تمسک کرنے کی منطق کے جواز میں ایک دوسرے سے مختلف دلائل پیش کرتے ہیں۔

۱۔ **اہل سنت والجماعت:** قرآن کریم میں آیات ناسخ ومنسوخ ہیں، مجمل ہیں عام وخاص ہیں۔ جب ہمیں ان کے بارے میں علم نہ ہو تو کیسے معلوم ہوگا کہ جو معنیٰ ہم نے مراد لیا ہے وہ ہی مراد ومقصود مولا ہے۔

ان حقائق کو سامنے رکھنے کے بعد امت مسلمہ کے درمیان جو بھی نظریہ قرآن کو پیچھے چھوڑنے پر منتہی ہوتا ہو اس تصور کو مخدوش اور مطعون گردانتے ہیں اور جو نظریات وہ پیش کرتے ہیں پہلے اس کی وضاحت کریں گے:

۱۔۱ اہل سنت کے ایک گروہ کے درمیان قرآن کو متروک ومہجور چھوڑنے کے حوالے سے ایک عرصے سے مہم جاری ہے کہ قرآن مجمل ومبہم ہے اس میں ناسخ ومنسوخ ہے۔

۲۔۱ احکام شریعت یا انسانی ضرورت کو پورا کرنے سے قاصر ہے لہٰذا حقیقت میں ہمارے لئے شریعت کا ماخذ ومصدر حدیث ہے لہٰذا اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں ان کی تفاسیر یہ ہیں:

۱۔ تفسیر جامع البیان۔ ابو جعفر محمد بن جریر طبری۔ متوفی ۳۱۰ھ

۲۔ تفسیر الثعلبی۔ ابو اسحاق احمد بن ابراہیم الثعلبی متوفی ۴۲۲ھ

۳۔ تفسیر ابن عطیہ۔ ابو محمد عبدالحق بن غالب بن عطیہ متوفی ۴۸۱ھ

۴۔ تفسیر الثعالبی۔ ابو زید عبدالرحمن الثعالبی متوفی ۸۷۶ھ

5۔ تفسیر ابن کثیر۔ حافظ عماد الدین ابن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۴ھ

۶۔ تفسیر در منثور۔ جلال الدین محمد سیوطی متوفی ۹۱۱ ھ ہے۔

ان کی یہ منطق خود قرآن کریم کی آیات جو ہم آگے جا کر نقل کریں گے کے خلاف ہے اس کے علاوہ اہل سنت کے جید علماء حتی آئمہ اربعہ کے مشہور امام، امام احمد بن حنبل کی قرآن کریم سے متعلق روایات پر تبصرہ و تفسیر کے سراسر خلاف ہے جہاں امام حنبل نے فرمایا ہے تین چیزوں میں وارد روایتوں کی کوئی اہمیت نہیں ہے:

۱۔ تفسیر قرآن کے متعلق وارد روایات۔

۲۔ آئندہ ہونے والی پیشن گوئیاں۔

۳۔ جنگی خبریں۔ کیونکہ ان تینوں میں اسرائیلی روایات نے حد سے زیادہ نفوذ کیا ہے۔

تفسیر روائی میں ایک سقم روایات اسرائیلی ہیں

اسرائیل لقب حضرت یعقوبؑ ہے۔ بنی اسرائیل کی ان سے منسوب ہونے کی وجہ چاہے یہ نسبت نسبی حوالے سے ہو یا یہودیت پر ایمان لانے کی وجہ سے ہو۔ لفظ اسرائیل عبرانی ہے ''اسر'' عبد کو کہتے ہیں ''ئیل'' خدا کو کہتے ہیں لیکن یہودیوں نے اس کے لئے بھی ایک افسانہ بنایا ہے وہ بقول شہید مطہریؒ قہرمان و شہسوارِ تحریف ہیں ان افسانہ ساز یہودیوں نے اسر کے معنی غلبہ اور ئیل کا معنی خدا کیے ہیں۔ یعنی خدا پر غلبہ حاصل کرنے والا۔ یہ ایک افسانہ ہے جو یہودیوں نے گھڑا ہے کہ ایک رات حضرت یعقوب اور خدا میں کشتی ہوئی اور جب صبح ہوئی تو دیکھا کہ حضرت یعقوب خدا سے جیت گئے۔ اس وجہ سے جو بھی روایت اس قوم سے منسوب ہے اسے اسرائیلی کہتے ہیں۔ ہماری کتب روائی میں یہودیوں کی طرف سے کثیر روایات کا شامل ہونا امت اسلامی کے فریقین کے نزدیک مسلمہ حقیقت ہے اسرائیلی روایات کا ہمارے دین میں داخل ہونے کی چند وجوہات ہیں:

۱۔ مشرکینِ عرب یہود کو اہل کتاب سمجھتے تھے اور اس حوالے سے انھیں اہل فکر ونظر سمجھتے تھے۔ چنانچہ جب پیغمبر اکرمؐ نے دعویٰ نبوت کیا تو مشرکین نے آپ کی نبوت کی صداقت کے بارے میں یہودیوں سے پوچھا کہ محمدؐ ہدایت پر ہیں یا ہم تو یہودیوں نے کہا کہ تم محمدؐ سے زیادہ ہدایت پر ہو۔

۲۔ خود خداوند متعال نے مشرکین کو حکم دیا کہ اگر تم محمدؐ کے بارے میں شک کرتے ہو تو اہل کتاب سے پوچھو سورۂ انبیاء ۷، یونس ۹۴ نحل ۴۳، اسراء ۱۰۱ میں اس کا ذکر ہیں:

''اگر تم نہیں جانتے ہو تو اہل ذکر سے پوچھ لو'' (انبیاء/ ۷) ''اگر تم لوگ نہیں جانتے ہو تو اہل ذکر سے پوچھ لو'' (نحل/۴۳)

جب ان لوگوں نے حقیقی جواب دینے سے گریز کیا اور لوگوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کی تو خداوند متعال نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ ان سے بائیکاٹ کریں اور ان سے قطع تعلق کریں اسکا ذکر سورۂ آل عمران ۱۱۸ میں موجود ہے:

''اے ایمان والو! اپنوں کے سوا دوسروں کو اپنا رازدار نہ بناؤ''

۳۔ سورۂ مائدہ ۸۲ کے تحت یہودیوں کو اسلام سے بہت زیادہ عداوت ودشمنی ہے:

''(اے رسول) اہل ایمان کے ساتھ عداوت میں یہود اور مشرکین کو آپ پیش پیش پائیں گے'' (مائدہ/۸۲)

یہودیوں نے جن افراد کے ذریعے جعلی روایات دین اسلام میں داخل کی ہیں ان میں عبداللہ ابن سلام، کعب احبار، محمد ابن کعب، وہب بن منبہ اور تمیم داری شامل ہیں۔ سب سے زیادہ اسرائیلی روایات تاریخ اور تفسیر میں شامل ہوئی ہیں اور پیشن گوئیوں میں بھی ان کا دخل ہے۔ بطور مثال قصہ آدم بقرہ ۳۰، ۳۸، قصہ ھاروت وماروت بقرہ/ ۲۴۸، قصہ داؤد

جالوت بقرہ/۲۵۱، قصہ قابیل وہابیل مائدہ ۲۷، قصہ بنی اسرائیل (تیہ) مائدہ ۲۲، عوج بن عوق، قصہ موسیٰ، الواح تورات اعراف ۱۴۵، ۱۵۰، ۱۵۴، قصہ یوسف، یوسف ۲۴، ۵۲، اصحاب کہف ۹ تا ۲۶، ذوالقرنین ۸۳ تا ۹۸، یاجوج وماجوج کہف ۹۴ تا ۹۹، قصہ بلقیس نحل ۴۴، قصہ سلیمان نحل ۳۵، قصہ ذبح میں حضرت اسحاق کو حضرت اسماعیلؑ کی جگہ دکھانا، قصہ عدالت داوٗد، قصہ ایوب سورہ ص ۴۴، ۴۱، عمر دنیا کے بارے میں، رعد و برق کے بارے میں، جبل کیف، نون وقلم کے بارے میں۔ یہ سب واقعات اسرائیلی روایات سے پُر ہیں۔

۲۔ **اہل تشیع کی منطق یہ ہے:** اہل تشیع سے تعلق رکھنے والے بعض علماء دانستہ یا نادانستہ یا بنیادی مسائل میں بھی تعقل اور تفکر کو غیر ضروری سمجھتے ہوئے تساہل وتسامح سے کام لیتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ جو تفسیر اہلبیتؑ سے مروی نہیں قابل قبول نہیں ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اہلبیتؑ کا نام لے کر جو بھی بات کرنا چاہیں کر سکتے ہیں چاہے وہ بات عقل وشرع کے خلاف ہی کیوں نہ ہو اور جو اسے رد کرے اُسے دشمن اہلبیت تصور کیا جاتا ہے۔

کہتے ہیں کہ قرآن کریم پیغمبرؐ کے بعد جمع ہوا ہے اور اس کو جمع کرتے وقت بعض آیات یا کلمات حذف کیا ہے یا اس کی ترتیب میں ہیر پھیر کیا ہے۔ یعنی قرآن میں تحریف ہوئی ہے لہذا ممکن نہیں کہ آپ کسی آیت کی بھی تفسیر اس آیت کی سیاق وسباق کے تحت کریں کیونکہ عین ممکن ہے کہ جو تفسیر آپ نے کی ہو وہ اس آیت کے خلاف ہو کیونکہ ممکن ہے جس آیت کی آپ تفسیر کر رہے ہیں اس آیت کے معنی بیان کرنے اسکو واضح کرنے والے قرائن کو حذف کر دیا گیا ہو۔

۳۔ **باطن قرآن سے تمسک:** شیعوں کے درمیان اہل باطن یعنی فرقۂ اسماعیلیہ کے

عقائد ونظریات کا بھی نفوذ ہے جن کے نظریات اخباریوں سے بھی زیادہ خطرناک ہیں۔ انھوں نے اپنے مذہبی عقائد واحکام کا قابل فہم و درک نہ ہونے کی وجہ سے قرآن کے ظاہر کو مسترد اور باطن سے تمسک کرنے کی مہم چلائی ہے۔ اور اس ضمن میں انہوں نے قرآن کے فضائل اور تفسیر کے بارے میں آئمہ سے وارد بعض روایات سے مدد لی ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ قرآن کے ظاہر پر مت جائیں بلکہ قرآن کے باطن کو سمجھنے کی کوشش کریں اور قرآن کا باطن صرف یہ ہم ہی جانتے ہیں۔ یہ گروہ اسماعیلی جنہیں باطنیہ بھی کہتے ہیں اور یہ اس فکر میں سرفہرست ہیں۔ ہمارے ملک میں بعض بے وقوف شیعہ اسماعیلوں کو حضرت علی کا نام لینے کی وجہ سے شیعہ گردانتے ہیں حالانکہ اسماعیلیوں کا شیعت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ ہمارے تمام شیعہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جو کوئی بھی بارہ آئمہ میں سے کسی ایک سے بغض وعداوت رکھے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے اور ناصبی ہے۔ جب کہ یہ گروہ امام جعفر صادقؑ کے بعد کے آئمہ سے بغض وعداوت رکھتا ہے لیکن اپنی سیاسی حکمت عملی کی بنیاد پر ہمارے درمیان اسکا مظاہر نہیں کرتا۔ اسکے علاوہ یہ اسلام کے بہت سے ضروریات دین کے منکر ہیں۔ اہل تسنن حتی جنھیں وہابی کہا جاتا ہے وہ شیعہ کہلانے کے زیادہ مستحق ہیں کیونکہ وہ نماز پنج گانہ، ماہ مبارک رمضان کے روزے، حج خانہ خدا، خود کعبہ کے پابند ہونے کے علاوہ محبت آل محمدؐ کے سلسلے میں یہ افراد امیر المومنین حضرت علیؑ سے لے کر امام زمان تک سب سے محبت رکھتے ہیں اور جب تک اپنے خطبہ جمعہ میں ان ذوات پر صلوات نہ بھیجیں اپنا خطبہ ختم نہیں کرتے۔ اسماعیلیوں کا اسلام سے خارج ہونا ایک مسلمہ حقیقت ہے مصر میں ہونے والی تقریب بین المذاہب کانفرنس میں

تمام شیعہ سنی علماء نے متفقہ طور پر اسماعیلیوں کو اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ ہم نے وہابیت سے دفاع کی ہیں تو ہم ان کے بارے میں یہ کہنے میں حق بجانب ہونگے کہ وہ اسماعلیوں کے مفاد کے محافظ ہیں لیکن وہ انہیں شیعہ قرار نہیں دیا جاسکتا کیونکہ وہ شیعہ کے اصول وفروع دونوں کے خلاف ہیں صرف علی کا نام لینا شیعیت کی علامت نہیں بلکہ وہ علی اللٰھیت اور نُصیریت کی علامت ہیں۔

دوسرا گروہ اہل صوفیہ کا ہے یہ گروہ قرآنی آیات میں کمی پیشی کا دعوی کرنے کے علاوہ یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ قرآن کے الفاظ کے ظاہر معنی مراد نہ لئے جائیں بلکہ اس کے باطن پر عمل کیا جائے۔ اس قسم کی تفاسیر میں یہ لوگ بہت آگے ہیں۔ جسکی ایک مثال یہ لوگ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کے واقعہ کی تفسیریوں کرتے ہیں کہ ابراہیم سے مراد عقل ہے اور اسماعیل سے مراد نفس ہے اور عقل کو حکم ہوا کہ نفس کو ذبح کرے۔

اس قسم کی اور بھی بہت سی غیر عقلی تفاسیر ان حضرات کے پاس موجود ہیں۔

آیت اللہ ہادی معرفت لکھتے ہیں کہ قرآن کی تفسیر صرف روایات سے کرنے میں ضعف و نا اعتمادی کی تین وجوہات ہیں۔

۱۔ احادیث ضعیف السند و مرسل ہیں یا ان کا ایک ٹکڑا (حصہ) ضعیف ہے۔

۲۔ جعلی اور خودساختہ احادیث زیادہ تر تفاسیر میں پائی جاتی ہیں۔

۳۔ اسرائیلی احادیث و روایات، تفسیر و تاریخ سے متعلق کثرت سے پائی جاتی ہیں۔

آیت اللہ ھادی معرفت اپنی کتاب کی جلد دوئم صفحہ ۳۲ میں جعلی احادیث کے علل و اسباب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کیونکہ قرآن مسلمانوں کا محور و مرکز ہے۔ چنانچہ مسلمانوں پر اسی محاذ سے حملہ ہوا ہے۔ اس کا آغاز معاویہ کے ہاتھوں شروع ہوا اور بعد میں بنی عباس

نے اسے پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ ھادی معرفت استاد ذھبی سے نقل کرتے ہیں کہ جعلی احادیث کا آغاز امیر المومنینؑ کی شہادت کے بعد ۴۱ ھجری سے شروع ہوا۔ اسکے علاوہ آپ ابوریحان سے نقل کرتے ہیں کہ حدیثوں کے جعل کا سلسلہ خلیفہ سوئم کے آخری دور سے شروع ہوا۔

آیت اللہ ہادی معرفت احادیث جعل کرنے والوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں

۱۔ زندیق اور ملحد نے اسلام کو خراب اور مخدوش کرنے کی خاطر مسلمانوں میں اختلاف پھیلائے اور سر توڑ کوششیں کیں۔ یہاں تک کہ حماد ابن زید لکھتے ہیں کہ زندیقوں نے چار ہزار احادیث جعل کی ہیں۔ حماد ابن سلمہ نے نقل کیا ہے کہ اس نے چار ہزار احادیث احکام فقہ میں جعل کی ہیں جن میں حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دیا ہے۔ روزہ کے دن افطار اور افطار کے دن روزہ رکھوایا ہے۔ ابن جوزی لکھتے ہیں کہ زندیقوں نے ۱۴ ہزار احادیث جعل کی ہیں۔

۲۔ بعض مذاہب نے اپنے اصول وفروع کی تائید میں احادیث جعل کی ہیں۔

۳۔ بعض علماء اخلاق اور واعظین نے لوگوں کو ھدایت کی طرف زیادہ رغبت دلوانے کیلئے احادیث جعل کی ہیں۔

۴۔ بعض نے خلفاء، امراء، حکام وسلاطین سے قرب حاصل کرنے اور ان کے اقوال و کرادر پر مہر صحت لگانے کیلئے احادیث جعل کی ہیں۔

۵۔ ظالمین نے اپنی سیاست سے ہم آہنگی کی خاطر احادیث جعل کی ہیں۔

چنانچہ کتب احادیث میں وارد تمام روایات صحیح اور قابل عمل نہ ہونے کے بارے میں نہج البلاغہ میں ایک خطبہ مولا امیرالمومنین نقل ہے قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں: خطبہ نمبر ۲۰۸

ترجمہ مفتی جعفر میں نقل ہے:

﴿وقدسأله سائل عن احاديث البدع وعمافي ايدى الناس من
اختلاف الخبر ،فقال عليه السّلام. ان في ايدى الناس حقًا
وباطلاً ، وصدقًاو كذبًا ،ونا سخًا ومنسوخاً ،وعاماً وخاصاً،
ومحكماً ومتشابهاً ،و حفظاًووهماً. ولقدكذب علىٰ رسول الله
.صلى الله عليه وآله وسلم. علىٰ عهده،حتىٰ قام خطيباً،فقال :
"من كذب على متعمداًفليتبينوا مقعده من النار" وانمااتاك
بالحديث اربعة رجالٍ ليس لهم خامس: رجل منافق
مظهر للايمان ،متصنعٌ با اسلام،متعمداً،فلوعلم الناس انه منافق
كاذب لم يقبلوا منه،ولم يصدقوا قوله،ولكنهم قالوا: صاحب
رسول الله .صلى الله عليه وآله وسلم . رآه ، وسميع
منه،ولقف عنه،فيأخذون بقوله،وقداخبرك الله عن المنافقين
بمااخبرك؛ووصفهم بماوصفهم به لك،ثم بقوابعده
،فتقربوا الىٰ ائمة الضلالة،والدعاة الىٰ النار بالزور والبهتان ،
فولّوهم الاعمال ، وجعلوهم [حملوهم] حكّاماًعلىٰ رقابِ
الناس ،فاكلوابهم الدّنيا،وانّماالنّاس مع الملوك والدنيا،الّامن
عصم الله ،فهذااحداً،ورجل سمع من رسول الله شيأًلم يحفظه
علىٰ وجهه،فوهم فيه. ولم يتعمدْ كذباً،فهوفي يديه،ويريه ويعمل
به،ويقول: اناسمعته من رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم

،فلو علم المسلمون انه وهم فيه لم يقبلوه منه،ولو علم هو انه كذلك لرفضه!،ورجل ثالث،سمع من رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم شيئاًيأمر به،ثم انه نهىٰ عنه،وهو لايعلم،او سمعه ينهىٰ عن شيءٍ،ثم امربه وهو لايعلم،فحفظ المنسوخ،ولم يحفظ الناسخ،فلو علم انه منسوخ لرفضه،ولو علم المسلمون اذسمعوه منه انه منسوخ لرفضوه.وآخر رابع،لم يكذب علىٰ الله،ولاعلىٰ رسوله،مبغض للكذب خوفاًمن الله،وتعظيماًلرسول الله صلى الله عليه وآله وسلم،ولم يهم،بل حفظ ماسمع علىٰ وجهه،فجاء به علىٰ ماسمعه،لم يزدفيه ولم ينقص منه،فهو حفظ النّاسخ فعمل به ، وحفظ المنسوخ فجنّب عنه،وعرف الخاصّ والعامّ،والمحكوم والمتشابه،فوضع كل شيءٍ موضعه﴾

ایک شخص نے آپؑ سے من گڑھت اور متعارض حدیثوں کے متعلق دریافت کیا جو عام طور سے لوگوں کے ہاتھوں میں پائی جاتی تھیں،تو آپؑ نے فرمایا:

''لوگوں کے ہاتھوں میں حق اور باطل، سچ اور جھوٹ، ناسخ و منسوخ، عام اور خاص، واضح اور مبہم، صحیح اور غلط سب ہی کچھ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں آپ پر بہتان لگائے گئے یہاں تک کہ آپ کو کھڑے ہوکر خطبہ میں کہنا پڑا کہ جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر بہتان باندھے گا تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے تمہارے پاس چار طرح کے لوگ حدیث لانے والے ہیں کہ جن کا پانچواں نہیں۔ ایک تو وہ جس کا ظاہر کچھ ہے اور باطن کچھ وہ

ایمان کی نمائش کرتا ہے اور مسلمانوں کی سی وضع قطع بنالیتا ہے۔ نہ گناہ کرنے سے گھبراتا ہے اور نہ کسی افتاد میں پڑنے سے جھجکتا ہے۔ وہ جان بوجھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ باندھتا ہے اگر لوگوں کو پتہ چل جائے کہ یہ منافق اور جھوٹا ہے، تو اس سے نہ کوئی حدیث قبول کرے اور نہ اس کی بات کی تصدیق کرے لیکن وہ تو یہ کہتے ہیں کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابی ہے اس نے آنحضرت کو دیکھا بھی ہے اور ان سے حدیثیں بھی سُنی ہیں اور آپؐ سے تحصیلِ علم بھی کی ہے چنانچہ وہ (بے سوچے سمجھے) اس بات کو قبول کر لیتے ہیں۔ حالانکہ اللہ نے تمہیں منافقوں کے متعلق خبر دے رکھی ہے اور ان کے رنگ ڈھنگ بھی تمہیں آگاہ کر دیا ہے، پھر وہ رسولؐ کے بعد بھی باقی و برقرار رہے اور کذب و بہتان کے ذریعہ گمراہی کے پیشواؤں اور جہنم کا بلاوا دینے والوں کے یہاں اثر رسوخ پیدا کیا۔ چنانچہ انہوں نے ان کو (اچھے اچھے) عہدوں پر لگایا اور حاکم بنا کر لوگوں کی گردنوں پر مسلط کر دیا اور انکے ذریعے سے اچھی طرح دنیا کو حلق میں اتارا اور لوگوں کا تو یہ قاعدہ ہے ہی کہ وہ بادشاہوں اور دنیا (والوں) کا ساتھ دیا کرتے ہیں۔ مگر سوائے ان (محدود چند افراد کے کہ جنہیں اللہ اپنے حفظ وامان میں رکھے)۔

چار میں سے ایک یہ ہوا اور دوسرا شخص وہ ہے جس نے (تھوڑا بہت) رسول اللہ سے سنا لیکن جوں کا توں اُسے یاد نہ رکھ سکا اور اس میں اسے سہو ہو گیا۔ یہ جان بوجھ کر جھوٹ نہیں بولتا یہی کچھ اس کے دسترس میں ہے اسے ہی دوسروں سے بیان کرتا ہے اور اسی پر خود بھی عمل پیرا ہوتا ہے اور کہتا بھی یہی ہے کہ میں نے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے۔ اگر مسلمانوں کو یہ خبر ہو جاتی کہ اس کی یادداشت میں بھول چوک ہوگئی ہے تو وہ اس کی بات کو نہ مانتے اور اگر خود بھی اسے اس کا علم ہو جاتا تو اسے چھوڑ دیتا۔

تیسرا شخص وہ ہے کہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے سنا کہ آپ نے ایک چیز کے بجالانے کا حکم دیا ہے۔ پھر پیغمبر نے تو اس سے روک دیا۔ لیکن یہ اسے معلوم نہ ہو سکا یا یوں کہ اُس نے پیغمبر کو ایک چیز سے منع کرتے ہوئے سنا پھر آپ نے اس کی اجازت دے دی لیکن اس کے علم میں یہ چیز نہ آسکی اس نے (قول) منسوخ کو یاد رکھا اور (حدیث) ناسخ کو محفوظ نہ رکھ سکا۔ اگر اسے خود معلوم ہو جاتا کہ یہ منسوخ ہے تو وہ اسے چھوڑ دیتا اور مسلمانوں کو بھی اگر اس کے منسوخ ہو جانے کی خبر ہوتی تو وہ اسے نظر انداز کر دیتے۔

اور چوتھا شخص وہ ہے کہ جو اللہ اور اس کے رسول پر جھوٹ نہیں باندھتا۔ وہ خوفِ خدا اور عظمتِ رسولؐ کے پیش نظر کذب سے نفرت کرتا ہے اس کی یادداشت میں غلطی واقع نہیں ہوتی بلکہ جس طرح سنا اسی طرح اسے یاد رکھا اور اسی طرح اسے بیان کیا نہ اس میں کچھ بڑھایا نہ اس میں کچھ گھٹایا۔ حدیث، ناسخ کو یاد رکھا تو اس پر عمل بھی کیا، حدیث منسوخ کو بھی نظر میں رکھا۔ اور اس سے اجتناب برتا، وہ اس حدیث کو بھی جانتا ہے جس کا دائرہ محدود، اور اسے بھی جو ہمہ گیر اور سب کو شامل ہے اور ہر حدیث کو اس کے محل ومقام پر رکھتا ہے اور یوں ہی واضح اور مبہم حدیثوں کو پہچانتا ہے"۔

۱۱۔ تفسیر قرآن کو آئمہ معصومینؑ سے منحصر کرنا

اہل تشیع کے بعض علماء دانستہ یا کسی کی تقلید میں آ کر یا عوام الناس کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ جس آیت قرآنی کی تفسیر و تاویل آئمہ معصومینؑ کی توسط سے نہ ہو تو وہ ہمارے نزدیک مردود و نا قابل قبول ہے ان کی یہ منطق کسی بھی اصول و ضوابط جو دینِ اسلام میں طے شدہ ہیں سے مطابقت و ہم آہنگی نہیں رکھتی ان کی اس منطق کی نہ تو قرآن تائید کرتا ہے اور نہ پیغمبر اکرمؐ و آئمہ معصومین سے وارد صحیح روایات میں ذکر ملتا ہے عملاً بھی اس منطق پر عمل نہیں ہو رہا ہے۔ یہ منطق ہٹ دھرمی، انتہا پسندی اور تشدد پر مبنی ہی نہیں بلکہ دشمنانِ اسلام (جو داخلی اور خارجی طور پر اسلام پر حملہ آور ہیں) کی اہل تشیع کو قرآن سے دور رکھنے اسلام سے خارج کرنے اور دیگر مسلمانوں سے نبرد آزمائی میں رکھنے کی سازش کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اس منطق کی استدلال میں جو کچھ اس گروہ نے پیش کیا ہے وہ ہر لحاظ سے مخدوش و مردود ہے اور ان کی حیثیت مکڑی کی جال کی مانند ہے گرچہ وہ اپنے مدعا کیلئے عظمت اہلبیتؑ کو بطور سپر ہی کیوں نہ استعمال کریں اہلبیت و آئمہ معصومینؑ کبھی بھی باطل کی سپر نہیں بن سکتے ہیں وہ ہمیشہ مدافعِ حق و حقیقت رہے ہیں۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ شریعت اسلام کے دو مآخذ ہیں:

۱۔ قرآن کریم ہے جس میں بہت سے احکام شرعی کے بارے میں ابہام و اجمال ہے اسکی واضح مثال ہر فقیہ، عالم اور جاہل پیش کرتے ہیں وہ نماز میں رکعت کی تعداد ہے جو ابھی تک کسی آیت سے ثابت نہیں ہے اسی طرح طواف خانہ کعبہ اور سعی صفا و مروہ کی تعداد کے بارے میں بھی ابہام و اجمال ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ اس ابہام و اجمال کے خلا کو کہاں سے پر کریں؟ اس سلسلہ میں آیت کریمہ ہے: ﴿ما اتٰکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا﴾ اس کا مطلب یہ ہے کہ پیغمبر اکرمؐ

نے قرآن کریم کے علاوہ بھی کچھ احکام شریعت خدا کی طرف سے لیے ہیں اس کی تائید پیغمبر اکرمؐ سے مروی متواتر و متفقہ فریقین روایتِ مشہور بحدیث ثقلین ہے اس میں فرمایا ہے کہ ''میں تمہارے درمیان دو وزنی امانتیں چھوڑ کے جار ہا ہوں'' یہ دونوں آپس میں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے اور تمہاری نجات ان دونوں سے تمسک کرنے میں ہے اسی روایت سے ثابت ہوا کہ شریعت کا ایک حصہ حدیث کے ذریعے بیان ہوا ہے حدیث کو چھوڑ کے تنہا قرآن کافی نہیں ہے۔

یہی بات دوسرے انداز میں اہل تشیع نے اپنائی ہے کہ قرآن کریم کی تفسیر بغیر اہلبیتؑ کے ممکن ہی نہیں، یہ دونوں ایک نکتے پر متفق ہیں کہ قرآن قابل فہم وادراک نہیں ہے یا قرآن سمجھنے والی کتاب نہیں یا اگر سمجھ میں آئے گی تو روایات کے ذریعہ سے ہی ممکن ہے۔ اس نظریے پر ہم یہاں اہل سنت سے گفتگو کو اپنے سابقہ طریق کار کی بنیاد پر روک کر اپنے مکتب والوں کے افق سے آگے بڑھاتے ہیں۔ ہمارے مکتب کے کچھ نادان اور ناسمجھ لوگ غالی اور دہریوں کے مذموم عزائم' کفر و الحاد اور غلو کو فضائل اہلبیتؑ کے نام سے کسی بھی زاویئے سے لینے کو اہل بیتؑ کا فضائل گردانتے ہیں خواہ وہ منطق اہل بیتؑ کے خلاف اور انکی مذمت میں ہی کیوں نہ ہوں یا اسلام کے اصولوں سے متصادم کیوں نہ ہو وہ صرف اہل بیتؑ کے نام سے ہر بات کر سکتے ہیں ان سے مرعوب ہونے والے ان کی کسی بات کو کسی بھی حوالے سے رد نہیں کر سکتے اسی سلسلہ کی ایک مہم جوئی قرآن فہمی اور قرآن سمجھی کو بغیر روایات اہل بیت مسترد کرنا اور اسے غلط ٹھرانا بھی ان کی اہل تشیع کو قرآن فہمی سے دور رکھنے کی اسلام دشمنی کی مہم کا حصہ ہے ہر وہ تفسیر جو روایات اہل بیتؑ سے نہ ہو اسے غلط ٹھراتے ہیں اس افراطی

رویئے سے مرعوب وخوف زدہ ہوکر علمائے اعلام تفسیر وترجمۂ قرآن سے گریز کرتے گئے اگر کہیں کسی کی ہمت ہوئی کہ قرآن کا کوئی ترجمہ وتفسیر کرے تو انکے طعن وتہمت سے بچنے کے لئے اصول وضوابط سے ہٹ کر ہر آیت کو اہلبیتؑ سے مروی اور مربوط بنانے پر مجبور ہوتے ہیں ہم اس تصور سے امت اسلامی پر مرتب ہونے والے مہلک اثرات اور ناقابل جبران نقصانات بیان کرنے کے بعد اس کے غلط ہونے کے بارے میں دلائل پیش کریں گے۔اس تصور کے ساتھ کہ قرآن ہماری زندگی کے تمام شعبوں سے مہجور ہے اور صرف اس کی تلاوت باقی ہے وہ بھی ایک لحاظ سے نیم جان یا نیم مردہ صورت میں ہے کیونکہ اس کی جگہ پر بعض اہل سنت صحیح بخاری کی تلاوت کرتے ہیں اور اہل تشیع میں خودساختہ حکایت حدیث کساء پڑھنے کا سلسلہ جاری ہے یہاں سے یہ دونوں اپنی جگہ قرآن کی اس موجودہ حیثیتِ تلاوت پر ایک کاری ضرب ہے بعض نادان دوستوں نے قرآن کی صرف تلاوت سے بھی دوری اور عدم دلچسپی اور سردمہری کی صورت حال کو دیکھ کر اور بعض نے بزعم خود قرآن سے لگاؤ پیدا کرنے کی خاطر اس کی تلاوت کے لئے ایسے جعلی فضائل وضع کیے ہیں کہ فلاں سورہ وسعت رزق کیلئے فلاں آیت فلاں مرض کیلئے ہے، آیہ ﴿امن یجیب﴾ بارہ ہزار یا اس سے کم تعداد ہر مشکل کا حل ہے۔قرآن کی ایک آیت تو درکنار ایک کلمہ بلکہ صرف ایک حرف کا پڑھنا بھی اتنی فضیلت رکھتا ہے وغیرہ کی احادیث جعل کیے ہیں چنانچہ کتاب ''تفسیر والمفسر ون'' جلد دوم صفحہ ۲۹۰ میں حضرت آیت اللہ خوئی (قدسرہ) سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ قرآن کی تلاوت اور قاری کی فضیلت میں جو روایتیں وارد ہوئی ہیں وہ عقلِ انسان کو حیران کردیتی ہیں اگر ایک حرف پڑھیں

گے تو اس کیلئے اتنی حسنہ ملے گا اور ایک حسنہ دس نیکیوں کے برابر ہوں گے۔ اس طریقے سے بہت سی روایتیں صرف تلاوت کرنے اور آیت وسورہ کی خواص بیان کرنے کے لئے گڑھی گئی ہیں اور ان راویوں نے یہ احادیث اپنی طرف سے فضیلت قرآن میں جعل کی ہیں جو اہل بیتؑ اور منازل وحی سے صادر نہیں ہوئے ہیں ان میں پیش پیش ابی عصمت فرج ابن ابی مریم المروزی، محمد بن عکاشہ الکرمانی وغیرہ ہیں حتیٰ ابوعصمہ المروزی نے کہا ہے کہ میں نے لوگوں کو قرآن سے روگرداں ہوتے ہوئے دیکھا اور انھیں صرف فقہ ابی حنیفہ اور مغازی محمد بن اسحٰق کو پڑھتے ہوئے دیکھا تو ہم نے یہ احادیث جعل کیں۔ عالم تشیع کے ایک محقق فقیہ اور معتبر عالم کا اس سلسلہ میں بیان کو نقل کرنے کے بعد ہمارا اور کچھ کہنا زیادتی ہوگی۔

تفسیر قرآن آئمہ معصومین سے مخصوص کرنے کی توجیہات:

یہ نظریہ رکھنے والے گروہ کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

دلیل عقلی: قرآن کلام خدا ہے اسکی صفات کا مظہر ہے۔ جسطرح عقل بشر اس ذات پر احاطہ نہیں کرسکتی اس پر محیط نہیں ہوسکتی اسی طرح اسکی صفات پر بھی احاطہ نہیں کرسکتی۔ وہ ذات محیط ہے اور محیط رہے گی۔ تو جہاں عادی بشر بوعلی سینا، فارابی، ملاصدرا اور تفتازانی وغیرہ کی باتیں نہیں سمجھ سکتے وہ کیونکر کلام خدا کو سمجھ سکیں گے۔

قرآن کلام خدا ہے جب ذہن انسانی خدا تک نہیں پہنچ سکتا تو اس کے کلام تک کیسے پہنچ سکتا ہے۔ ہم تو اسی زمین پر اور ہمارے درمیان نشونما پانے والے علماء مثلاً ہیگل، کانٹ، ڈیکارڈ، صدرالدین شیرازی، بوعلی سینا کی کتابیں نہیں سمجھ سکتے۔ اسی لئے بعض علماء نے لوگوں کو کچھ حقائق بتانے سے منع کیا ہے۔ اسی وجہ سے بعض

شخصیات متنازع بنی ہوئی ہیں۔ محی الدین عربی، سہروردی، حسین حلاج یا خود صدرالدین شیرازی وغیرہ کو ہی لے لیجئے بعض نے انہیں اولیاء اللہ قرار دیا ہے جبکہ دوسروں نے انکے خلاف کفر و الحاد کا فتویٰ دیا ہے۔ جب ہم اسفار اربعہ از صدرالدین شیرازی، فصوص الحکم از محی الدین ابن عربی اندلسی اور عبارات ہیگل ورک نہیں کر سکتے تو کتاب خدا کو کیسے سمجھ سکتے ہیں جو ﴿کان و مایکون﴾ کا دعویدار ہے

☆ یہ صحیح ہے کہ بشر کا کلام سمجھ میں نہیں آتا کیونکہ بشر جیسا کہ قرآن کریم میں اس کی ایک تعریف میں آیا ہے کہ وہ ضعیف اور ناتواں پیدا ہوا ہے اس کی ضعف وناتوانی کی مقدار کا ہم نے اندازہ نہیں کیا ہے وہ بہت سی چیزوں میں ضعیف وناتواں ہے اس میں سے ایک بیان ہے کہ وہ اپنی مافی الضمیر کو بطور کامل واتم بیان نہیں کر سکتے اس کی چند وجوہات ہیں:

۱۔ اس کے پاس ذخیرۂ الفاظ بہت ہیں لیکن معانی ومعارف نہیں رکھتا ہے لہذا بیان میں الفاظ زیادہ خرچ کرتا ہے مبالغہ آرائی، خیال، تصوراتی گفتگو کرتا ہے جیسے شعراء اور ادباء وغیرہ۔

۲۔ اس کے پاس معانی ومعارف بہت ہیں لیکن ذخیرۂ الفاظ کا فقدان ہے اس نے جن الفاظ وکلمات سے ان معانی ومعارف کو حاصل کیا ہے انکا آج کل استعمال نہیں ہے جیسے قدیم زمانے کی زبانیں جو دور حاضر میں سمجھ نہیں آسکتیں اسی طرح ہمارے علماء جنھوں نے چار پانچ سو سال پہلے کی زبان میں علوم ومعارف حاصل کئے ہیں انہیں آج پیش نہیں کر سکتے۔

۳۔ وہ اپنی مافی الضمیر کو بیان کرنے سے ڈرتا ہے کہ کہیں کسی کی گرفت میں نہ آجائے

لہذا نیم ادائیگی کو ہی مصلحت سمجھتے ہیں اور پورے بیان کو مصلحت کے خلاف سمجھتے ہیں جیسے عرفاء اور ہمارے بعض علماء بہت سی چیزوں کو بیان کرنا صحیح نہیں سمجھتے لہذا ان کے بیان میں اجمال و مبہم گوئی زیادہ پائی جاتی ہے جسطرح بعض فقہاء زیادہ مسائل میں فرماتے ہیں ہم احتیاط کرتے ہیں اور انہی وجوہات کی بنا پر انسان کی باتیں سمجھنا مشکل ہے لیکن قرآن کریم خالقِ کلام کا کلام ہے وہ غنی بذات ہے کسی قسم کی فقر و قحط اس کی ساحت میں نہیں ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے اسے کسی سے خوف لاحق نہیں ہے لہذا اس کی بیان میں کوئی نقص و عیب نہیں ہوگا۔

☆ آیات قرآن: سورہ واقعہ آیت ۷۷، ۷۹ میں قرآن کی صفت میں بیان ہوا ہے کہ یہ ایک پوشیدہ کتاب ہے۔ جسے سوائے آئمہ طاہرین کے کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ اور جہل و خطاء سے منزہ صرف آئمہ طاہرین ہی ہیں۔ لہذا اس آیت کے تحت قرآن کو سوائے انکے کوئی اور نہیں سمجھ سکتا۔

کتاب وسائل شیعہ جلد ۱۸ ص ۱۴۱ اور حدیث نمبر ۳۸ میں پیغمبر اکرمؐ سے نقل ہے۔ آپ نے فرمایا کوئی چیز لوگوں کے دلوں سے اتنی دور نہیں جتنی تفسیر قرآن ہے۔ اس میں تمام خلائق متحیر و سرگرداں ہیں سوائے ان ذوات کے جنھیں خدا چاہے۔

☆ ان روایات کے مقابل اور بھی روایات خود آئمہ سے مروی ہیں جس میں لوگوں کو اختلاف و تردد کی صورت میں قرآن کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا ہے۔ جیسے اصول کافی جلد ا ص ۶۰ نقل از ندوہ شمارہ ۶ ص ۵۵ میں امام صادقؑ نے فرمایا ’’ہر وہ چیز جس میں دو انسان اختلاف کرتے ہیں ایک اس کو تسلیم کرتا ہے جبکہ دوسرا اسکا انکار کرتا ہے تو اسکا حکم کتاب خدا میں موجود ہے۔ ایک روایت میں امام نے فرمایا‘‘ میں

رسول اللہ کا فرزند ہوں کتاب خدا میں سب سے زیادہ عارف وآشنا ہوں اس کتاب میں ابتداء خلقت سے قیامت تک ہونے والے واقعات کے بارے میں اورآسمان، زمین، جنت اور جہنم کی خبریں ہیں میں سب جانتا ہوں۔ کیوں کہ خداوند عالم اپنی کتاب میں فرماتے ہیں اس میں ہر چیز کا بیان ہے۔ اسی طرح فرماتے ہیں ہم نے آپ پر وہ کتاب نازل کی ہے جو ہر چیز کا بیان کرتی ہے۔ امام صادق نے فرمایا جب تم تک کوئی حدیث پہنچے جس کا کوئی نمونہ کتاب خدا میں یا قول رسول میں ملتا ہو تو لے لو اور اگر نہیں ملتا تو جس نے یہ حدیث تم تک پہنچائی ہے اسی کو واپس کرو اور اس سے کہو ہمیں تمھاری حدیث کی ضرورت نہیں ہے۔ ہر چیز کی برگشت قرآن اور سنت رسول کی طرف ہے۔ ہر وہ حدیث جو کتاب خدا سے موافقت نہ رکھتی ہو وہ زخرف یعنی فالتو ہے۔

لہٰذا حدیث کی مقبولیت مشروط ہے کہ آیت قرآنی سے متصادم ومتناقص نہ ہو۔

- سورۂ آل عمران آیت ۷ میں خداوندمتعال نے تاویل قرآن کو صرف اپنے اور راسخین فی العلم سے مختص کیا ہے۔ جبکہ روایات کے تحت راسخین فی العلم آئمہ طاہرین ہیں۔
- ☆ صاحب المیزان سورہ آلعمران کی آیت نمبر ۷ کی تفسیر میں لکھتے ہیں راخون فی العلم وہ ہیں جو کچھ علم انہیں خدا کی طرف سے ملا ہے اس پر انھیں یقین حاصل ہے اس میں انہیں کسی قسم کا تردد نہیں یقین محکم ہے جو آیات محکمات ہے اس پر عمل کرتے ہیں اور جو متشابہات ہیں یعنی سمجھ میں نہیں آتی ہیں اس میں وہ توقف کرتے ہیں۔ راخون فی العلم کا معنی اپنی معلومات میں غیر متزلزل ہونے کا نام ہے نہ کہ لا محدود علم رکھنے کا

چناچہ خود قرآن کریم کی سورہ نساء ۱۶۲ میں علمائے اہل کتاب کو راسخون فی العلم کہا ہے:

﴿لٰکن الراسخون فی العلم منھم المؤمنون یؤمنون بمآ انزل الیک و مآ انزل من قبلک﴾ ''مگر ان میں جو لوگ پختہ علم رکھنے والے ہیں اور ایمان دار ہیں وہ سب اس تعلیم پر ایمان لاتے ہیں جو اے نبیؐ تمہاری طرف نازل کی گئی اور جو تم سے پہلے نازل کی گئی'' (نساء/۱۶۲) اسی طرح نہج البلاغہ میں ایک خطبہ راسخون فی العلم کی تفسیر میں شریف رضی نے مولا امیر المومنین سے خطبہ نمبر ۸۹ میں نقل کیا ہے ملاحظہ کریں:

﴿واعلم ان الراسخین فی العلم هم الذین اغناهم عن اقتحام السدد المضروبة دون الغیوب الاقرار بجملة ماجهلوا تفسیره من الغیب المحجوب فمدح الله اعترافهم بالعجز عن تناول مالم یحیطوا به علمًا. وسمیتر کهم التعمق فیمالم یکلفهم البحث عن کنهه رسوخًا فاقتصر علیٰ ذلک ولاتقدر عظمة الله سبحانه علیٰ قدر عقلک فتکون من الهالکین﴾ ''اور اس بات کو یاد رکھو کہ علم میں راسخ و پختہ لوگ وہی ہیں کہ جو غیب کے پردوں میں چھپی ہوئی ساری چیزوں کا اجمالی طور پر اقرار کرتے (اور ان پر اعتقاد رکھتے) ہیں اگرچہ ان کی تفسیر و تفصیل نہیں جانتے اور یہی اقرار انہیں غیب پر پڑے ہوئے پردوں میں درانہ گھسنے سے بے نیاز بنائے ہوئے ہے، اور اللہ نے اس بات پر ان کی مدح کی ہیں کہ جو چیز ان کے احاطہ علم سے باہر ہوتی ہے، اس کی رسائی سے اپنے عجز کا اعتراف کر لیتے ہیں اور اللہ نے جس چیز کی حقیقت سے

بحث کرنے کی تکلیف نہیں دی۔ اس میں تعمق و کاوش کے ترک ہی کا نام رسوخ رکھا ہے۔ لہٰذا بس اسی پر اکتفا کرو اور اپنے عقل کے پیمانہ کے مطابق اللہ کی عظمت کو محدود نہ بناؤ ورنہ تمہارا شمار ہلاک ہونے والوں میں قرار پائے گا“

(خطبہ/۸۹ ترجمہ مفتی ص ۲۶۷)

﴿ امام جعفر صادقؑ نے جابر انصاری سے فرمایا اے جابر قرآن کا ایک بطن ہے اور ایک ظاہر اور اسکے ظاہر کا ایک اور ظاہر ہے۔ اے جابر کوئی چیز لوگوں کو عقل سے اتنی دور نہیں جتنی تفسیر قرآن سے دور ہے۔ آیت کا اول کسی چیز کے بارے میں ہوتا ہے اور آخر کسی اور کے بارے میں یہ ایک متصل کلام ہے اور اس میں مختلف انداز سے تصرف ہوتا ہے۔ وسائل شیعہ جلد ۱۸ ص ۱۴۲۔

امام محمد باقر سے نقل ہے کہ قرآن صرف وہی جان سکتا ہے۔ جن سے یہ قرآن مخاطب ہے وسائل شیعہ جلد ۱۸ ص ۱۳۶ حدیث ۲۵۔ نقل از روش شناسی تفسیر قرآن ص ۴۱۔

☆ قرآن کریم گرچہ خداوند متعال کی خزانہ الوہیت سے نبی کریم کی توسط سے ہم تک پہنچا ہے اس سلسلے میں قرآن کریم میں محدود دو آیات میں پیغمبر سے مخاطب ہیں جبکہ کثیر تعداد میں قرآن کا مخاطب کافر و مشرک و منافق سے لے کر انسان کے تمام گروہوں شامل ہیں۔ ذرا خطابات قرآن کی طرف توجہ کریں۔

قرآن کریم کے ان خطابات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مخاطب انسان ہے۔ لہذا اگر قرآن میں خطابات کے اعداد و شمار کا لحاظ کریں تو سوائے چند مقامات کے زیادہ تر انسان سے خطاب کیا ہے مگر انسان کے مختلف پہلو کے حوالے سے مثلاً:

۱۔ ﴿یا ایھا النبی﴾ گیارہ (۱۱) جگہوں پر کہا ہے

۲۔ ﴿یا ایھالرسول﴾ دوبار

۳۔ ﴿ یا ایھا المزمل﴾ ایک جگہ پر۔

۴۔ ﴿یاایھاالمدثر﴾ ایک جگہ پر۔

۵۔ پینسٹھ (۶۵) جگہوں پر ﴿ یا ایھا الانسان﴾ کہہ کر خطاب ہے۔

۶۔ دوسو اکتالیس (۲۴۱) جگہوں پر ﴿یا ایھا الناس﴾ کہکر خطاب ہے۔

۷۔ انیس (۱۹) جگہوں پر ﴿ انس﴾ کہہ کر خطاب ہے۔

۸۔ پانچ (۵) جگہوں پر ﴿ناس﴾ کہکر خطاب کیا ہے۔

۹۔ ﴿یا معشر الجن و الانس﴾ کئی جگہہ پر خطاب ہے

۱۰۔ سات (۷) جگہوں پر ﴿بنی آدم﴾ کہکر خطاب کیا ہے۔

۱۱۔ کثیر آیات میں ﴿یا ایھاالذین آمنوا﴾ کہکر خطاب کیا ہے۔

۱۲۔ سورہ احزاب میں ازواج نبی سے خطاب کیا ہے۔

۱۳۔ کثیر آیات میں ﴿یااھل الکتب﴾ کہہ کر اہل کتاب سے خطاب کیا۔

۱۴۔ ﴿یا بنی اسرائیل﴾ سات جگہوں پر۔

۱۵۔ ﴿ یا ایھالذین ھادو﴾ ایک جگہ۔

۱۶۔ سورہ کافرون میں ﴿یاایھاالکفرون﴾ کہہ کر خطاب کیا ہے۔

۱۷۔ سترہ (۱۷) جگہوں پر دعوت فکر یا صاحب فکر سے خطاب کیا ہے بلکہ نزول قرآن کو ''تفکر'' قرار دیا ہے۔

۱۸۔ بیالیس (۴۲) جگہوں پر خدا نے دعوت نظر دی ہے۔

۱۹۔ چورانوے (۹۴) جگہوں پر دعوت علم دی ہے۔

۲۰۔ سترہ (۱۷) جگہوں پر دعوت فکر دی ہے۔

لہٰذا یہ کہنا کہ قرآن صرف اہل بیت آئمہ معصومینؑ سے ہی مخاطب ہے' اندھا پن یا سوچے سمجھے منصوبے کے تحت گھڑی گئی بات ہے اور آئمہ کا نام مذموم عزائم پر پردہ ڈالنے کے لئے لیا ہے۔

اسکے علاوہ انسان سے ایک موجود مکلّف اور صاحب خلافت وکرامت کے حوالے سے خطاب کیا گیا ہے۔ انسان کو یہ شرف خطاب صاحب عقل ہونے کہ وجہ سے ملا ہے۔ اور اسکا ذکر کثیر آیات میں آیا ہے۔

ان خطابات کے پیش نظر یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ قرآن کا محور خطاب انسان ہے کبھی بحیثیت انسان کے، کبھی بحیثیت صاحب عقل وشعور کے، کبھی صاحب قدرت وفکر ونظر کے۔ حتی کافر اور اہل کتاب کو جو پیغمبرؐ پر ایمان لانے میں لجاجت برتتے تھے ان سے بھی خدا نے خطاب کیا ہے۔ گویا اللہ تبارک تعالیٰ کا انسان سے خطاب کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ قرآن سب لوگوں کیلیے قابل فہم وادراک ہے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ قرآن کو صرف وہی سمجھ سکتے ہیں جن سے قرآن مخاطب ہے ہمارے مدعا کو ثابت کرتا ہے۔ کیونکہ قرآن اگر صرف مخاطبین سمجھ سکتے ہیں تو آپنے ملاحظہ فرمایا کہ اکثر مخاطب قرآن عام انسان ہے۔ اگر خدا نے ایک دو جگہوں پر ﴿ یا ایھا الرسول یا یا ایھا النبی ﴾ کہہ کر خطاب کیا ہے تو بلحاظ پیغام رسانی اعزاز وشرف کی بنیاد پر ہے ورنہ مخاطب ہونے میں آپؐ اور عام انسان برابر کے شریک ہیں گویا پیغمبر دو لحاظ سے افتخار مخاطب خدا رکھتے ہیں۔ ایک افتخار یہ کہ بحیثیت انسان سب کے ساتھ شریک ہیں اور دوسرا یہ کہ تمام انسانوں اور خدا کے درمیان واسطے کے حوالے

سے شرف واسطہ ان کو حاصل ہے۔

اس کتاب میں کافرین ومنافقین سے خطاب ہے۔ کیا ان آیات کی تفسیر کافرین و منافقین، آئمہ طاہرین سے پوچھ کر معلوم کرتے تھے یا خود انکی سمجھ میں آتی تھی؟۔ اگر ان سے پوچھ کر سمجھتے تھے تو اس لحاظ سے وہ انکے معتقد ہوئے اور منافق نہیں رہے۔ اگر بغیر پوچھے انکی سمجھ میں آتی تھی تو یہ دعویٰ غلط ہو جائے گا کہ اہل بیت کے بغیر قرآن سمجھ میں نہیں آ سکتا۔

حدیثِ شریفِ ثقلین جو کہ فریقین کے نزدیک معروف ومشہور اور متواتر حدیث ہے اس حدیث کے تحت شریعت اسلام کا بڑا اور برتر مصدر وماخذ قرآن کریم ہے اس حدیث کے تحت ضلالت وگمراہی سے نجات قرآن وسنت دونوں سے ہیں لہٰذا قرآن فہمی اور قرآن سمجھی کو روایات آئمہ معصومینؑ سے انحصار کرنا صرف روایت کو حجت گردانے کے برابر ہے اس کا مقصد قرآن کو حجت سے گرانا ہے جو کہ ایک بڑا ظلم وجنایت ہونے کے ساتھ خود قرآن، یہی حدیثِ ثقلین اور دیگر متواتر احادیث اور فقہاء و مجتہدین متقدمین ومتاخرین کے خلاف ہے۔

تفسیر قرآن میں آئمہ معصومین سے وارد روایات پر انحصار ممکن نہ ہونے کی وجہ

روایتوں میں کثیر تعداد میں جعلی، خود ساختہ اور ناقابل اعتبار احادیث موجود ہیں۔ چنانچہ اس سلسلے میں آیت اللہ ہادی معرفت نے اپنی کتاب "تفسیر المفسر ون" جلد دوم ص ۲۹ میں استاد ذھبی کی کتاب "تفسیر المفسر ون" جلد ا ص ۱۵۶ سے نقل کیا ہے کہ جعلی احادیث کی کثرت یہاں تک پہنچی ہے کہ روایات آپس میں تناقص وتضاد کے مرحلے تک پہنچ چکی ہیں۔ یہاں تک کہ ایک شخص سے متضاد احادیث نقل ہوئی ہیں۔ جیسے ابن عباس

سے مروی متضاد احادیث نقل ہونے کی وجہ سے ان سے مروی روایات پر اعتماد ختم ہونے کو ہے۔ استاد ذہبی نے امام احمد بن حنبل سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ تفسیر میں کوئی روایت ثابت نہیں ہے۔

قرآن اور آئمہ معصومینؑ

آئمہ معصومین کی نسبت یا رشتہ اس نسخہ ملکوتی کے ساتھ کس قسم کا ہے۔ کیا یہ عام انسانوں جیسا ہے۔ اس سلسلے میں دیگر عقائد و نظریات کی طرح اس میں بھی افراط و غلو پذیری کی روش اپنائی گئی ہے۔ بہت سے افراد جو القابات جلیلہ اور معاشرے میں مقام رکھتے ہیں انھوں نے اس کتاب الہی کے ساتھ وہی جسارت اور رویہ اپنایا ہے جیسا مشرکین عرب نے دور جاہلیت میں اپنایا تھا۔ یہ کہتے ہیں قرآن اہل بیتؑ کا قصیدہ ہے۔ بعض افراد شعر کی خصوصیات کو قرآن میں دکھاتے ہیں جب کہ خود قرآن اپنے بارے میں کہتا ہے کہ یہ شعر و شاعری سے پاک و منزہ ہے کیونکہ شعر وہم و خیال، مبالغہ اور حقیقت سے عاری ہوتے ہیں۔ جبکہ دور جاہلیت میں شعراء کے استاد ولید بن مغیرہ نے مشرکین سے کہا یہ قرآن شعر نہیں ہے۔ اسی طرح بعض نے کہا اہل بیتؑ قرآن سے بلند ہیں اور قرآن محتاج اہل بیتؑ ہے۔ جس طرح بعض یہ کہتے ہیں حق علیؑ کا محتاج ہے غرض اس قسم کی تمام فرسودہ باتیں عقل و نقل آیات قرآنی اور اہل بیتؑ اطہار سے مروی روایات کے سراسر خلاف ہیں۔

۱۔ مجلہ پژوہشہائے قرآنی شمارہ ۲۱۵ صفحہ ۸۵ میں اصبغ ابن نباطہ نے امیر المومنینؑ سے نقل کیا ہے کہ قرآن تین حصوں میں نازل ہوا ہے ایک تہائی ہمارے بارے میں اور ہمارے دشمنوں کے بارے میں ہے اور ایک تہائی آداب و مثالیں ہیں اور ایک تہائی فرائض اور احکام ہیں۔ امام صادقؑ سے نقل ہے قرآن چار حصوں میں نازل ہوا۔

ایک چوتھائی حلال ہے اور چوتھائی حرام ہے اور ایک چوتھائی آداب واحکام ہیں اور ایک چوتھائی گذشتہ ادوار اور حاضر سے متعلق ہے۔

ابن جارود نے امام باقرؑ سے نقل کیا ہے۔ قرآن چار حصوں میں نازل ہوا ہے ایک چوتھائی ہمارے بارے میں ایک چوتھائی ہمارے دشمنوں کے بارے میں ایک چوتھائی فرائض واحکام میں اور ایک چوتھائی آداب ومثالیں ہیں۔

۲۔ آئمہ معصومینؑ نے فرمایا کہ ہم سے منسوب روایتوں کی تائید وتصدیق قرآن سے کریں اگر یہ قرآن کے خلاف ہے تو سمجھ لیں کہ ہم نے یہ بات نہیں کی ہے اس سلسلے میں چند روایات ملاحظہ فرمائیں:

۳۔ آئمہ معصومینؑ قرآن کی تفسیر خود قرآن سے کرتے تھے کبھی ایک آیت کی تفسیر دوسری آیت سے کرتے اور اسی طرح ایک جملہ کی تفسیر دوسرے جملہ سے کرتے تھے۔

۴۔ آئمہ معصومینؑ عام طور پر ظاہر قرآن کی تفسیر نہیں کرتے تھے۔ بلکہ آیات متشابہات یا آیات کی باطنی تفسیر بیان فرماتے تھے۔

۵۔ آئمہ معصومینؑ کبھی اپنے شاگردوں کو باریک عربی قوائد کی طرف نشاندہی کرواتے تھے۔

۶۔ آئمہ معصومینؑ کبھی علوم قرآن یا تفسیر قرآن کے بارے میں اپنی طرف رجوع کرنے کی ھدایت فرماتے تھے۔ قرآن کے بارے میں ہم سے پوچھو چنانچہ امام باقرؑ نے فرمایا کتاب خدا سے متعلق ہم سے پوچھو اور اسکے ساتھ ہی آپ نے پیغمبر اکرمؐ کی حدیث نقل کی جس میں انھوں نے فرمایا خداوند عالم نے قیل وقال، فساد و مال اور کثرت سوال سے نہی کی ہے تو کسی نے آپ سے پوچھا اس حدیث کی سند قرآن

میں کس جگہ پر ہے تو آپ نے فرمایا پہلے جملے کی سند سورہ نساء آیت ۱۴:
﴿ومن یعص اللہ ورسولہ ویتعد حدودہ یدخلہ نارًا﴾ ''اور جو اللہ اور اس کی رسول کی نافرمانی کرتا ہے اور اس کے حدود سے تجاوز کرتا ہے اللہ اسے داخل جہنم کرے گا''۔ دوسرے کی سند نساء ۵ ﴿ولا تؤتوا السفہآء اموالکم﴾ ''اور نا سمجھ لوگوں کو ان کے وہ اموال جن کو تمہارے لئے قیام کا ذریعہ بنایا گیا ہے نہ دو''۔ اور تیسرے کی سند مائدہ ۱۰۱ میں موجود ہے: ﴿یاایھا الذین امنوا لاتسئلوا عن اشیآء ان تبدلکم تسؤکم﴾ ''اے ایمان والو! ایسی چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرو کہ اگر وہ تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں بری لگیں''۔

مصادیق تفسیر اہل بیتؑ

یعنی اہلبیت کی تفسیر کی نوعیت کیا ہے۔ اسکی چند اقسام ہیں۔

آیات کے باطنی معانی کی طرف اشارہ کرنا۔ اصول کافی اور تفسیر عیاشی وغیرہ میں ذکر ہے آیت کریمہ اعراف ۳۳ کی تفسیر میں امام موسیٰ ابن جعفرؑ نے فرمایا کہ جو کچھ خداوند عالم نے ظاہری طور پر حرام قرار دیا ہے وہی حرام ہے لیکن اسکا باطن حکام جور (ظالم) ہیں اور جو کچھ ظاہر حلال کیا وہ حلال ہے لیکن اس کا باطن آئمہ حق ہیں۔ آیات قرآنی کا ایک ظاہری معنی ہے اور ایک اسکا باطنی معنی ہے۔ جس چیز کے بارے میں کوئی آیت نازل ہوئی ہے وہ اس کا ظاہر ہے اور باطن اسکی تاویل ہے۔ تاویل قرآن سورہ مائدہ ۳۲ میں فرمایا ہے اگر کسی نے کسی ایک انسان کو بچایا تو اس نے ساری انسانیت کو بچایا اسکی تاویل میں امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے ایک انسان کی ہدایت کی تو اس نے ساری انسانیت کی ہدایت

کی۔

قرآن کریم میں ستتر ہزار سات سو ایک (۷۷۷۰۱) کلمے ہیں جبکہ تین ہزار دو سو باون (۳۲۵۲) روایتوں میں ایک بڑا حصہ ایک ہی مطلب کے بارے میں تکرار ہیں اور اکثر و بیشتر روایات کسی ایک کلمے کی تفسیر سے متعلق ہیں جبکہ اس آیت کریمہ کے دیگر کلمات کے بارے میں تفسیر نہیں ہے جیسے آیت تطہیر میں اہلبیتؑ سے مراد کون ہے کے بارے میں تو روایت ہیں جبکہ اس آیت میں دیگر کلمات ارادہ، رجس اور تطہیر کے بارے میں تفسیر نہیں ہے ان سے مراد کیا ہے۔ اسی طرح سورہ بقرہ کی دوسری آیت میں صرف کلمہ 'ینفقون' کے بارے میں روایت موجود ہے اور بقرہ کی تیسری آیت 'یسئلونک عن الیتمی' میں صرف کلمہ 'یتیم' کی تفسیر ہے اسی طرح آیت مودت میں صرف مصداق قربیٰ کے متعلق روایت ہے، ایک ہی کلمے کے بارے میں مکرر روایات کو حذف کرنے کے بعد اور آیت کے دوسرے کلمے کے بارے میں روایت نہ ہونے کے بعد بہت سی آیات قرآن تفسیر معصومین یا تفسیر روایات سے خالی رہیں گیں اگر تفسیر قرآن روایات معصومینؑ کے علاوہ ناقابل فہم ہے تو وہ آیات جن کے بارے میں روایات نہیں ہیں انکا سمجھنا اور ان پر عمل خود بخود ساقط ہو جائے گا۔ اسطرح سے ثقل اکبر کے ایک بڑے حصہ سے تمسک ناممکن ہو جائے گا۔ اگر روایات آئمہ کے بغیر تفسیر ممکن نہیں ہے تو اسطرح صرف ایک ہی ثقل سے تمسک ہو گا نہ کہ ثقلین سے۔

اہل تشیع کی تفسیر روایتی

۱۔ تفسیر عیاشی۔ محمد ابن مسعود عیاشی سمرقندی۔ متوفی ۳۲۰ھ ایک جلد ہے سورۂ کہف تک

۲۔ تفسیر قمی۔ ابالفضل عباس متوفی ۳۲۹ھ دو جلدیں۔

۳۔ تفسیر نور الثقلین۔ عبد العلی بن جمعہ الحویزی۔ متوفی ۱۱۱۲ھ ۵ جلدیں۔

۴۔ تفسیر البرہان۔ سید ہاشم بن سلیمان بحرانی متوفی ۱۱۰۷ھ ۵ جلدیں۔

۵۔ تفسیر المشہدی۔ محمد بن محمد معروف مشہدی۔ متوفی ۱۱۲۵ھ

۶۔ تفسیر صافی۔ ملا محسن فیض کاشانی متوفی ۱۰۹۱ھ

۷۔ تفسیر برغانی۔ مولا صالح بن آغا محمد برغانی متوفی ۱۲۷۰ھ

۸۔ تفسیر امام حسن عسکریؑ۔

ان تمام تفاسیر روایتی کو ہم ۳۰ جلد فرض کریں اور ان میں موجود روایتوں کے بارے میں مندرجہ ذیل نکات کو نظر میں رکھیں پھر فیصلہ کریں ہمارے پاس کتنی روایتیں تفسیر قرآن سے متعلق آئمہ کی طرف سے موجود ہیں:

۱۔ لغت کلمات، اعراب اور اشعار عرب اور اپنی توضیحات کو نکالنے کے بعد

۲۔ اسرائیلی جعلی روایتیں جو ان تفاسیر میں موجود ہیں ان سے منہا کرنے کے بعد

۳۔ احادیث ضیف السند کو خارج کرنے کے بعد

۴۔ احادیث مکرر کو نکالنے کے بعد کل کتنی صحیح احادیث باقی بچیں گی۔

تفسیر قرآن کے بارے میں آئمہ سے وارد روایات کے ناکافی ہونے کی دیگر وجوہات

۱۔ مجلہ رسالۃ القرآن ۱۴۱۳ھ شمارہ ۸ صفحہ ۹۳ جو کہ آیت اللہ عظمیٰ گلپائیگانیؒ موسسہ دار القرآن سے شائع ہوئے ہیں اس شمارے میں موسسہ باقر العلوم جس کی سرپرستی آیت اللہ مصباح یزدی فرماتے ہیں اس موسسہ کی طرف سے ایک مضمون تفسیر قرآن منہاج اہل بیتؑ کے عنوان سے نشر ہوا ہے اس میں لکھتے کہ ہمارے پاس

قرآن پاک کی تفسیر روائی کے بارے میں تین کتابیں ملتی ہیں: ۱۔تفسیر نور الثقلین ۲۔تفسیر البرہان ۳۔وسائل الشیعہ ان تینوں میں سے جو روایات قرآن کے بارے میں آئی ہیں ان سب کا مجموعہ ۳۳۵۲ احادیث ہیں جبکہ قرآن کی کل آیات حسب تحقیق جناب محمد حسین قاسمی ۶۲۳۶ ہیں اس طرح تقریباً آدھے سے زائد آیات قرآن تفسیر معصومینؑ سے خالی ہیں ان کے بارے میں کوئی روایات نہیں۔

۲۔ ان کتابوں میں وارد روایات اکثر ایک کلمے کی تفسیر ہیں کلمات قرآن کے اعداد و شمار کو سامنے رکھیں تو پھر روایات کئی گنا کم ہونگی۔ اس حوالے سے جیسا کہ محمد حسین قاسمی صاحب معمای قرآنی صفحہ ۶۷ میں لکھتے ہیں کہ قرآن کے کل ۷۷۰۱ کلمہ ہیں۔ اب آپ بتائیں کیا دوتہائی کلمات قرآن تفسیر معصومینؑ سے خالی نہیں رہیں گے؟۔

۳۔ تفسیر نور الثقلین جس کے مولف ابو علی بن جمعہ حویزی متوفی ۱۱۱۲ھ ہے اس کے بارے میں آیت اللہ ہادی معرفت اپنی کتاب 'تفسیر والمفسرون' کی دوسری جلد صفحہ ۳۲۷ میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے ہر اس روایت کو جو اہل بیتؑ کی طرف منسوب ہے یا کسی آیت سے تاویل یا تائید میں ربط دیکھتے تھے اسے جمع کیا ہے اس میں موجود روایات کی صورت یوں ہے:

الف۔ روایات کا آیت کے مفہوم سے کوئی ربط نہیں۔

ب۔ احادیث ضعیف السند یا مرسل ہیں۔

ج۔ تمام قرآنی آیات کی تفسیر نہیں ہے۔

د۔ تفسیر کرتے وقت آیت کا ذکر نہیں ہوتا۔

ہ۔ کسی روایت کی صحت و سقم کے بارے میں تبصرہ نہیں کرتے، انہوں نے اپنی اس پانچ

جلدوں کی کتاب کو اس طرح جمع کیا ہے جس طرح مرحوم مجلسیؒ نے اپنی کتاب بحار الانوار میں روایتوں کو بغیر تحقیق کے جو بھی روایت ملی ہیں جمع کی ہیں۔

۴۔ تفسیر برہان جس کی تالیف علامہ سید ہاشم بن سلیمان بحرانی متوفی ۱۱۰۷ھ ہے ان کے بارے میں آیت اللہ معرفت لکھتے ہیں کہ علامہ بحرانی علمائے اخباری کے سرکردہ شخصیات میں سے ہیں اخبار کو بغیر کسی جرح، تعدیل وتوسیع اور تائید کے جمع کرتے ہیں خواہ وہ عقل ونقل کے صریح خلاف ہی کیوں نہ ہو حویزی اور صاحب بحرانی نے ان روایات کو جس کتاب سے نقل کیا ہے اس کی تفسیر منسوب بہ امام حسن عسکریؑ ہے جو درحقیقت امام حسن عسکریؑ کی لکھی ہوئی نہیں بلکہ ابی یعقوب یوسف ابن احمد زشتی آبادی کی لکھی ہوئی ہے۔ دوسری تفسیر تفسیر قمی ہے جو کہ علی ابن ابراہیم قمی سے منسوب ہے جبکہ یہ کتاب ابی الفضل عباس ابن عربی نے لکھی ہے انہوں نے بھی روایات کو براہ راست امام سے نقل کیا ہے اور درمیان میں راویوں کا ذکر نہیں کیا ہے۔

۵۔ مجلہ پژوہش قرآنی شمارہ ۲۶،۲۵ صفحہ ۳۲۲ میں قرآن کریم کی تفسیر کو روایات میں محصور کرنے کی وجہ سے افتراء اور تہمتوں کا اس مکتب کو سامنا کرنا پڑ رہا ہے وہ روایات حد سے زیادہ ہیں ان روایات پہ اعتماد و بھروسہ نہ کرنے کی چند وجوہات ہیں:

الف۔ ان تفاسیر میں قرآن کریم کے نام سے جو روایت ملتی ہیں وہ درحقیقت اہلبیت کی شان میں غلو کا اظہار کرتی ہیں جو کہ عقل ونقل اور خود سیرت اہلبیت پر مہر بطلان ہے اور کسی بھی موازین عقل ومنطق سے نہیں بنتی بطور مثال بعض لوگ ﴿کھیعص﴾ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ 'ک' سے 'کربلا' مراد ہے۔ اگر 'ک' کو پہلے رکھیں کتنے اسم بنتے ہیں 'ک' سے کتاب "کشمیر" کابل' وغیرہ بھی بن سکتے ہیں 'ھ' سے ہلاکت یزید

مراد ہے جب کہ اس سے ہلاکت فرعون، ہلاکت معاویہ، ہلاکت ہارون الرشید اور کتنے کلمے بن سکتے ہیں۔ 'ع' سے 'عطش حسین' جب کہ اس سے عرب، عامل، عرفان، عیسٰی، عدالت بھی بنتا ہے اور 'ی' سے یزید لیا ہے جبکہ اس سے یاسر، یعقوب، یہود وغیرہ بھی بنتے ہیں اور 'ص' سے صبر حسین بنایا ہے جبکہ 'ص' سے صادق، صفحہ، صدر وغیرہ بھی بنتے ہیں۔ لہٰذا اسے تھوڑی سی عقل رکھنے والا شخص بھی تسلیم نہیں کرے گا۔ اسی لئے علوم قرآن کے محققین نے فرمایا ہے کہ حروف مقطعات کی تفسیر کرنے کی کوشش اندھیرے میں کانٹا دار تار کاٹنے کے برابر ہے ان باتوں سے اپنا ضمیر مطمئن نہیں ہوتا چہ جائیکہ مخالفین کو قانع کیا جا سکے۔ قرآن کریم کو اپنے مقصد کیلئے استعمال کرنا درحقیقت دشمنان اسلام کا رویہ ہے لہٰذا ہم مندرجہ بالا قسم کی تفسیر کو اپنے مخالف کے سامنے ایک دلیل کے طور پر پیش نہیں کر سکتے۔

۶۔ جو روایت تفسیر قرآن کے بارے میں آئی ہے اس میں تاویل اور ظاہر و باطن سب مخلوط ہیں اگر ہم ظاہری تفسیر اور باطنی تفسیر کو الگ کریں گے تو ظاہری تفسیر کے بارے میں بہت کم آیات رہ جائیں گی۔

۷۔ شیعہ و سنی علماء اس بات پر متفق ہیں کہ کتب تفسیر میں جو روایتیں آئی ہیں ان میں اکثر و بیشتر تفسیر اسرائیلی ہیں خاص کر کے قصص انبیاء اور اقوام گذشتہ کے بارے میں جو روایات ہیں وہ زیادہ تر اسرائیلی روایات ہیں جو کتب تورات و انجیل سے لی گئیں ہیں۔

۸۔ شیعہ و سنی تفاسیر میں کثیر روایات کی صحت و سقم صحیح و غلط کے کسوٹی جانچنے کا معیار قرآن کو قرار دیا ہے یعنی ہر وہ روایات جو قرآن سے متصادم نہ ہو وہ صحیح ہے اور جو

قرآن کے خلاف ہو وہ غلط ہے چنانچہ علماء نے بہت سی روایات کو قرآن کے خلاف ہونے کی وجہ سے مسترد کیا ہے۔

۹۔ بہت سے حقائق کے بارے میں خود قرآن نے تصریح کی ہے جس میں کسی کو سمجھ نہ آنے کی گنجائش نہیں، بہ ظاہر قرآن کی صحت ہونے میں تمام علماء کا اتفاق ہے، قرآن کی بدولت سے حدیث ثابت ہے نہ کہ حدیث سے قرآن ثابت ہے۔

۱۰۔ ہماری بعض کتب تفاسیر کی روایات سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ قرآن میں تحریف ہوئی ہے یعنی آیات اور کلمات حذف ہوئے ہیں جبکہ قرآن میں کسی قسم کی تحریف یا کمی بیشی نہ ہونے کے بارے میں علماء نے بہت سے دلائل پیش کئے ہیں۔

قرآن کا ہمیشہ غلط ہاتھوں کی دست اندازی سے محفوظ ہونے کے بارے میں آیات قرآنی اور کثیر روایات موجود ہیں اور تمام مسلمانوں کے محققین اور علماء کا اتفاق ہے۔ جبکہ ہمارے ہاں سب سے معتبر اور سب کی پسندیدہ اور مقبول ترجمہ وتفسیر (مولانا فرمان علی) کو گردانتے ہیں اور اس نے اس ملک میں شیعوں کے چہرے کو قرآن کے بارے میں مسخ اور سیاہ کرنے میں بہت کردار ادا کیا ہے۔ اور جتنے بھی خطیب ومقرر اس ملک میں غلو اور نُصیر یت پھیلانے میں کامیاب ہوئے وہ اسی تفسیر کی وجہ سے ہوا ہے اگر تحقیق کرنا ہمارے مذہب میں حرام ہے تو پھر یہ اعلان کریں کہ ہم ایک جاہل ونادان قوم ہیں اور ہم اپنے مکتب کے اصول وفروع میں نہ خود تحقیق کریں گے اور نہ کسی کو کرنے دیں گے۔

جو لوگ ابھی بھی آئمہ معصومینؑ کو معاشرے میں مظلوم ومحروم رکھنے کے درپے ہیں وہ ان کے شان میں مبہم ومجمل ناقابل تحلیل وتفسیر فضائل بیان کرتے ہیں تاکہ مخالفین سنتے ہی بیزار اور دور ہو جائیں ان فضائل میں سے ایک ان کی یہ بات ہے کہ قرآن صامت

کا تفسیر قرآنِ ناطق سے پوچھیں" وہ ہمیں بتائیں کہ اس وقت منظرِ حضور وشہود میں کون سا قرآنِ ناطق تشریف رکھتے ہیں تا کہ قرآنِ صامت کی تفسیر ان سے پوچھی جائے۔ یہ کتب تفاسیر اپنی جعلی اور ضعیف السند احادیث کے ساتھ سب قرآن تو نہیں ہے اس کے علاوہ یہ کتابیں خود بھی صامت ہیں۔

قرآن کلمات امیر المومنینؑ میں

ازروئے نہج البلاغہ کلام امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالبؑ کہ جس کتاب کی تعریف میں اکثر علماء نے کہا ہے کہ یہ کتاب تحت کلام خالق ما فوق کلام مخلوق ہے۔ اس میں ۷۰ جگہ پر قرآن یا کتاب اللہ کی طرف رجوع کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ ان میں سے چند جگہوں پر خاص طور سے قرآن کو واضح اور روشن ہونے کی دلیل دی گئی ہے۔

الف۔ خدا فرماتے ہیں کہ یہ تمہارے رب کے کلمات ہیں جس میں حلال اور حرام کو واضح طور پر بیان کیا ہے:

﴿کتاب ربکم فیکم مبیناً حلاله وحرامه، وفرائضه وفضائله، وناسخه ومنسوخه. ورخصه وعزائمه وخاصه وعامه. وعبره وامثاله. ومرسله ومحدوده ومحکمه ومتشابه﴾

"پیغمبرؐ نے تمہارے پروردگار کی کتاب تم میں چھوڑی ہے۔ اس حالت میں کہ انہوں نے کتاب کے حلال وحرام، واجبات ومستحبات، ناسخ ومنسوخ رخص و عزائم، خاص وعام، عبرو امثال، مقید و مطلق، محکم ومتشابہ کو واضح طور سے بیان کردیا ہے"۔ (ترجمہ مفتی خطبہ/۱)

ب۔ اس کتاب کی بعض آیات بعض کی تصدیق کرتی ہیں:

﴿والله سبحانه يقول: ما فرطنا في الكتاب من شيء وفيه تبيان كل شيء وذكر ان الكتاب يصدق بعضه بعضاً﴾ ''اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ ہم نے کتاب میں کسی چیز کے بیان کرنے میں کوتاہی نہیں کی اور اس میں ہر چیز کا واضح بیان ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ قرآن کے بعض حصے بعض حصوں کی تصدیق کرتے ہیں''۔ (ترجمہ مفتی خطبہ/۱۸)

ج۔ خداوند عالم نے اس کتاب کو مبین قرار دیا ہے:

﴿وعليكم بكتاب الله، فانه حبل المتين و نور المبين و الشفاء نافع، الرّوی الناقع، العصمة للمتمسک، و النجاة للمتعلق. لايعوج فيقام، ولايزيغ فيستعتب، ولا تخلفه كثرة الرّد، وولوج السمع. من قال به صدق، ومن عمل به سبق﴾ ''تمہارا فریضہ ہے کہ کتاب خدا سے وابستہ رہو کہ وہی مضبوط ریسمان ہدایت اور روشن نور الٰہی ہے۔ اسی میں منفعت بخش شفا ہے اور اسی میں پیاس بجھانے دینے والی سیرابی ہے۔ وہی تمسک کرنے والوں کے لئے وسیلۂ عصمت کردار ہے اور وہی رابطہ رکھنے والوں کے لئے ذریعہ نجات ہے۔ اس میں کوئی کجی نہیں ہے جسے سیدھا کیا جائے اور اسی میں کوئی انحراف نہیں ہے جسے درست کیا جائے۔ مسلسل تکرار اسے پرانا نہیں کر سکتی ہے اور برابر سننے سے اس کی تازگی میں فرق نہیں آتا ہے۔ جو اس کے ذریعہ کلام کرے گا وہ سچا ہوگا اور جو اس کے مطابق عمل کرے گا وہ سبقت لے جائے گا'' (ترجمہ مفتی خطبہ/۱۵۶)

د۔ یہ کتاب جو تمھارے درمیان ہے بات کرنے والی ہے اس کی زبان کبھی تھکتی نہیں ہے:

﴿و کتاب الله بین اظهر کم ناطق لایعیالسانه﴾ ''(قرآن) کتاب خدا نگاہ کے سامنے ہے۔ یہ وہ ناطق ہے جس کی زبان عاجز نہیں ہوتی ہے۔''

(ترجمہ مفتی خطبہ/۱۳۳)

جہاں آپ مولا امیر المومنینؑ کی تعریف و توصیف میں تفسیر و بیان قرآن کو ان کی ذات سے منحصر و محدود کرتے ہیں کہ ان کے علاوہ کوئی اس کتاب کو سمجھ نہیں سکتا اور اگر کوئی دعویٰ کرے تو باطل ہے لیکن خود مولاؑ انتہائی دردمندی و دلسوزی اور ناراضگی کی حالت میں لوگوں کو دعوت دے رہے ہیں کہ آیئے اس کتاب کی طرف رجوع کریں میرے اور میرے مخالف کے درمیان میں کون حق اور کون باطل پر ہے خود اس کتاب کی روشنی میں فیصلہ کریں۔ سوال یہ ہے کہ آیا اس کے بارے میں مولیٰ امیر المومنینؑ کا فرمان صحیح ہے یا آپ کا عقل سے عاری نقطۂ نظر صحیح ہے؟ بدقسمتی سے ہمارے مراکز و درسگاہ میں درس و تدریس، تعلیم و تربیت ،مدارس و منابر میں نہ قندیل قرآن روشن ہے اور نہ چراغ نہج البلاغہ روشن ہے اگر ان گھروں میں کسی کتب کی کوئی اہمیت ہے تو وہ دس بیبیوں کی کہانی ،خود ساختہ حدیث کساء، معجزات اور جعلیات سے بھری ہوئی بعض دعاؤں کی کتابیں ہیں نہ جانے قیامت کے دن یہ افراد کتاب خدا کو پیچھے چھوڑ کر کس طرح خدا اور رسولؐ کے سامنے سر اونچا کریں گے اور اسی طرح نہج البلاغہ کو چھوڑ کے مولا علیؑ کے حضور میں شیعہ ہونے کا دعویٰ کیسے کریں گے۔

دشمنان اسلام اور انکے نمائندے اور ان کے ساتھ احمق و نادان مسلمانوں کی طرف سے امت اسلام کو قرآن فہمی سے دور رکھنے اور قرآن اور مسلمانوں کے درمیان پیدا کردہ حائل رکاوٹوں کی فہرست پیش کرنے اور انکے وہم و خیال کو حقیقت سے عاری ثابت کرنے کے بعد اب ہم قارئین کرام کی خدمت میں قرآن کریم کی آیات کی مدد سے کسقدر قرآن کریم

سے نزدیک ہو سکتے ہیں اور کس قدر سمجھ سکتے ہیں اس سلسلے میں دلائل پیش کرینگے۔

قرآن کو خدا نے سمجھنے کیلئے آسان بنایا

تاریخ تصنیف و تالیف کتب میں ایک سنت رائج رہی ہے کسی کتاب اور اسکے مولف کے بارے میں اس سے بلند یا مساوی شخصیات اسکی تقریظ میں اپنا قلم اٹھاتے ہیں تا کہ ایک تو اس کتاب میں موجود محتوی اور مضامین کا تعارف پیش کروائیں دوسرا اس میں موجود امتیازی نقاط کی طرف توجہ مبذول کروائیں تا کہ حلقہ قارئین میں اس کتاب کو پذیرائی ملے۔ یہ سنت اکثر و بیشتر مفید ثابت ہوئی ہے اور اس سے کتب کو فروغ ملا ہے۔ لیکن اس عادی سنت کے تحت کسی بھی انسان کی یہ جرأت نہیں کہ وہ کتاب خدا یعنی قرآن کریم کا تعارف پیش کرائے کیونکہ جس کتاب کو جن وانس کیلئے بطور چیلنج پیش کیا گیا ہو جو کتاب اشرف انبیاء ومرسلین کی امام ہو تو کون اسکا تعارف کروا سکتا ہے۔ تمام کتب آسمانی اس کتاب کی ذیلی مضمون کی حیثیت رکھتی ہیں اس لحاظ سے اگر کوئی احمقانہ طور پر ایسی کوشش کرے تو اسکا اختتام کفر والحاد پر منتہی ہوگا۔ لہذا اس کتاب کے تعارف کیلئے پیغمبر اکرم کی یہ حدیث کہ جس نے اپنے آپ کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا۔ یعنی خود سے خود کا تعارف کے تحت ہمیں اس عظیم کتاب خدا میں موجود ان آیات کی طرف متوجہ ہونا پڑے گا جو اس کتاب کا تعارف کرواتی ہیں۔ ہم اس مختصر سے کتابچے میں چند نقاط خود اپنے اور اپنے جیسے مسلمان بھائیوں کیلئے ضبط تحریر میں لانا چاہتے ہیں جو اس کتاب سے دوری واجنبیت کی سرحد پر ہیں۔

۱۔ اس کتاب کے انتساب کو آیات قرآنی سے پیش کریں گے۔

۲۔ اس کتاب کے اسماء وصفات مبارکہ جو خود اس میں موجود ہیں کو پیش کریں گے۔

۳۔ وہ آیات جو اس قرآن کریم میں ہر قسم کی کجی اور رکاوٹوں کو اس سے دور کرتے ہیں۔

۴۔ وہ آیات جن میں تمام جن و بشر کو تدبر و تفکر کی دعوت ہے۔

۵۔ دوسرا نقطہ نزول قرآن حکیم اور غیاب خاتم النبیین کے بعد سے لے کر اب تک ایک گروہ کی طرف سے مسلسل یہ کوشش کی جارہی ہے کہ امت مسلمہ کو اس کتاب حیات بخش سے دور رکھا جائے گو دشمن نے یہ کام احترام و تعظیم یا مقام و منزلت اہلبیت بیان کرنے کا لبادہ اوڑھ کر کیا ہے کہ یہ کتاب عام انسانوں کیلئے نا قابل فہم و ادراک ہے۔ اگر چہ امت مسلمہ کے ایک گروہ نے قرائت و حفظ قرآن پر بہت توجہ دی ہے لیکن اصل مقصد و ہدف قرآن سے لوگوں کو دور کرنے میں یہ بھی نادانستہ طور پر دشمانان اسلام کے معاون و مددگار رہے ہیں اور اس نظریہ کو فروغ ملا کہ یہ کتاب سمجھنے کی کتاب نہیں ہے۔ ہم اپنی بساط علمی اور معلومات کی کمی کے باوجود یہ ثابت کرنے کی کوشش کریں گے کہ یہ کتاب سمجھنے اور درک کرنے کیلئے نازل کی گئی ہے اور اس قرآن ہی سے دوسروں کے اقوال کو سمجھا جا سکتا ہے حتی نبی و امام کے قول کی سند و مصدر بھی یہ قرآن ہی ہے۔ رائج سنت کے تحت کسی قول کی صحت کیلئے حدیث، منطق و فلسفہ کو پیش کیا جاتا ہے لیکن انکی صحت و سقم کی بنیاد بھی قرآن کریم ہے۔ تیسرا نقطہ غرض نزول قرآن کریم ہے جسے خداوند متعال نے کثیر آیات میں انزال و تنزیل کے الفاظ سے فرمایا ہے۔ لغت عرب سے آشنا افراد اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہیں کہ نزول کسی بلندی سے پستی کی طرف آنے کو کہتے ہیں چنانچہ خداوند متعال نے فرمایا یہ کتاب نزول سے پہلے ہمارے پاس بلند و بالا مقام پر موجود تھی۔ اور اس عظیم کتاب کو کسی عظیم مقصد و ہدف کیلئے نازل کیا گیا ہے نہ کہ اسے بطور تعویذ بنانے، زینت قبرستان، تمغہ حسن قرائت حاصل کرنے یا مردوں پر پڑھنے جیسے اہداف کیلئے نازل کیا گیا

ہو۔ بلکہ آیات قرآنی کے تحت اس کتاب کی غرض نزول انسان کو حیات بخشنا ہے لہذا ہمارا تیسرا نقطہ اہداف نزول قرآن سے متعلق ہوگا اور ہم اپنے اس مدعا کی دلیل کیلئے آیات قرآنی کو مرحلہ وار تفسیر و توضیح کے ساتھ آپ کی خدمت میں پیش کریں گے۔

قرآن کریم کے فہم و درک کے بارے میں دشمنان دانشمند و دوستانِ احمق و فریب خوردوں کی قرآن سے دور رکھنے کے لئے قائم کردہ عزائم و کوششوں کے مراحل و مراتب اور رکاوٹوں کو پیش کرنے اور ان کے دلائل مخدوش اور مردود ہونے کو ثابت کرنے کے بعد اب ہم آپ کے خدمت میں یہ کتاب تمام کتب سے ہٹ کر ہر خاص و عام کے لئے اپنی ظرفیت اور ذہنیت کے مطابق فہم و ادراک کر سکنے کے بارے میں خود قرآن کریم کی آیاتِ کریمہ اور نہج البلاغہ کے خطب اور آئمہ طاہرینؑ سے مروی روایات اور علمائے فریقین کے محققین و مدققین مایۂ ناز کے آراء و نظریات حسب ترتیب درجات و مراحل مقامات پیش کریں گے لیکن قرآن کریم سے پہلے دلیل اس کی نسب اور انتساب، اس کے بعد اس کے اسماء وصفات اسکے بعد اس کی اپنے فہم و ادراک کے بارے میں وارد آیات کو پیش کریں گے:

انتسابِ قرآن

انتساب مادۂ نسب سے ہے نسب اور نسبت کے معنی کے بارے میں اربابِ معاجم، ماہرینِ لغت عرب اور موشاگافانِ معانی قرآن لکھتے ہیں کہ نسب جس کی جمع انساب ہے مختلف اشخاص چاہے طول میں ہوں جیسے اولاد والدین، یا عرضی میں جیسے برادرزاد، چچازاد، خالہ زاد، وغیرہ کو ایک شخص سے منسوب کرنے کو نسب یا نسبت کہتے ہیں ۔بعض اربابِ لغت اس معنی کو توسیع دیتے ہوئے کسی چیز یا کسی سمت کی طرف نسبت دینے

کونسب کہا ہے۔ بعض دیگر ماہرین نے کسی چیز کے مصدر اور ماخذ اصل کی طرف برگشت دینے کونسب کہا ہے چنانچہ سورۂ فرقان کی آیت ۵۴ میں بشر کی نسبت پانی سے دیا ہے:
﴿وھو الذی خلق من المآء بشراً فجعلہ نسباً و صہراً﴾ ''اور وہی ہے جس نے پانی سے ایک بشر کو پیدا کیا پھر اس کو نسب اور سسرال بنایا''۔

نسب اس معنی میں صحیح ثابت ہونے کے بعد آیاتِ کریمہ میں انسان کو پانی کے علاوہ کسی اور چیز سے بھی نسبت دی ہے جیسے سورۂ قیامت اور سورۂ طارق میں انسان کو منی سے نسبت دی ہے۔ سورۂ آلعمران/۵۹ اور سورۂ حج/۵ میں انسان کو مٹی سے منسوب کیا گیا ہے:

﴿خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون﴾ ''اس نے پہلے اسے مٹی خلق کیا' پھر اسے حکم دیا: ہوجا اور وہ ہوگیا'' ﴿فانا خلقنکم من تراب﴾ ''ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا''

آیاتِ قرآنی اور لغت میں نسب کے معنی واضح و روشن ہونے کے بعد اب ہم اس کلمہ کو وسعت دے کر قرآن کیلئے بطور مجاز استعمال کرتے ہیں یعنی جس طرح ہر چیز کیلئے ایک مصدر و ماخذ ہوتا ہے یعنی (جہاں سے نکلا یا جہاں سے لی ہے) قرآن کریم کا بھی ایک مصدر و ماخذ ہے۔ ہم نے اپنے اسلاف سے لیا ہے یہاں تک کہ یہ سلسلہ خاتم النبیینؐ پر ختم ہوتا ہے جن پر یہ قرآن نازل ہوا ہے اور نبی کریمؐ نے ربِّ جلیل سے لیا ہے۔ یہ ماخذِ قرآن ہے اور جہاں تک اس کے مصدر کے بارے میں' کہ یہ نکلا کہاں سے ہے تو خود خداوند متعال نے اس قرآن کریم کے مصدرِ اصل کو اپنی ذاتِ باری تعالیٰ کو ٹھرایا ہے۔ قرآن کی نسب اور نسبت کے بارے میں وارد آیات کو سلسلہ وار نقل کریں گے تاکہ نسبت کے ساتھ صاحب نسبت کے اندر مخزون و پوشیدہ معانی اور حقائق و دقائق بھی کشف ہو جائیں گے۔ قرآن

کریم میں یہ پہلو ایک حوالے سے نظرانداز ہے جہاں سے مفسر تیزی سے گذر جاتے ہیں اور اس نکتہ کی طرف توجہ نہیں دیتے کہ یہاں پر یہ کلمہ کیوں استعمال کیا ہے۔

ا۔ نسب قرآن

نسب قرآن کریم کے بارے میں بحث و گفتگو تین زاویوں سے ممکن ہے۔ جسطرح کسی کتاب اور اسکے مولف کے بارے میں ان زاویوں سے گفتگو ہوتی ہے۔

ا۔ اس کتاب کا انتساب۔ بہت سی کتب اپنا سرورق نہ ھونے کی وجہ سے مخدوش ہیں چاہے یہ کتب کتنی ھی مفید کیوں نہ ھوں لہذا جس کتاب کا مصنف مجہول ہو اس کتاب کو مجہول النسب کہنا غلط نہیں ہوگا۔

۲۔ بعض کتب جو فی زمانہ مشہور ہیں لیکن بعض افراد دھوکہ دہی سے اسے کسی اور کی طرف نسبت دیتے ہیں جیسے کتاب تسمع مادہ کو ایک مصنف کی طرف نسبت دی جاتی ہے حالانکہ یہ کتاب اسکی تالیف نہیں ہے۔

۳۔ کتاب کسی سے منسوب ہے اس میں جائے شک نہیں لیکن احتمال ہے اس میں جو الفاظ اور مطالب بیان ہوئے ہیں وہ مختلف کتابوں سے ماخوذ ہیں لہذا اہل کتب کی اصطلاح میں اسے تالیف کہا جاتا ہے۔ تقریبا نوے فیصد کتب اس حال سے خالی نہیں ہیں کیونکہ ان میں زیادہ تر معنی اور مطالب دیگر مولفین کے ہوتے ہیں۔

۴۔ کتاب کسی خاص فرد سے منسوب ہے اور اس کے تمام الفاظ بھی اسکی اپنی اختراع و ابتکار ہیں لیکن معنی و مفہوم گذشتگان یا معاصرین سے لئے ہیں۔

۵۔ کتاب میں موجود الفاظ اور معنی سب اسی مصنف کی اختراع ہیں لیکن کتاب کی ابتداء اور انتہا میں تناقص ہے، ایک مطلب دوسرے مطلب سے متصادم ہے جیسے کتاب

کے شروع میں ایک نظریہ کو ثابت کرنے کے دلائل موجود ہیں لیکن نتیجہ اس کے خلاف نکالا ہے اور اپنے نظریہ سے ہی انحراف کیا گیا ہو۔

۶۔ کتاب ایک مصنف کی ہے اور اس کا دعوی ہے اس نے مطالب کو خلاصہ کی شکل میں بیان کیا ہے جیسے ملاء سعد تفتانی نے منطق میں تہذیت لکھنے کے بعد دعوی کیا تھا کہ کوئی شخص اس میں ایک جملہ کا اضافہ کرے تو وہ اس کتاب کا نقص ہوگا (یعنی میں نے تمام مطالب اس میں خلاصہ کے ساتھ بیان کیئے ہیں) اور میں اسے انعام دوں گا لیکن انکی وفات کے بعد ان ہی کے ایک شاگرد نے یہ کام انجام دیا اور کتاب کو بڑھا یا۔ اسی طرح ابن حاجب کی نحو میں۔ شیخ بہائی کی نحو میں کتاب صمدیہ ان علوم کا نچوڑ ہیں اور ان کے لکھنے والوں کو ماہر گردانا جاتا ہے۔

۷۔ کتاب لکھنے والا اپنے مطالب کو اپنے گہرے اور دقیق الفاظ و معنی میں بیان کرتا ہے کہ دو فیصد انسان ہی اسکی کتاب کو سمجھ سکتے ہیں یا شاگرد متصل ہی اسے سمجھ سکتا ہے لہٰذا یہ معقولہ مشہور ہے کہ **Adam Smith** سے جب ان کی کتاب کے کسی موضوع کے بارے میں سوال کیا گیا تو اس نے کہا لکھتے وقت مجھے پر یہ نظریہ واضح تھا لیکن اس وقت مجھے سمجھ نہیں آ رہا۔

۸۔ کتاب اپنے مضمون و مطالب کے حوالے سے کسی دوسری قوم وملت کی دشمنی سے پر ہے اور اس میں اسکا غیض و غضب نمایاں ہے جیسے میکاولی کا سیاست نامہ اور مارکس کی کتاب سرمایہ داروں کیلیے آسمانی بجلی سے کم نہیں۔

قرآن کریم کا سلسلہ نسب و انتساب مذکورہ بالا تمام نقائص و عیوب سے مبرا اور پاک و مطہر ہے۔ قرآن نے اپنا سلسلہ انتساب خود پیش کیا ہے اور یہ قارئین پر اس کے مطالعہ کے بعد

روشن ہو جائے گا۔

کبھی اس کے سلسلہ نسب کو اس کے مادۂ خلقت کی طرف نسبت دی جاتی ہے۔ چنانچہ خداوند علام نے انسان کی خلقت میں مادے کے حوالے سے اس کے نسب کو کبھی پانی قرار دیا ہے، کبھی مٹی بتایا ہے کبھی ''طین لازب'' کہا ہے اور کبھی ''علق'' بتایا ہے۔

بعض چیزوں کا نسب ہوتا ہے اور انہیں بانسب کہا جاتا ہے۔ اسی نسبت کے حوالے کو وہ اپنے لیے افتخار، امتیاز قرار دیتے ہیں۔ جیسے فلاں سے ہماری نسبت ہے فلاں اس چیز تک پہنچتا ہے۔ بعض کی نسبت نہیں ہوتی یعنی نسبت ہوتی تو ہے لیکن شریعت یا معاشرہ اس کو بے نسبت گردانتے ہیں۔ کہتے ہیں اس کی نسبت صحیح نہیں ہے تاکہ اس کے مقام و منزلت کو لوگوں کی نظروں سے گرایا جائے۔ لہٰذا مشرکین قریش یا دشمنان اسلام نے قرآن کریم کو بے نسبت دکھانے کی بہت (مذموم) کوشش کی۔ گویا قرآن کریم بھی اس تہمت و افتراء سے محفوظ نہیں رہ سکا۔ سورہ نحل آیت ۱۰۳ میں آیا ہے کہ اس قرآن کو عجمی دکھانے کی کوشش کی گئی یعنی کوئی عجمی پیغمبر کو سکھاتا ہے۔

﴿لسان الذی یلحدون الیه اعجمی وهذالسان عربی مبین﴾

''حالانکہ جس کی طرف وہ انہیں نسبت دیتے ہیں اس کی زبان عجمی ہے جبکہ یہ (قرآن) عربی زبان میں ہے (نحل/۱۰۳)

کبھی اس قرآن کو جنوں کی طرف نسبت دی یعنی محمد کو جن نے مس کیا ہے، یہ جنات زبان ہے جیسا کہ سورۂ آل عمران آیت ۷۸ میں ہے:

﴿وان منهم لفریقًا یلون ایسنتهم بالکتٰب لتحسبوه من الکتٰب وما هو من عندالله ویقولون علی الله الکذب وهم یعلمون﴾

''یہودیوں میں سے بعض وہ ہیں جو کتاب پڑھنے میں زبان کو توڑ موڑ دیتے ہیں تا کہ تم لوگ اس تحریف کو بھی اصل کتاب سمجھنے لگو حالانکہ وہ اصل کتاب نہیں ہے اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ سب اللہ کی طرف سے ہے حالانکہ اللہ کی طرف سے ہرگز نہیں ہے یہ خدا کے خلاف جھوٹ بولتے ہیں حالانکہ سب جانتے ہیں''

قرآن کریم کو بے بنیاد غلط جہت کی طرف نسبت دینے یا غیر قرآن کو قرآن کی طرف نسبت دینے کی مذموم کوششوں کو خداوند عالم نے مرحلہ وار اور ترتیب سے مسترد کرتے ہوئے اس کی نسبت کو مرحلہ وار بیان کیا ہے۔

ہم ذیل میں اس کتابِ عظیم کی اس نسب کو بیان کریں گے جو خود قرآن نے بیان فرمایا ہے اور اسی بیان کے تحت اس کتاب کے دائرۂ نفوذ و سلطنت کے ساتھ اس کے اندر پوشیدہ اور الطاف بھی واضح ہو جائیں گے:

۱۔ یہ رب العالمین کی طرف سے نازل ہوا ہے:

﴿وانه لتنزيل رب العلمين﴾ ''اور بتحقیق یہ (قرآن) رب العالمین کا نازل کیا ہوا ہے'' (شعراء/۱۹۲) ﴿تنزيل الكتب لاريب فيه من رب العلمين﴾ ''ایسی کتاب کا نازل کرنا جس میں شبہ کی گنجائش نہیں ہے رب العالمین کی طرف سے (ہی ممکن) ہے'' (سجدہ/۲) ﴿تنزيل من رب العلمين﴾ ''یہ عالمین کے پروردگار کی طرف سے نازل کردہ ہے'' (واقعہ/۸۰) ﴿تنزيل من رب العلمين﴾ ''یہ عالمین کے پروردگار کی طرف سے نازل کردہ ہے'' (حاقہ/۴۳) ﴿تنزيلاً ممن خلق الارض والسموٰت العلى﴾ ''یہ اس خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے جس نے زمین اور بلند ترین

آسمانوں کو پیدا کیا ہے" (طٰہٰ/۴)

درج بالا آیات سے پتہ چلتا ہے کہ یہ قرآن رب العالمین نے عالمین کی تربیت کیلئے نازل کیا ہے۔

۲۔ یہ عزیز و رحیم یعنی صاحب طاقت وقدرت کی طرف سے نازل ہوا ہے:

﴿تنزیل العزیز الرحیم﴾ "(یہ قرآن) غالب آنے والے مہربان کا نازل کردہ ہے" (یٰسین/۵)

۳۔ یہ عزیز حکیم یعنی صاحب عزت وحکمت کی طرف سے نازل ہوا ہے:

﴿تنزیل الکتب من اللہ العزیز الحکیم﴾ "اس کتاب کا نزول بڑے غالب آنے والے اور حکمت والے اللہ کی طرف سے ہے" (زمر/۱) ﴿تنزیل الکتب من اللہ العزیز الحکیم﴾ "اس کتاب کا نزول بڑے غلاب آنے والے، حکمت والے اللہ کی طرف سے ہے" (جاثیہ/۲) ﴿تنزیل الکتب من اللہ العزیز الحکیم﴾ "اس کتاب کا نزول بڑے غلاب آنے والے، حکمت والے اللہ کی طرف سے ہے" (احقاف/۲)

۳۔۱ عزیز کے لئے صفت حکیم بیان کی ہے ملاحظہ فرمائیے:

سورہ زمر ۱، جاثیہ ۲، احقاف ۲، بقرہ ۱۲۹، ۲۰۹، ۲۲۰، ۲۲۸، ۲۴۰، ۲۶۰، عمران ۲، ۱۸، ۶۲، ۱۲۶، مائدہ ۳۸، ۱۱۸، انفال ۱۰، ۴۹، ۶۳، ۶۷، توبہ ۴۰، ۷۱، ابراہیم ۴، نحل ۶۰، نمل ۹، عنکبوت ۲۶، ۴۲، روم ۲۷، لقمان ۹، ۲۷، سبا ۲۷، فاطر ۲، غافر ۸، احقاف ۲، حدید ۱، حشر ۱، ۲۴، ممتحنہ ۵، صف، جمعہ ۱، ۳، تغابن ۱۸، نساء ۵۶، ۱۵۸، ۱۶۵، فتح ۷، ۱۹۔

ان تمام جگہوں پر عزیز کے لئے، حکمت کی صفت بیان کی ہے یعنی ایسا عزیز جو حکیم

ہے۔حکیم،حکم سے لیا گیا ہےاور حکم کے معنی ہیں کسی اصلاح کی غرض سے منع کرنا لہذا حیوان کی لجام کو حکیم کہتے ہیں۔علم کو حکمت اس لئے کہتے ہیں کہ یہ فساد اور خرابی سے روکتی ہے۔تو گویا خداوند عالم نے اپنی قدرت اور حکمت کی بنیاد پر اس کتاب کو نازل فرمایا ہےیعنی اس میں کسی قسم کا خدشہ، بطلان، یا تبدیل ہونے کی گنجائش نہیں۔

۳۔خدائے عزیز کی لطف سے نازل ہوا ہے۔''عزیز'' اسماء حسنٰی خدا میں سے ہے۔عزیز کے معنی توانا اور قادر کے ہیں۔عزیز اس توانا اور صاحب قدرت ہستی کو کہا جاتا ہے جو مغلوب نہیں ہوتا ہے اگر وہ کچھ کرنے کا ارادہ کرے تو اسے روکا نہیں جا سکتا۔لیکن وہ خود جسکو (کسی بات سے) روکنا چاہے اسے روک سکتا ہے جیسا کہ سورہ فاطر آیت ۲ میں ہے﴿وھو العزیز الحکیم﴾''اور وہ عزیز و حکیم ہے'' خدا کی یہ صفت عزیز جیسا کہ پہلے عرض کیا اسماء حسنٰی خدا میں سے ہے۔خداوند عالم نے اس اسم کو موصوف بتایا ہےاور اس کیلئے مختلف صفات کا ذکر کیا ہے۔

۴۔ رحمٰن رحیم کی طرف سے نازل ہوا ہے:

﴿تنزیل من الرحمٰن الرحیم﴾''خدائے رحمٰن و رحیم کی نازل کردہ ہے''(فصلت/۲)

رحمٰن و رحیم دونوں کا مادہ ''رحم'' ہے رحم عورت کی بچہ دانی کو کہتے ہیں۔اس بچہ دانی میں جنین جو کہ انتہائی باریک مخلوق ہے اسکو خداوندا عالم یہاں رُشد و نمو دیتا ہے۔اس لحاظ سے اس جگہ کو رحم کہتے ہیں۔اسی مناسبت سے قوم، قبیلے کو ارحام کہتے ہیں۔کیونکہ سب کی نسبت اسی بچہ دانی پر منتہی ہوتی ہے۔یعنی صفت رحمت میں شفقت بھی ہےاور رُشد و تربیت بھی۔لہذا

خداوند متعال کا یہ فرمانا کہ یہ قرآن رحمٰن و رحیم کی طرف سے ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ انسانوں کیلئے شفقت، رحمت، مہربانی ہے اور اس کہ پیروی کرنے سے رُشد و تربیت حاصل ہوتی ہے۔ رحمٰن و رحیم صفت رحم میں مشترک ہونے کے باوجود صیغے کے حوالے سے دونوں کے معنی میں فرق ہے۔ رحمٰن، خدا کی اس رحمت عمومی کا نام ہے جو تمام خلائق بلا تفریق مؤمن، کافر سب کیلئے ہے۔ خدا نے اپنی رحمانیت سے کائنات کو تخلیق کیا ہے۔ اور تمام نباتات، حشرات، حیوانات، انسان سب کی تمام ضروریات تخلیق، تغزیہ و ضرورت اسی صفت رحمانیت کے تحت عنایت فرمائی۔ خدا کہ صفت رحمانیت ہر شے میں شامل ہے۔ سورۂ اعراف آیت ۵۶ اور سورۂ غافر ۷ میں فرمایا ہے کہ رحمت خدا تمام شے میں شامل ہے:

﴿ورحمتی وسعت کل شیءٍ﴾ "اور میری رحمت نے ہر شے پر وسیع ہے" (اعراف/۱۵۶) ﴿ربنا وسعت کل شیءٍ رحمۃً وعلماً﴾ "پروردگار تیری رحمت اور علم سب چیزوں پر حاوی ہے" (غافر/۷)

خدا کی دوسری صفت رحیم، صفت مشبہہ ہے یعنی یہ صفت عمومیت نہیں رکھتی بلکہ صرف مومنین کے لئے مختص ہے۔ لہذا اکثر آیات میں اللہ نے اپنے آپ کو غفور الرحیم، عزیز الرحیم، رؤف الرحیم، تواب الرحیم کے لقب سے ذکر فرمایا ہے۔ جہاں جہاں انکی اس صفت کا ذکر ہوا ہے ہر جگہ اس سے مراد مومن ہے۔

رحمت خدا بہت وسیع ہے۔ غالباً اسی وجہ سے خداوند عالم نے اپنے رحمٰن و رحیم ہونے کا کثرت سے ذکر فرمایا ہے۔ یہ قرآن مجید میں ۱۶۹ دفعہ خدا کے رحمٰن الرحیم ہونے کا ذکر ہوا ہے۔ ایک سو چودہ (۱۱۴) دفعہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہ شکل میں اور پچپن (۵۵) مرتبہ مختلف آیات میں آیا ہے۔

اس بحث سے ہمیں معلوم ہوا کہ قرآن مجید اللہ کہ صفت رحمٰن الرحیم کے تحت نازل ہوا ہے جسکا مطلب یہ ہوا کہ مؤمنین کے ساتھ ساتھ دیگر خلائقِ خدا یعنی غیر مومن بھی ایمان بہ خدا لائے بغیر اس مائدہ الٰہی سے، اس خوان خدائی سے استفادہ کر سکتے ہیں مگر صرف اور صرف اس عالم ہستی میں آخرت میں انکا کوئی حصہ نہیں ہے جبکہ مؤمنین اس دنیا کے علاوہ آخرت میں بھی جزاء پانے کے مستحق قرار پائیں گے۔

۵۔ حکیمِ حمید کی طرف سے نازل ہوا ہے:

﴿تنزیل من حکیم حمید﴾ ''یہ حکمت والے اور لائق ستائش کی نازل کردہ ہے'' (فصلت/۴۲)

۶۔ حکیمِ خبیر کی طرف سے نازل ہوا ہے:

﴿کتٰب احکمت ایٰته ثم فصلت من لّدن حکیم خبیر﴾ ''یہ وہ کتاب ہے جس کی آیات مستحکم کی گئی ہیں پھر ایک باحکمت باخبر ذات کی طرف سے تفصیل سے بیان کی گئی ہے'' (ھود/۱)

۷۔ ربِّ محمد کی طرف سے نازل ہوا ہے:

﴿تلک ایٰت الکتٰب والذیٓ انزل الیک من رّبّک الحق ولکن اکثر النّاس لایؤمنون﴾ ''یہ کتاب کی آیات ہیں اور جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے وہ حق ہے لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے'' (رعد/۱)

۹۔ عزیزِ علیم کی طرف سے نازل ہوا ہے:

﴿تنزیل الکتٰب من الله العزیز العلیم﴾ ''اس کتاب کی تنزیل بڑے

غلاب آنے والے دانا اللہ کی طرف سے ہے'' (غافر/۲)

خداوند عالم نے عزیز کو ذوانتقام سے متصف کیا ہے یعنی عزیز خدا قدرت انتقامی بھی رکھتا ہے سورۂ عمران آیت ۴، مائدہ ۹۵، ابراہیم ۴۷ میں یہ ذکر محفوظ ہے۔ مثال کے طور پر:

﴿ واللہ عزیز ذوانتقام ﴾ ''اور خدا سخت انتقام لینے والا ہے'' (آلعمران/۴) ﴿ومن عادفینتقم اللہ منہ واللہ عزیز و انتقام﴾ ''اور اگر کسی نے غلطی کا اعادہ کیا تو اللہ اس سے انتقام لے گا اور اللہ بڑا غالب آنے والا انتقام لینے والا ہے'' (مائدہ/ ۹۵) ﴿ان اللہ عزیز ذو انتقام﴾ ''کیونکہ خدا توانا (بھی) ہے اور صاحب انتقام بھی'' (ابراہیم/ ۴۷)

خداوند عالم نے بعض دوسری آیات میں ''عزیز'' کو صفت بتایا ہے اور ''قوی'' کو موصوف قرار دیا ہے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿ان اللہ لقوی عزیز﴾ ''اللہ یقیناً بڑا طاقت ور اور بڑا غالب آنے والا ہے'' (حج/ ۴۰) ﴿ماقدرو اللہ حق قدرہٖ ان اللہ لقوی عزیز﴾ ''لوگوں نے اللہ کی ویسی قدر نہیں کی جیسی قدر کرنی چاہیے تھی اللہ یقیناً بڑا طاقت رکھنے والا غالب آنے والا ہے'' (حج/ ۷۴)

خداوند عالم نے ''عزیز'' کی صفت رحیم بیان کی ہے، قدرتِ خدا، قدرتِ استبدادی نہیں ہے بلکہ قدرتِ رحیمی ہے۔

﴿ذلک علم الغیب والشھادۃ العزیز الرحیم﴾ ''وہی ہے جو غیب وشہود کا جاننے والا بھی بڑا غالب آنے والا ہے'' (سجدہ/ ۶) ﴿ینصر من یشآء وھو العزیز الرحیم﴾ ''اللہ جسے چاہتا ہے نصرت عطا فرماتا ہے اور وہ

بڑا غالب آنے والا رحم کرنے والا ہے" (روم/۵)

خداوند عالم نے عزیز کو حمید سے متصف کیا ہے۔

﴿باذن ربھم الیٰ صراط العزیز الحمید﴾ "ان کے رب کے اذن سے اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لائیں، غالب آنے والے قابل ستائش اللہ کے راستے کی طرف" (ابراہیم/۱) ﴿ویھدی الیٰ صراط العزیز الحمید﴾ "اور وہ بڑے غالب آنے والے اور قابل ستائش (اللہ) کی راہ کی طرف ہدایت کرتا ہے" (سباء/۶)

خداوند عالم نے عزیز کی صفت "علیم" بیان کی ہے:

﴿وھو العزیز العلیم﴾ "اور وہی بڑا غالب آنے والا، بڑا علم والا ہے" (نمل/۷۸) ﴿ذلک تقدیر العزیز العلیم﴾ "یہ اس صاحب عزت وحکمت مقرر کردہ تقدیر ہے" (انعام/۹۶)

خلاصہ یہ ہے کہ یہ کتاب خداوند متعال نے اپنی قدرت، علم وحکمت اور رحمت کی بنیاد پر نازل فرمائی ہے۔

۱۰۔ یہ قرآن حکیم حمید کی طرف سے نازل ہوا ہے:

﴿تنزیل من حکیم حمید﴾ "یہ حکمت والے اور لائق ستائش کی نازل کردہ ہے" (فصلت/۴۲)

۱۱۔ یہ ہمارے پاس خزانے میں پوشیدہ تھے:

﴿وانہ فی ام الکتب لدینا لعلیّ حکیم﴾ "ہمارے ہاں بڑی بلند مرتبہ اور حکمت سے لبریز کتاب" (زخرف/۴)

یہ قرآن کا نسب اجمالی ہے اور وہ آیات جن میں لوگوں کو قرآن کا مقابلہ کرنے کیلئے چیلنج دیا گیا ہے یہ اس کا نسب تفصیلی ہے۔

اسمائے قرآن کریم

قرآن کریم خداوند متعال کی طرف سے آخری کتاب ہے جسے اس نے اپنے آخری نبی حضرت محمدؐ پر نازل فرمایا اس کتاب کو خود اس کتاب میں مختلف اور متعدد اسماء سے یاد کیا گیا ہے۔ لیکن سب سے زیادہ مشہور نام قرآن ہے۔

ا۔ کلمہ قرآن

سورہ مبارکہ بقرہ/۱۸۵: ''رمضان وہ مہینہ جس میں قرآن نازل کیا گیا''

سورہ نساء/۸۲: ''کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے؟''

سورہ مائدہ/۱۰۱: ''اگر ان کے بارے میں قرآن کے نزول کے وقت پوچھو گے''

سورہ انعام/۱۹: ''اور یہ قرآن میرے طرف بذریعہ وحی نازل کیا گیا ہے''

سورہ اعراف/۲۰۴: ''اور جب قرآن پڑھا جائے تو پوری توجہ کے ساتھ اسے سنا کرو''

سورہ توبہ/۱۱۱: ''یہ توراۃ وانجیل اور قرآن میں اللہ کے ذمہ پکا وعدہ ہے''

سورہ یونس/۱۵: ''اور جب انہیں ہماری آیات کھول کر سنائی جاتی ہیں''

سورہ یوسف/۳: ''ہم اس قرآن کو آپ کی طرف وحی کر کے آپ سے بہترین قصہ بیان کرنا چاہتے ہیں''

سورہ حجر/۱: ''یہ (آسمانی) کتاب اور قرآن مبین کی آیات ہیں''

سورہ حجر/۸۷: ''اور تحقیق ہم نے آپکو (بار بار) دہرائی جانے والی سات (آیات) اور عظیم قرآن عطا کیا ہے''

سورہ حجر/۹۱: ''جنہوں نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا''

سورہ نحل/۹۸: ''لہٰذا جب آپ قرآن پڑھیں تو شیطانِ رجیم کے مقابلہ کیلئے اللہ سے پناہ طلب کرو''

سورہ بنی اسرائیل/۹: ''یہ قرآن یقیناً اس راہ کی ہدایت کرتا ہے جو بالکل سیدھی ہے''۔

سورہ بنی اسرائیل/۴۱: ''اور ہم نے اس قرآن میں سب کچھ طرح طرح سے بیان کر دیا ہے''

سورہ بنی اسرائیل/۴۵: '' اور جب آپ قرآن پڑھتے ہیں تو ہم آپ کے اور آخرت پر ایمان نہ لانے والوں کے درمیان ایک نامرئی پردہ حائل کر دیتے ہیں''

سورہ بنی اسرائیل/۴۶: ''اور جب آپ قرآن میں اپنے یکتا رب کا ذکر کرتے ہیں''

سورہ بنی اسرائیل/۶۰: ''اور (اے محمد! وہ وقت یاد کریں) جب ہم نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کے رب نے لوگوں کو گھیر رکھا ہے اور جو خواب ہم نے آپ کو دکھلایا ہے اور وہ درخت جسے قرآن میں ملعون ٹھرایا ہے''

سورہ بنی اسرائیل/۸۸: ''کہہ دیجئے: اگر انسان اور جن سب مل کر اس قرآن کی مثل لانا چاہیں تو اس کی مثل نہیں لاسکیں گے''

سورہ بنی اسرائیل/۸۹: ''بتحقیق ہم نے اس قرآن میں ہر مضمون کو لوگوں کے لئے مختلف انداز میں بیان کیا ہے''

سورہ بنی اسرائیل/۱۰۶: ''اور قرآن کو ہم نے جدا جدا کر کے نازل کیا ہے''

سورہ بنی اسرائیل/۱۰۷: ''آپ کہہ دیجئے کہ تم ایمان لاؤ یا نہ لاؤ، جن کو اس کے پہلے علم دے دیا گیا ہے ان پر تلاوت ہوتی ہے تو منہ کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں''

سورۂ کہف/۵۴: ''اور بتحقیق ہم نے اس قرآن میں انسانوں کیلئے ہر مضمون کو مختلف انداز میں بیان کیا ہے''

سورہ طٰہٰ/۲: ''ہم نے یہ قرآن آپ پر اس لئے نازل نہیں کیا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں''

سورۂ طٰہٰ/۱۱۴: ''اور آپ پر ہونے والی اس وحی کی تکمیل سے پہلے قرآن پڑھنے میں عجلت نہ کریں اور کہہ دیا کریں: پروردگارا! میرے علم میں اضافہ فرما''

سورۂ فرقان/۳۲: ''اور کفار کہتے ہیں: اس (شخص) پر قرآن یکبارگی نازل کیوں نہ ہوا؟''

سورۂ نمل/۷۶: ''بے شک یہ قرآن بنی اسرائیل کو اکثر وہ باتیں بیان کر دیتا ہے''

سورۂ نمل/۹۲: ''اور یہ میں قرآن پڑھ کر سناؤں اس کے بعد جو ہدایت اختیار کرے گا وہ اپنے لئے ہدایت اختیار کرے گا''

سورۂ فصلت/۲۶: ''اور لوگ کافر ہو گئے ہیں وہ کہتے ہیں: اس قرآن کو نہ سنا کرو''

سورۂ روم/۵۸: ''اور بتحقیق ہم نے لوگوں کیلئے اس قرآن میں ہر طرح کی مثال بیان کی ہے''

سورۂ سبا/۳۱: ''اور کفار کہتے ہیں: ہم اس قرآن پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے''

سورۂ زمر/۲۷: ''اور بتحقیق ہم نے اس قرآن میں لوگوں کیلئے ہر قسم کو مثالیں دی ہیں''

سورۂ زمر/۲۸: ''یہ قرآن فصیح (عربی) اور ہر قسم کی کجی و نادرستی سے پاک ہے''

سورۂ فصلت/۳: ''ایسی کتاب جس کی آیات کھول کر بیان کی گئی ہیں عربی (زبان کا) قرآن علم رکھنے والوں کے لئے''

سورۂ فصلت/۴۴: ''اور اگر ہم اس قرآن کو عجمی زبان میں قرار دیتے''

سورۂ زخرف/۳: ''ہم نے اس (قرآن) عربی قرآن بنایا ہے تا کہ تم سمجھ لو''

سورۂ احقاف/ ۲۹: ''جب ہم نے جنات کے ایک گروہ کو آپ کی طرف متوجہ کیا تا کہ قرآن سنیں''

سورۂ محمد/ ۲۴: ''کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے''۔

سورۂ ق/ ۴۵: ''قرآن کے ذریعے اس شخص کو نصیحت کریں جو ہمارے عذاب سے ڈرتے ہیں نصیحت کرتے رہو''

سورۂ قمر/ ۱۷: ''ہم نے نصیحت کیلئے قرآن کو آسان قرار دیا''

سورۂ قمر/ ۲۲: ''ہم نے قرآن کو نصیحت کیلئے آسان بنایا''

سورۂ رحمٰن/ ۲: ''قرآن کی تعلیم دی''

سورۂ واقعہ/ ۷۷: ''کہ یہ قرآن کریم یقیناً بڑی تکریم والا ہے''

سورۂ حشر/ ۲۱: ''اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو آپ اسے اللہ کے خوف سے جھک کر پاش پاش ہوتا ضرور دیکھتے''

سورۂ مزمل/ ۴: ''اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کیجئے''

سورۂ مزمل/ ۲۰: ''جتنا قرآن پڑھ سکتے ہو پڑھ لیا کرو''

سورۂ دہر/ ۲۳: ''یقیناً ہم نے ہی آپ پر قرآن بتدریج نازل کیا ہے''

سورۂ انشقاق/ ۲۱: ''جب انہیں قرآن پڑھ کر سنایا جاتا ہے تو سجدہ نہیں کرتے''

سورۂ بروج/ ۲۱: ''بلکہ باعظمت قرآن ہے''

سورۂ یوسف/ ۲: ''ہم نے اسے عربی قرآن بنا کر نازل نازل کیا تا کہ تم سمجھ سکو''

سورۂ رعد/ ۳۱: ''اگر قرآن ایسا ہوتا جس سے پہاڑ چل پڑتے یا زمین پھٹ جاتی یا مردے کلام کرتے (تو بھی یہ لوگ ایمان نہ لاتے)''

سورہ طٰہٰ/۱۱۳: ''اور اسی طرح ہم نے یہ قرآن کو عربی میں نازل کیا''

سورہ شوریٰ/۷: ''ہم نے اسی طرح آپ کی طرف عربی زبان میں قرآن کی وحی بھیجی''

سورہ زخرف/۳: ''بیشک ہم نے اسے عربی قرآن قرار دیا ہے تاکہ تم سمجھ سکو''

سورہ قیامت/۱۷: ''یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اسے جمع کریں اور پڑھوائیں''

سورہ قیامت/۱۸: ''پھر جب ہم پڑھوادیں تو آپ اس کی تلاوت کو دہرائیں''

اس کلمہ قرآن کے انتخاب کے بارے میں علماء و مفسرین مختلف و متعدد نظریات رکھتے ہیں

۱۔ شافعی کہتے ہیں کہ قرآن ایک غیر مشتق ہے، جامد ہے یہ مستقل طور پر براہ راست اس کتاب کیلئے وضع ہوا ہے۔ یعنی یہ اس کتاب کا علم ہے خداوند عالم نے اپنی اس کتاب کا نام اس کلمہ سے رکھا ہے۔

۲۔ بعض نے قرآن کو مادہ ''قرین'' سے مشتق گردانا ہے جو کلمہ قرن سے ماخوذ ہے، قرآن اقتران سے ہے۔ جس کے معنی علامت یا قرینہ ہے۔

اگر کسی کلمہ کے ایک سے زیادہ معنی ہوں یا متعدد معنی اس سے مراد لئے جاسکتے ہوں تو متکلم اپنا اصل مقصد واضح کرنے کے لئے ایک اور جملہ اس سے ملا کر کہتا ہے یہ جملہ پہلے کلمہ کا ''قرینہ'' کہلاتا ہے۔ گویا جو ہمیشہ کسی کے ساتھ رہتا ہوا سے ''قرین'' کہتے ہیں۔ جیسا کہ سورہ ق کی آیت نمبر ۲۳ اور ۲۷، زخرف آیت ۳۶ اور سورہ فصلت آیت ۲۵ میں آیا ہے:

﴿وقال قرینه﴾ ''اور اس کا ہم نشین کہے گا'' (ق/۲۳ اور ۲۷) ﴿فهو له قرین﴾ ''تو وہی اس کا ساتھی ہوجاتا ہے'' (زخرف/۳۶) ﴿وقیضنا لهم قرناء﴾ ''اور ہم نے ان کے ساتھ ایسے ہم نشین لگادیے'' (فصلت/۲۵)

قرآن ایک زمانے میں جمع شدہ قوم کو بھی کہتے تھے جسکی جمع ''قرون'' ہوتی ہے جیسے سورہ

یونس آیت ۱۳، سورۂ اسراء آیت ۱۷، سورۂ مؤمنون آیت ۴۲ میں آیا ہے:

﴿ولقد اهلكنا القرون﴾ ''اور بتحقیق تم سے پہلی قوموں کو بھی ہم نے ہلاک کیا'' ﴿وکم اهلكنا من القرون﴾ ''اور نوح کے بعد کتنی نسلوں کو ہم نے ہلاکت میں ڈال دیا'' ﴿ثم انشانا من بعدهم قرونا اخرین﴾ ''پھر ان کے بعد ہم نے اور قومیں پیدا کیں''

بعض آیات قرآنی دوسری آیات کی وضاحت کرتی ہیں ایک آیت دوسری آیت کی علامت بن جاتی ہے جس سے ایک دوسرے کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مولا امیر المومنین نے فرمایا ہے: قرآن کی ایک آیت دوسری آیت کی تفسیر کرتی ہے''

۳۔ قرآن مادہ ''قرء'' سے ہے ''قیران'' بروزن ''فعلان''۔ ''قرء'' کے معنی جمع کرنے کے ہیں۔ عرب کہتے ہیں ''قرء الماء جی الحوض'' ۔حوض میں پانی جمع ہوا۔ اسی لئے قوم یا کسی اجتماع کو ''قرون'' کہتے ہیں۔ جیسا کہ سورۂ یونس آیت ۱۳، سورۂ اسراء آیت ۱۷ اور سورۂ مومنون آیت ۴۲ میں ذکر ہوا ہے۔

اگر بہت سے انسان ایک جگہ جمع ہو جائیں تو اس کو قرون کہتے ہیں۔ اسی مناسبت سے عورت کی ماہواری اور طہارت (پاکیزگی) کے درمیانی عرصہ کو قروء کہتے ہیں۔ جیسا کہ سورۂ بقرہ آیت ۲۲۸ میں ہے: ﴿والمطلقت یتربصن بانفسهن ثلثة قروء﴾ ''اور طلاق یافتہ عورتیں تین مرتبہ (ماہواری سے) پاک ہونے تک انتظار کریں''۔ ثلثه قروء قرآن کو بمعنی ''قروء'' یعنی جمع قرار دینے والے دو توجیہات پیش کرتے ہیں۔

۳۔۱ قرآن ایک کتاب ہے۔ آیات سے آیات مرکب ہیں۔ آیات مجموعہ کلام سے مرکب ہیں۔ کلام کلمہ سے مرکب ہے، کلمہ حروف سے مرکب ہے لہٰذا قرآن حروف کلمات کلام اور آیات کا مجموعہ ہے۔

۳۔۲ قرآن مجموعہ کتب آسمانی ہے یعنی جتنی کتب، جتنے صحیفے خداند عالم کی طرف سے نازل ہوئے اس کتاب میں سب جمع ہیں۔ چنانچہ قرآن کی بعض آیات میں اہل کتاب سے کہا ہے ﴿ مصدقا لما بین ایدیکم ﴾ جو کچھ تمہارے پاس ہے اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ قرآن جامع کتب آسمانی ہے۔ اور دوسرے لحاظ سے جو کچھ انسان کے دین و دنیا، دنیا و آخرت، روح و جسم سے مربوط ہے یا ضرورت والی چیزیں ہیں سب اس میں جمع ہیں۔ چنانچہ اس کی تائید میں ان آیات کو پیش کرتے ہیں:

﴿ لقد کان فی قصصهم عبرة لاولی الالباب ﴾ ''تحقیق ان (رسولوں) کے قصوں میں عقل رکھنے والوں کیلئے عبرت ہے'' (یوسف/۱۱۱)

﴿ ونزلنا علیک الکتٰب تبیاناً لکل شیءٍ وهدًی ورحمةً وبشرٰی للمسلمین ﴾ ''اور ہم نے آپ پر یہ کتاب ہر چیز کو بڑی وضاحت سے بیان کرنے والی اور مسلمانوں کیلئے ہدایت ورحمت اور بشارت بنا کر نازل کی ہے'' (نحل/۸۹) ﴿ قرانا عربیا غیر ذی عوجٍ لعلهم یتقون ﴾ ''ایسا قرآن جو عربی ہے جس کوئی عیب نہیں ہے تا کہ یہ تقویٰ اختیار کریں'' (زمر/ ۲۸)

﴿ الذین ضل سعیهم فی الحیوٰة الدنیا وهم انهم یحسبون انهم یحسنون صنعا ﴾ ''جن کی سعی دنیاوی زندگی میں لاحاصل رہی جب کہ وہ یہ

سمجھے بیٹھے ہیں کہ وہ درست کام کر رہے ہیں'' (اسراء/۱۰۴) ﴿ولقد ضربنا للناس فی ھذاالقران من کل مثلٍ﴾ ''اور بتحقیق ہم نے لوگوں کے لئے اس قرآن میں ہر طرح کی مثال بیان کی ہے'' (روم/۵۸) ﴿انہ لقران کریم﴾ ''کہ یہ قرآن یقیناً بڑی تکریم والا ہے'' (واقعہ/۷۷)

ان آیات میں اللہ تبارک تعالیٰ فرماتا ہے ''اسمیں ہر چیز کی تفسیر موجود ہے'' ان معنی میں قرآن بمعنیٰ جمع ہے۔ اس کے علاوہ سورۂ مبارکہ قیامت کی آیت نمبر ۱۷ سے بھی استدلال کرتے ہیں ﴿ان علینا جمعہ وقرانہ﴾

۴۔ بعض علماء نے قرآن مادہ ''قراء'' سے لیا ہے۔ قراء کے معنی پڑھنے کے ہوتے ہیں چنانچہ اس معنی کی تائید میں مندرجہ ذیل آیات قرآنی پیش کرتے ہیں:

﴿اولم یکفھم انا انزلنا علیک الکتٰب یتلیٰ علیھم﴾ ''کیا ان کے لئے یہ کافی نہیں کہ ہم نے آپ پر یہ کتاب نازل کی ہے جو انہیں پڑھ کر سنائی جاتی ہے؟'' (عنکبوت/۵۱) ﴿وان اتلوا القران﴾ ''اور یہ کہ میں قرآن پڑھ کر سناؤں'' (نمل/۹۲) ﴿فاقرء واما تیسر من القران﴾ ''جتنا قرآن پڑھ سکتے ہو پڑھا لیا کرو'' (مزمل/۲۰)

درج بالا آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن بمعنیٰ پڑھنے کے ہے۔

استاد عبدالرزاق نوفل کہتا ہے کہ یہ قرآن کے اعجاز میں سے ہے کہ قرآن میں یہ کلمہ سات بار تکرار ہوا ہے اور سات بار خدا نے قرآن میں بنی آدم کی بھی تکرار کی ہے۔ یعنی قرآن کا خطاب بنی آدم سے ہے۔

۲۔ دوسرا نام الکتاب ہے

کتاب مادہ کتبہ سے لیا ہے، کتبہ دو یا دو سے زیادہ چیزوں کے جوڑنے یا ان کو سنے کو کہتے ہیں۔ جیسا کہ عربی محاورہ میں مشکیزہ بنانے کو کہتے ہیں کیونکہ دو چمڑے کے ٹکڑوں کو جوڑ کر سلائی کر کے مشکیزہ بناتے ہیں ''کتبتُ القرب ا''۔ راغب اصفہانی نے بھی کتاب کے یہی معنی لئے ہیں۔ ''ضم ادیم الی ادیم'' یعنی ایک چمڑے کو دوسرے چمڑے سے جوڑنا۔ یہیں سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ ہر وہ چیز جسمیں جوڑ ہے یا جو جوڑی جاتی ہیں۔ جہاں جوڑ ہو وہاں یہ مادہ استعمال ہوتا ہے۔ جس طرح حروف تہجی کی تدوین سے یعنی حروف کو جوڑنے سے کتاب وجود میں آتی ہے اسی طرح عالم تکوین میں حروف وجودی کو جوڑنے سے کتاب وجودی وجود میں آتی ہے اسکو تکوینیات کہتے ہیں۔ حروف تکوین کو قرآنی اصطلاح میں کلمات کہا جاتا ہے۔ جس طرح تدوین لفظی ہوتی ہے اسی طرح کلمات وجود میں آتے ہیں۔ مثلاً حضرت یحییٰ کو سورۂ العمران آیت ۳۹ میں اور حضرت عیسیٰ کو سورۂ نساء آیت ۱۷۱ میں کلمہ کہا ہے:

> ﴿ ان اللہ یبشرک بیحییٰ مصدقاً بکلمۃ ﴾ ''اللہ تجھے یحییٰ کی بشارت دیتا ہے جو کلمہ اللہ کیطرف سے ہے وہ اسکی تصدیق کرنے والا'' (آلعمران/ ۳۹) ﴿ انما المسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ وکلمتہ ﴾ ''بے شک مسیح عیسیٰ بن مریم تو اللہ کے رسول اور اس کا کلمہ ہے'' (نساء/ ۱۷۱)

کلمہ ہر وہ چیز ہے جو کسی چیز پر اثر رکھتی ہو خواہ قول ہو یا فعل ہو یا وجود ہو۔

تکوینیات ایک دوسرے سے جوڑ کر بنتے ہیں لہذا اسے کتاب تکوین کہتے ہیں۔ اس کے بھی

حروف ہوتے ہیں۔ انکو عنصر کہتے ہیں۔ جس طرح دنیا کی رائج لغت میں حروف تدوین میں اختلاف ہے اسی طرح فلاسفہ اور طبیعت دان، سائنسدان ہر دور میں حروف تکوینیات یعنی عناصر کے بارے میں اختلاف نظر رکھتے ہیں۔ ایک، چار، سات سے لیکر ان کی تعداد اب ایک سو آٹھ تک پہنچ گئی ہے۔ تکوینیا میں سب سے کم کلمہ تین حروف سے مرکب ہوتا ہے: مثبت اور نیوٹرل چنانچہ سورۂ الذاریات کی آیت ۴۹ میں آیا ہے۔

﴿ ومن کل شیءٍ خلقنازوجین ﴾ ”ہم نے ہر چیز کے جوڑے پیدا کیے ہیں“

چند دیگر آیات میں بھی کائنات میں جوڑوں کا ذکر ہے۔ کائنات کی ہر چیز جڑواں ہے۔ یعنی اپنے ابتدائے وجود سے لیکر آخر تک ایک دوسرے سے جڑی ہوئی ہے۔

حروف وجودی کو آپس میں جوڑنے سے جو چیز بنتی ہے اسے کتاب خلقت یا کتاب تکوینی کہتے ہیں۔ چنانچہ سورۂ انعام آیت ۳۸ میں اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ومامن دآبةٍ فی الارض ولاطٰٓئرٍیطیر بجناحیه الآامم امثالکم مافرطنافی الکتٰب من شیءٍ ثم الیٰ ربهم یحشرون﴾ ”اور زمین میں چلنے والے تمام جانور اور ہوا میں اپنے دو پروں سے اڑنے والے سارے پرندے بس تمہاری طرح کی امتیں ہیں ہم نے اس کتاب میں کسی چیز کی کمی نہیں چھوڑی پھر سب اپنے رب کی طرف جمع کیے جائیں گے“ (انعام/ ۳۸)

کتاب مطلق ثبت کرنے کو کہتے ہیں۔ یعنی فرض کرنے، ثبت کرنے، لازم کرنے کو کتاب کہتے ہیں:

﴿کتب ربکم علی نفسه الرحمته﴾ ”تمھارے پروردگار نے اپنے

اوپر رحمت فرض کرلی ہے" (انعام/۵۴) ﴿قل لن یصیبنآ الا ما کتب اللـه لنا﴾ کوئی حادثہ ہمارا رخ نہیں کرتا مگر جو اللہ نے ہمارے لئے لکھ دیا ہے" (توبہ/۵۱) ﴿ادخلو الارض المقدسة التی کتب الله لکم﴾ "سرزمین مقدس میں داخل ہوجاؤ، جسے اللہ نے تمھارے لئے مقرر فرمائی ہے" (مائدہ/۲۱) ﴿فلما کتبت علیهم القتال﴾ "تو نے ہم پر جہاد کیوں فرض کیا ہے۔" (نساء/۷۷) ﴿کتب علیکم الصیام﴾ "روزہ تمھارے لئے لکھ دیا گیا ہے۔" (بقرہ/۱۸۳) ﴿کتب علی نفسه الرحمة﴾ "(سب کچھ) اللہ ہی کا ہے۔اس نے رحمت کو اپنے ذمے لیا ہے۔" (انعام/۱۲) ﴿من اجل ذلک کتبنا علی بنی اسرائیل﴾ "اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر یہ حکم مقرر کردیا" (مائدہ/۳۲)

متذکرہ بالا آیات میں ثبت کرنے کو کتاب کہا ہے۔

عرف عام میں لکھے ہوئے مجموعہ کو یا لکھنے کو کتاب کہتے ہیں۔ حروف کو ایک دوسرے سے جوڑنے سے کلمہ بنتا ہے، کلمات کو جوڑنے سے کلام بنتا ہے۔ کلام کو جوڑنے سے کتاب بنتی ہے۔ ہر لغت میں حروف کی تعداد دوسری لغت سے مختلف ہے۔ (سب سے زیادہ حروف لغت حبش میں ہیں) ان حروف وکلمات سے بننے والے مجموعہ کو کتاب کہتے ہیں۔ چاہے وہ کتاب کاغذ وسیاہی کی شکل میں آئی ہو یا نہ آئی ہو بہر حال اسے کتاب کہتے ہیں۔ جیسا کہ سورہ بقرہ آیت نمبر ۷۹ میں ارشاد ہوا:

﴿فویل للذین یکتبون الکتب بایدهم﴾ "پس ہلاکت ہے ان لوگوں کے لئے جو (توریت کے نام سے) ایک کتاب اپنے ہاتھوں سے لکھتے ہیں"

﴿وقالوا اساطیر الاولین اکتتبھا فھی تملیٰ علیہ بکرۃً واصیلا﴾ ''اور کہتے ہیں: (یہ قرآن) پرانے لوگوں کی داستانیں ہیں جو اس شخص نے لکھ رکھی ہیں اور صبح شام اسے پڑھ کر سنائی جاتی ہیں''۔ (فرقان/۵)

توریت وانجیل کو بھی کتاب کہتے ہیں چونکہ اسمیں احکام خدا ثابت ہیں۔

خداوند عالم نے قرآن کریم کو الکتاب کہا ہے:

﴿ذلک الکتب لاریب فیہ﴾ ''یہ کتاب' جس میں شبہہ کی کوئی گنجائش نہیں'' (بقرہ/۲) ﴿تلک ایت الکتب﴾ ''یہ کتاب کی آیات ہیں'' (رعد/۱) ﴿تلک ایت القران وکتب مبین﴾ ''یہ قرآن اور کتاب مبین کی آیات ہیں'' (نمل/۲) ﴿تلک ایت الکتب المبین﴾ ''یہ کتاب مبین کی آیات ہیں'' (شعراء/۲) ﴿وتفصیل الکتب لاریب فیہ﴾ ''اور تمام (آسمانی) کتابوں کی تفصیل ہے، اس میں کوئی شبہ نہیں'' (یونس/۳۷) ﴿وھو الذیٓ انزل الیکم الکتب مفصلًا﴾ حالانکہ اس نے آپ کی طرف مفصل کتاب نازل کی ہے'' (انعام/۱۱۵)

کتاب بہ معنی اعمال یا نامہ اعمال انسانوں کے اعمال اور انکے نامہ اعمال کو بھی قرآن کریم نے کتاب کہا ہے:

﴿فمن یعمل من الصلحت وھو مومن﴾ ''پس جو نیک اعمال بجالائے اور وہ مومن بھی ہو'' (انبیاء/۹۴) ﴿کلآان کتب الفجار لفی سجین وما ادرک ماسجین کتب مرقوم﴾ ''ہرگز نہیں! یقیناً بدکاروں کا نامہ اعمال سجین میں ہے۔ آپ کو کیا خبر سجین کیا ہے۔ یہ ایک لکھی ہوئی کتاب ہے''

(مطففین/۷/۸/۹) ﴿کلآان کتب الابرارلفی علیین وماادرک ماعلیون کتب مرقوم﴾ ''(یہ جھوٹ) ہرگزنہیں! نیک لوگوں کا نامہ عمل یقیناً علیین میں ہے۔اورآپ کو کیا خبر علیین کیا ہے؟۔یہ ایک لکھی ہوئی کتاب ہے'' (مطففین/۱۸تا۲۰) ﴿ووضع الکتب﴾ ''اور جب نامہ اعمال سامنے رکھا جائے گا'' (کہف/۴۹) ﴿ووضع الکتب وجآیء بالنبین والشھدآء وقضی بینھم بالحق﴾ ''اعمال نامہ سامنے رکھ دیے جائیں گے پیغمبروں اور گواہوں کو حاضر کیا جائےگا'' (زمر/۶۹) ﴿وکل انسان الزمنہ طئرہ فی عنقہ وتخرج لہ یوم القیمۃ کتبا تلقٰہ منشورًا﴾ اور ہم نے ہر انسان کا نامہ اعمال اس کے گلے میں لٹکا رکھا ہے اور قیامت کے دن ہم اس کے لئے ایک کتاب پیش کریں گے جسے وہ کھلا ہوا پائے گا'' (اسراء/۱۳) ﴿اقرأ کتبک﴾ ''پڑھ اپنا نامۂ اعمال!'' (اسراء/۱۴)

علم خدا کو کتاب کہا ہے:

﴿الم تعلم ان اللہ یعلم مافی لاسمآء والارض﴾ ''کیا آپ کو علم نہیں کہ جو کچھ آسمان وزمین میں ہے اللہ ان سب کو جانتا ہے'' (حج/۷۰)

﴿وعندہ مفاتح الغیب لایعلمھآ الاھو ویعلم مافی البرو البحر وماتسقط من ورقۃ الایعلمھا﴾ ''اور اسی کے پاس غیب کنجیاں ہیں جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ خشکی اور سمندر کی ہر چیز سے واقف ہے اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اس سے آگاہ ہوتا ہے'' (انعام/۵۹)

۳۔ تیسرا نام ذکر:

قرآن کریم کے اسماء مبارک میں ایک اسم "ذکر" ہے۔ لغت میں ذکر اس کیفیتِ نفسانی کو کہتے ہیں جس کے توسط سے ایک شخص اپنے حاصل کردہ معارف کو یا ذخیرہ شدہ معلومات کو جب بھی چاہے حاضر کر سکتا ہے ذکر کی چند قسمیں ہیں:

☆ ذکر قلب

☆ ذکر لسانی

☆ ذکر خارجی

۱۔ انسان کے پاس بہت سی ذخیرہ شدہ معلومات اور تصورات ہوتے ہیں کبھی کبھی انسان اپنے ارادے اور سوچ کے ذریعہ اس میں سے جس چیز کو چاہتا ہے دوبارہ یاد کرتا ہے۔

۲۔ اس ڈر سے کہ کہیں بھول نہ جائیں انسان کسی خاص بات کی بار بار تکرار کرتا ہے اس تکرار کرنے کو بھی ذکر کہتے ہیں۔

۳۔ کبھی کبھی وہ ان معلومات و ذخائر سے غافل ہو جاتا ہے لیکن اگر بیرونی ذرائع یعنی اس کی ذات کے باہر سے کوئی اسے یاد دلائے تو اسے یاد آ جاتا ہے۔ اس کو بھی ذکر کہتے ہیں۔

۴۔ انسان کی خلقت اور فطرت خداوند عالم نے اس طرح فرمائی ہے کہ وہ اپنی خلقت اور تخلیق کے اسرار و رموز، ترکیب و کیفیات سے غافل ہے۔ اگر کوئی باہر سے اس کی خلقت کی ترکیب، کیفیات اور اسرار و رموز کے مطابق اس سے گفتگو کرے تو وہ اسے تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ یعنی یہ تسلیم کرنا حتمی اور ناگزیر ہے۔ قرآن کریم پہلے

مرحلے میں انسان کی خلقت کو فطرت کے مطابق بننے کا اعلان کرتا ہے۔ یعنی انسان کی خلقت ایمان بہ خدا پر مبنی ہے اسکی فطرت توحید پر مبنی ہے۔ بلکہ اس سے بھی آگے قرآن انسان کے اعضاء ترکیبی، تاریخ کے اسرار و رموز و دقائق کو بھی بیان فرماتا ہے اس لحاظ سے قرآن نے اپنے آپ کو ذکر کہا ہے یعنی یاد دلانے والا قرآن کریم خود کو ذکر اور اپنے حامل یعنی پیغمبر کو بھی مذکر یعنی یاد دلانے والا کہتا ہے یعنی جس چیز کو انسان غفلت کی وجہ سے بھول چکا ہے قرآن اس کو اس چیز کی یاد دہانی کراتا ہے۔ اس یاد ہانی کے چند مصداق ہیں۔

ا۔۳ اہل کتاب کو ذکر کہا ہے:

اہل کتاب وہ ہیں جنہوں نے ندائے آسمانی کو پیغمبر آخر الزمانؐ سے پہلے آنے والے انبیاء ان کے اوصیاء یا ان پر نازل ہونے والی کتابوں کے ذریعہ سن چکے ہیں۔ اہل کتاب یا ان سے غافل ہیں، بھول چکے ہیں یا اس طرف انکی ذرا سی بھی توجہ نہیں ہے۔ یا پھر اسکو چھپا کر رکھتے ہیں۔ ان تمام حالات میں ان کو اسلام قبول کرنے کیلئے اور نبی اسلام کی نبوت کو تسلیم کرنے کیلئے قرآن انکو یہ بات یاد دلاتا ہے۔ لہٰذا اس حوالے سے قرآن ان کیلئے مذکر ہے، ذکر ہے۔ یعنی ایک معاہدہ خارجی پہلے سے ہو چکا ہے قرآن اسکو یاد دلاتا ہے سورہ نحل آیت ۴۳ میں اہل کتاب کو ذکر کہا ہے:

﴿فسئلو آاھل ذکران کنتم لاتعلمون﴾ ''اگر تم لوگ نہیں جانتے ہو تو اہل ذکر سے پوچھ لو'' (نحل/۴۳)

سورۂ انبیاء آیت ۷ میں اہل کتاب کو ذکر کہا ہے:

﴿فسئلو آاھل ذکران کنتم لاتعلمون﴾ ''اگر تم لوگ نہیں جانتے ہو تو

اہل ذکر سے پوچھ لو" (انبیاء/ ۷)

کتب آسمانی خاص کر تورات کو ذکر کہا ہے۔

﴿ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثھا عبادی الصلحون﴾ اور ہم نے زبور میں ذکر کے بعد لکھ دیا ہے کہ زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہوں گے" (انبیاء/ ۱۰۵)

۲۔۳ پیغمبر کو ذکر کہا ہے:

سورۂ طلاق آیت ۱۰ میں پیغمبر کو ذکر کہا ہے

﴿فاتقوا اللہ یاولی لالباب الذین اٰمنوا قد انزل اللہ الیکم ذکرًا﴾

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو کہ اس نے تمہاری طرف اپنے ذکر کو نازل کیا ہے"

۳۔۳ قرآن کو ذکر کہا ہے:

﴿وانزلنآ الیک الذکر لتبین للناس مانزل الیھم ولعلھم یتفکرون﴾ "(اے رسول) آپ پر بھی ہم نے ذکر اس لئے نازل کیا ہے تا کہ آپ لوگوں کو وہ باتیں کھول کر بتادیں" (نحل/ ۴۴) ﴿ھذا ذکر من معی و ذکر من قبلی﴾ "یہ میرے ساتھ والوں کا ذکر اور مجھ سے پہلے والوں کا ذکر سب موجود ہے" (انبیاء/ ۲۴) ﴿وھذا ذکر مبرک انزلنٰہ﴾ "اور یہ قرآن بھی ایک مبارک ذکر ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے" (انبیار/ ۵۰) ﴿ص والقراٰن ذی الذکر﴾ "صاد قسم ہے اس قرآن کی" (ص/ ۱) ﴿کلاّ انھا تذکرۃ﴾ "(ایسا درست) ہرگز نہیں! یہ (آیات) یقیناً نصیحت ہیں" (عبس/ ۱۱) ﴿وانہ

لذکرلک ولقومک ﴾ ''اور یہ (قرآن) آپ کے اور آپ کے قوم کیلئے ایک نصیحت ہے'' (زخرف/۴۴) ﴿ اانزل علیہ الذکر من بیننا بل ھم فی شکٍ من ذکری ﴾ ''کیا ہمارے درمیان اسی پر یہ ذکر نازل کیا گیا؟ در حقیقت یہ لوگ میرے ذکر پر شک کر رہے ہیں'' (ص/۸)

۴۔ الفرقان:

یہ قرآن کا چوتھا نام ہے۔ فرقان مادہ فرق سے لیا گیا ہے۔ فرق لغت میں جدا کرنے، جزء، جزء کرنے، جوڑ سے الگ کرنے، کسی چیز کو آشکار کرنے، شگاف کرنے کو کہتے ہیں۔ یہیں سے دو چیزوں کے درمیان تمیز کرنے کو بھی فرق کہتے ہیں۔ مفردات راغب میں فرق قریب بہ معنی فلق ہے۔ فلق متصل چیز میں شگاف ہونے کو کہتے ہیں لہٰذا دانے میں شگاف ہونے کو فلق کہتے ہیں۔ جبکہ جوڑ سے جدا ہونے کو فرق کہتے ہیں۔ لہٰذا مذاہب میں جدا ہونے کو فرقہ کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ ایک دوسرے سے جڑے ہوتے ہیں متصل نہیں ہوتے۔ یعنی مختلف افراد دین کی وجہ سے جڑے ہوئے تھے اب جدا ہو گئے۔ فرقان فرق کا صیغہ مبالغہ ہے یعنی زیادہ فرق کرنے والا، واضح کرنے والا۔ یہ قرآن میں بھی اسی مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔

۴-ا دریا میں شگاف کو فرق کہتے ہیں:

﴿ واذفرقنا بکم والبحر فانجینکم ﴾ ''اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب ہم نے تمھارے لئے دریا کو شق کیا'' (بقرہ/۵۰) ﴿ فانفلق فکان کل فرقٍ کالطود العظیم ﴾ ''دریا پھٹ گیا اور اس کا ہر حصہ عظیم پہاڑ کی طرح ہو گیا'' (شعراء/۶۳)

قوموں کے درمیان جدائی ڈالنے کو فرق کہتے ہیں:

﴿فا فرق بیننا وبین القوم الفسقین﴾ ''میرے اور اس گنہگار جماعت کے درمیان جدائی ڈال دے'' (مائدہ/۲۵) ﴿ففریقا کذبتم و فریقا تقتلون﴾ ''ایک جماعت کو جھٹلا دیتے ہو اور ایک کو قتل کر دیتے ہو'' (بقرہ/۸۷) ﴿الذین اتینھم الکتاب یعرفون ابنائھم وان فریقا منھم لیکتمون الحق وھم یعلمون﴾ ''جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ رسول کو بھی اپنی اولاد ہی کی طرح پہچانتے ہیں۔ بس ان کا ایک گروہ ہے جو حق کو دیدہ ودانستہ چھپا رہا ہے'' (بقرہ/۱۴۶)

۲۔ ﴿ولقد اتینا موسی و ھارون الفرقان﴾ ''ہم نے موسیٰ اور ہارون کو فرقان عطا کیا'' (انبیاء/۴۸)

۳۔ سورۂ فرقان آیت اور سورۂ بقرہ آیت ۱۸۵ میں قرآن کو فرقان کہا ہے:

﴿تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ﴾ ''بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے بندہ پر فرقان نازل فرمایا'' (فرقان/۱) ﴿شھر رمضان الذی اُنزل فیہ القران ھدًی للناس و بینٰتٍ من الھدیٰ و الفرقان﴾ ''ماہ رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا جس میں لوگوں کیلئے راہنمائی اور ہدایت کی نشانیاں ہیں اور جو حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والا ہے'' (بقرہ/۱۸۵)

۴۔ یہ قرآن فرقان ہے یعنی حق و باطل، صحیح غلط کو جدا جدا بیان کرتا ہے:

﴿تَبٰرَکَ الذی نَزّلَ الفُرقَانَ عَلٰی عَبدِہٖ لِیَکُونَ لِلعٰلَمِینَ نَزِیرًا﴾

''بابرکت ہے وہ خدا جس نے اپنے بندے پرفرقان نازل کیا ہے تاکہ وہ سارے عالمین کیلئے عذاب الٰہی سے ڈرانے والا بن جائے''۔ (فرقان/۱)

﴿وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوسیٰ وَھٰرُونَ الْفُرْقَانَ وَضِیَآءً وَّذِکْرًا لِّلْمُتَّقِیْنَ﴾ ''اور ہم نے موسیٰ وہارون کوحق وباطل فرق کرنے وہ کتاب عطا کی ہے جو ہدایت کی روشنی اور صاحبان تقویٰ کیلئے یادالٰہی کا ذریعہ ہے''۔ (الانبیاء/ ۴۸)

قرآن فرقان ہے

۱۔ حق وباطل کے درمیان فرق کرتا ہے۔

۲۔ ہدایت وضلالت میں فرق کرتا ہے۔

۳۔ حلال وحرام میں فرق کرتا ہے۔

۴۔ قرآنی آیات جدا جدا نازل ہوئی ہیں۔اس لحاظ سے اسے فرقان کہا جاتا ہے:

﴿وقراناً فرقنٰہ﴾ ''قرآن کو ہم نے جدا جدا کرکے نازل کیا'' (اسراء۱۰۶)

۵۔ قرآن کے کلمات مبہم نہیں۔واضح وروشن ہیں اس وجہ سے اسے فرقان کہا ہے۔

۶۔ حاکم عادل اور حاکم ظالم، دعویٰ باطل اور دعویٰ حق میں فرق کرنے والا قرآن ہے جیسا کہ آیہ اولی الامر میں ہے۔

۵۔ نور:

قرآن کا پانچواں نام نور ہے۔نور اس روشنی کو کہا جاتا ہے جو انسان کو کسی چیز کو دیکھنے میں مدد دیتی ہے کہ جس کے ذریعے دوسری چیزوں کو دیکھا جائے۔فلاسفہ وعلماء نے نور کے معنی بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ ''نور وہ ہے جو بذات خود روشن ہو اور دوسروں کو روشنی دے''

• اس حوالے سے نور کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ ایک نور وہ ہے جو نور محسوس ہے۔ یعنی حس میں آتا ہے مثلاً سورج، چاند، ستارے کو نور کہا ہے۔ جیسا کہ سورۂ یونس آیت ۵:

﴿هو الذی جعل الشمس ضیاء والقمر نورًا﴾ ''وہ وہی ہے جس نے سورج کو روشن کیا اور چاند کو چمک دی''

۲۔ دوسرا نور عقلی ہے، نور مجرد ہے۔ عبدالرزاق نوفل اعجاز قرآن میں لکھتا ہے۔ نور کا مادہ قرآن میں اُنچاس (۴۹) مرتبہ مختلف صیغوں کی صورت میں استعمال ہوا ہے جس میں سے چوبیس (۲۴) مرتبہ صیغہ لفظ نور استعمال ہوا ہے۔ اسی طرح مادۂ عقل انچاس (۴۹) دفعہ استعمال ہوا ہے اور تعقلون کا صیغہ چوبیس (۲۴) دفعہ استعمال ہوا ہے۔ تو لہذا عقل بھی نور ہے روایات میں ہے ''العلم نور'' ایک اور لحاظ سے بھی نور کی دو قسمیں ہیں نور ذاتی یا نور حسی اور دوسرا وہ نور جو ذاتی نہ ہو بلکہ دوسروں سے لیا ہو۔ مثلاً سورج کا نور ذاتی یا حسّی ہے کیونکہ کسی سے نور نہیں لیتا لیکن چاند کا نور نورِ ذاتی نہیں کیونکہ چاند سورج سے نور لیتا ہے اسی طرح انسانوں کا نور ان کا اپنا ذاتی نہیں ہے بلکہ ایمان کا نور ہے۔ دین اسلام کا نور ہے جیسا کہ سورہ حدید آیات نمبر ۱۲، ۱۳ میں ہے:

﴿یوم تری المؤمنین والمؤمنٰت یسعیٰ نورهم﴾ ''قیامت کے دن آپ مومنین اور مومنات کو دیکھیں گے کہ ان کا نور ان کے آگے آگے اور ان کے دائیں جانب دوڑ رہا ہوگا'' (حدید/۱۲) ﴿یوم یقول المنٰفقون والمنٰفقٰت للذین امنوا انظرونا نقتبس من نورکم﴾ ''اس دن منافق

مرد اور عورتیں مومنین سے کہیں گی: ہماری طرف نظر ڈالیں تا کہ ہم تمہارے نور سے روشنی حاصل کریں" (حدید/۱۳)

جہاں نور اس کا ذاتی ہو جیسے خداوند عالم کا نور اس کا ذاتی ہے:

﴿اللہ نور السمٰوٰت والارض مثل نورہٖ کمشکوٰۃٍ فیھا مصباح المصباح فی زجاجۃٍ الزجاجۃ کانھا کوکب دریّ یوقد من شجرۃٍ مبٰرکۃٍ زیتونۃٍ لاشرقیۃٍ ولا غربیۃٍ یکاد زیتھا یضیٓءُ ولو لم تمسسہ نار نور علیٰ نور یھدی اللہ لنورہٖ من یشآء﴾ "اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ نور خدا کی مثال ایسی ہے گویا ایک طاق ہے اس میں ایک چراغ رکھا ہوا ہے چراغ شیشے کے فانوس میں ہے فانوس گویا موتی کا چمکتا ہوا تارا ہے جو زیتون کے مبارک درخت سے روشن کیا جاتا ہے جو نہ شرقی ہے اور نہ غربی اس کا تیل روشنی دیتا ہے خواہ آگ اسے نہ چھوئے۔ یہ نور بالائے نور ہے اللہ جسے چاہے اپنے نور کی راہ دکھاتا ہے" (نور/۳۵)

جو نور اس کائنات میں خداوند عالم نے انسانوں کی سعادت اور نجات کیلئے معین کیا ہے۔ وہ دین شریعت اور کتب آسمانی ہیں۔ جیسے قرآن میں ذکر ہے کہ تورات اور انجیل نور ہیں:

﴿انآ انزلنا التورٰۃ فیھا ھدًی ونور﴾ "ہم نے توریت نازل کی جس میں ہدایت اور نور تھا" (مائدہ/۴۴) ﴿واتینٰہ الانجیل فیہ ھدًی ونور﴾ "اور ہم نے انہیں انجیل عطا کی جس میں ہدایت اور نور تھا" (مائدہ/۴۶)

قرآن کریم نور ہے۔اس کی پیروی کیلئے خداوند عالم نے اسے نازل کیا:

﴿فالذین امنوا بہ وعزروہ ونصروہ واتبعوا النور الذیٓ انزل معہٓ﴾ ''پس جو ان پر ایمان لاتے ہیں ان کی حمایت اور مدد کرتے ہیں اور اس نور کی پیروی کرتے ہیں جو ان کے ساتھ نازل کیا گیا'' (اعراف/۱۵۷)

﴿کتب انزلنہ الیک لتخرج للناس من الظلمت الی النور﴾ ''یہ ایک ایسی کتاب ہے جسے ہم نے آپ پر نازل کیا تا کہ آپ لوگوں کو ان کے رب کے اذن سے اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لائیں'' (ابراہیم/۱) ﴿فامنوا باللہ و رسولہ و النور الذیٓ انزلنا﴾ ''لہٰذا اللہ اور اسکے رسول پر اور اس نور پر جو ہم نے نازل کیا ہے ایمان لے آؤ'' (تغابن/۸)

قرآن کریم عربی زبان میں ہے:

یہ عربی ہے جس کے معنی واضح روشن:

﴿انآ انزلنہ قرانًا عربیًا لعلکم تعقلون﴾ ''ہم نے اس کو عربی میں قرآن نازل کیا ہے تا کہ تم سمجھو'' (یوسف/۲) ﴿وکذلک انزلنہ حکمًا عربیًا﴾ ''اور اسی طرح ہم نے اس قرآن کو عربی میں ایک دستور بنا کر نازل کیا ہے'' (رعد/۳۷) ﴿انا جعلنہ قرانًا عربیًا لعلکم تعقلون﴾ ''ہم نے اس (قرآن) کو عربی قرآن بنایا ہے تا کہ تم سمجھ لو'' (زخرف/۳) ﴿قرانًا عربیًا غیر ذی عوج﴾ ''ایسا قرآن جو عربی ہے، جس میں کوئی عیب نہیں ہے''

(زمر/۲۸) ﴿وکذلک انزلنه قرانًا عربیًا﴾ "اوراسی طرح ہم نے یہ قرآن عربی میں نازل کیا" (طہٰ/۱۱۳) ﴿وکذلک اوحینا الیک قرانًا عربیًا﴾ "اوراس طرح ہم نے آپ کی طرف عربی قرآن بھیجا ہے" (شوریٰ/۷)

اس سلسلے میں خود قرآن سے چند دلائل پیش کرتے ہیں۔

نقل از کتاب درسھائے از علوم قرآن تالیف حبیب اللہ طاہری جلد اول ص ۳۱۹۔قرآن کی زبان عربی ہے۔ پہلے آپ کی خدمت میں ان کلمات کا ذکر کرتے ہیں جن آیات میں قرآن کو عربی زبان میں نازل ہونے کا ذکر ہے:

﴿کتٰب فصلت ایٰتہ قرانًا عربیًا لقوم یعلمون﴾ "ایسی کتاب جس کی آیات کھول کر بیان کی گئی ہیں، ایک عربی (زبان کا) قرآن علم رکھنے والوں کیلئے" (فصلت/۳) ﴿بلسانٍ عربیٍ مبین﴾ "صرف عربی زبان میں" (شعراء/۱۹۵) ﴿وھذالسان عربی مبین﴾ "اور یہ (قرآن) تو واضح عربی زبان ہے" (نحل/۱۰۳)

عربی مادہ عرب سے ہے کلام فصیح و روشن کو عرب کہتے ہیں خداوند متعال نے اپنی کتاب کو عربی زبان میں نازل کرنے کے ذکر کو ایک خاص ہدف و حکمت کے تحت بیان کیا ہے ورنہ آیات حکمت سے خالی اور ایک عادی کلام بن جائیں قرآن نے اپنے آپ کو عربی میں نازل ہونے کی دو خاص توجیہات بیان کی ہیں۔

۱۔ عربی زبان دیگر زبانوں کے نسبت ایک وسیع زبان ہے اور جب زبان وسیع ہو تو اس میں افہام و تفہیم کیلئے آسانی ہوتی ہے۔

۲۔ اسلام جزیرۃ العرب میں طلوع ہوا اور اسلام قبول کرنے میں پس وپیش کرنے والوں یعنی اسے سمجھ میں نہ آنے کا بہانہ بنانے والوں کو قرآن مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ ہم نے قرآن کو تمہاری زبان میں ہی نازل کیا ہے۔

ا۔ یہ کتاب عربی زبان میں نازل کرنے کا ذکر ہے اور عربی کے معنی عربی لغت نہیں بلکہ واضح زبان کے معنی ہے:

﴿اِنَّآ اَنزَلنٰهُ قُرءٰنًا لَّعَلَّكُم تَعقِلُونَ﴾ (یوسف/۲) ''ہم نے اسے عربی قرآن بنا کر نازل کیا ہے کہ شاید تم لوگوں کو عقل آجائے''۔ ﴿وَكَذٰلِكَ اَوحَينَآ اِلَيكَ قُراٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنذِرَ اُمَّ القُرٰى﴾ ''اور ہم نے اسی طرح آپ کی طرف عربی زبان میں قرآن کی وحی بھیجی''۔ (شوریٰ/۷) ﴿اِنَّا جَعَلنٰهُ قُراٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُم تَعقِلُونَ﴾ ''بیشک ہم نے اسے عربی قرآن قرار دیا ہے تاکہ تم سمجھ سکو''۔ (زخرف/۳) ﴿وَكَذٰلِكَ اَنزَلنٰهُ حُكمًا عَرَبِيًّا وَلَئِنِ اتَّبَعتَ اَهوَآءَهُم بَعدَمَا جَآءَكَ مِنَ العِلمِ مَالَكَ مِنَ اللّٰهِ مِن وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ﴾ ''اور اس طرح ہم نے اس قرآن کو عربی زبان کا فرمان بنا کر نازل کیا ہے اور اگر آپ علم کے آجانے کے بعد ان کے خواہشات کا اتباع کریں گے تو اللہ کے مقابلے میں کوئی کسی کا سرپرست اور بچانے والا نہ ہوگا''۔ (الرعد/۳۷) ﴿وَلَقَد نَعلَمُ اَنَّهُم يَقُولُونَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهُ بَشَرٌ لِسَانُ الَّذِي يُلحِدُونَ اِلَيهِ اَعجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِينٌ﴾ ''اور ہم خوب جانتے ہیں کہ یہ مشرکین یہ کہتے ہیں کہ انھیں کوئی انسان اس قرآن کی تعلیم دے رہا ہے حالانکہ جس کی طرف یہ نسبت دیتے ہیں وہ عجمی ہے اور یہ زبان عربی واضح وفصیح

ہے" (نحل/۱۰۳) ﴿لِسَانًا عَرَبِيًّا لِيُنذِرَ الَّذِينَ ظَلَمُوا وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِينَ﴾ "یہ کتاب عربی زبان میں سب کی تصدیق کرنے والی ہے تا کہ ظلم کرنے والوں کو عذاب الٰہی سے ڈرائے اور یہ نیک کرداروں کیلئے مجسمہ بشارت ہے" (احقاف/۱۲) ﴿وَكَذٰلِكَ اَنزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا﴾ "اور اسی طرح ہم نے قرآن کو عربی زبان میں نازل کیا ہے"۔ (طٰہ/۱۱۳) ﴿قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِي عِوَجٍ﴾ "یہ عربی زبان کا قرآن ہے جس میں کسی طرح کی کجی نہیں ہے"۔ (زمر/۲۸)

۲۔ اس میں مثالیں ہیں:

مثال اس وقت دی جاتی ہے جب کسی چیز کی وضاحت کرنا یا اسکا سمجھنا مقصود ہو۔ اس سلسلے میں قرآن مجید کی درج ذیل آیات کا ترجمہ ملاحظہ فرمائے:

﴿وتلک الامثال نضربها للناس﴾ "اور ہم لوگوں کے سمجھانے کیلئے یہ مثالیں بیان کرتے ہیں" (عنکبوت/۴۳) ﴿وتلک الامثال نضربها للناس لعلهم يتفكرون﴾ "اور یہ مثالیں لوگوں کیلئے اس لئے بیان کرتے ہیں کہ شاید وہ فکر کریں" (حشر/۲۱) ﴿کذلک یضرب الله للناس امثالهم﴾ "اللہ تعالیٰ اسی طرح لوگوں کیلئے ان کے اوصاف بیان فرماتا ہے" (محمد/۳)

اس کتاب میں کثیر مثالیں ہیں۔ مثال ہمیشہ سمجھانے کیلئے دی جاتی ہیں:

﴿وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَا اِلَّا الْعَالِمُونَ﴾ "اور یہ مثالیں ہم تمام عالم انسانیت کیلئے بیان کر رہے ہیں لیکن انھیں صاحبان علم کے

علاوہ کوئی نہیں سمجھ سکتا ہے"۔ (عنکبوت/۴۲)

۳۔ صفتِ بلاغ:

بلوغ، بلاغ اپنے مقصد و منزل کی انتہا کو پہنچنے کو کہتے ہیں وہ منزل زمانی، مکانی یا خاص عمل ہو۔ اسی سے ابلاغ لیا ہے جس کا معنیٰ پہنچانا ہے ان آیاتِ کریمہ میں یہ کلمہ استعمال ہوا ہے:

﴿فبلغن اجلهن فلاتعضلوهن انيكحن ازواجهن﴾ "اور ان کی عدت پوری ہو جائے تو انہیں اپنے (مجوزہ) شوہروں سے نکاح کرنے سے نہ روکو" (بقرہ/۲۳۲) ﴿ان الله بالغ امره﴾ "اور یقیناً اپنے مقصد کو پہنچنے والا ہے" (طلاق/۳) ﴿وان تولوا فانما عليك البلاغ﴾ "اور اگر منہ موڑلیں تو آپ کی ذمہ داری تو صرف پیغام پہنچا دینا ہے" (آل عمران/۲۰) ﴿ان في هذا البلغ القوم عبدين﴾ "اس بات میں بندگی کرنے والوں کے لئے یقیناً ایک آگاہی ہے" (انبیاء/۱۰۶)

پیغمبر اکرم نے فرمایا کہ میں نے اپنا پیغام پہنچایا:

﴿يقوم لقدابلغتكم رسالة ربى﴾ "اے میری قوم! میں نے تو اپنے رب کا پیغام تمہیں پہنچا دیا" (اعراف/۷۹)

﴿يقوم لقدابلغتكم تسلت ربى﴾ "اے میری قوم! میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیئے" (اعراف/۹۳)

پیغام الٰہی میں قرآن اور قولِ رسول دونوں شامل ہیں:

﴿قل فلله الحجة البالغة﴾ "کہہ دیجئے: اللہ کے پاس نتیجہ خیز دلائل ہیں" (انعام/۱۵۰) ﴿حكمة بالغة فماتغن النذر﴾ "(جن میں)

حکیمانہ اور موثر (باتیں) ہیں لیکن تمھیں فائدہ مند نہیں ہو رہیں" (قمر/۵)

﴿ھذا بلٰغ للناس ولینذروا بہ﴾ "یہ (قرآن سب) لوگوں کیلئے ایک پیغام ہے تاکہ اس کے ذریعے لوگوں کو تنبیہ کی جائے" (ابراہیم/۵۲)

۴۔ فصل و تفصیل

﴿ولقد جئنٰھم بکتٰبٍ فصّلنٰہ علیٰ علمٍ ھدًی ورحمۃً لقومٍ یؤمنون﴾ "اور ہم ان کے پاس ایک کتاب لا چکے ہیں جسے ہم نے از روئے علم واضح بنایا ہے جو ایمان لانے والوں کے لئے ہدایت و رحمت ہے" (اعراف/۵۲) ﴿وتفصیل الکتٰب لاریب فیہ من رب العٰلمین﴾ "اور تمام (آسمانی) کتابوں کی تفصیل ہے اس کوئی شبہ نہیں" (یونس/۳۷)

﴿کتٰب احکمت اٰیٰتہ ثم فصّلت من لدن حکیمٍ خبیرٍ﴾ "یہ وہ کتاب ہے جس کی آیات مستحکم کی گئی ہیں پھر ایک باحکمت باخبر ذات کی طرف سے تفصیل سے بیان کی گئی ہے" (ہود/۱)

قرآن کریم کی صفات میں سے ایک صفت جیسا کہ خود قرآن کریم کی متعدد آیات میں آیا ہے کہ اس کتاب کی آیات تفصیل کے ساتھ بیان کی گئی ہیں۔ تفصیل مادہ فصل سے ہے اور فصل کا معنی لغت لسان اللسان کے مطابق دو چیزوں کے درمیانی فاصلے کو کہتے ہیں۔ فصل دو چیزوں کے درمیانی جوڑ کو بھی کہتے ہیں۔ جسم کے جوڑوں کو بھی فصل کہتے ہیں اسی طرح قیامت کو یوم الفصل کہا گیا ہے کیونکہ اس دن نیک کردار اور بدکرداروں کے درمیان جدائی ہوگی۔ قرآن کو قول فصل کہتے ہیں جو حق و باطل کے درمیان فاصلہ رکھتا ہے۔ حاکم کو فصیل کہتے ہیں کیونکہ وہ حق و باطل کے درمیان فیصلہ کرتا ہے اونٹ کے بچے کو فصیل کہتے ہیں

کیونکہ وہ اپنی ماں سے جدا ہوتا ہے۔ فصل کا مادہ تفصیل ہے اور تفصیل مادہ تبین سے ہے۔ فصال بچے کو دودھ چھڑانے کو کہتے ہیں۔

مفرادات راغب میں فصل دو چیزوں کے ایک دوسرے سے الگ ہونے یا ایک جگہ چھوڑنے کو فصل کہا ہے:

یہ قرآن قول فصل ہے یعنی حقائق کو کھول کر بیان کرتا ہے:

﴿اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ﴾ ''بیشک یہ قول فیصل ہے''۔ (طارق/۱۳) ''اور جب یہ قافلہ مصر (کی زمین) سے دور ہوا'' (یوسف/۹۴) ''یقیناً فیصلے کا دن اس سب کیلئے طے شدہ ہے'' (دخان/۴۰) ''یہ فیصلے کا وہ دن ہے جس کی تم تکذیب کرتے تھے'' (صفات/۲۱) ''یہ فیصلے کا دن ہے'' (مرسلت/۳۸) ''اور اللہ قیامت کے دن فیصلہ کرے گا'' (حج/۱۷) ''ان کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ سنا دے گا'' (سجدہ/۲۵) ''وہی بہترین فیصلہ کرنے والا ہے'' (انعام/۵۷) ''اور ہم نے ہر چیز کو پوری تفصیل سے بیان کر دیا ہے'' (بنیاسرائیل/۱۲) ''پھر ایک باحکمت، باخبر ذات کی طرف سے تفصیل سے بیان کی گئی ہیں'' (ھود/۱) ''اور اس کی دودھ چھڑانے کی مدت دو سال ہے'' (لقمان/۱۴) ''البتہ عقد کا فیصلہ اس وقت تک نہ کرو'' (بقرہ/۲۳۵)

۵۔ قَیِّم:

یہ کلمہ قرآن کی صفات میں سے ہے۔ ق پر زبر اور ی پر زیر ہے۔ یہ کلمہ مادہ قیام سے ماخوذ ہے۔ لغت عرب میں اس چیز کیلئے استعمال ہوتا ہے جس سے وہ قائم ہو۔ یعنی چند چیزیں یا سب اس سے اپنے وجود کی بقا کیلئے اس سے وابستہ ہوں۔ کلمہ قیم اسمائے حسنی خدا

میں سے ہے۔ قرآن کریم میں تین بار آیا ہے:

﴿اللہ لآالہ الاھو الحی القیوم﴾ ''اللہ وہ ذات ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ زندہ اور سب کا نگہبان ہے'' (بقرہ/۲۵۵) ﴿للہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم﴾ ''اللہ وہ ذات ہے جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں جو زندہ اور کائنات کا زبردست نگہدار ہے'' (العمران/۲) ﴿وعنت الوجوہ للحی القیوم﴾ ''سب کے سر اس حی وقیوم کے سامنے جھکے ہوئے ہیں'' (طٰہٰ/۱۱۱)

علمائے لغت فرماتے ہیں کہ لفظ قیم مادہ قیام سے صیغہ مبالغہ ہے۔ یعنی وہ ہستی جو تمام خلائق کی تدبیر پر قائم ہے۔ تفسیر الجوائمہ الجامع میں اس کلمہ کے یوں معنی بیان ہوئے ہیں کہ تدبیرو حفظِ خلائق دائم وقائم ہے۔ اس معنی کے بارے میں سورہ مبارکہ رعد ۳۳ میں ذکر ہے:

﴿افمن ھو قائم علیٰ کل نفسٍ بما کسبت﴾ ''وہ اللہ جو ہر نفس کے عمل پر کڑی نظر رکھتا ہے''

جسطرح کائنات خداوند متعال سے قائم ہے اس لئے اسے قیوم کہتے ہیں اسی طرح قیم بھی اس معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ یعنی ہر چیز جس سے قائم ہے۔ اسے قیم کہتے ہیں یہ کلمہ قرآن کریم میں دو چیزوں کیلئے استعمال ہوا ہے۔

۱۔ دین کیلئے، دین بندگی سے قائم ہے:

﴿ذٰلک دین القیم اکثر الناس لایعلمون﴾ ''یہی مستحکم دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے'' (یوسف/۴۰) ﴿فیھا کتب قیمة﴾ ''ان صحیفوں میں مستحکم تحریریں درج ہیں'' (بینہ/۳)

۲۔ یہ صفت قرآن کریم کیلئے استعمال ہوئی ہے:

﴿وذلک دین القیمة﴾ ''اور یہی مستحکم دین ہے'' (بینہ/۵)

یہ قرآن تمام گزشتہ کتب کے جو اپنے دور میں قیم نہیں تھیں ان پر قیم ہے۔ کیونکہ کسی کتاب کے اصل موجود میں زوال وفنا پزیری جن چیزوں سے ہوتی ہے ان میں سے ایک اس میں باطل اور غلط اضافہ ہے اور دوسرا حق وصحیح میں خلط ہے۔ جسطرح انسانی صحت کیلئے زہریلی اور گلی سڑی چیزیں مضر اور نقصان دہ ہیں اور انسانی زندگی کیلئے خطرہ کا باعث بن سکتی ہیں۔ اسطرح ضرورت سے زیادہ کھانا بھی صحت کیلئے نقصان دہ ہے۔ دین میں دین کے خلاف چیزیں شیطانی خواہشات، انسانی عقل افکار ونظریات کی وجہ سے شامل ہوتی ہیں۔ جسم انسانی میں جراثیم کے داخل ہونے کے برابر ہے۔ دین میں خود دین سے متعلق شریعت کی مقرر کردہ حدود سے زائد چیزیں داخل کرنا چاہے حسن نیت پر ہی کیوں نہ ہوں دین کو خراب کرتی ہیں۔

دین کی بقا عبادت وبندگی سے ہے۔ باقی تمام چیزیں اس سے وابستہ ہیں۔ اس طرح کتب میں بھی خصوصاً آسمانی کتب میں خود ساختہ غرض مندی اور مفاد پرستی پر مبنی ہر قسم کی کمی پیشی اس کتاب کے اعتبار کو گرا دیتی ہے۔ اور یہ کتاب ساقط اور بے جان ہو جاتی ہے۔ چنانچہ بحث کلمہ مھیمن میں بیان کیا گیا ہے۔ کہ اہل کتاب نے آسمانی کتب میں اپنے مفاد کی خاطر کیا کیا چیزیں شامل کیں۔ جو ایک محدود اور مخصوص وقت کیلئے تھیں۔ اگر اس کو نہ نکالتے تو آئندہ شریعت کیلئے بہت مشکلات اور مسائل پیدا ہو سکتی تھیں۔ قرآن کریم گزشتہ کتب آسمانی میں ان دونوں داخل شدہ حق وباطل پر قیم ہے۔

۶۔ مھیمن

مادہ ہمن سے لیا ہے کسی شخص یا چیز کی حفاظت ونگہداری کرنے کو مھیمن کہتے ہیں۔ قرآن کریم میں یہ صفت سورہ حشر ۲۳ اور مائدہ ۴۸ میں قرآن کیلئے مھیمن کہا ہے۔ کیونکہ قرآن تمام کتب آسمانی کا محافظ ونگہدار ہے۔ قرآن کی اس محافظت کے مختلف زاویے ہیں:

﴿ المھیمن العزیز ﴾ ''تسلط قائم رکھنے والا' بڑا غالب آنے والا''

﴿مصدقاًلمابین یدیه من الکتٰب ومھیمناً علیه ﴾''اور اپنے سے پہلے والی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور ان پر نگران وحاکم ہے''

۱۔ ان باتوں میں محافظت جنھیں اہل کتاب بھول چکے ہیں:

﴿یحرفون الکلم عن مواضعه ونسوا حظًا مما ذکروا به ﴾''اور انہیں جو نصیحت کی گئی تھی وہ اس ایک حصہ بھول گئے'' (مائدہ/۱۳)

۲۔ جن باتوں کو وہ چھپاتے ہیں:

﴿ ان الذین یکتمون ماانزلنا من البینٰت والھدیٰ من بعدمابینٰه للناس فی الکتٰب ﴾ ''جو لوگ ہماری نازل کردہ واضح نشانیوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں باوجودیکہ ہم کتاب انہیں لوگوں کے لئے بیان کرچکے ہیں'' (بقرہ/۱۵۹)

۳۔ جن باتوں کی وہ غلط تفسیر کرتے ہیں:

﴿ وان منھم لفریقًا یلوٗن السنتھم بالکتٰب لتحسبوہ من الکتٰب وماھو من الکتٰب ﴾ ''اور (اہل کتاب میں) یقیناً کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو کتاب پڑھتے ہوئے اپنی زبان کو اس طرح پھرتے ہیں کہ تمہیں یہ خیال

گزرے کہ یہ کتاب کی عبارت ہے حالانکہ وہ کتاب سے متعلق نہیں ہے۔" (عمران/ ۷۸)

۴۔ جن آیتوں کو فروغ کرتے ہیں:

﴿اشترو اباٰیٰت الله ثمناقلیلا﴾ "انہوں نے اللہ کی آیات کے عوض تھوڑی سی قیمت وصول کرلی ہے" (توبہ/ ۹)

۵۔ قرآن اپنی خود حفاظت کرتا ہے:

﴿انانحن نزلنا الذكر وانا له لحفظون﴾ "اس ذکر کو یقیناً ہم نے اتارا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں" (حجر/ ۹)

۷۔ یہ کھلا ہو قول فصیل ہے

﴿انه قول فصل﴾ "یہ (قرآن) یقیناً فیصلہ کن کلام ہے" (طارق/ ۱۳)

۸۔ یہ بصائر ہے

﴿لاتدركه الابصاروهويدرك الابصار﴾ "نگاہیں اسے پانہیں سکتیں جبکہ وہ نگاہوں کو پالیتا ہے" (انعام/ ۱۰۴) ﴿هـذا بصآئر من ربكم وهدًى ورحمةٌ لقوم يؤمنون﴾ "یہ (قرآن) تمہارے رب کی طرف سے تمہارے لئے باعث بصیرت اور مومنوں کے لئے ہدایت و رحمت ہے" (اعراف/ ۲۰۳) ﴿ولقداتيناموسىٰ الكتب من بعدمآ اهلكنا القرون الاولىٰ بصآئر للناس وهدًى ورحمةً﴾ "پہلی امتوں کو ہلاک کرنے کے بعد لوگوں کیلئے بصیرتوں اور ہدایت ورحمت (کا سرچشمہ) بنا کر موسیٰ

کو کتاب دی" (قصص/۴۳) ﴿هٰذا بصآئر للناس وهدًی ورحمة لقوم یوقنون﴾ "یہ (قرآن) لوگوں کیلئے بصیرت افروز اور یقین رکھنے والوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے" (جاثیہ/۲۰)

۹۔ یہ گواہ ہے

﴿او تقولوا لو انآ انزل علینا الکتٰب لکنآ اھدٰی منھم فقد جآئکم بینة من ربکم وھدًی ورحمة﴾ "یا تم یوں کہتے کہ اگر ہم پر بھی کتاب نازل ہوجاتی تو ہم ان سے بہتر ہدایت لیتے پس اب تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے واضح دلیل ہدایت اور رحمت آگئی ہے" (انعام/۱۵۸)

۱۰۔ بیان، تبیان، بین، بینات، مبین:

یہ تمام مادہ بان سے لیا ہے جسکا معنی آشکار ہونا ظاہر ہونا، کوئی بات مبہم نہ بتانا کے معنوں میں آیا ہے یعنی کلمات قرآن ایک دوسرے سے بالکل الگ جدا جدا ہیں اور کسی قسم کی پیچیدگی نہیں ہیں۔ یہ تمام صیغے مادہ ب، ی، ن سے لئے گئے ہیں جسکا معنی مفردات راغب کے تحت دو چیزوں کے درمیان موجود خلل یا واسطے کیلئے استعمال ہوا ہے جہاں دو چیزوں کے درمیان فاصلہ ظاہر ہوجائے اسے بان کہتے ہیں جیسے عورت کی اس طلاق کو کہ جس میں شوہر کیلئے رجوع کرنے کی گنجائش نہ ہو جیسے ہمبستری سے پہلے ہونے والی طلاق کو طلاق بائن کہتے ہیں۔ گہرے کنویں کو بیون کہتے ہیں (یہ کنویں کے دہانے سے تہہ تک کے فاصلے کو کہتے ہیں) جیسا کہ بقرہ ۲۵۶ میں آیا ہے۔

﴿قد تبین الرشد من الغی﴾ "تحقیق ہدایت اور ضلالت میں فرق نمایاں ہوچکا ہے" ﴿کذلک یبین اللہ لکم الاٰیٰت لعلکم تتفکرون﴾ "اللہ

یوں تمہارے لئے نشانیاں کھول بیان کرتا ہے شاید تم غور وفکر کرو"۔

یہ کلمات پیغمبرؐ اور قرآن کے صفت میں ان آیات میں آیا ہے۔ لہٰذا کبھی اس کتاب کی تعریف میں بینات، مُبین، بیان اور بینہ کے صیغے استعمال ہوئے ہیں۔ یہ لفظ بینہ دو چیزوں کے درمیانی فاصلے کیلئے استعمال ہوا ہے:

﴿ولقد انزلنا الیکم ایٰت مبینٰت﴾ "اور بتحقیق ہم نے تمہاری طرف واضح کرنے والی آیات نازل کی ہیں" (نور/۳۴) ﴿ھذا بیان للناس وھدًی وموعظۃ للمتقین﴾ "یہ (عام) لوگوں کے لئے ایک واضح بیان ہے اور اہل تقویٰ کیلئے ہدایت ونصیحت ہے" (آلعمران/ ۱۳۸) ﴿ثم ان علینا بیانہ﴾ "پھر اس کی وضاحت ہمارے ذمہ ہے" (قیامت/ ۱۹) ﴿واتینھما الکتٰب المستبین﴾ "اور ہم نے ان دونوں کو روشن کتاب دی" (الصافات/۱۱۷) ﴿ونزلنا علیک الکتٰب تبیانًا لکل شیءٍ﴾ "اور ہم نے آپ پر یہ کتاب ہر چیز کو بڑی وضاحت سے بیان کرنے والی اور مسلمانوں کے لئے ہدایت اور رحمت اور بشارت بنا کر نازل کی ہے" (نحل/ ۸۹) ﴿علمہ البیان﴾ "اسی نے اسے بولنا سکھایا" (رحمٰن/۴)

بین کلام عرب میں کلمات اضداد میں شمار ہوتا ہے یعنی دو مختلف معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ جدا ہونا، دوری ہونا، فاصل ہونے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ لہذا ایک دوسرے سے جدا ہونے کو بین کہتے ہیں اسی لئے جب مرد عورت کو طلاق دیتا ہے اور حق رجوع نہیں رکھتا تو اسے طلاق بائن کہتے ہیں دوسرا معنی بان شئی یا بیانًا اگر کسی چیز کو واضح کرے۔ تبین کلام فصاحت وبلاغت ہے اور بین کا معنی وصل بھی ہے۔

﴿وجعلنا بينهما ذرعا﴾ ''اور دونوں کے درمیان کھیتی بنائی تھی'' (کہف/۳۲) ﴿لقد تقطع بينكم﴾ ''آج تمہارے باہمی تعلقات منقطع ہو گئے'' (انعام/۹۵) ﴿فاحكم بيننا بالحق﴾ ''لہٰذا آپ ہمارے درمیان منصفانہ فیصلہ کیجئے'' (ص/۲۲) ﴿فلما بلغا مجمع بينهما﴾ ''جب وہ ان دونوں کے سنگم پر پہنچ گئے'' (کہف/۶۱) ﴿وان كان من قوم بينكم وبينهم ميثاق﴾ ''اگر وہ مقتول ایسی قوم سے تعلق رکھتا تھا جس کے ساتھ تمہارا معاہدہ ہو'' (نساء/۹۲) ﴿فاجعل بيننا وبينك موعدا لا نخلفه نحن و لا انت مكانا سوى﴾ ''لہٰذا ہمارے اور اپنے درمیان ایک وقت جس کی نہ ہم خلاف ورزی کریں اور نہ تم اور صاف میدان مقرر کرلو'' (طہٰ/۵۸) ﴿فاتقوا الله واصلحوا ذات بينكم﴾ ''پس تم لوگ اللہ کا خوف کرو اور باہمی تعلقات مصلحانہ رکھو'' (انفال/۱)

ان آیات میں دو چیزوں کے فاصلے کیلئے بینا استعمال ہوا ہے اور جبکہ واضح اور آشکار ہونے کیلئے بھی استعمال ہوا ہے جیسے بان، واتبان وتبین:

﴿وعادا وثمودا وقد تبين لكم من مسكنهم﴾ ''اور عاد و ثمود کو بھی (ہلاک کیا) اور تحقیق ان کے مکانوں سے تمہارے لئے یہ بات واضح ہو گئی ہے'' (عنکبوت/۳۸) ﴿وتبين لكم﴾ ''اور تم پر یہ بات واضح ہو چکی تھی'' (ابراھیم/۴۵) ﴿ولتستبين سبيل المجرمين﴾ ''تا کہ مجرموں کا راستہ نمایاں ہو جائے'' (انعام/۵۵) ﴿قد تبين الرشد من الغى﴾ ''تحقیق ہدایت وضلالت میں فرق نمایاں ہو چکا ہے'' (بقرہ/۲۵۶) ﴿قد بينا لكم

الأیٰــــت ﴾ ''تحقیق ہم نے آیات کوواضح کر کے تمہارے لئے بیان کیا ہے''
(آلعمران/۱۱۸) ﴿قد بینا لکم الأیٰت ﴾ ''ہم نے تمہارے لئے نشانیوں کو
یقیناً واضح طور پر بیان کیا ہے'' (حدید/۱۷) ﴿ولابیـن لـکـم بعض الذی
تختلفو ن ﴾ ''اور جن بعض باتوں میں تم اختلاف رکھتے ہو انہیں تمہارے لئے
بیان کرنے آیا ہوں (زخرف/۶۳) ﴿وتبیـن لـکـم کیف فعلنابھم ﴾
''اور تم پر یہ بات واضح ہو چکی تھی کہ ہم نے ان کے ساتھ کیا کیا'' (نحل/۴۵)
﴿لیبین لھم الذی یختلفو ن فیه ﴾ ''تا کہ اللہ ان کیلئے وہ بات واضح طور
پر بیان کرے جس میں یہ لوگ اختلاف کر رہے ہیں'' (نحل/۳۹) ﴿فیه ایٰت
بینٰـت مقام ابرٰھیم ﴾ ''اس میں واضح نشانیاں ہیں'' (آلعمران/۹۷)
''اس طرح اللہ اپنی آیات لوگوں کے لئے واضح کرتا ہے'' (بقرہ/۱۸۷) ''جو
اپنے رب کی طرف سے واضح دلیل رکھتا ہو'' (ھود/۱۷) ''کیا جو شخص اپنے
پروردگار کی طرف سے واضح دلیل پر ہو اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس کیلئے
اسکا برا عمل خوشنما بنا دیا گیا ہو'' (محمد/۱۴) ''جسکا فیصلہ وہ کر چکا تھا تا کہ ہلاک
ہونے والا واضح دلیل کے ساتھ ہلاک ہو'' (انفال/۴۲) ''ان کے پاس انکے
پیغمبر واضح دلائل لے کر آئے تھے'' (اعراف/۱۰۱) ''ان کے پاس ان کے
رسول واضح دلائل لے کر آئے'' (ابراھیم/۹) ''اور ان کے پاس ان کے رسول
واضح دلائل لے کر آئے'' (روم/۹) ''ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل
اور صحیفے اور روشن کتاب لے کر آئے تھے'' (فاطر/۲۵) ''پھر جب ان کے
پیغمبر واضح دلائل کے ساتھ ان کے پاس آئے'' (مؤمن/۸۳) ''یہ (عام)

لوگوں کیلئے ایک واضح بیان ہے'' (آل عمران/ ۱۳۸) ''پھر اس کی وضاحت ہمارے ذمہ ہے'' (قیامت/ ۱۹) ''وہ تو بس صاف صاف تنبیہ کرنے والا ہے'' (اعراف/ ۱۸۴) ''میں تمہیں صریحاً تنبیہ کرنے والا ہوں'' (ھود/ ۲۵) ''میں تو تمہارے لئے صرف صریح تنبیہ کرنے والا ہوں'' (حج/ ۴۹) ''اور میں تو صرف واضح طور پر تنبیہ کرنے والا ہوں'' (عنکبوت/ ۵۰) ''میں نمایاں طور پر فقط تنبیہ کرنے والا ہوں'' (ص/ ۷۰) ''اور شیطان کہیں تمارا راستہ نہ روکے وہ یقیناً تمھارا کھلا دشمن ہے'' (زخرف/ ۶۲) ''اور میں تو صرف واضح طور پر تنبیہ کرنے والا ہوں'' (احقاف/ ۹) ''میں اللہ کی طرف سے تمہیں صریح تنبیہ کرنے والا ہوں'' (ذاریات/ ۵۱) ''میں تو صرف واضح تنبیہ کرنے والا ہوں''. (ملک/ ۲۶) ''میں تمہارے لئے واضح طور پر ڈرانے والا ہوں'' (نوح/ ۲) ''یقیناً یہ ایک نمایاں امتحان تھا'' (صافات/ ۱۰۶) ''اور صاف صاف بات بھی نہیں کرسکتا'' (زخرف/ ۵۲) ''اور جھگڑے میں (اپنا) مدعا واضح بیان نہیں کرسکتی'' (زخرف/ ۱۸)

۷۔ قرآن میں تدبر

تدبر لغت عرب میں گہری سوچ، باریک بینی اور عاقبت اندیشی کے معنوں میں بیان ہوا ہے۔

تدبر مادہ دُبر سے لیا ہے دُبر کے معنی کسی چیز کی پشت اور عاقبت کے بارے میں سوچنے کا نام ہے۔ مفردات راغب میں لکھا ہے کہ تدبیر کسی کام کے بارے میں سوچنے یا اسکی عاقبت کے بارے میں سوچنے کو کہتے ہیں۔ قرآن کریم کی بعض آیات نزول قرآن کا مقصد اسکی

آیات میں تدبر کرنا ہے۔

''یہ ایک ایسی بابرکت کتاب ہے جو ہم نے آپ کی طرف نازل کی ہے تاکہ لوگ اس کی آیات میں تدبر کریں'' (ص/۲۹)

بعض آیات میں قرآن میں تدبر نہ کرنے والوں کی مذمت کی گی ہے:

''کیا انہوں نے اس کلام پر غور نہیں کیا'' (مومنون/ ٦٨) ''کیا لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے؟ (نساء/۸۲)

۸۔ قرآن کتاب ہدایت:

ھدیٰ ضد ضلال ہے ﴿ان ھدی اللہ ھو الھدی﴾ یعنی جس راستے پر خدا نے دعوت دی ہے وہی طریقہ حق ہے۔ ھدایت جیسا کہ مفردات راغب میں ہے کہ نرمی مہربانی اور لطف کے ساتھ رہنمائی کرنے کو کہتے ہیں۔ خداوند متعال کی طرف سے انسان کیلیے چار قسم کی ھدایات ہیں۔

ا۔ ہدایت عمومی:

وہ ھدایت جو ہر انسان میں عقل وفطرت کی صورت میں موجود ہے۔ مندرجہ ذیل آیات میں اس طرف اشارہ موجود ہے:

''ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو خلقت بخشی پھر ہدایت دی'' (طٰہٰ/ ٥٠)

''ہم نے اسے راستے کی ھدایت کردی'' (دھر/ ٣) ''اور ہم نے دونوں راستے (خیر و شر) اسے دکھائے'' (بلد/ ١٠)

۲۔ ہدایت بتوسط انبیاء تمام انسانوں کیلیے مندرجہ ذیل آیات میں۔

''اور ہم نے انھیں پیشوا بنایا جو ہمارے حکم کے مطابق رہنمائی کرتے تھے اور ہم

نے نیک عمل کی انجام دہی اور قیام نماز اور ادائیگی زکوٰۃ کیلیے ان کی طرف وحی کی اور وہ ہمارے عبادت گزار تھے۔" (سورۂ انبیاء/۷۳) "اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ہے وہ کہتے ہیں: اس شخص پر اپنے رب کی طرف سے کوئی نشانی نازل کیوں نہیں ہوتی؟ آپ تو محض تنبیہ کرنے والے ہیں اور ہر قوم کا ایک راہنما ہوا کرتا ہے۔" (رعد/۷) "اور جب انھوں نے صبر کیا اور وہ ہماری آیات پر یقین رکھے ہوئے تھے تو ہم نے ان میں سے کچھ لوگوں کو امام بنایا جو ہمارے حکم کی ہدایت کرتے ہیں"۔ (سجدہ/۲۴) "کہہ دیجیے: کیا تمھارے شریکوں میں سے کوئی ایسا ہے جو حق کی طرف ہدایت کرے؟ کہہ دیجیے: صرف اللہ حق کی طرف ہدایت کرتا ہے تو پھر (بتاؤ کہ) جو حق کی راہ دکھاتا ہو وہ اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ اس کی پیروی کی جائے یا وہ جو خود اپنی راہ نہیں پاتا جب تک اس کی راہنمائی نہ کی جائے؟ تمھیں ہو کیا گیا ہے؟ اور تم کیسے فیصلے کر رہے ہو؟" (یونس/۳۵) "کہہ دیجیے: اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اگر تم نے منہ موڑ لیا تو سمجھ لو کہ جو بار رسول پر رکھا گیا ہے اس کے وہ ذمے دار ہیں اور جو بار تم پر رکھا گیا ہے اس کے تم ذمے دار ہو اور اگر تم ان کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پاؤ گے اور رسول کی ذمے داری تو صرف یہ ہے کہ واضح انداز میں تبلیغ کریں۔" (نور/۵۴)

۳۔ ہدایت توفیقی:

وہ ہدایت جسے کوئی اپنی مرضی ورضا سے حاصل کرے تو خدا اس کیلیے مزید راستے کھول دیتا ہے۔

''اور جنہوں نے ہدایت حاصل کی اللہ نے ان کی ہدایت میں اضافہ فرمایا'' (محمد/۱۷)''جو اللہ پر ایمان لاتا ہے اللہ اسکے دل کو ھدایت دیتا ہے'' (تغابن/۱۱) ''جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے بیشک ان کا رب انکے ایمان کے سبب انہیں نعمتوں والی جنتوں کی راہ دکھائے گا جس کے نیچے نہریں بہتی ہونگی'' (یونس/ ۹)''جو اللہ سے متمسک ہوجائے وہ ضرور راہ راست پالے گا'' (آلعمران/۱۰۱)''اور ہم راہ راست کی طرف انکی راہنمائی کی'' (انعام/۸۸) ''اور جو ہماری راہ میں جہاد کرتے ہیں ہم انہیں ضرور اپنے راستے کی ہدایت کریں گے'' (عنکبوت/۶۹) ''اور جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں اللہ ان کی ہدایت میں اضافہ فرماتا ہے'' (مریم/۷۶) ''پس اللہ نے اپنے اذن سے ایمان لانے والوں کو اس امر حق کا راستہ دکھاتا ہے'' (بقرہ/۲۱۳)

۴۔ **ہدایت جنت:**

خداوند عالم مومنین وعباد الصالحین کیلئے جنت کی طرف ہدایت کرتا ہے۔

﴿سیھدیھم ویصلح بالھم﴾ ''وہ عنقریب انہیں ھدایت دے گا اور انکی اصلاح فرمائے گا'' (محمد/۵) ﴿وقالو الحمدلله الذی ھدٰنا لھٰذا وما کنا لنھتدی لولآ ان ھدٰنا الله﴾ ''ثنائے کامل ہے اس اللہ کی جس نے ہمیں یہ راستہ دکھایا اور اگر اللہ ہماری رہنمائی نہ فرماتا تو ہم ھدایت نہ پاتے'' (اعراف/۴۳)

مندرجہ بالا ہدایات ترتیب وار ہیں جس انسان کو پہلی ہدایت میسر نہیں اسکو دوسری ہدایت ہونی ناممکن ہے اور اسی طرح جسکو دوسرے ھدایت حاصل نہیں اسکے لئے تیسری اور چوتھی

ہدایت ممکن نہیں لیکن جسے چوتھی ہدایت حاصل ہو اسے باقی تینوں ھدایات حاصل ہونگی۔ کوئی انسان کسی کو ھدایت نہیں کرسکتا سوائے دعا اور راستہ دکھانے کے چنانچہ اس کی طرف اشارہ ہے:

''ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں ھدایت دیتے ہیں اور آپ تو یقیناً سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کر رہے ہیں'' (شوریٰ/۵۲) ''اور ہم نے انہیں پیشوا بنایا جو ہمارے حکم کے مطابق رہنمائی کرتے ہیں'' (انبیاء/۷۳) ''جسے آپ (اے محمدؐ!) چاہتے ہیں اسے ہدایت نہیں کر سکتے لیکن اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے'' (قصص/۵۶)

جہاں خداوند عالم نے ظالمین و کافرین کو ھدایت نہ کرنے کا اعلان کیا ہے اس سے مراد ھدایت کی تیسری اور چوتھی قسم ہے یعنی ھدایت توفیق اور ھدایت جنت چنانچہ اس طرف اشارہ ہے:

''اللہ کیونکر اس قوم کی ہدایت کرے جو ایمان لانے کے بعد کافر ہوگئی ہے حالانکہ وہ گواہی دے چکے تھے کہ یہ رسول برحق ہیں اور ساتھ ہی انکے پاس روشن دلائل بھی آگئے تھے خدا ایسے ظلم کے مرتکب ہونے والوں کو ہدایت نہیں کرتا'' (آل عمران/۸۶) ''اور اللہ کافروں کی ھدایت نہیں کرتا'' (نحل/۱۰۷)

جہاں خداوند عالم نے کسی انسان کو کسی دوسرے انسان کو ھدایت نہ کر سکنے کا کہا ہے وہاں مراد ہدایت اولی ہے یعنی عقل نہیں دے سکتا۔ ان آیات میں اس طرف اشارہ موجود ہیں:

''آپ کے ذمہ نہیں ہے کہ انہیں (جبراً) ہدایت دیں، بلکہ خدا ہی جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے'' (بقرہ/۲۷۲) ''اور ان لوگوں کی بے رخی اگر آپ پر گراں

گذرتی ہے تو آپ سے ہو سکے تو زمین میں کوئی سرنگ یا آسمان میں کوئی سیڑھی تلاش کریں پھر ان کے پاس کوئی نشانی لے کر آئیں اور اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا پس آپ ہرگز نادانوں میں سے نہ ہوں" (انعام/۳۵) "اگر آپ انکی ہدایت کے خواہاں ہوں بھی تو اللہ انہیں ھدایت نہیں دیتا" (نحل/۳۷) "حقیقت یہ ہے کہ اللہ جسے گمراہ کردے اسے ہدایت دینے والا کوئی نہیں" (رعد/۳۳) "وہ جسے چاہتا ہے اسے ھدایت دیتا ہے اور جسے اللہ گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہے" (زمر/۲۳) "جب کہ اللہ جسے گمراہ کردے اسے راہ دکھانے والا کوئی نہیں ہے" (زمر/۳۶) "اور جسکی اللہ راہنمائی کرے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا" (زمر/۳۷) "اور جسے اللہ گمراہ کردے اسے ھدایت دینے والا کوئی نہیں" (غافر/☆۳۳) "اگر آپ کا پروردگار چاہتا تو تمام اہل زمین ایمان لے آتے پھر کیا آپ لوگوں کو ایمان لانے پر مجبور کرسکتے ہیں" (یونس/۹۹) "اور ہدایت یافتہ وہ ہے جس کی اللہ ھدایت کرے اور جسے اللہ گمراہ کردے تو آپ اللہ کے سوا ان کا کوئی کارساز نہیں پائیں گے" (اسراء/۹۷) "جسے اللہ ھدایت دے وہی ھدابت پانے والا ہے اور جسے اللہ گمراہ کردے اس کیلئے آپ کوئی سرپرست و رہنما نہ پائیں گے" (کہف/۱۷) "اور اللہ کافر قوم کو ھدایت نہیں کرتا" (توبہ/۳۷) "اللہ ظالموں کی راہنمائی نہیں کرتا" (بقرہ/۲۵۸) "اللہ کیوں کر اس قوم کی ھدایت کرے جو ایمان لانے کے بعد کافر ہوگئی ہے" (آل عمران/۸۶) "اور اللہ ظالم قوم کو ھدایت نہیں کرتا" (توبہ/۱۹) "اور اللہ کافروں کی راہنمائی نہیں کرتا"

(بقرہ/۲۶۴) ''اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا'' (توبہ/۱۰۹) ''اور اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا'' (صف/۷) ''اور اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں کرتا'' (جمعہ/۵) ''اللہ جھوٹے منکر کو یقیناً ہدایت نہیں کرتا'' (زمر/۳) ''اور اللہ فاسقین کو ہدایت نہیں دیتا'' (توبہ/۸۰)

قرآن اپنے مقابلے کیلئے جن و بشر کو چیلنج کرتا ہے

اس سلسلے میں چند نکات توجہ طلب ہیں۔

۱۔ قرآن نے خود کو پیغمبر کی نبوت کی نشانی بتایا ہے:

قرآن کریم جیسا کہ سورۂ بقرہ، بنی اسرائیل، یونس اور عنکبوت میں آیا ہے کہ یہ پیغمبرؐ کے معجزے کے عنوان سے نازل ہوا ہے۔ یعنی جہاں یہ کتاب خداوند متعال کی طرف سے بندوں کیلئے شریعت ہے۔ قانون ہے اس کے ساتھ پیغمبر کی نبوت کیلئے علامت ونشانی ہے اور یہ خود قرآن کی اصطلاح ہے۔ معجزہ علماء کی اصطلاح ہے اسکا معنی ومفہوم اور تصور یہ ہے کہ یہ داعئ نبوت اپنے دعویٰ میں صادق اور سچا ہے۔ یہ اس کی سچائی کی علامت اور نشانی ہے نبی کی نبوت پر ایمان لانے اور نبی کی نبوت کو سمجھنے کیلئے خدا نے اس کتاب کو بھیجا ہے۔ چنانچہ پیغمبر کی نبوت پر ایمان لانے کا معیار اس کتاب کے فہم کو قرار دیا ہے۔ جیسا کہ سورۂ رعد کی آیت ۴۳ میں خداوند عالم فرماتا ہے" جو کافر ہو گئے ہیں وہ کہتے ہیں کہ آپ رسول نہیں ہیں۔ کہہ دیجئے کہ اللہ اور وہ جس کے پاس علم کتاب ہے گواہی کیلئے کافی ہیں"

یعنی خدا نے پیغمبر کی نبوت کی فہم کو مشروط کیا ہے قرآن کی فہم سے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر قرآن لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتا تو پیغمبر کی نبوت بھی سمجھ میں نہیں آئے گی۔ تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ قرآن پیغمبر کی نبوت کی علامت نہیں رہے گا کیونکہ وہ قابل سمجھ نہیں۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ پیغمبر معجزہ نہیں رکھتا۔ اگر پیغمبر معجزہ نہیں رکھتا ہے تو آج ہم نہ پیغمبر کی نبوت کو ثابت کر سکیں گے نہ ختم نبوت کو جبکہ حقیقت یہ ہے کہ آپکا خاتم النبین ہمارے مسلمہ عقائد میں سے ہے۔

۲۔ قرآن کریم نے پیغمبر پر ایمان نہ لانے والوں کو چیلنج کیا ہے کہ اگر تم اس کتاب کے

حامل محمدؐ کی نبوت کی صداقت کے بارے میں شک رکھتے ہو تو متحد ہو کر اس جیسی ایک کتاب لائیں یا اس جیسی دس سورتیں یا کم از کم ایک سورہ ہی تم بنا لاؤ۔ لیکن ہم چیلنج کرتے ہیں تم نہیں لا سکو گے۔ اگر قرآن لوگوں کے سمجھنے کی کتاب نہ ہو یا ان کی سمجھ سے باہر ہو اسکے باوجود یہ کہا جائے کہ اس کی مثل بنا کر لاؤ تو یہ ایسی بات ہوگی کہ کوئی لندن یا امریکہ کی یونیورسٹیوں سے انگریزی زبان میں ڈگری لے کر آئے اور ہمارے ملک کے کسی گاؤں کے پرائمری اسکول کے بچوں سے کھڑا ہو کر مقابلہ کرے کہ کون انگریزی بولنے میں ہمارے ساتھ مقابلہ کرے گا۔ یا کسی عوامی اجتماع میں جا کر کہے کہ کون ہے جو میرے ساتھ مقابلہ کر سکتا ہے۔ یا کوئی علمی فکری شخصیت یا کوئی مجتہد ہمارے ملک میں آ کر چیلنج کرے کہ تم میں سے کون ہے کہ فقہی مسئلے میں میرے ساتھ مقابلہ کرے۔ چیلنج کا مظاہرہ صرف وہاں صحیح ہے جہاں فریق مقابل اس کی صلاحیت وقدرت رکھتا ہو۔ اگر ہم کہیں گے قرآن کسی کے سمجھ میں نہیں آتا تو قرآن کا چیلنج بھی غیر معقول ہوگا۔

۳۔ پیغمبر اکرمؐ نے اپنی وفات کے موقع پر یا اس سے پہلے ایک حدیث کے بارے میں انتہائی شدت سے تاکید کی ہے۔ اس حدیث کو حدیث ثقلین کہتے ہیں۔ جسے فریقین نے اپنی کتب روائی میں نقل کیا ہے۔ ثقلین، ثقل کا تثنیہ ہے۔ ثقل بھاری اور وزنی کو کہتے ہیں۔ تو اس میں ایک ثقل کے بارے میں فریقین کا اتفاق ہے کہ وہ ثقل کتاب اللہ ہے۔ پیغمبر نے اس سے تمسک کرنے کا حکم دیا ہے۔ وہ تمسک بھی دونوں کو ملا کر کرنے کو کہا ہے۔ ایک کو چھوڑ کر دوسرے سے تمسک درحقیقت اسی ایک سے تمسک کو لغو اور بے معنی بنا دیتا ہے۔ لہذا پیغمبر اکرمؐ نے ہدایت پر قائم رہنے اور ہدایت سے

منحرف ہونے کوقرآن سے تمسک اور عدم تمسک سے مربوط کیا ہے۔ تمسک بہ قرآن عمل بہ قرآن ہے اور فہم بہ قرآن ہے۔ اگر ہم یہ فرض کریں کہ فہم قرآن اہل بیت کے ذریعے کرنے کا حکم ہے تو ہم اگر اہلبیت کے ذریعے فہم قرآن کریں گے تو اہلبیت کے توسط سے اخذ شدہ معنیٰ ان لوگوں کیلئے جو اہلبیت کی عصمت کے اس طرح قائل نہیں۔ وہ اہلبیت واصحاب میں فہم قرآن کے بارے میں چنداں تمیز نہیں کرتے انہیں ہم قرآن کی آیات کو یا خود اہلبیت کی حقانیت کو قرآن کے ذریعے کیسے سمجھائیں گے۔ یا غیر مسلموں کو جن کے پاس نہ اہلبیت کو کوئی تصور ہے نہ صحابہ کا کوئی تصور ہے ہم اپنے دین اور پیغمبر کی حقانیت کو کیسے تسلیم کروائیں گے اگر قرآن قابل فہم وادراک نہ ہو۔ پیغمبرؐ سے مروی یہ متواتر حادیث اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن سمجھنے اور درک کرنے کی کتاب ہے۔

۴۔ ایک سلسلہ روایات، کتبِ روایات واحادیث میں ائمہ اطہار کی طرف سے بطور تواتر وارد ہوا ہے۔ ان روایات میں ائمہ نے فرمایا ہے جو روایت کتاب خدا کے خلاف ہو، وہ باطل ہے وہ جھوٹ ہے، ہم نے نہیں کہا ہے اسے قبول کریں اسے دیوار سے ماردیں۔ گویا ائمہ اطہار سے منسوب احادیث میں بھی کافی تعداد میں جعلی احادیث شامل ہیں۔ جعلی احادیث کا بطور فراواں موجود ہونا برادران اہل سنت نے بھی تسلیم کیا ہے۔ حدیث کی صحت کی واحد کسوٹی صرف قرآن ہے۔ اگر قرآن قابل فہم نہ ہو اور قرآن کی فہم صرف روایات ہی کے ذریعے سے ممکن ہو تو یہ دور ہوگا۔ (یعنی قرآن سمجھنا حدیث پر متوقف ہوگا اور حدیث کو سمجھنا قرآن پر متوقف ہوگا) اس دور کو علماء اور عقلاء نے باطل اور غیر عقلی قرار دیا ہے۔

قرآن کریم کے تلاوت کی ضرورت، اہمیت اور اس کے احکام

۱۔ قرآن کریم میں مادۂ تلاوت باسٹھ (۶۲) دفعہ مختلف صیغوں میں استعمال ہوا ہے۔

سولہ (۱۶) بار تتلی تکرار ہوا ہے۔

﴿ اذا تتلیٰ علیهم ایٰت الرحمن ﴾ ''جس وقت رحمٰن کی آیات ان کے سامنے پڑھی جاتی تھیں'' (مریم/۵۸)

یتلو سات دفعہ آیا ہے

﴿ رسول من الله یتلو اصحفا مطهرة ﴾ ''اللہ کی طرف سے ایسا رسول جو پاکیزہ صحیفوں کی تلاوت کرے'' (بینہ/۲)

سات دفعہ یتلیٰ آیا ہے

﴿واذ کرون ما یتلیٰ فی بیو تکن ﴾ ''اور اللہ کی ان آیات اور حکمت کو یاد رکھو جن کی تمھارے گھروں میں تلاوت ہوتی ہے'' (احزاب/۳۴)

چھ مرتبہ اتل آیا ہے

﴿ اتل ما اوحی الیک ﴾ ''(اے نبی) آپ کی طرف کتاب کی جو وحی کی گئی ہے اس کی تلاوت کریں'' (عنکبوت/۴۵)

پانچ دفعہ تتلو آیا ہے۔

﴿وما کنت تتلو امن قبله من کتب ﴾ ''اور (اے نبی) آپ اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے'' (عنکبوت/۴۸)

پانچ بار یتلون آیا ہے

﴿الم یاتکم رسل منکم یتلون علیکم ایٰت ربکم ﴾ ''کیا تمھارے

پاس تم میں سے پیغمبر نہیں آئے تھے جو تمہارے رب کی آیات تمہیں سناتے" (زمر/۷۱)

تین دفعہ نتلوا آیا ہے

﴿تلک ایٰت الله نتلو ها علیک بالحق﴾ "یہ ہیں اللہ کی نشانیاں جو صحیح انداز میں ہم آپ کو سنا رہے ہیں" (آل عمران/۱۰۸)

دو دفعہ اتلوا آیا ہے

﴿وان اتلوا القران﴾ "اور یہ کہ میں قرآن پڑھ کر سناؤں" (نمل/۹۲)

ایک بار تلوته آیا ہے

﴿قل لو شآء الله ما تلوته علیکم﴾ "کہہ دو اگر خدا نہ چاہتا تو میں تم پر آیات تلاوت نہ کرتا" (یونس/۱۶)

"اتل" جہاں آیا ہے

﴿قل تعالوا اتل ماحرم ربکم علیکم﴾ "کہو کہ آؤ جس چیز کو تمھارے پروردگار نے تمھارے اوپر حرام قرار دیا ہے تمھیں پڑھ کر سناؤں" (انعام/۱۵۲) ﴿الذین اٰتینٰھم الکتٰب یتلونه حق تلاوته﴾ "اور جنہیں ہم نے کتاب عنایت کی ہے (اور) وہ اسکا حق تلاوت ادا کرتے ہیں" (بقرہ/۱۲۱) ﴿وانتم تتلون الکتب﴾ "حالانکہ تم کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہو" (بقرہ/۴۴) ﴿نتلوا علیک من نبا موسیٰ و فرعون بالحق لقوم یؤ منون﴾ "آپ کو موسیٰ اور فرعون کا واقعہ اہل ایمان کے لئے حقیقت کے مطابق سناتے ہیں" (قصص/۳) ﴿ویتلوه شاهد

منہ ﴾ ''اس کے پیچھے اس کے رب کی طرف سے ایک شاہد بھی آیا ہے''
(ھود/ ۱۷) ﴿قل فاتو ا بالتوراته فا تلو ھآ ان کنتم صٰدقین﴾ ''کہہ
دیجئے: اگر تم سچے ہو تو توریت لے آؤ اور اسے پڑھو'' (آل عمران/ ۹۳)
﴿واذاتلیت علیھم ایٰتہ﴾ ''اور جب ان کے سامنے اسکی آیات پڑھی
جائیں'' (انفال/۲)

۲۔ خداوند عالم نے اس قرآن کو تلاوت کیلئے نازل فرمایا:

﴿ اولم یکفھم انآانزلناعلیک الکتٰب یتلیٰ علیھم ﴾ ''کیا ان
کیلئے یہی کافی نہیں کہ ہم نے آپ پر یہ کتاب نازل کی ہے جو انہیں سنائی جاتی
ہے'' (عنکبوت/۵۱)

۳۔ اصول کافی ج دوم ص ۶۱۰ کتاب باب فضل قرآن میں پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا:

حدیث نمبر ۱:

گھروں کو تلاوت قرآن سے منور کرو اسے قبرستان نہ بناو۔ جس طرح یہود و نصاری نے بنایا کہ کلیسا اور معبد میں عبادت کی اور گھروں کو ذکر خدا سے معطل رکھا۔ اگر قرآن کریم کی تلاوت کثرت سے کی جائے تو اس کا فیض بھی کثیر ہوگا اور خیر بھی کثیر ہوگا۔ گھروں میں تلاوت قرآن اہل آسمان کیلئے نور کا باعث ہوگا جسطرح اہل زمین کیلئے ستارے نور کا باعث ہیں۔

حدیث نمبر ۲:

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: ''اگر مسلمان اپنے گھروں میں تلاوت قرآن کریں تو اہل آسمان اسے دیکھتے ہیں۔

حدیث نمبر ۳:

حضرت امام جعفر صادق نے حضرت امیر المومنینؑ سے نقل کیا کہ جس گھر میں تلاوت قرآن اور ذکر خدا ہوتا ہے اس میں برکت ہوتی ہے۔ ملائکہ حاضر ہوتے ہیں اور شیطان اس سے دور ہوتا ہے اور اہل آسمان کیلئے روشنی کا باعث بنتے ہیں: جس گھر میں تلاوت نہیں ہوتی، یاد خدا نہیں ہوتی برکت ختم ہو جاتی ہے، ملائکہ اس گھر کو چھوڑ جاتے ہیں اور اس گھر میں شیطان داخل ہو جاتا ہے۔

۴۔ قرآن کریم کی سب سے پہلے تلاوت کرنے والا خود خداوند متعال ہے:

﴿ تلک ایٰت اللہ نتلو ھا علیک بالحق ﴾ ''یہ ہیں اللہ کی نشانیاں جو صحیح انداز میں ہم آپ کو سنا رہے ہیں'' (آل عمران/۱۰۸) ﴿ذٰلک نتلوہ علیک من الاٰیٰت و الذکر الحکیم ﴾ ''یہ اللہ کی نشانیاں اور حکمت سے بھری نصیحتیں ہیں جو ہم آپ کو پڑھ کر سنا رہے ہیں'' (آل عمران/ ۵۸) ﴿ تلک ایٰت اللہ نتلوھا علیک بالحق ﴾ ''یہ ہیں اللہ کی آیات جنہیں ہم حق کے ساتھ آپ پر تلاوت کرتے ہیں'' (بقرہ/۲۵۲) ﴿ تلک ایٰت اللہ نتلوھا علیک بالحق ﴾ ''یہ اللہ کی آیات ہیں جنہیں ہم آپ کو سچائی کے ساتھ سنا رہے ہیں'' (جاثیہ/ ۶)

۵۔ جہاں خدا نے قرآن کی تلاوت کی ہے اس محضر میں امت و پیغمبرؐ دونوں مستمع قرآن ہیں۔

٦۔ خداوند عالم نے متعدد آیات میں پیغمبر اکرم کا سب سے پہلے وظیفہ تلاوت قرآن بتایا ہے جیسے:

﴿هو الـذى بعث فى الا مين رسولاً منهم يتلو عليهم ايٰتهٖ﴾ ''وہی ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے'' (جمعہ/٢) ﴿وقرانًا فرقنٰه لتقراه على الناس﴾ ''اور قرآن کو ہم نے جدا جدا کر کے نازل کیا تا کہ آپ اسے ٹھہر ٹھہر کر لوگوں کو پڑھ کر سنائیں'' (اسراء/١٠٦) ﴿ربنا وابعث فيهم رسو لاً منهم يتلو اعليهم ايٰتك و يعلمهم الكتٰب والحكمة﴾ ''اے ہمارے رب! ان میں ایک رسول انہی میں سے مبعوث فرما جو انہیں تیری آیات سنائے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے'' (بقرہ/١٢٩) ﴿ومـا كـان ربك مهلك القرٰى حتىٰ يبعث فىٓ امها رسولاً يتلوا عليهم ايٰتنا﴾ ''اور آپ کا رب ان بستیوں کو تباہ کرنے والا نہ تھا جب تک ان کے مرکز میں ایک رسول نہ بھیج دے جو انہیں ہماری آیات پڑھ کر سنائے'' (قصص/٥٩) ﴿تنزيل الكتٰب من الله العزيز الحكيم﴾ ''اس کتاب کا نزول بڑے غالب آنے والے اور حکمت والے اللہ کی طرف سے ہے'' (زمر/١) ﴿واذجاء تهم اية قالوا الن نؤمن حتىٰ نؤتىٰ مثل مآاوتى رسل الله﴾ ''اور جب کوئی آیت ان کے پاس آتی ہے تو کہتے ہیں: ہم اس وقت تک نہیں مانیں گے جب تک ہمیں بھی وہ چیز نہ دی جائے جو اللہ کے رسولوں کو دی گئی ہے'' (انعام/١٢٥)

ان تمام آیات میں پیغمبر اکرمؐ کا وظیفہ تلاوت قرآن کو قرار دیا ہے۔

۷۔ سورۂ مزمل آیت نمبر ۴ اور ۲۰ میں اس قرآن کی تلاوت کا حکم دیا ہے:

﴿ورتل القران ترتیلا﴾ ''اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کیجئے'' ﴿فاقرءوا ماتیسر من القران﴾ ''جتنا قرآن پڑھ سکتے ہو پڑھ لیا کرو''

۸۔ کافرین ہم مسلمانوں کو قرآن کی تلاوت سے منع کرتے ہیں:

﴿وقال الذین کفروا لا تسمعو لھذا القران﴾ ''اور جو لوگ کافر ہو گئے ہیں وہ کہتے ہیں: اس قرآن کو مت سنا کرو'' (فصلت/۲۶) ﴿بل الذین کفروا یکذبون﴾ ''بلکہ یہ کفار تکذیب کرتے ہیں'' (انشقاق/۲۲)

۹۔ جو قرآن کی تلاوت نہیں کرتے قیامت کے دن پیغمبر اکرمؐ عدل خدا میں اس شخص کے خلاف شکایت کریں گے۔

۱۰۔ خداوند عالم نے سورۂ آل عمران آیت ۱۰۳ میں جبل اللہ سے تمسک کا حکم فرمایا ہے۔

اس جبل اللہ سے مراد قرآن کریم ہے۔ جبل اللہ کی یہ تعبیر شیعہ اور اہل تسنن دونوں کے نزدیک متفق علیہ ہے۔

﴿واعتصموا بحبل الله جمیعًا و لا تفرقوا﴾ ''اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ نہ ڈالو'' (آل عمران/۱۰۳)

تفسیر المیزان صفحہ ۳۷۸ میں حضرت امام سجادؑ سے نقل کیا ہے کہ جبل اللہ سے مراد ''قرآن کریم ہے''

اگر چہ بعض مفسرین نے جبل اللہ سے مراد اسلام لیا ہے، بعض نے سنت پیغمبرؐ اور بعض نے عترت پیغمبرؐ لیا ہے۔ یہ سب جبل اللہ ہیں مگر حدیث ثقلین کے تحت جبل اکبر قرآن ہے۔

چنانچہ حبل اللہ سے مراد قرآن ہے اس بارے میں حضرت سجادؑ نے فرمایا ﴿ان ھذا القران یھدی للتی ھی اقوم﴾ ''یہ قرآن بالکل سیدھے راستے کی ہدایت کرتا ہے'' استدلال کیا ہے اعتصام قرآن کے معنی ہیں مراتب اور مراحل۔ سب سے پہلا مرحلہ اس کتاب کی تلاوت ہے، اور سب سے آخری مرحلہ حکومت قرآن ہے۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ صدیوں سے حکومت قرآن معطل ہے۔ لیکن افسوس کی بات تو یہ ہے کہ بعض افراد نے عمداً یا نادانستہ یا کسی سازش کے اثر میں آ کر کبھی کسی حدیث یا دعا کو جائے قرآن پر رکھا ہوا ہے۔

۱۱۔ تلاوت قرآن کا آغاز ﴿اعوذ باللہ﴾ سے ہونا چاہیے۔ بعض لوگ صلوات سے شروع کرتے ہیں۔ یہ طریقہ صحیح نہیں ہے۔ خود قرآن فرماتا ہے کہ جب اسکی تلاوت کریں تو ﴿اعوذ باللہ﴾ سے شروع کریں:

﴿فاذا قرات القران فاستعذ باللہ من شیطٰن الرجیم﴾ ''پس جب آپ قرآن پڑھنے لگیں تو راندہ درگاہ شیطان سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کریں'' (نحل/۹۸)

کسی عمل کو شروع کرنے سے پہلے درگاہ خداوندی میں شیطان سے پناہ مانگنا چاہئے کیونکہ شیطان اس عمل کو انجام دینے کیلئے آزاد نہیں چھوڑتا چنانچہ پیغمبرؐ اس بات پر مامور ہیں کہ ہمیشہ پہلے شیطان کے شر سے، خدا سے پناہ مانگیں جیسا کہ سورہ فلق اور ناس میں فرمایا ہے۔

۱۲۔ قرآن کا سننا واجب ہے اور اس کے ساتھ خاضع ہونا بھی ضروری ہے

﴿واذاقرئ القران فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون﴾ ''اور جب قرآن پڑھا جائے تو پوری توجہ کے ساتھ اسے سنا کرو اور خاموش رہا کرو، شاید تم پر رحم کیا جائے'' (اعراف/۲۰۴)

۱۳۔ قرآن کی تلاوت دو قسم کی ہے ایک تلاوت حق ہے یعنی حق کے ساتھ تلاوت اور ایک تلاوت مذموم یعنی مذمت شدہ تلاوت ہے جس کے بارے میں ان تلاوت کرنے والوں پر قرآن کی لعنت ہے۔

۱۴۔ قرآن کی تلاوت کے ثمرات و آثار یا حق تلاوت کو شناخت، ایمان میں اضافہ ہے۔

فہم ودرک قرآن کے بارے میں فقہاء ومجتہدین کے نظریات وآراء

فقہاء ومجتہدین نے کتب اصول وفقہ میں ایک باب بنام حجت ظواہر قرآن رکھا ہے۔ آیت اللہ العظمیٰ خوئی نے اپنی کتاب البیان فی تفسیر القرآن کے صفحہ ۲۸۱ میں اس عنوان کے تحت استدلال کیا ہے کہ فہم قرآن سب کیلئے ہے۔ اس بارے میں آیات ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اسلئے تکرار نہیں کرتے۔ آیت اللہ خوئی ظواہر قرآن کو حجت جانتے ہیں اس سلسلہ میں انھوں نے چند دلائل سے استدلال کیا ہے۔

۱۔ قرآن پیغمبر اکرمؐ پر بطور حجت نازل ہوا ہے۔ اور قرآن میں بشر کو یہ چیلنج کیا ہے کہ وہ قرآن کے ایک سورہ کا بدل لائے۔ عرب ظواہر قرآن کو سمجھتے تھے قرآن اگر ایک معمہ اور نا قابل فہم کتاب ہوتی تو چیلنج کرنا ایک نا قابل فہم بات ہوتی اور قرآن کا معجزہ ہونا ثابت نہ ہوتا۔ کیونکہ وہ کہہ سکتے تھے کہ جب یہ ہماری سمجھ میں ہی نہیں تو ہم کیسے اس کا مقابلہ کریں۔ لہذا یہ نزول قرآن کے مقصد کے بھی خلاف ہوتا۔ اور اس سے بشر کو دعوت نہ دی جاسکتی۔

۲۔ وہ روایات کثیرہ ہیں جس میں ثقلین سے تمسک کرنے کا حکم ہے۔ جسے پیغمبر نے مسلمانوں کے درمیان چھوڑا ہے۔ یہ بات واضح ہے کہ قرآن کا مقصد قرآن کا نفاذ ہے اس میں موجود آیات پر عمل ہے اسکے علاوہ تمسک کا کوئی معنی نہیں ہوسکتا۔

۳۔ وہ متواتر روایات ہیں جس میں پیغمبرؐ اور آئمہ سے منسوب اخبار کو قرآن کے سامنے پیش کرنے کا حکم ہے اور اگر اس کے مخالف ہوں تو دیوار پر مارنے کا حکم ہے۔ ان

روایات سے ثابت ہے کہ ظواہر قرآن حجت ہے اور عام لغت عرب سے آشنا فرد بھی اسے سمجھ سکتا ہے۔

۴۔ خود آئمہ نے بہت سے احکام بیان کرتے وقت آیات قرآن سے استدلال کیا ہے۔ بطور مثال امام صادقؑ سے زرارؒ نے پوچھا کہ آپ فرماتے ہیں کہ سر کے کچھ حصہ کا مسح کریں تو امام نے فرمایا ﴿برئوسکم﴾ کے "با" سے لیا ہے۔ دوسری حدیث امام نے دوانقی سے فرمایا چغل خور کی خبر کو قبول نہ کریں کیونکہ وہ فاسق ہے کیونکہ خداوند عالم نے سورہ حجرات ۶ میں فرمایا ہے فاسق کی خبر پر عمل نہ کرو۔ تیسری حدیث امام نے بعض لوگوں سے کہا جو بیت الخلاء میں زیادہ بیٹھتے تھے اور گانا سنتے تھے اور یہ استدلال کرتے تھے کہ ہم یہاں اپنے پاؤں سے نہیں آئے لہذا گانا سننا ہم پر حرام نہیں تو امامؑ نے فرمایا خداوند متعال سورہ بنی اسرائیل آیت ۳۶ میں فرماتا ہے کہ کان، آنکھ اور دل سب سے سوال ہوگا:

﴿ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان عنه مسئولا﴾

"کان و آنکھ اور دل یقیناً ان سب سے باز پرس ہوگی"

چوتھی حدیث آپؑ نے اپنے بیٹے اسماعیل سے فرمایا اگر تمھارے پاس مومنین گواہی دیں تو انکی تصدیق کرو اور اس پر استدلال سورہ۹ آیت ۶۱ سے کیا۔ پانچویں حدیث جس عورت نے تین دفعہ طلاق لی ہو جب تک کوئی اور مرد اس سے شادی نہ کرے پہلے شوہر پر حرام ہے۔ اگر دوسرا آدمی اس سے متعہ کرے یہ کافی نہیں اور اس پر استدلال سورہ۴ آیت ۱۸۷ سے کیا۔ چھٹی حدیث بندہ اپنے تیئں کسی عورت کو اپنے عقد میں نہیں لاسکتا۔ اس پر استدلال سورہ۱۶ آیت ۷۵ سے کیا۔

۵۔ وہ دلائل جو علمائے اخباریین نے فہم و درک قرآن کی نفی میں پیش کیے ہیں اور فہم قرآن کو صرف مختص بہ آئمہ کیا ہے۔ قرآن کی تفسیر کو تفسیر بالرائے کہا ہے، قرآن کے معنی پیچیدہ ہیں، احتمال ہے آئمہ نے ظواہر قرآن مراد نہ لیا ہو، متشبہات کی پیروی منع ہے، قرآن میں تحریف ہوئی ہے۔ غرض ان سب دلائل کو آیت اللہ العظمی خوئی نے اپنی کتاب میں مسترد و مخدوش قرار دیا ہے۔

قرآن فہمی مغربی مفکرین اور دانشمندوں کی نظر میں

۱۔ البرٹ آئنسٹائن (ALBERT EINSTIEN) متولد ۱۸۷۹ء متوفی ۱۹۵۵ء:

کہتا ہے کہ قرآن کا مفہوم الجبرا یا ریاضی نہیں ہے۔ بلکہ یہ انسانوں کو راہ راست پر لگانے کیلئے قانون کا مجموعہ ہے۔ ایسی تعلیمات اور ہدایت بڑے سے بڑے فلاسفر پیش کرنے سے قاصر ہیں۔

۲۔ بلر (BELLER) المعروف المانی:

کہتا ہے کہ قرآن کی زبان فصیح ترین عربی زبان ہے۔ اس کا انداز بلاغت اس طرح ہے کہ تمام افکار کو اپنی طرف جذب کرتا ہے۔ قرآن میں ایسی واضح اور روشن نصیحتیں ہیں اسے جب بھی پذیرائی ملی تو اسکی مخالفت نہیں ہوگی۔ جو بھی اسکی پیروی کرے گا اسکی زندگی آرام وسکون سے گزرے گی۔

۳۔ دیتریی (DIETERICI) متولد ۱۸۲۱ء متوفی ۱۹۰۳ء:

کہتا ہے کہ مسلمانوں کے یہی علوم و معارف ہیں جن میں وہ دسویں صدی میں یورپ سے آگے تھے اور ان علوم کا سرچشمہ قرآن تھا۔ یورپ نے یہ علوم ان سے لئے ہیں اس

حوالے سے یورپ والے مسلمانوں کے مقروض ہیں۔

۴۔ لومانس (LOMANS)

کہتا ہے کہ جو پہلی چنگاری کا شعلہ (نور) قرآن سے نکلتا ہے وہ ﴿ بسم اللہ الرحمن الرحیم ﴾ ہے۔ اس کلمہ رحمٰن میں اشارہ ہے کہ خدا سبحان ایک ہے اسکی نعمتیں اپنے بندگان پر دنیا و آخرت دونوں میں فراواں ہیں۔ یہاں اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ قرآن ایک نور ہے۔ اس میں شفقت اور رحمت کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

۵۔ کارلتون ایس گون (CARLTON-S-GOON)

قرآن کی خصوصیات میں سے ہے ایک اسکی بلاغت ہے۔ جب قرآن صحیح طریقہ سے تلاوت کیا جائے تو عربی سے آشنائی رکھنے والا اسے سمجھتا ہے اور اگر سمجھ نہ آئے تب بھی اس میں ایک اثر ہے۔ یہ ایک خاص بلاغت ہے جسکی وجہ ہمیں معلوم نہیں۔

۶۔ ویل ڈورنت (WILL DURANT) متولد ۱۸۸۵ء

قرآن میں قانون اور اخلاق ایک چیز ہے۔ عمل قرآن میں دینی اور دنیوی عمل ایک چیز ہے۔ دونوں خدا سے بذریعہ وحی حاصل ہوئی ہیں۔ قرآن میں مختلف اصول وضوابط ہیں جیسے ادب، صحت، ازدواج و طلاق، اولاد کے ساتھ سلوک حتیٰ غلام، حیوان، تجارت، سیاست، عقد وعہد، صنعت و دولت، صلح و جنگ بھی اس قرآن میں موجود ہیں۔ چودہ سو سال سے مسلمان بچوں کے حافظہ میں محفوظ ہے۔ اس نے ان کے اخلاق کی پرورش اور اربوں انسانوں کے دلوں کی صفائی کی ہے۔ قرآن لوگوں کی روح پر ایسے عقائد جاگزیں کرتا ہے جو ہر قسم کے وہم وگمان، رسومات وعادات، تقالید، بت پرستی وکہنہ پرستی سب سے دور ہے۔

۷۔ پروفیسر مری گلیورڈ ڈورمان (PROF. MARRY GAYLORD DORMAN):

قرآن نقطہ بہ نقطہ جبرائیل نے محمدؐ پر وحی کی ہے۔ ہر لفظ کامل وتام ہے قرآن ایک معجزہ جاودانی ہے۔ یہ محمدؐ کی سچائی کا گواہ ہے۔ اسکے معجزات اس کے انداز ادائیگی اور ادب میں اتنا کامل، عظیم ہیں کہ ایک انسان ایسی کتاب لانے سے عاجز ہے۔

۸۔ توماس کارلائیل (THOMAS CARLAYLE) متوفی ۱۸۸۱ء:

جب قرآن کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ کتاب وحی آسمانی ہونے کے علاوہ اسکے حکمات کی ترتیب بلیغ ترین صورت میں ہے۔ جو بھی اسے دقت سے پڑھتا ہے حقائق اسکے سامنے آشکار ہو جاتے ہیں اور وہ سمجھ لیتا ہے کہ یہ کتاب ایک مبداء سے وابستہ ہے۔

۹۔ پروفیسر منٹگمری واٹ (MONTEGMARY WATT)

قرآن جو اس وقت ہمارے ہاتھ میں ہے۔ چاہے وہ اپنی زبان عربی میں ہو یا انگریزی زبان میں ترجمہ ہو یہ محمدؐ پر ہونے والی وحی کا حصہ ہے۔ یہاں خدا متکلم ہے اور محمدؐ اور تمام خلائق مخاطب ہے۔ مسلمانوں کے عقیدے کے مطابق قرآن کلام خدا ہے۔ مخاطب قرآن اس وقت ساتویں صدی عیسوی کے عرب تھے۔ لہذا یہ صحیح نہیں کہ اسکی خوبی یہ ہے کہ یہ عربی زبان میں ہے۔ کیونکہ یہ کتاب ایک دل سے نکلی ہے اور اس نے تمام دلوں میں نفوذ کیا ہے۔

کیا آپ قرآن کا ساتھ دیں گے یا دشمنوں کا؟

آپ نے اسلام اور قرآن کے خلاف دشمنوں کے مذموم عزائم کے مختلف و متعدد، اور چاروں طرف سے گھیراؤ کرنے کی مہم کو بھی پڑھا اور اسکے ساتھ قرآن کریم کی آیات، نہج البلاغہ کے خطبات، آئمہ معصومین کے فرمودات اور علماء کے فتوی کے نظریات حتی مغربی مفکرین کے تاثرات کو بھی پڑھا۔ اب آپکی خدمت میں یہ سوال ہے کیا ہمارے دشمن جو اتحاد کی صورت میں قرآن اور اسلام کے خلاف ہمارا گھیراؤ تنگ کرنے میں کہاں تک کامیابی حاصل کی ہے۔ ہماری قاصر نظر کے تحت وہ اس سلسلے میں بہت حد تک کامیاب ہوئے ہیں۔ لیکن انکی تمام کامیابیاں انشاء اللہ سراب کی مانند ہونگیں اگر آپ نے اس قرآن کے ساتھ نئے سرے سے وابستگی قائم کی اور احد و پیان باندھا۔ ہم ذیل میں انھوں نے جن میدانوں میں کامیابی حاصل کی ہے اسکا کچھ نمونہ قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں تا کہ مسلمان اپنے دشمنوں کے برے عزائم سے آگاہ ہو جائیں اور اپنے اندر مزاحمت پیدا کر سکیں۔ آپ کا عقیدہ ہے یہ قرآن جیسا کہ یہ خود فرماتا ہے حیات بخش ہے، خداوند عالم نے اسے مُردہ انسانوں میں، اجتماع میں، اقتصاد میں، سیاست میں، طبیعت میں حیات دین کیلئے نازل کیا تھا اور عمل کی راہیں دکھانے کیلئے نازل ہوا تھا۔ دشمن نے ہمیں اس پر عمل کرنے سے روک کر قرآن کریم کو مردوں کیلئے تلاوت کرنے، بعض آیات و سورہ کی خاصیتیں دکھا کر اس کو مس کرنے اسے لکھ کر پانی میں بھگو کر پینے تک محدود کر دیا۔ علم جو کہ پیغمبر اور آئمہ کے دور میں ایک تھا اسے دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ ایک کا نام علوم دنیوی رکھا اور دوسرے کا علوم دینی۔ علوم دنیوی سے اسکی تعلیم گاہوں سے کلاسوں اور اس کے نصاب سے قرآن کو منہا کر رکھا ہے۔ کیونکہ یہ دنیا سے مربوط ہے اور انکے خیال میں قرآن

کریم میں انسان کیلئے دنیا کے بارے میں کوئی چیز نہیں۔ جبکہ یہ بات درست نہیں ہے۔ ان تعلیم گاہوں میں فزکس پڑھائی جاتی ہے فزکس کی خصوصیات یا مادہ کے بارے میں مغربی سائنس دانوں کی باتیں اور نظریات نقل کیے جاتے ہیں حالانکہ مادہ کی خصوصیات کے بارے میں قرآن کریم میں متعدد آیات وارد ہوئی ہیں۔ لیکن انکا ذکر نہیں کیا جاتا۔ ان علمائے اسلام کا نام بھی نہیں لیا جاتا جو علم فزکس کے ماہر تھے۔ انھیں تعلیم گاہوں میں طبیعت کی خاصیت ترکیبی یعنی کیمسٹری پڑھائی جاتی ہے، فلکیات، ستارہ شناسی، زمین شناسی، اجتماع شناسی اور سیاسیات ان تمام علوم میں مغربی دانشوروں کے حوالے دیے جاتے ہیں انکی باتوں کو بطور سند پیش کیا جاتا ہے۔ جس قرآن نے ان علوم وفنون کی حقیقی تصویر پیش کی ہے اسے پیش کیا جا سکتا تھا مگر نہیں کیا جاتا۔ اس طرح مسلمانوں کی مروجہ تعلیم گاہوں کو قرآن کے معارف سے محروم رکھا گیا ہے اور قرآن کو ایک علمی اور تحقیقی سند کے طور پر پیش نہیں کیا جاتا۔ اور دوسری طرف انہی تعلیم گاہوں میں پڑھنے کیلئے تشویق اور ترغیب دی جاتی ہے اور دوسرے مدارس سے نفرت اور مایوسی پھیلائی جاتی ہے۔ غرض ان تعلیم گاہوں میں قرآن کو علمی حوالے سے کوئی موقع نہیں دیا جاتا۔ یونیورسٹیوں میں بعض شخصیات کیلئے کم از کم کرسی (Chair) معین کی جاتی ہے لیکن قرآن کے ساتھ اس حد تک بھی لگاؤ نہیں رکھا جاتا۔ ان کی کامیابی کی چند اہم مواقع ہیں جو مندرجہ ذیل میں پیش کریں گے۔

۱۔ پوری امت کو قرآن سے دور رکھنا

امت مسلمہ کا فہم قرآن سے دور ہونے کے مختلف ومتعدد اسباب وعوامل پائے جاتے ہیں ان اسباب وعوامل کو اگر خلاصہ اور نقطہ واحد میں جمع کرنا چاہیں تب بھی اس میں تعدد کا اعتراف کرنا پڑے گا یعنی تعدد ناگزیر ہے۔

۱۔ عوام یعنی عامۃ الناس کہ جو عام فہم قرآن سے دور ہیں۔

۲۔ علماء اور دانشوران حضرات جو عمداً یا سہواً اپنے رویے کی وجہ سے فہم قرآن سے دور رہے ہیں۔

۲۔ دشمنان اسلام کو موقع دینا:

دشمانان اسلام جو کہ سر توڑ مہم چلاتے رہے ہیں اور اس کے لئے ہر وسیلہ استعمال کرنے سے گریز نہیں کیا جاتا جس کے ذریعے مسلمانوں کو قرآن سے دور رکھا جائے۔ قرآن سے دوری کا ایک نقطہ ابتداء ہے اور ایک انتہا۔ نقطہ ابتداء عدم وابستگی قرآن ہے اور انتہا قرآنی احکام کی تطبیق سے روکنا ہے جو چیز دشمنان اسلام کے دل کیلئے کینسر کا سبب ہے وہ تطبیق قرآن ہے انہیں قرآن کو صرف فاتح کیلئے پڑھنے، تعویذ بنانے، کتبے بنانے، یا قسم کھانے کیلئے استعمال کرنے پر کوئی رنج نہیں۔ لیکن مسلمانوں کو اس حد سے روکنے کی بھی کوشش کرتے ہیں تا کہ مسلمان قرآن سے بلکل اجنبی ہو جائیں تا کہ کسی وقت بھی ان کے دل و دماغ میں تطبیق قرآن کا تصور نہ ابھر آئے۔ ہمارے ملک میں ابھی تک یہ رسم موجود ہے کہ اعلی عہدوں کی حلف برداری کے وقت قرآن سے حلف لیا جاتا ہے لیکن اس کے بارے میں بھی دشمن کی خفیہ کوشش ہوگی کہ اس قانون کو بھی منسوخ کیا جائے تا کہ مسلمان سربراھان کے دماغ سے یہ بات محو ہو جائے کہ یہ کونسی کتاب ہے کہ جس پر ہم حلف اٹھا رہے ہیں کہ ہمارا ہر کام اس کتاب کے مطابق ہوگا۔ چنانچہ ایران میں شاہ ایران کے آخری دور میں یہ قانون منسوخ کر دیا گیا تھا۔ لہذا جب دشمن کی انتھک کوشش ہے کہ ہم قرآن سے کسی بھی زاویے سے متمسک نہ ہوں تو ہمارے اندر بھی اتنی غیرت وحمیت آنی چاہے کہ ہم بھی اپنی استطاعت کے مطابق قرآن سے ارتباط رکھیں۔ قرآن کو معاشرے میں زندہ

رکھنے اور اپنی زندگی کو قرآنی سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کریں۔ اور ہمارے منابر پر جو دوستی کا لبادہ اوڑھ کر دشمنوں کے مقاصد کو پورا کرنے کیلئے کہتے ہیں کہ قرآن صرف تطبیق کیلئے آیا ہے نہ کہ تلاوت کیلئے ان کی ان باتوں پر توجہ نہ دیں کیونکہ تطبیق کا آغا تلاوت سے ہے اصل جملہ یہ ہے کہ ہمیں تلاوت قرآن پر ہی اکتفا یا رکنا نہیں چاہے بلکہ اس سے آگے بڑھنا چاہے۔

۳۔ علماء و دانشوران کو قرآن سے دور رکھنا

۱۔ یہ علماء ان مدارس و درسگاہوں سے تعلیم یافتہ ہیں جن میں درس قرآن نامی کوئی نصاب ہی نہیں ہے یعنی نصاب کا فقدان ہے۔

۲۔ ان مدارس میں ایسا نصاب ترتیب دیا گیا ہے جو انسان کی عمر کو کھا جاتا ہے یعنی یہ نصاب ختم کرنے کے بعد انسان نہ تعلیم حاصل کرنے کے قابل رہتا ہے اور نہ ہی زندہ رہنے کے۔ یہ نصاب مرتب کرنے والے افراد فرماتے ہیں کہ ان علوم پر مسلم عبور حاصل کرنے کے بعد یہ قرآن کو دوسروں سے بہتر سمجھ سکیں گے یہ ایک غلط مفروضہ ہے چنانچہ کیمسٹری میں اعلی درجہ پر تعلیم حاصل کرنے والا انسان جب تک دوا سازی کی تعلیم حاصل نہ کرے دوا نہیں بنا سکتا۔ انگریزی گرائمر میں عبور حاصل کرنے والے انگریز کی پیدا کردہ ٹیکنالوجی ایجاد نہیں کرسکتا جب تک خود ٹیکنالوجی کو نہ پڑھیں ۔ اسی طرح انگریزی میں لکھی اقتصادیات کی کتاب پڑھنے سے اقتصادیات نہیں آتی جب تک خود اقتصادیات نہ پڑھیں۔

۳۔ علماء اپنی تقاریر کو دلچسپ بنانے اور سامعین کی دلچسپی کیلئے قصے کہانیاں، مذاق، اقبال کی شاعری یا زیادہ سے زیادہ احادیث پر اکتفا کرتے ہیں لیکن ابتداء سے انتہا تک

اپنے مدعا کی دلیل کیلئے آیات قرآنی سے استدلال نہیں کرتے۔ کیونکہ یہ ایسے مدارس کے تعلیم یافتہ ہیں جہاں کے علماء کا قرآن سے لگاؤ ہی نہیں۔

۴۔ علماء کی فہم قرآن سے دوری کی ایک وجہ صرف احادیث پر انحصار ہے اور یہ پیغمبر اکرم سے مروی حدیث ثقلین جو متواتر ہے سے انحراف ہے اور امت اسلامی کے دونوں دھڑے جیسے اہلسنت میں سے اہل حدیث جنہوں نے شریعت کا مصدر و ماخذ صرف حدیث کو قرار دیا ہے اور قرآن سے عملی طور پر دوری اختیار کی ہے اور اسی طرح اہل تشیع میں اخباری گروہ نے یہ کام انجام دیا ہے اور قرآن سے دوری اختیار کی ہے۔

۵۔ فہم قرآن سے دوری کی ایک وجہ تعصب مذہبی ہے۔ بعض اہلبیتؑ سے تمسک ہونے کا دعوی کرنے والے بزعم اپنے یہ کہہ کر قرآن سے دوری اختیار کرتے ہیں کہ قرآن تو صامت ہے اور یہ بغیر قرآن ناطق سمجھنا ممکن نہیں لہذا یہ افراد ہر آیت کی تفسیر کیلئے ایک روایت کا ہونا ضروری سمجھتے ہیں چونکہ ہر آیت کے بارے میں روایت نہیں ملتی لہذا یہ گروہ بھی عملاً قرآن سے دوری اختیار کرتا ہے انکی یہ منطق اسلئے تعجب خیز ہے کہ یہ قرآن کو تو کتاب صامت سمجھتے ہیں لیکن اصول کافی یا کتب اربعہ میں جو روایات ہیں انکو ناطق سمجھتے ہیں جبکہ صامت ہونے کے حوالے سے آیات و روایات میں کوئی فرق نہیں ہے لہذا یہ گروہ جب تک امام زمان ظہور نہیں فرمائیں گے قرآن سے دور رہیں گے اور ان خوابوں اور کہانیوں پر گذارا کریں گے کہ مجھے امام خواب میں آئے اور یہ کہا وغیرہ۔

۶۔ فہم قرآن سے دوری کی ایک وجہ بعض مفسرین قرآن کی سیکولرزم کی ترویج ہے دشمنان اسلام کو جب مسلمانوں کو قرآن سے دور کرنے میں دشواری پیش آئی تو

انہوں نے ایک اور منافقانہ حربہ استعمال کیا اور سیکولرزم کی ترویج کے لئے مسلمانوں کے اندر ایسے علماء تلاش کیے جنہوں نے قرآن کی تفسیر سیکولرزم کی بنیاد پر کی ان میں سرفہرست سرسید احمد خان اور غلام احمد پرویز ہیں۔ اور ان کے اس عمل سے بھی مسلمان قرآن سے دور ہوئے۔

۷۔ فہم قرآن سے دوری کی ایک وجہ روح و مذاج قرآن سے اجنبی گروہ کا تفسیر قرآن میں مداخلت کرنا ہے۔ یہ افراد کسی دوسرے دینی یا علمی موضوع میں مہارت رکھتے تھے لیکن قرآن سے بلکل اجنبی تھے لیکن کسی بیرونی اشارے پر انہوں نے تفسیر قرآن کے بہانے خواب و کہانیوں اور اسرائیلی روایات کو تفسیر قرآن میں دخل دیا اور قرآن کہ نہ صرف عملی میدان میں تطبیق ہونے سے روکا بلکہ مسلمانوں کی فکر و ذہن سے بھی قرآن کو اجنبی بنایا۔

خداوند متعال نے اس قرآن کریم کو صرف تلاوت اور تعویذ کیلیے نازل نہیں کیا ہے بلکہ اسے انسان کیلئے کلید سعادت دنیا و آخرت بنا کر بھیجا ہے۔ اگرچہ فہم اور تطبیق القرآن کا آغاز تلاوت سے ہوتا ہے اور انتہا اس کے احکام کی تطبیق ہے۔ چونکہ تطبیق قرآن دنیا کے مستکبرین، ظالمین، استعما اور استحصال کرنے والوں کیلیے چیلنج ہے لہذا انہوں نے پہلی انگلی تطبیق اور فہم قرآن پر رکھی۔ اور اپنے تمام تر وسائل و ذرائع کو بروئے کار لاتے ہوئے اس بات کی بھرپور کوشش کی کہ کسی قیمت پر مسلمان اس قرآن کو اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں نافذ نہ کرسکیں ان کی یہ کوشش اور مہم دعوت برائے ترکِ تطبیق قرآن اگر کفر کی زبان میں ہوتی اور اسٹیج سے یہ بات کرتے تو نہ صرف کہ یہ بات ہمارے لئے باعث خطرہ نہ ہوتی بلکہ ایمان تقویت کا باعث بنتی۔ قرآن کے بارے میں مسلمانوں کا شوق اور بڑھ جاتا اور ہم

دشمن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرتے اور اسکو چیلنج کرتے۔ لیکن بقول امام خمینیؒ:

''دشمن ہمارے مسائل کے بارے میں باخبر ہے۔ ہماری ذہنیت کے بارے میں تحقیق اور مہارت رکھتا ہے اس کام کے لئے دشمن نے اپنے یہاں مستشرقین اکادمی قائم کی ہیں تا کہ وہ ہماری ذہنیت اور افکار کا جائزہ لے کر اسکے مطابق خود ہمارے اندر داخل ہو اور ہماری زبان اور ہمارے حلیہ میں ہمارے خلاف محاذ قائم کرسکیں''۔

وہ جانتے تھے کہ سرحدوں سے حملہ اتنا کارگر نہیں رہتا۔ اگر موثر حملہ کرنا ہے تو گھروں سے شروع کیا جائے۔ داخلی جنگ زیادہ پریشان کن ہوتی ہے۔ چنانچہ اس کمزور پہلو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امیر المومنینؑ نے آج سے چودہ سو سال پہلے دشمن کی اس سازش کو بے نقاب کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''دشمن ہم سے بات کرتے وقت ہمارے عقائد کی کچھ باتیں لے لیتا ہے اور اس میں اپنی باتیں ملا کر ہم سے خطاب کرتا ہے تا کہ ہمیں گمراہ کرسکے''

(نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۵۰)

دشمن نے مسلمانوں کو قرآن سے باز رکھنے اور اس پر عمل کرنے سے روکنے کیلئے دو زاویوں سے الگ الگ طریقے سے مختلف نوعیت کی کوششیں کی ہیں۔ پہلے اس نے ہمارے اجتماع میں لوگوں سے خطاب کرنے کے مواقع اور جگہوں پر قبضہ کیا پھر ہم سے خطاب کیا۔ لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے اس نے بعض روایات کو ہماری کتب سے لیکر ان کو انکے سیاق وسباق سے ہٹا کر اپنا مطلب حاصل کرنے کے لئے لوگوں میں پیش کیا یا ضعیف اور غلط باتوں کو بنیاد بنا کر قرآن کے خلاف پروپیگنڈہ کیا۔

امت وعلماء ودانشمندان کو دور رکھنے کی نقصانات

علماء اعلام کی قرآن سے دوری اختیار کرنے سے جونقصان اور خسارہ خود انھیں اور دین کو لاحق ہوا ہے وہ ناقابل بیان اور تحریر ہے اس سلسلے میں زبان کھولنا اور بند رکھنا باب تزاحم میں آتا ہے جیسے یوم شک کے دن روزہ رکھنا افطار کرنے کی طرح ہے۔علماء اعلام کی موجودہ دین کی ترویج واشاعت میں کردار اور سیرت وصورت قرآن وسنت اوران کی ذمہ داریوں کے سراسر خلاف ہے اور منکرات میں سے ہے اس وجہ سے ان منکرات کے مقابلے کچھ بولنا علماء کی توہین اوراہانت ہے خصوصاً ہم جیسے بے علم وعمل کی بات کرنا جسارت ہے جو کہ سراسر حرام ہے ایسی صورت میں خاموش رہنامایوس ہونے کے ساتھ ساتھ دین میں فرسودگی اور مذہب میں انتشار کا سبب ہے۔اس صورت حال کی بنیادی وجہ جولباس وحلیہ اور مقام ومنصب انہیں حاصل ہے۔اس کی بنیادی ضرورتوں سے وہ محروم وعاری ہیں جسکی وجہ سے ان دونوں سے بہت زیادہ نقصانات اور تعلقات کا سامنا ہوا ہے

دینی مدارس سے قرآن کو نکالنا

دین کے نام پر قائم ان مدارس میں انسان کو دنیا سے لاتعلق اور اندھا بنا کر رکھا جاتا ہے۔دین ومذہب سکھانے،آخرت،رضائے خدا،شناخت خدااور رسول وآئمہ کو اپنا منشور اور نصب العین قرار دیکر اور بیش بہا دولت صرف کر کے بلند وبالا عمارتیں بنائی گئی ہیں اوران میں پڑھانے کیلئے صرف ونحو،منطق اور علم بیان اور انہی کو نصاب بنایا جاتا ہے یازیادہ سے زیادہ دور جاہلیت کے اشعار۔انہی کتابوں میں اسی نصاب کے تحت کامیاب ہونے والوں کیلئے اعلی جائزے معین کئے جاتے ہیں اور حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔جب ان سے کہو کہ ان کتابوں میں نہ قرآن ہے،نہ سنت رسول ہے نہ عقائد ہیں نہ اخلاق ہے تو کہتے ہیں کہ

ابھی ہم یہ مقدمات سکھا رہے ہیں بنیاد کو ٹھیک کر رہے ہیں۔ ان مدرسوں کی عمر پچاس سال سے بھی تجاوز کر گئی ہے جن سے فارغ ہونے والے یا تو مر گئے ہیں یا بوڑھے ہو گئے۔ لیکن اتنا طویل دور گزارنے کے باوجود ابھی تک نہ مدرسہ مقدمات سے نکل سکا ہے نہ مدرسے والے۔ ہنوز اس دن کا انتظار ہے کہ جب مقدمات ختم کر کے ذوالمقدمہ شروع کرنے کی کلاس کا اعلان ہوگا اس دن جشن منائیں۔ لیکن تاحال ایسی کوئی امید نظر نہیں آتی بلکہ ایسی تبلیغات، اشارے اور کوششیں نظر آ رہی ہیں کہ بعض افراد اسی دینی صف ولباس میں ہوتے ہوئے ان مدارس سے لوگوں کے ذہنوں کو یہ کہہ کر موڑ رہے ہیں کہ یہ مدارس ناکام رہے ہیں لہٰذا ہمیں دنیا کے ساتھ چلنے کیلئے نئی صدی کے تقاضوں کو پورا کرنے کیلئے مروجہ تعلیم کو زیادہ فروغ دینا چاہیے اس کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے یوں جو دولت کل مدارس دینی پر خرچ ہو رہی تھی ان مدارس کو آج بے ثمر قرار دے کر مروجہ تعلیم گاہوں پر خرچ کر رہے ہیں اور کرنے کہ مہم چلا رہے ہیں۔

ہمیں قرآن سے روکنے کی مہم میں استعمار کا پہلا قدم تطبیق قرآن سے روکنا ہے اس کا وسط فہم قرآن سے روکنا اور آخری قدم اس کتاب کی تلاوت سے محروم کرنا ہے۔ اس سلسلے میں ہم اپنی حسرت وافسوس کا اظہار کرنے سے پہلے امام معظم امام راحل و رہبر حاضر کے مشکور و ممنون ہیں اور انکی بلندی درجات اور توفیقات میں اضافہ کے لئے دعا گو ہیں کہ انہوں نے نام گرامی قرآن کو ہر میدان میں یعنی تلاوت کے میدان میں، حسن قرات کے میدان میں، حفظ کے میدان میں، تحریر و بیان کے میدان میں، تحقیق کے میدان میں نہ صرف شیعوں کو سرخرو کیا جو ایک عرصے سے قرآن سے لاتعلق ہونے کے تہمت زدہ تھے بلکہ امت اسلامیہ کو اس کتاب عظیم، ختم ناپذیر سرمایہ کا تعارف کرایا جو قرآن سے گہرا تعلق ہونے کا ثبوت ہے۔

عالم اسلام کی سطح پر نام قرآن کو بلند کیا ہے۔اس وقت بالخصوص ماہ مبارک رمضان میں ایران بہار قرآن، گلستان قرآن بنا ہوا ہوتا ہے ۔اس سلسلے میں ہم کسی حد تک ریڈیو پاکستان اور پاکستان ٹیلی ویژن اور برادران اہلسنت کے مدارس و مساجد کے بھی مشکور ہیں کہ یہ قرآن کریم کے نام کو اگرچہ تلاوت کی حد تک کیوں نہ ہو کچھ نہ کچھ بلند کئے ہوئے ہیں۔ افسوس اور حسرت اس بات پر ہے کہ تلاوت قرآن کے بارے میں ہمارے خلاف سازشیں ہو رہی ہیں ہماری نوجوان نسل میں تلاوت قرآن، تعلیم قرآن نہ ہونے کے برابر ہے۔ ہمارے اجتماع و محافل کا آغاز قرآن سے کرنے کی بجائے کچھ لوگ حدیث سے ابتدا کرنے کی مہم شروع کیے ہوئے ہیں۔ یقین جانئے تمام مسلمانوں کے پاس خواہ شیعہ ہوں یا سنی دونوں کے پاس نہ ایسی کوئی کتاب ہے نہ کوئی حدیث ہے نہ کوئی دعا ہے جو قرآن کی جگہ لے سکے۔ نعم البدل تو کجا کوئی شے قرآن کے برابر نہیں آسکتی۔ کوئی کتاب یا کلام مخلوق اس کتاب خدا کی جگہ نہیں لے سکتی۔ جسطرح خدا الہِ کل ہے قرآن الہِ الکلام ہے۔ خدارا غور کیجئے کسی چیز کا اہمیت و مقام اس سے بڑھ کر اور کیا سکتا ہے جسے خود خدا نے مبارک کہا ہے۔

۱۔ دینی درسگاہوں سے جو علوم و فنون انہوں نے حاصل کیے ہیں۔ وہ علم دین نہیں ہے بلکہ مقدمات علوم دینی ہیں لہذا وہ کیسے علم دین ہو سکتا ہے جس میں قرآن نہ ہو۔ اور ذوالمقدمہ پڑھنے کی توفیق ہونے سے پہلے ہی وارث انبیاء کا لقب حاصل کر لیتے ہیں یہ ایسے ہی ہے جیسے کسی میٹرک پاس کرنے والے کو ڈاکٹر کہا جائے۔ بدقسمتی سے ملک میں دینی حقائق بیان کرنے کی ضرورت اور اس کی قدر و قیمت کے فقدان کے ساتھ توہین و اہانت کے خدشات نے انہیں علوم دینی سے متعلق کتب کا مطالعہ کرنے

کی ضرورت بھی محسوس نہیں ہوتی خصوصاً ام الکتاب قرآن کریم سے بالکل اجنبی ہونے کے برابر ہیں بلکہ بڑے بڑے فقہا و مجتہدین چنداں قرآن کریم سے آشنائی نہیں رکھتے۔ اسی وجہ سے انہیں منابر پر بولنے کے لئے مواد کے بحران کا سامنا ہے۔ اسی لئے زیادہ تر نقلِ لسانی یا معاشرے میں رائج افواہوں اور کالم نویسوں کے تجزیوں پر اکتفاء کرتے ہیں یا پھر زیادہ سے زیادہ نوابغ شعراء انیس و دبیر، غالب و اقبال، حافظ و سعدی کے اشعار سے اپنی تقریر کے غبارے میں ہوا بھرتے ہیں تا کہ اس کا وزن بڑھ جائے۔

۲۔ خداوند متعال کی طرف سے وحی عملی کے ساتھ طریقہ بیان کی تعلیم کی ضرورت تھی لہذا جب حضرت موسیٰ کو نبوت سے نوازا تو انھوں نے لکنت بیان کی وجہ سے قوت بیان والے کی معاونت کی ضرورت کیلیے درخواست کی لیکن خداوند عالم نے ہمارے نبی کریم کو یہ موجبت تعلیم قرآن کے ساتھ ہی عنایت کی۔ الرحمن علم القران خلق انسان علمه البیان سورہ رحمٰن دیکھیں اس آیت کریمہ میں خلقت انسان کی غرض و غایت کو آشنائی بہ قرآن قرار دیا ہے۔ کیونکہ فلسفہ میں یہ بات ثابت ہے کہ کسی چیز میں وجود میں آنے سے پہلے اسکی غرض و غایت مقدم ہے۔ یہی تصور اس کے وجود کی علت ہے۔ یعنی اسکی علت غائی ہے جو دیگر علتوں پر مقدم ہے۔ خلقت انسان کی غایت قرآن ہے اور جو اپنی غایت سے محروم و عاری ہو جائے وہ عبث و بے ہودہ ہے مثلاً مسجد بنانے کے بعد نمازی نہ ملیں، مدرسہ بنانے کے بعد طالب علم نہ ملیں تو ان عمارت کی تعمیر عبث ہوگی۔ اسی طرح بغیر تعلیم قرآن انسان عبث ہوگا۔ تعلیم قرآن کے بعد دوسری اہم ضرورت بیان قرآن ہے۔ ہم چونکہ اصل قرآن سے محروم ہیں تو

کیونکر بیان قرآن کی ذمہ داری اٹھائیں گے۔ ہمارے علماء کے بیان قرآن کے فقدان کی دو بنیادی وجوہات ہیں۔

۱۔ ذہن کا قرآن سے خالی ہونا۔ایسی صوررت میں خطیب لمبے خطبے، ہاتھ پاوں مارنے ،نعروں کی تکرار، مزاحیہ باتوں کا بیان اور زیادہ سے زیادہ صلوات بھیجنے کی درخواست اور جھوٹے مصائب پر رلانے پر اکتفا کرتے ہیں۔

۲۔ خطابت ایک بہت اہم موضوع ہے۔اگر چہ ہر کوئی اپنے آپ کو ایک بڑا خطیب سمجھتا ہے لیکن اگر انصاف کی بات کریں تو اچھے خطباء کی تعداد ہاتھ کی انگلیوں سے بھی کم ہے۔ کیونکہ ہماری درسگاہوں میں اس موضوع پر نہ تو کوئی نصاب ہے اور نہ ہی تربیت کیلئے کوئی استاد ہے۔اگر ہماری تاریخ میں کوئی شخصیات ہمیں نظر آتی ہیں جنھیں نوابغ زمانہ کہا جاتا ہے جیسے شہید صدرؒ، شہید مطہریؒ، امام خمینیؒ اور آقائے خامنہ ای جیسی شخصیات ان حوزوں کی برکت سے نہیں ہیں بلکہ اس میں انکی اپنی کوشش اور خدا کی عنایت ہے۔ غرض اس مضمون پر عبور حاصل کرنا کسی سے مخصوص نہیں ہے اور نہ ہی یہ ناممکن ہے۔ ریڈیو اور ٹی وی میں پہلی مرتبہ آنے والوں کی زبان میں لکنت، ہونٹ سوکھے ہوئے اور گفتگو میں تردد ہوتا ہے۔ حکومتی اہلکاروں کی اس کمزوری کو دور کرنے کیلئے انکی گفتگو کو سنسر کرکے پیش کیا جاتا ہے تا کہ شرمندگی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ لیکن کچھ ہی عرصہ گزرنے کے بعد یہ باقاعدہ مقرر بن جاتے ہیں۔ کیونکہ انھیں حکومتی ماہرین باقاعدگی سے خطابت کے اسلوب سکھاتے ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے ہمارے علماء کو ایسے لوگ میسر نہیں جو انھیں مواد کے ساتھ انداز بیان کی بھی تربیت دیں۔ علماء کی یہ حالت ہے جب انھیں آدھ گھنٹہ کا اگر ٹائم دیا ہے تو یہ بیس منٹ خطبہ پر لگا دیتے

ہیں اور پھر کچھ دیر مصیبت بیان کر کے لوگوں کو رلا کر فارغ ہو جاتے ہیں۔ یہ ہی وجہ ہے اتنے مواقع ہونے کے باوجود ہمارے ملک کے عوام جاہل و نادان ہیں۔ علماء کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ مدارس سے بار بار فیل ہونے والے علماء کے لباس میں جب لوگوں کے سامنے جاتے ہیں تو کوئی انکی بات نہیں سنتا۔ لہذا ارباب مدارس اپنی نئی کوششوں کی منصوبہ بندی کا بار بار اعلان کرتے نظر آتے ہیں۔ اب تو وہ چندہ (وجوہات شرعی) حاصل کرنے کی خاطر انگریزی و عربی زبان اور کمپیوٹر کلاسس کے اجراء کو اپنے مدرسہ کی اولین ترجیحات میں گنواتے ہیں۔ انکی وہ یہ منطق پیش کرتے ہیں کہ ایسے مدرسہ سے فارغ التحصیل ہونے والوں کیلئے روزگار کا مسئلہ نہیں رہے گا۔ گویا یہ مدارس دین سکھانے کیلئے نہیں بلکہ حصول روزگار کا مرکز ہیں۔

قرآن سے پوچھو

اس قرآن میں بہترین واقعات اور حقائق بیان ہیں

قصص قرآن

قصص قرآن کریم

قرآن کتاب ہدایت ہے۔اس میں کوئی ایسا موضوع نہیں جولوگوں کیلئے فائدہ مند نہ ہو۔اور انہیں اہداف سے نزدیک نہ کرتا ہواور نہ ہی اس میں کوئی ایسا علم ہے جو بے سود ہواور نہ ہی کسی ایسے علم سے خالی ہے جسکی جہالت نقصان دہ ہو۔یہ کتاب نورہدایت اور احسن حدیث ہے۔قصہ جیسا کہ ارباب علم وادب کہتے ہیں کہ اپنے اہداف اور مافی الضمیر کو دوسروں تک پہنچانے کا نام ہے۔اس ضمن میں جو طریقے اہل ادب نے وضع کیے ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ **تقریر وخطابت:** یعنی بیان احکام اوامر ونواہی اور ہدایت تک رسائی کیلئے ہیں۔اس کا آغاز یہاالناس اور یاایہاالذین امنو سے شروع ہوتا ہے۔

۲۔ **تصویر کشی:** اپنے مطلب کو وہمیات ، مجاز گوئی اور مبالغہ پر استوار کرتے ہیں اس طریقے کار کواپنانے والوں کیلئے کسی مصدر وماخذ کی ضرورت نہیں ہے۔

۳۔ **مثال وتمثیل:** مطلب کو سامع کے ذہن کے قریب کرنے اور اسے واضح وروشن کرنے کیلئے استعمال کرتے ہیں قرآن کریم کی آیات کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ آیات کو مثالوں سے پیش کرتا ہے۔

۴۔ **قصص:** قصص ایک جالب اور جاذبیت کا حامل ہے جو سامعیت اور مخاطبیت کو اپنی طرف جذب کرتا ہے اور سامع کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے سماعت میں محو کرتا ہے۔

قصص قرآنی کی خصوصیت اور انداز بیان دیگر ادیان وملل کی کتابوں میں موجود قصوں جو کہ قصہ پردازوں کے وہم وخیال سے پر ہیں۔اوران کے ذہنوں کی عکاسی کرتے ہیں جن کا

حقیقت سے کوئی سروکار نہیں ان سے مختلف ہے۔ قرآن تنہا غلط گوئی، مبالغہ آرائی اور خیال سے اجتناب کرتا ہے بلکہ اصل واقعہ جو وقوع پذیر ہوا ہے اس میں غیر ضروری بات سے بھی گریز کرتا ہے۔

مشرکین اور مسیحیت کے اسلام مخالف متحدہ محاذ نے قصص قرآن کے بارے میں غلط پروپیگنڈے اور شکوک شبہات پھیلانے کی کوشش کی ہے انہوں نے قصص قرآنی کے بارے میں بہت باتیں پھیلائی ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ قرآن محمدؐ کی تالیف ہے۔ محمدؐ نے سرزمین مکہ میں قریش کے گھروں میں موجود غلاموں اور کنیزوں سے یہ باتیں سنی ہیں۔ اس کے ہاتھ میں تورات اور انجیل کے نسخے تھے۔ محمدؐ جس ماحول میں رہتے تھے اس میں قصہ گوئی کی ضرورت پڑی تو اس نے تورات وانجیل کے قصوں میں تغیر وتبدل کر کے پیش کیا اور اس میں سے بعض کو جعل کیا۔ قصص قرآن دراصل تاریخ ہے کسی قوم وملت اور مذہب کی سند اور اس کا امتیاز اسکی تاریخ میں ہوتا ہے۔ تاریخ عالم میں چند نکات اہمیت کے حامل ہیں۔ مثلاً اگر کوئی کسی ملک میں رہتا ہے تو اس ملک اور اس کی سرزمین کی کیا تاریخ ہے۔

ملک کی تاریخ: کیونکہ قرآن کا کوئی ملک نہیں ہے قرآن اور صاحب قرآن کی جغرافیائی حدود پوری کائنات اور آسمان وزمین ہیں لہٰذا اس میں آسمان وزمین کی تاریخ ہونی چاہئے کہ زمین وآسمان کب پیدا ہوئے۔ لہذا اس سلسلے میں وہ آیات ہیں کہ زمین میں سیر کرو اور دیکھو کہ خداوند عالم نے آسمان وزمین کو کس طرح تخلیق کیا۔

انسان کی تاریخ: اس زمین پر گذرنے والے انسانوں کی کیا تاریخ ہے۔ اس سلسلے میں قرآن دو قسم کی تاریخ نقل کرتا ہے۔

۱۔ ایک خدا اور اس کی کتاب کو جھٹلانے والے اور ان کے ساتھ ہونے والے حشر کا ذکر

ہے۔

۲۔ صالح اور بزرگ برگزیدہ بندوں کا ذکر ہے۔

قرآن اگر ان کے بارے میں اس طریقے سے ذکر کرتا ہے کہ وہ کون تھے اگر یوں سوال ہوتا تو اس کے جواب میں ان کا سلسلہ نسب اور ان کے وطن وعلاقے کا ذکر آتا لیکن قرآن اس طرح سوال نہیں کرتا بلکہ یوں سوال کرتا ہے کہ وہ کیا تھے۔ہم یہاں پر قرآنی قصوں کے اہداف ومقاصد کو بیان کریں گے۔

قصہ مادۂ قصص سے ہے فارسی اور اردو زبان میں اسے سرگزشت کہتے ہیں۔علم صرف کے حوالے سے مصدر اور اسم مصدر ہے جس کا معنی سرگزشت ایک دوسرے کا پیچھا کرنا یا گزشتہ گان کی خبر کو نقل کرنا اور اسکی پیروی کرنے کے معنوں میں آیا ہے۔

قصہ کسی خبر کو نقل کرنا:

﴿وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ قَالَ لَا تَخَفْ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِينَ﴾ ''اور اپنا سارا قصہ انہیں سنایا تو وہ کہنے لگے: خوف نہ کرو۔تم اب ظالموں سے بچ چکے ہو۔'' (قصص/۲۵)

قصہ کسی چیز کا پیچھا کرنے کو کہتے ہیں:

﴿وَقَالَتْ لِأُخْتِهِ قُصِّيهِ فَبَصُرَتْ بِهِ عَنْ جُنُبٍ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ﴾ ''اور مادر موسیٰ نے ان کی بہن سے کہا: اس کے پیچھے پیچھے چلی جاؤ تو وہ موسیٰ کو دور سے دیکھتی رہیں کہ دشمنوں کو (اسکا) پتہ نہ چلے'' (قصص/۱۱)

کسی چیز کے پیچھے جانے کو یا اس کے آثار کے پیچھے جانے کو قصہ کہتے ہیں:

﴿قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ﴾ ''موسیٰ نے کہا: یہی تو ہے جس کی ہمیں

تلاش تھی۔" (کہف/۶۴)

قصص قرآنی کے خصوصیات

۱۔ قصص قرآنی کی خصوصیات میں سے ہے کہ صرف حقائق پر اکتفاء کیا ہے ایسا نہیں جیسے قصہ خواں اپنے قصے کو جعل کرنے کیلئے کرتے ہیں کہ وہ حشوے (فالتو) اور بے فائدہ چیزوں سے اسے پر کرتے ہیں۔ سورۂ یوسف آیت ۲۳:

﴿وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَن نَّفْسِهِ وَغَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ إِنَّهُ رَبِّي أَحْسَنَ مَثْوَايَ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ﴾ "اور یوسف جس عورت کے گھر میں تھے اس نے انہیں اپنے ارادے سے منحرف کر کے اپنی طرف مائل کرنا چاہا اور سارے دروازے بند کر کے کہنے لگی: آجاؤ۔ یوسف نے کہا: پناہ بخدا! یقیناً میرے رب نے مجھے اچھا مقام دیا ہے۔ بے شک ظالموں کو کبھی فلاح نہیں ملا کرتی۔"

جس گھر میں یوسف تھے اس کا نام نہیں لیا ہے نہ گھر و شوہر کا ذکر کیا، اسی طرح نوح ولوط کی بیویاں ابراھیم کی بیوی اور فرعون کی بیوی کا ذکر کرتے وقت ان کے نام لینے سے گریز کیا ہے۔

۲۔ قرآن ہمیشہ قصص قرآنی کے ذریعے نظام کائنات کی ہر چیز کا قانون سبب ومسبب پر چلنے کی نشاندہی کرتا ہے:

﴿فَارْتَدَّا عَلَىٰ آثَارِهِمَا قَصَصًا﴾ "چنانچہ وہ اپنے قدموں کے نشان دیکھتے ہوئے واپس ہوئے۔" (کہف/۶۴)

اہداف وفلسفہ قصصِ قرآنی

علما ومفسرین نے قرآن میں موجود قصصِ قرآنی کے بہت سے فلسفے بیان کیئے ہیں ہم یہاں پران اہداف کوخود آیات قرآن سے نقل کرتے ہیں :

۱۔ زمانِ نزولِ قرآن میں علماءِ یہود ونصاریٰ کی امتیازی خصوصیت تھی کہ وہ قصص انبیاء واقوامِ گذشتہ سے واقف تھے۔اس وقت ان قصوں کوسوائے اہل کتاب کے اور کوئی نہیں جانتا تھا قرآن کا ان قصوں کا بیان کرنا درحقیقت علمائے اہل کتاب کوایک چیلنج اور اپنی حقانیت کی ایک واضح وروشن دلیل ہے انہیں مسلمانوں کے خلاف مجادلہ اورشا خصانہ دشمنی سے روکنے کا ایک طریقہ ہے چنانچہ سورۂ ہود کی آیت نمبر۴۹ میں قصوں کے ذکر کرنے کا فلسفہ بیان ہے کہ اہلِ قرآن کوعلماء کہنا زیادہ سزاوار ہیں علماءِ یہود کی بہ نسبت۔اسطرح امتِ اسلامی میں ان پڑھ اور جاہل ہونے کے تصور کورد کیا ہے۔قصصِ قرآنی کا یہ سب سے بڑا فائدہ ہے جسے ہم سے پہلے کسی نے بیان نہیں کیا

﴿تِلْکَ مِنْ اَنبآءِ الْغَیْبِ نُوحِیھَآ اِلَیْکَ مَاکُنتَ تَعْلَمُھَآ اَنْتَ وَلَاقَومُکَ مِن قَبْلِ ھٰذَافَاصبِرْاِنَّ الْعَاقِبَۃَ لِلْمُتَّقِینَ﴾ ”یہ ہیں غیب کی کچھ خبریں جوہم آپ کی طرف وحی کررہے ہیں۔اس سے پہلے نہ آپ ان باتوں کوجانتے تھے نہ آپ کی قوم پس صبرکریں انجام یقیناً پرہیزگاروں کے لئے ہے۔“ (ہود/۴۹)

۲۔ ادبِ شریعت میں سے ایک ادب تاریخ شریعت سے آشنا ہونا ہے،تاریخ شریعت میں ذکرِ انبیاء اوران کی امت اوران پرنازل ہونے والے احکام وشریعت کاذکر ہے چنانچہ سورۂ آل عمران آیت نمبر۱۴۶ میں انبیاء کے جدوجہد کاذکر ہے:

﴿وَكَأَيِّن مِّن نَّبِيٍّ قَاتَلَ مَعَهُ رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ فَمَا وَهَنُوا لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ﴾ ''اور کتنے ہی نبی ایسے گزرے ہیں جن کی ہمراہی میں بہت سے اللہ والوں نے جنگ لڑی لیکن اللہ کی راہ میں آنے والی مصیبتوں کی وجہ سے نہ وہ بددل ہوئے نہ انہوں نے کمزوری دکھائی اور نہ وہ خوار ہوئے اور اللہ تو صابروں کو دوست رکھتا ہے۔''

اس قصص قرآنی میں ہمیں جو حاصل ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ قصہ جزئیات' فرعیات کا متعرض نہیں ہوتا بلکہ قوتِ ایمان اور اس کی کمزوری کا ذکر کرتے ہیں حتیٰ ان قصوں میں ان کے نام ونسب' وطن اور علاقے کا ذکر نہیں کرتے ہیں اور نہ ہی زمانے کا ذکر ہے بلکہ بنیاد ان کے ایمان اور گمراہی کو بناتے ہیں کہ کون ایمان لائے اور کون کافر رہے کیونکہ اسی میں مخاطبین کو عبرت اور نصیحت ہے بطور مثال سورہ کہف آیت نمبر ۹ تا ۱۱

﴿أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ كَانُوا مِنْ آيَاتِنَا عَجَبًا. إِذْ أَوَى الْفِتْيَةُ إِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوا رَبَّنَا آتِنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً وَهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا. فَضَرَبْنَا عَلَى آذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِينَ عَدَدًا﴾ ''کیا آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ غار اور کتبے والے ہماری قابل تعجب نشانیوں میں سے تھے؟۔ جب ان جوانوں نے غار میں پناہ لی تو کہنے لگے: اے ہمارے پروردگار! ہمیں اپنی بارگاہ سے رحمت عنایت فرما اور ہمیں ہمارے اقدام میں کامیابی عطا فرما۔ پھر کئی سالوں تک غار میں ہم نے انکے کانوں پر (نیند کا) پردہ ڈال دیا۔''

﴿وَ كَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَ لُوا بَيْنَهُمْ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالُوا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ فَابْعَثُوْا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَا اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا﴾ ''اسی اندازے میں ہم نے انہیں بیدار کیا تا کہ یہ آپس میں پوچھ گچھ کر لیں۔ چنانچہ ان میں سے ایک نے پوچھا: تم لوگ یہاں کتنی دیر رہے ہو؟ انہوں نے کہا: ایک دن یا اس سے بھی کم۔ انہوں نے کہا: تمہارا پروردگار بہتر جانتا ہے کہ تم کتنی مدت رہے ہو پس تم اپنے میں سے ایک کو اپنے اس سکے کے ساتھ شہر بھیجو اور وہ دیکھے کہ کون سا کھانا سب سے ستھرا ہے پھر وہاں سے کچھ کھانا لے آئے اور اسے چاہئے کہ وہ ہوشیاری سے جائے اور کسی کو تمہاری خبر نہ ہونے دے۔'' (کہف/۱۹)

﴿وَ كَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا﴾ ''اور اس طرح ہم نے (لوگوں کو) ان سے باخبر کر دیا تا کہ وہ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور یہ کہ قیامت (کے آنے) میں کوئی شبہ نہیں۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب لوگ ان کے بارے میں جھگڑ رہے تھے تو کچھ نے کہا: ان (کے غار) پر عمارت بنا دو۔ ان کا رب ہی ان کا حال بہتر جانتا ہے۔ جنہوں نے ان کے بارے میں غلبہ حاصل کیا وہ کہنے لگے: ہم ان کے غار پر ضرور ایک مسجد بناتے ہیں۔'' (کہف/۲۱)

۳۔ ان قصوں میں قانون سبب ومسبب کا ذکر ہے یعنی جتنے بھی واقعات وقوع پذیر ہوئے ہیں ان میں قوتِ خیر وشر کی جنگ اور آبادکاری وتخریب کرنے والوں کے وسائل وذرائع کا بیان ہے:

﴿فَتِلْکَ بُیُوتُھُم خَاوِیَۃً بِمَا ظَلَمُوا اِنَّ فِی ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّقَومٍ یَّعلَمُونَ﴾ ''پس ان کے یہ گھر ان کے ظلم کے نتیجے میں ویران پڑے ہیں۔ ان علم رکھنے والوں کیلئے ایک نشانی ہے۔'' (نمل/۵۲)

۴۔ اس میں مشرکین کو وعظ ونصیحت ہے یعنی موعظہ وتذکرہ ہے کہ جن اقوام وملل نے اپنے انبیاء کے لائے ہوئے احکام وعوامل کو مسترد کیا ان کا کیا انجام ہوا اور وہی انجام تمہارے ساتھ ہوسکتا ہے گویا قصصِ قرآنی 'اہل شرک وکفر کیلئے ایک چیلنج اور دھمکی ہے کہ آخر میں نیک اختتام اور فتح صالح بندوں کی ہوگی جیسا کہ قصۂ قوم لوط وقوم عاد اور قصۂ اہل رس وثمود میں بیان ہوا ہے، قصص قرآنی 'کافرین ومشرکین کے عبرت کیلئے ہے اس کے دلیل میں مندرجہ ذیل آیات ہیں:

﴿وَلَو شِئنَا لَرَفَعنٰہُ بِھَا وَلٰکِنَّہٗ اَخلَدَ اِلَی الاَرضِ وَاتَّبَعَ ھَوٰہُ فَمَثَلُہٗ کَمَثَلِ الکَلبِ اِن تَحمِل عَلَیہِ یَلھَث اَو تَترُکہُ یَلھَث ذٰلِکَ مَثَلُ القَومِ الَّذِینَ کَذَّبُوا بِاٰیٰتِنَا فَاقصُصِ القَصَصَ لَعَلَّھُم یَتَفَکَّرُونَ﴾ ''اگر ہم چاہتے تو ان آیات کے طفیل اس کا رتبہ بلند کرتے لیکن یہ شخص تو زمین بوس ہوگیا تھا اور اپنی نفسانی خواہش کا تابعدار بن گیا تھا لہٰذا اس کی مثال اس کتے کی سی ہوگئی کہ اگر تم اس پر حملہ کرو تو بھی زبان لٹکائے رہے اور چھوڑ دو تو بھی زبان لٹکائے رکھے۔ یہ ان لوگوں کی مثال ہے جو ہماری آیات کی تکذیب کرتے ہیں

پس آپ انہیں یہ حکایت سنا دیجئے کہ شاید وہ فکر کریں۔'' (اعراف/۱۷۶)
﴿لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ﴾ ''تحقیق ان (رسولوں) کے قصوں میں عقل رکھنے والوں کیلئے عبرت ہے'' (یوسف/۱۱۱) ﴿وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ﴾ ''اور ہم نے زبور میں ذکر کرنے کے بعد لکھ دیا ہے کہ زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہوں گے۔'' (انبیاء/۱۰۵)

۵۔ مطالب و مقاصد کو اس شکل میں پیش کرنا عرب میں رائج نہیں تھا یہ قرآن کا ابتکار ہے کہ جو مخاطبین کے نفوس میں موثر طریقے سے نفوذ کر سکے یہ بھی ایک اعجاز قرآن ہے عرب اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ یہ ایک نئی ایجاد ہے اور وہ اس کا نعم البدل نہیں لا سکتے ہیں دیکھیں اس قرآن میں لوگوں کے جنت و جہنم میں رہن سہن کو کس طریقے سے پیش کیا گیا ہے۔

۶۔ عرب اس وقت ان پڑھ اور جہالت میں ڈوبے ہوئے تھے ان کی عقل صرف محسوسات تک محدود تھی انہیں وعظ و نصیحت کرنا، گزشتہ اقوام و ملل کی یاد کو تازہ کر کے ان کے حالات سے آگاہ کرنا، جن سے وہ واقف نہیں تھے لیکن نام جانتے تھے اس طرح سے قرآن کریم نے انہیں یہ بتایا کہ مسلمانوں کی آگاہی کہاں تک پہنچی ہیں:
﴿وَسَكَنتُمْ فِي مَسَاكِنِ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْأَمْثَالَ﴾ ''حالانکہ تم ان کے گھروں میں آباد تھے جو اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے اور تم پر یہ بات واضح ہو چکی تھی کہ ہم نے ان کے ساتھ کیا کیا اور تمہارے لئے مثالیں بھی بیان کی تھی'' (ابراہیم/۴۵)

۷۔ مسلمانوں کو منکرین سے یہ اعتراف کروانا تھا کہ عالم بہت وسیع ہے تم سے پہلے بڑے بڑے طاقتور قومیں گذر چکی ہیں جو اپنی طاقت کے نشے میں کہتے تھے کہ ہم سے طاقتور کون ہیں:

﴿فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِي خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَكَانُوا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ﴾ ''مگر عاد نے زمین پر ناحق ظلم کیا اور کہا: ہم سے بڑھ کر طاقتور کون ہے؟ کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ جس اللہ نے انہیں پیدا کیا وہ ان سے زیادہ طاقتور ہے؟ (اس طرح) وہ ہماری آیات کا انکار کرتے تھے''
(فصلت/۱۵)

۸۔ مسلمانوں میں ایک گروہ پیدا کیا جائے اور ان کے دلوں میں یہ ہمت پیدا کی جائے جو دنیا پر حکومت کرے اور ان سے اس تنگ نظری کو نکالا جائے جو اپنے حدود کے راستوں اور دروں سے اجنبی و بے چارہ لوگوں اور اپنے گردونواح کے مظلوموں کو اپنی نظروں سے اوجھل نہ کریں بلکہ انکی نجات و رہائی کیلئے کمر بستہ ہوں۔

۹۔ خداوند عالم یہ واضح کرنا چاہتا ہے کہ اس کی طاقت ہر طاقت و قوت پر غالب ہے وہ جسے چاہتا ہے ہلاک کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے نجات دیتا ہے:

''اور جب قوم نوح نے رسولوں کی تکذیب کی تو ہم نے انہیں غرق کر دیا اور انہیں لوگوں کے لئے نشان (عبرت) بنا دیا اور ہم نے ظالموں کے لیے ایک دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (فرقان/۳۷)'' اور یہی نعمت ہم نے نوحؑ کو دی۔ یاد کرو جبکہ ان سب سے پہلے اُس نے ہمیں پکارا تھا۔ ہم نے اس کی دُعا قبول کی

اور اسے اور اس کے گھر والوں کو کرب عظیم سے نجات دی اور اس قوم کے مقابلے میں اس کی مدد کی جس نے ہماری آیات کو جھٹلا دیا تھا۔ وہ بڑے بُرے لوگ تھے پس ہم نے ان سب کو غرق کر دیا" (انبیاء/۷۷) "تب ہم نے ان سے انتقام لے پھر انہیں دریا میں غرق کر دیا کیونکہ انہوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی اور وہ ان سے لاپروائی برتتے تھے" (اعراف/۱۳۶) "خوف (خدا) رکھنے والوں میں سے دو اشخاص جنہیں اللہ نے اپنی نعمت سے نوازا تھا کہنے لگے: دروازے کی طرف سے ان پر حملہ کر دو پاس جب تم اس میں داخل ہو جاؤ گے تو فتح یقیناً تمہاری ہوگی اور اگر تم مومن ہو تو اللہ پر بھروسا کرو" (مائدہ/۲۳)

۱۰۔ قصص قرآنی کے فوائد میں سے ایک فائدہ گزشتہ اقوام کے تمدن و ترقی اور نظامِ قانون سے آگاہ کرنا ہے:

﴿مَا كَانَ لِيَأْخُذَ اَخَاهُ فِي دِينِ الْمَلِكِ اِلَّا اَنْ يَّشَآءَ الله﴾ "اس طرح ہم نے یوسف کیلئے تدبیر کی ورنہ وہ شاہی قانون کے تحت اپنے بھائی کو نہیں لے سکتے تھے مگر یہ کہ اللہ کی مشیت ہو" (یوسف/۷۶) "کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے قوم عاد کے ساتھ کیا کیا۔ ستونوں والے ارم کے ساتھ۔ جس کی نظیر کسی ملک میں نہیں بنائی گئی۔ اور قوم ثمود کے ساتھ جنہوں نے وادی میں چٹانیں تراشی تھیں" (فجر/۷تا۹) "کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا۔ کیا اس نے ان کی چال کو بے مقصد نہیں بنا دیا۔ اور ان پر دستے دستے پرندے بھیج دیے۔ جو ان پر سخت مٹی کے پتھر برسا رہے تھے۔ سو اس نے انہیں کھائے ہوئے بھوسے کی مانند کر دیا۔" (سورہ فیل)

۱۱۔ قصص قرآنی کا ایک ھدف پیغمبر اکرمؐ کی وحی اور نبوت کو ثابت کرنا ہے کیونکہ خاتم انبیاءؐ نہ کاتب تھے نہ قاری یعنی نہ پڑھنا جانتے تھے نہ لکھنا' انہوں نے نہ کبھی علماءِ یہود اور نہ ہی علماءِ نصاریٰ سے کچھ پڑھا' اس کے باوجود قرآن کریم میں ایسے قصے انتہائی دقت اور کامل بیان کیے ہیں کہ جیسے ان واقعات کے وقوع کے زمانے میں آپ عینی شاہد تھے یا یہ واقعات آپؐ کے حضور میں ہی انجام پائے ہوں جیسے قصۂ ابراہیم واسماعیل' موسیٰ اور قصۂ عیسیٰ وغیرہ ان قصوں کا قرآن میں ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ آپؐ وحی کے مالک ہیں، قرآن کریم نے ان قصوں کو ذکر کرتے وقت اس نکتے کو واضح الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ یہ قصے ہم آپ کیلئے بذریعۂ وحی پہنچا رہے ہیں جبکہ آپ ہماری وحی سے پہلے ان قصوں سے ناآشنا تھے:

﴿نَحنُ نَقُصُّ عَلَیکَ اَحسَنَ القَصَصِ بِمَآ اَوحَینَآ اِلَیکَ هٰذَا القُراٰنَ وَاِن کُنتَ مِن قَبلِهٖ لَمِنَ الغٰفِلِینَ﴾ ''ہم اس قرآن کو آپ کی طرف وحی کر کے آپ سے بہترین قصہ بیان کرنا چاہتے ہیں اور آپ اس سے پہلے (ان واقعات سے) بے خبر تھے۔'' (یوسف/۳) ﴿وَمَا کُنتَ بِجَانِبِ الغَربِیِّ اِذ قَضَینَآ اِلٰی مُوسَی الاَمرَ وَمَا کُنتَ مِنَ الشّٰهِدِینَ﴾ ''اور آپ اس وقت (طور کے) مغربی جانب موجود نہ تھے جب ہم نے موسیٰ کی طرف حکم بھیجا اور آپ مشاہدہ کرنے والوں میں سے نہ تھے۔'' (قصص/۴۴) ﴿وَمَا کُنتَ ثَاوِیًا فِیٓ اَهلِ مَدیَنَ تَتلُوا عَلَیهِم اٰیٰتِنَا وَلٰکِنَّا کُنَّا مُرسِلِینَ﴾ ''اور نہ آپ اہل مدین میں سے تھے کہ انہیں ہماری آیات سنا رہے ہوتے لیکن ہم ہی (ان تمام خبروں کے) بھیجنے والے تھے'' ﴿وَمَا کُنتَ بِجَانِبِ الطُّورِ اِذ

نادینا ولٰکن رحمۃً من ربک لتنذر قوما ما اتٰھم من نذیر من قبلک لعلھم یتذکرون﴾ ''اور آپ طور کے کنارے موجود نہ تھے جب ہم نے ندا دی تھی (آپ کا رسول بنانا) آپ کے پروردگار کی رحمت ہے تاکہ آپ اس قوم کو تنبیہ کریں جن کے ہاں آپ سے پہلے کوئی تنبیہ کرنیوالا نہیں آیا۔ شاید وہ نصیحت حاصل کریں'' (قصص/۴۵/۴۶) ''یہ غیب کی خبریں ہم آپ کو وحی کے ذریعہ بتا رہے ہیں۔ آپ تو ان کے پاس موجود نہ تھے جب وہ اپنے قلم پھینک رہے تھے کہ ان میں سے کون مریم کی سرپرستی کرے اور نہ ہی آپ ان کے پاس (اس وقت) موجود تھے جب وہ جھگڑ رہے تھے۔'' (آل عمران/۴۴) ﴿تلک من انبآء الغیب نوحیھآ الیک ما کنت تعلمھآ انت ولا قومک من قبل ھذا فاصبر ان العاقبۃ للمتقین﴾ ''یہ ہیں غیب کی کچھ خبریں جو ہم آپ کی طرف وحی کر رہے ہیں۔ اس سے پہلے نہ آپ ان باتوں کو جانتے تھے نہ آپ کی قوم پس صبر کریں انجام یقیناً پرہیزگاروں کے لئے ہے'' (ہود/۴۹)

یہ آیات اور مندرجہ ذیل آنے والی آیات روز روشن کی طرح واضح وعیاں ہیں کہ تمام انبیاء بالخصوص ہمارے نبی اکرم کے تمام علوم و معارف کا واحد ذریعہ وحی ہے اسکے بغیر وہ عام انسان جیسے تھے:

''اور کہتے ہیں: اس (نبی) پر اس کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نازل نہیں ہوئی؟ پس کہہ دیجئے: غیب تو صرف اللہ کے ساتھ مختص ہے پس تم انتظار کرو میں بھی انتظار کرتا ہوں'' (یونس/۲۰) ''کہہ دیجئے: میں خود بھی اپنے نفع ونقصان

کا مالک نہیں ہوں البتہ اللہ جو چاہتا ہے وہ ہوتا ہے اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو بہت سے فائدے حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف بھی نہ پہنچتی۔ میں تو بس ایمان والوں کو تنبیہ کرنے اور بشارت دینے والا ہوں'' (اعراف/ ۱۸۸)

''کہہ دیجئے: میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ ہی میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو صرف اس حکم کی پیروی کرتا ہوں جس کی میری طرف وحی ہوتی ہے'' (انعام/ ۵۰)

''اور میں تم سے نہ تو یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں'' (ہود/ ۳۱)

۱۲۔ اہدافِ قصص قرآنی میں سے ایک هدف یہ ثابت کرنا ہے کہ تمام دین آدم سے لے کر محمدؐ تک ایک ہی دین ہے اور تمام مومنین ایک امت ہیں اور سب کا رب خدا ہے اس کی دلیل میں آیت:

﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَاۤءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾ ''اور تحقیق ہم نے موسیٰ اور ہارون کو فرقان اور ایک روشنی اور ان متقین کیلئے نصیحت عطا کی'' (انبیاء/ ۴۸) ﴿اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ﴾ ''یہ تمہاری امت یقیناً امت واحدہ ہے اور میں تمہارا رب ہوں لہٰذا تم صرف میری عبادت کرو'' (انبیاء/ ۹۲) ''ہم نے تم میں سے ہر ایک امت کیلئے ایک دستور اور طرز عمل مقرر کیا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک امت بنا دیتا لیکن اللہ نے تمہیں جو حکم دیا ہے اس میں تمہیں آزمانا چاہتا ہے۔'' (مائدہ/ ۴۸)

''اس نے تمہارے لیے دین کا وہی دستور معین کیا جس کا اس نے نوح کو حکم دیا تھا

اور جس کی ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی ہے اور جس کا ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا تھا کہ اس دین کو قائم رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا۔"

(شوریٰ/۱۳)

اسی طرح آل عمران کی آیت ۱۹، ۸۵ اور شوری ۲۶۔ صفت ۱۲۶، دخان ۸ بھی اس ہدف کے بیان میں ہیں۔

۱۳۔ اہدافِ قصص قرآنی میں سے ایک ہدف یہ بتانا ہے کہ تمام انبیاء کے وسائلِ دعوت ایک ہی ہیں لیکن ان قوموں کا انبیاء سے مقابلہ یا ردِ عمل مختلف ہے دین خدائے واحد کی طرف سے ہے اور ایک ہی بنیاد پر قائم ہے لہٰذا قصص قرآنی یا قصص انبیاء بطورِ اجمالاً مکرر تکرار ہوتے ہیں جیسا کہ سورۂ ہود کی آیت ۲۵ تا ۶۸ میں ملاحظہ فرمائیں:

"اور ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا۔ (انہوں نے اپنی قوم سے کہا) میں تمہیں صریحاً تنبیہ کرنے والا ہوں۔ کہ تم غیر اللہ کی عبادت نہ کرو۔ مجھے تمہارے بارے میں ایک دردناک دن کے عذاب کا ڈر ہے۔ تو ان کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا: ہماری نظر میں تو تم صرف ہم جیسے بشر ہو اور ہم یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ ہم میں سے صرف ادنیٰ درجے کے لوگ سطحی سوچ سے تمہاری پیروی کر رہے ہیں اور کوئی ایسی بات بھی نظر نہیں آتی جس سے تمہیں ہم پر فضیلت حاصل ہو بلکہ ہم تو تمہیں کاذب خیال کرتے ہیں۔ (نوح نے) کہا: اے قوم! یہ تو دیکھو کہ اگر میں اپنے رب کی طرف سے واضح دلیل رکھتا ہوں اور اس نے مجھے اپنی رحمت سے نوازا ہے مگر تمہیں نظر نہ آئے تو کیا ہم تمہیں اس پر

مجبور کر سکتے ہیں جب کہ تم اسے ناپسند کرتے ہو؟ اور اے قوم! میں اس کام پر تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا۔ میرا اجر تو صرف اللہ پر ہے اور میں ان لوگوں کو اپنے سے دور بھی نہیں کر سکتا جو ایمان لا چکے ہیں۔ یقیناً یہ تو اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہونے والے ہیں لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم لوگ جاہل قوم ہو۔ اور اے قوم! اگر میں انہیں دور کروں تو مجھے اللہ (کے قہر) سے کون بچائے گا؟ کیا تم نصیحت نہیں لیتے؟ اور میں تم سے نہ تو یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں اور جنہیں تمہاری نگاہیں حقیر سمجھتی ہیں ان کے بارے میں بھی یہ نہیں کہتا کہ اللہ انہیں بھلائی سے نہیں نوازے گا۔ ان کے دلوں کا حال اللہ بہتر جانتا ہے اگر میں ایسا کہوں تو میں ظالموں میں سے ہو جاؤں گا۔ لوگوں نے کہا: اے نوح! تم نے ہم سے بحث کی۔ اور بہت بحث کی اب اگر تم سچے ہو تو لے آؤ وہ عذاب جس سے تم ہمیں ڈراتے ہو۔ کہا: اسے تو بے شک اللہ ہی تم پر لائے گا اگر وہ چاہے اور تم (اسے) عاجز تو نہیں کر سکتے اور جب اللہ نے تمہیں گمراہ کرنے کا ارادہ کر لیا تو میں اگر نصیحت کرنا بھی چاہوں تو میری نصیحت تمہیں کوئی فائدہ نہیں دے گی۔ وہی تمہارا رب ہے اور اسی کی طرف تمہیں پلٹ کر جانا ہے۔ کیا یہ لوگ کہتے ہیں: اس شخص (محمدؐ) نے یہ باتیں بنائی ہیں؟ کہہ دیجئے: اگر یہ باتیں میں نے بنائی ہیں تو میں اپنے جرم کا خود ذمے دار ہوں اور جس جرم کے تم مرتکب ہو میں اس سے بری ہوں۔ اور نوح کی طرف یہ وحی کی گئی کہ جو لوگ ایمان لا چکے ہیں ان کے علاوہ آپ کی قوم میں سے ہرگز کوئی اور ایمان نہیں

لائے گا لہٰذا جو کچھ یہ لوگ کرتے ہیں آپ اس سے رنجیدہ نہ ہوں۔ اور ہماری نگرانی میں اور ہمارے حکم سے ایک کشتی بنائیں ظالموں کے بارے میں مجھ سے بات ہی نہ کریں کیونکہ وہ ضرور ڈوبنے والے ہیں۔ اور نوح کشتی بنانے لگے اور ان کی قوم کے سرداروں میں سے جو وہاں سے گزرتا تھا وہ ان کا مذاق اڑاتا تھا۔ نوح نے کہا: اگر آج تم ہمارا مذاق اڑاتے ہو تو کل ہم اسی طرح تمہارا مذاق اڑائیں گے جیسے تم مذاق اڑاتے ہو۔ عنقریب تمہیں علم ہو جائے گا کس پر وہ عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کردے گا اور کس پر ہمیشہ رہنے والا عذاب نازل ہوگا۔ یہاں تک کہ ہمارا حکم آ گیا اور تنور (سے پانی) ابلنے لگا تو ہم نے کہا: (اے نوح!) ہر جوڑے میں سے دو دو کشتی پر سوار کرو اور اپنے گھر والوں کو بھی سوائے ان کے جن کی بات پہلے ہو چکی ہے اور انکو بھی (سوار کرو) جو ایمان لا چکے ہیں اگرچہ ان کے ساتھ ایمان لانے والے بہت کم تھے۔ اور نوح نے کہا: کشتی میں سوار ہو جاؤ اللہ ہی کے نام سے اس کا چلنا اور ٹھہرنا ہے۔ بتحقیق میرا رب بڑا بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔ اور کشتی انہیں لے کر پہاڑ جیسی موجوں میں چلنے لگی اس وقت نوح نے اپنے بیٹے کو جو کچھ فاصلے پر تھا پکارا: اے بیٹا! ہمارے ساتھ سوار ہو جاؤ اور کافروں کے ساتھ نہ رہو۔ اس نے کہا: میں پہاڑ کی پناہ لوں گا۔ وہ مجھے پانی سے بچالے گا۔ نوح نے کہا: آج اللہ کی عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں مگر جس پر اللہ رحم کرے۔ پھر دونوں کے درمیان موج حائل ہوگئی اور وہ ڈوبنے والوں میں سے ہو گیا۔ اور کہا گیا: اے زمین! اپنا پانی نگل لے اور اے آسمان! تھم جا اور پانی خشک کر دیا گیا اور کام

تمام کردیا گیا اور کشتی (کوہ) جودی پر ٹھہر گئی اور ظالموں پر نفرین ہوگئی۔ اور نوح نے اپنے رب کو پکار کر عرض کی: اے میرے پروردگار! بے شک میرا بیٹا میرے گھر والوں میں سے ہے اور یقیناً تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ فرمایا: اے نوح! بے شک یہ آپ کے گھر والوں میں سے نہیں ہے یہ غیر صالح عمل ہے لہٰذا جس چیز کا آپکو علم نہیں اس کی مجھ سے درخواست نہ کریں میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ مبادا نادانوں میں سے ہو جائیں۔ نوح نے کہا: میرے رب میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ ایسی چیز کا تجھ سے سوال کروں جس کا مجھے علم نہیں ہے اور اگر تو مجھے معاف نہیں کرے گا اور مجھ پر رحم نہیں کرے گا تو میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤں گا۔ کہا گیا: اے نوح! اترو ہماری طرف سے سلامتی اور برکتوں کے ساتھ جو آپ پر اور ان جماعتوں پر ہیں جو آپ کے ساتھ ہیں اور کچھ جماعتیں ایسی بھی ہوں گی جنہیں ہم کچھ مدت زندگی کا موقع بخشیں گے پھر انہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا۔

۱۴۔ اہداف قصص قرآنی میں سے ایک ہدف یہ ثابت کرنا ہے کہ دین انبیاء دین محمدؐ ایک دین پر قائم ہے یعنی تمام ادیان ایک ہی دین ہے چنانچہ ان آیات میں فرماتے ہیں کہ تمام انبیاء کا ایک ہی دین ہے:

﴿ام لم ینبا بمافی صحف موسیٰ﴾ ''کیا اسے ان باتوں کی خبر نہیں پہنچی جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہے؟'' (نجم/۳۶) ﴿ان ھذا فی الصحف الاولیٰ. صحف ابراھیم وموسیٰ﴾ ''پہلے صحیفوں میں بھی یقیناً یہی

بات (مرقوم) ہے۔ ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں" (اعلیٰ/۱۸/۱۹) ﴿رَسُوْلٌ مِّنَ اللهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً﴾ "اللہ کی طرف سے ایک رسول جو انہیں پاک صحیفے پڑھ کر سنائے" (بینہ/۲) ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ بِمَا لَا تَهْوٰۤى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ﴾ "اور بتحقیق ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اس کے بعد پے در پے رسول بھیجے اور ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو نمایاں نشانیاں عطا کیں اور روح القدس کے ذریعے ان کی تائید کی تو کیا جب بھی کوئی رسول تمہاری خواہشات کے خلاف (احکام لے کر) آئے تو تم اکڑ گئے پھر تم نے بعض کو جھٹلا دیا اور بعض کو تم لوگ قتل کرتے رہے؟" (بقرہ/۸۷) ﴿وَقَفَّيْنَا عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾ "اور ان کے بعد ہم نے عیسیٰ بن مریم کو بھیجا جو اپنے سے پہلے کی کتاب توریت کی تصدیق کرتے تھے اور ہم نے انہیں انجیل عطا کی جس میں ہدایت اور نور تھا اور جو اپنے سے پہلے والی کتاب توریت کی تصدیق کرتی تھی اور اہل تقویٰ کے لئے ہدایت اور نصیحت تھی" (مائدہ/۴۶) ﴿ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً﴾ "پھر ہم نے ان کے بعد پے در پے اپنے رسول بھیجے اور ان سب کے بعد عیسیٰ بن مریم کو بھیجا اور انہیں ہم نے انجیل

دی اور جنہوں نے ان کی پیروی کی ہم نے ان کے دلوں میں شفقت اور رحم ڈال دیا'' (حدید/ ۲۷)

۱۵۔ اہداف قصص قرآنی میں سے ایک ہدف یہ ثابت کرنا ہے کہ خداوند عالم آخر میں اپنے نبیوں کی مدد کرتے ہیں اور جھٹلانے والوں کو ہلاک کرتے ہیں جیسا کہ مندرجہ ذیل آیات سے ثابت ہیں:

﴿فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ﴾ ''پھر ہم نے بطور کھلی نشانیوں کے ان پر طوفان، ٹڈی دل، جوئیں، مینڈکوں اور خون کا عذاب نازل کیا مگر وہ تکبر کرتے رہے اور وہ جرائم پیشہ لوگ تھے'' (اعراف/۱۳۳)

﴿اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰٓى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ. وَلَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَآ اٰيَةً بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ﴾ ''بے شک اس بستی میں رہنے والوں پر ان کی بدعملی کی وجہ سے آسمان سے آفت نازل کرنے والے ہیں۔ اور بتحقیق ہم نے عقل سے کام لینے والوں کے لئے اس بستی میں ایک واضح نشانی چھوڑی ہے'' (عنکبوت ۳۴/۳۵) ﴿فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ﴾ ''پس انہوں نے شعیب کی تکذیب کی تو انہیں زلزلے نے اپنی گرفت میں لے لیا پس وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔'' (عنکبوت/ ۳۷) ﴿فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْبِهٖ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ

كَانُوٓا اَنفُسَهُم يَظلِمُونَ﴾ ''پس ان سب کو ان کے گناہ کی وجہ سے ہم نے گرفت میں لیا پھر ان میں سے کچھ پر تو ہم نے پتھر برسائے اور کچھ کو چنگھاڑ نے گرفت میں لیا اور کچھ کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور کچھ کو ہم نے غرق کر دیا اور اللہ ان پر ظلم کرنے والا نہیں تھا مگر یہ لوگ خود اپنے آپ پر ظلم کر رہے تھے۔'' (عنکبوت/۴۰) ﴿وَلَقَدْ اَرسَلنَا نُوحًا اِلٰی قَومِهٖ فَلَبِثَ فِیهِم اَلفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمسِینَ عَامًا فَاَخَذَهُمُ الطُّوفَانُ وَهُم ظٰلِمُونَ﴾ ''اور بتحقیق ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تو وہ ان کے درمیان پچاس سال کم ایک ہزار سال رہے پھر طوفان نے انہیں اس حال میں اپنی گرفت میں لیا کہ وہ ظلم کا ارتکاب کر رہے تھے'' (عنکبوت/۱۴) ﴿فَبَدَّلَ الَّذِینَ ظَلَمُوا قَولًا غَیرَ الَّذِی قِیلَ لَهُم فَاَنزَلنَا عَلَی الَّذِینَ ظَلَمُوا رِجزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوا یَفسُقُونَ﴾ ''مگر ظالموں نے اس قول کو جس کا انہیں کہا گیا تھا' دوسرے قول سے بدل دیا تو ہم نے ظالموں پر آسمان سے عذاب نازل کیا کیونکہ وہ نافرمانی کرتے رہتے تھے۔'' (بقرہ/۵۹) ﴿اِذ یُوحِی رَبُّكَ اِلَی المَلٰٓئِكَةِ اَنِّی مَعَكُم فَثَبِّتُوا الَّذِینَ اٰمَنُوا سَاُلقِی فِی قُلُوبِ الَّذِینَ كَفَرُوا الرُّعبَ فَاضرِبُوا فَوقَ الاَعنَاقِ وَاضرِبُوا مِنهُم كُلَّ بَنَانٍ﴾ ''(وہ وقت بھی یاد کرو) جب آپ کا رب فرشتوں کو وحی کر رہا تھا کہ تم ایمان والوں کو ثابت قدم رکھو میں تمہارے ساتھ ہوں' عنقریب میں کافروں کے دلوں میں رعب ڈالوں گا لہٰذا تم ان کی گردنوں کے اوپر ضرب لگاؤ اور ان کے ہاتھ اور پاؤں کے پوروں پر وار کرو۔'' (انفال/۱۲) ﴿فَبَدَّلَ الَّذِینَ ظَلَمُوا مِنهُم قَولًا غَیرَ الَّذِی قِیلَ

لَهُم فَارسَلنَا عَلَيهِم رِجزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوا يَظلِمُونَ﴾ ''مگر ان میں سے ظالم لوگوں نے وہ لفظ بدل ڈالا برخلاف اس کے جو انہیں کہا گیا تھا پھر انکے اس ظلم کی وجہ سے ہم نے ان پر آسمان سے عذاب بھیجا۔'' (اعراف/۱۶۲) ﴿فَاَخَذَتهُمُ الرَّجفَةُ فَاَصبَحُوا فِی دَارِهِم جٰثِمِینَ﴾ ''چنانچہ انہیں زلزلے نے گرفت میں لے لیا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے منہ پڑے رہ گئے۔'' (اعراف/۷۸) ﴿اَلَّذِینَ كَذَّبُوا شُعَیبًا كَاَن لَّم یَغنَوا فِیهَا اَلَّذِینَ كَذَّبُوا شُعَیبًا كَانُوا هُمُ الخٰسِرِینَ﴾ ''جنہوں نے شعیب کی تکذیب کی (ایسے تباہ ہوئے) گویا وہ آبادہی نہیں ہوئے تھے۔شعیب کی تکذیب کرنے والے خود خسارے میں رہے۔'' (اعراف/۹۲) ﴿وَاختَارَ مُوسٰی قَومَهُ سَبعِینَ رَجُلًا لِّمِیقَاتِنَا فَلَمَّآ اَخَذَتهُمُ الرَّجفَةُ قَالَ رَبِّ لَو شِئتَ اَهلَكتَهُم مِّن قَبلُ وَاِیَّایَ اَتُهلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا اِن هِیَ اِلَّا فِتنَتُكَ تُضِلُّ بِهَا مَن تَشَآءُ وَتَهدِی مَن تَشَآءُ﴾ ''اور موسیٰ نے ہماری مقررہ میعاد کے لئے اپنی قوم سے ستر افراد منتخب کئے پھر انہیں زلزلے نے گرفت میں لیا (تو) موسیٰ نے عرض کیا: پروردگارا! اگر تو چاہتا تو ان کو مجھ سے پہلے ہی ہلاک کر دیتا کیا تو ہمارے کم عقل لوگوں کے اعمال کی سزا میں ہمیں ہلاک کرے گا؟ یہ تو تیری ایک آزمائش تھی جسے تو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے'' (اعراف/۱۵۵) ﴿لَئِن لَّم یَنتَهِ المُنٰفِقُونَ وَالَّذِینَ فِی قُلُوبِهِم مَّرَضٌ وَّالمُرجِفُونَ فِی المَدِینَةِ لَنُغرِیَنَّكَ بِهِم ثُمَّ لَا یُجَاوِرُونَكَ فِیهَآ اِلَّا قَلِیلًا. مَّلعُونِینَ اَینَمَا ثُقِفُوٓا اُخِذُوا وَقُتِّلُوا تَقتِیلًا﴾ ''اگر منافقین

اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جو مدینہ میں افواہیں پھیلاتے ہیں اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو ہم آپ کو ان کے خلاف اٹھائیں گے پھر وہ اس شہر میں آپ کے جوار میں تھوڑے دن ہی رہ پائیں گے۔ یہ لعنت کے سزاوار ہوں گے۔ وہ جہاں پائے جائیں گے پکڑے جائیں گے اور بری طرح مارے جائیں گے۔" (احزاب/۶۰/۶۱) ﴿افَامِنتُم اَیَّخسِفَ بِکُم جَانِبَ البَرِّ اَو یُرسِلَ عَلَیکُم حَاصِبًا ثُمَّ لَاتَجِدُوا لَکُم وَکِیلًا﴾ "تو کیا تم اس بات سے خائف نہیں ہو کہ اللہ تمہیں خشکی کی طرف زمین میں دھنسا دے یا تم پر پتھر برسانے والی آندھی چلا دے۔ پھر تم اپنے لئے کوئی ضامن نہیں پاؤ گے" (اسراء/۶۸) ﴿اِنَّآ اَرسَلنَا عَلَیهِم حَاصِبًا اِلَّآ آلَ لُوطٍ نَجَّینٰهُم بِسَحَرٍ﴾ 'تو ہم نے ان پر پتھر برسانے والی ہوا چلا دی سوائے آل لوط کے جنہیں ہم نے سحر کے وقت بچا لیا۔" (قمر/۳۴) ﴿اَم اَمِنتُم مَّن فِی السَّمَآءِ اَن یُّرسِلَ عَلَیکُم حَاصِبًا فَسَتَعلَمُونَ کَیفَ نَذِیرِ﴾ "کیا تم اس بات سے بے خوف ہو کہ آسمان والا تم پر پتھر برسانے والی ہوا بھیج دے؟ پھر تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ میری تنبیہ کیسی تھی۔" (ملک/۱۷)

۱۶۔ قصص قرآنی کے اغراض میں سے ایک غرض یہ کہ خداوند عالم کی نعمتیں اپنے انبیاء کے لئے مختص ہیں جیسے قصۂ سلیمان' داؤد' ایوب' ابراہیم' مریم' عیسیٰ' ذکریا' یونس اور قصۂ موسیٰ وغیرہ۔

۱۷۔ اہداف قصص میں سے ایک ہدف یہ کہ بنی آدم کو شیطان کی گمراہی اور اس کے دیرینہ دشمنی وعداوت سے آگاہ رکھنا ہے۔

۱۸۔ خداوند عالم یہ بتانا چاہتا ہے کہ وہ قانون وطبیعت کا پابند نہیں ہے یعنی خداوند عالم قانون وطبیعت کو توڑتا ہے جیسے خلقتِ آدم وعیسیٰ اور ابراہیم کے ذریعے پرندوں کی خلقت وغیرہ۔ اس سلسلے میں ہم قصص قرآنی میں سے تین نبیوں کا ذکر پیش کرتے ہیں جو دیگر انبیاء کے مقابلے میں خصوصی امتیازات کے حامل ہیں:

زمین وآسمان، شجر وحجر، جن وانس سب خدا کی مخلوق ہیں۔ اس دنیا میں کوئی بھی موجود نظام علل واسباب سے باہر نہیں ہے۔ سب کے سب اسی نظام وقانون کے تحت خلق ہوئے ہیں البتہ ایک دوسرے سے مختلف ضرور ہیں۔ اس عادی عمل سے ہٹ کر بھی کچھ مخلوقات پیدا ہوئی ہیں۔ سلسلہ انبیاء میں آدم سے لے کر خاتم النبیین تک کے سلسلے میں بعض انبیاء اپنی تشخص اور خصوصیات کے لحاظ سے خلائق کو اپنی طرف متوجہ کرنے میں مینار کا کردار رکھتے ہیں کیونکہ یہ تین انبیاء اصول مسلمہ تکوینیات وعقلیات کے قانون سے خارج ہیں۔

۱۔ خلقت وجودی میں، اسکا نمایاں نمونہ حضرت آدم صفی اللہ ہے۔

حضرت آدم صفی اللہؑ:

آدم صفی اللہ کا خصوصی ذکر کرنا اس لئے مناسب سمجھا ہے جسے اس ذات نے قانون تولید وولادت کے مالوف ومعروف طریقے سے ہٹ کر والدین کے بغیر مستقیم مٹی سے پیدا کیا ہے یہ ان کی پہلی خصوصیت ہے اور انہیں سے ان کی شریک حیات یعنی زوجہ حضرت حوا کو تخلیق کیا اور انہیں سے ان کے بعد تمام نسل انسانی کو پھیلایا ہے جس کی بنیاد پر آدم ابو البشر بنے۔ اس کے ساتھ انہیں خدا کا منتخب ومصطفیٰ نمائندہ ہونے کا افتخار بھی حاصل ہوا:

﴿ان اللہ اصطفیٰ آدم ونوحا وآل ابرٰہیم وآل عمرٰن علی

العلمین ﴾ ''بیشک اللہ نے آدم' نوح' آل ابراہیم اور آل عمران کو کو تمام عالمین پر برگزیدہ فرمایا ہے'' (آلعمران/۳۳)

آدم کو خدا نے بغیر واسطے کے خود اپنے دست قدرت سے خلق کیا ہے چنانچہ سورۂ ص آیت ۷۵ میں فرمایا:

۱۔ ﴿ لما خلقت بیدی ﴾ **آدم کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے۔**

۲۔ اس کا ڈھانچہ بھی خود خدا نے بنایا ہے:

۳۔ اس میں خود خدا نے روح پھونکی:

﴿ثم سوٰہ ونفخ فیہ من روحہ﴾ ''اس کے بعد اسے برابر کر کے اس میں اپنی روح پھونک دی ہے'' (سجدہ/۹) ''جب مکمل کرلوں اور اس میں اپنی روح حیات پھونک دوں'' (حجر/۲۹)

۴۔ خلق کرنے کے بعد ملائکہ کا مسجود بنایا:

''تو سب کے سب سجدہ میں گر پڑنا'' (حجر/۲۹) ''تمام ملائکہ نے سجدہ کیا'' (ص/۷۳) ''اور جب ہم نے ملائکہ سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا'' (اسراء/۶۱)

۵۔ شیطان نے سجدہ کرنے سے انکار کیا۔ اس لئے وہ کافر ہو گیا:

''علاوہ ابلیس کے کہ وہ اکڑ گیا اور کافروں میں ہو گیا'' (ص/۷۴)

۶۔ انکو جنت میں بسایا:

''اور ہم نے کہا کہ اے آدم! اب تم اپنی زوجہ کے ساتھ جنت میں ساکن ہو جاؤ'' (بقرہ/۳۵) ''اور اے آدم تم اور تمہاری زوجہ دونوں جنت میں داخل

ہو جاؤ'' (اعراف/۱۹)

۷۔ **حوا کو انہی سے خلق کیا۔** جیسا قرآن کریم سورۂ نساء آیت/۱ میں ذکر ہے:

﴿یاایھاالناس التقوآ ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃٍ و خلق منھا زوجھا وبث منھما رجالاً کثیرونساء﴾ ''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمھیں ایک ذات سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے بکثرت مرد وعورت (روئے زمین) پر پھیلا دیئے''۔

۸۔ **آدم وحوا کو ہر قسم کی آزادی دی گئی سوائے ایک مخصوص درخت کے قریب جانے سے منع کیا۔ یعنی آزادی زیادہ اور پابندی کم۔**

﴿وقلنا یاٰدم اسکن انت وزوجک الجنۃ وکلا منھا رغدًا حیث شئتماولا تقربا ھذہ الشجرۃ فتکونا من الظٰلمین﴾ ''اور ہم نے کہا: اے آدم! تم اور تمھاری زوجہ جنت میں قیام کرو اور اس میں امن وسکون کے ساتھ جہاں سے چاہو کھاؤ لیکن اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ تم دونوں زیادتی کا ارتکاب کرنے والوں میں سے ہو جاؤ گے'' (بقرہ/۳۵)

اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ دین کے احکامات جسے بعض انسانی آزادی پر پابندی کا نام دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ پابندی اس آزادی کے مقابلے میں نہ ہونے کے برابر ہے۔

۹۔ **شیطان کو انھیں اور اپنی زوجہ کیلئے ایک واضح اور آشکار دشمن کے طور پر شناسا کیا تاکہ اس کے بہکاوے میں نہ آجائیں:**

﴿فقلنا یاٰدم ان ھذا عدولک ولزوجک فلا یخر جنکما من الجنۃ فتسقٰی. ان لک الا تجوع فیھا ولا تعرٰی. وانک لا

تظمئوا فیہا ولا تضحٰی ﴾ ''پھر ہم نے کہا اے آدم! یہ شیطان آپ اور آپکی زوجہ کا دشمن ہے کہیں یہ آپ دونوں کو جنت سے نکال نہ دے پھر آپ مشقت میں پڑ جائیں گے یقیناً اس جنت میں آپ نہ تو بھوکے رہیں گے اور نہ ننگے اور یقیناً اس میں آپ نہ تو پیاسے رہیں گے اور نہ دھوپ کھائیں گے''

(طٰہٰ/۱۱۷/۱۱۹)

۱۰۔ اگر شیطان کی پیروی کریں گے تو اس کے بُرے نتائج برآمد ہونگے۔

۱۱۔ شیطان نے آدم وحوا کو بیک وقت دھوکہ دیا۔ عہد وپیمان خدا کو ان سے بھلادیا:

﴿فوسوس لہما الشیطٰن لیبدی لہما ماوٗری عنہما من سواٰتہما وقال ما نہٰکما ربکما عن ہٰذہ الشجرۃ الآ ان تکون ملکین او تکونا من الخلدین. وقاسمہآ انی لکما لمن النٰصحین﴾ ''پھر شیطان نے انہیں بہکایا تاکہ اس طرح ان دونوں کے شرم کے مقامات جو ان سے چھپائے رکھے گئے تھے ان کے لئے نمایاں ہو جائیں اور کہا: تمہارے رب نے اس درخت سے تمہیں صرف اس لیے منع کیا ہے کہ مبادا تم فرشتے بن جاؤ یا زندہ جاوید بن جاؤ۔ اور اس نے قسم کھا کر دونوں سے کہا: میں یقیناً تمہارا خیر خواہ ہوں'' (اعراف/۲۰) ﴿فوسوس الیہ الشیطٰن قال یاٰدم ھل ادلک علیٰ شجرۃ الخلد وملکٍ لایبلیٰ﴾ ''پھر شیطان نے ان کے دل میں وسوسہ ڈالا اور کہا: اے آدم! کیا میں تمہیں ہمیشگی کے درخت اور لازوال سلطنت کے بارے میں بتاؤں؟'' (طٰہٰ/۱۲۰) ان آیات سے یہ نتیجہ نکلتا ہے انسان کو دھوکہ دینے اور ورغلانے والے ہمیشہ اسکی خواہشات کے دروازے

سے داخل ہوتے ہیں۔ نہ کہ انکی مخالف سمت سے۔ لہذا جو خواہشات کو قابو میں رکھتا ہے وہی دشمن سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ اسکے علاوہ دین اسلام میں خواتین کے بارے میں جو یہودو مسیحویوں نے پرپیگنڈہ کیا ہے کہ شیطان نے حوا کے ذریعہ آدم کو ورغلایا ہے حقیقت سے عاری ہے۔ بلکہ شیطان نے براہ راست آدم سے خطاب کیا ہے۔

۱۲۔ آدم کو جنت میں سکونت دی

جس جنت میں آدم کو بسایا تھا وہ اس حیات دنیا کی آزمائش کیلئے تربیت گاہ تھی نہ کہ بعض کے خیالات کے مطابق جنت الخلد تھی۔ اس لئے بعض لوگ لفظ جنت سنتے ہی اس سے مراد جنت خلد لیتے ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے جنت چھپے ہوئے مکان کو کہتے ہیں۔ جنت مادہ جن سے ہے، جنون بھی اسی سے ہے کیونکہ وہ عقل کو چھپاتا ہے۔ جنت کے بہت سے معنی ہیں۔ جنت کا ایک معنی وہ مکان ہے جسے کسی انسان نے اپنے دشمن سے بچنے کے لئے بنایا ہو۔ جنت اس مکان کو بھی کہتے ہیں جس کو درختوں نے گھیر رکھا ہو۔ جس جنت میں حضرت آدم وحوا کو بسایا گیا اسکی تفسیر قرآن مجید میں موجود ہے۔ خداوند متعال نے فرمایا اے آدم:

۱۔ آپ یہاں بھوکے نہیں رہینگے۔
۲۔ آپ یہاں برہنہ نہیں ہونگے۔
۳۔ آپ کو یہاں پیاس نہیں لگے گی۔
۴۔ یہاں آپ کو دھوپ بھی نہیں لگے گی۔

غرض یہاں وسیع پیمانے پر طعام ومشروبات مہیا تھے۔ تاکہ زندگی کی تربیت میں فراخدلی اور

کسی پریشانی کے بغیر آسودہ خاطر عمل کر سکیں۔ قصہ آدم میں قافلہ انسانی کیلیے اس دنیا میں آمد سے لیکر قیامت تک پیش آنے والی چیزوں کا ذکر ہے۔ اس میں آیا ہے کہ جو رسول آئے گا اسکی ذمہ داری ہوگی کہ وہ زندگی کا دستور عمل لائے جو ہمیں پابند کرے اور خواہشات نفس کے مفسدہ سے آگاہ کرے تاکہ ہم شیطان کے دھوکہ میں نہ آجائیں۔ خدا ہمارا خالق ہے وہ جانتا ہے کہ اس انسان پر غفلت طاری ہوگی اسکے ارادے میں سستی آئے گی۔ اس کا ذکر قرآن کریم کی آیات میں آیا ہے۔

۲۔ قانونِ ولادت سے خارج اور سن طفولت میں آیتِ حق بننے میں حضرت عیسیٰؑ:

سلسلہ انبیاء مین چوتھے اولعزم نبی ہیں ان کی بھی کچھ خصوصیات ہیں جو دیگر انبیاء سے انہیں ممتاز کرتیں ہیں۔

۱۔ کسی نبی کو اللہ نے اس کی ماں سے منسوب کر کے خطاب نہیں کیا سوائے حضرت عیسیٰؑ کے:

"اے اہل کتاب اپنے دین میں غلو سے کام نہ لو اور اللہ کے بارے میں حق بات کے سوا کچھ نہ کہو۔ بے شک مسیح عیسیٰ بن مریم تو اللہ کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں" (نساء/۱۷۱)

اسکے علاوہ ان آیات میں ذکر ہے مریم ۱۴/۱۹، آلعمران ۱۴/۲۱/۴۵)۔

۲۔ نسل انسانی میں تنہا ماں سے پیدا ہونے والے فرزند کا امتیاز حضرت عیسیٰؑ کو حاصل ہے۔ اس حوالے سے حضرت عیسیٰؑ حضرت آدم سے نصف شباہت رکھتے ہیں۔

۳۔ خداوند عالم نے کسی نبی کی ماں کو ایک آیت (نشانی) کے طور پر ذکر نہیں کیا سوائے

مادر عیسیٰؑ کے۔ جہاں خداوند عالم نے حضرت عیسیٰؑ کے سلسلے نسب کا ذکران کی ماں سے کیا ہے وہاں خداوند عالم نے ماں بیٹا دونوں کو آیت حق (حق کی نشانی) قرار دیا ہے:

''اوراس خاتون کو بھی (نوازا) جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی اس لئے ہم نے ان میں اپنی روح پھونک دی اور انہیں اوران کے بیٹے (عیسیٰ) کو تمام اہل عالم کے لئے ایک نشانی بنادیا'' (انبیاء/۹۱)

۴۔ خداوند عالم نے صرف حضرت عیسیٰؑ کی زبان سے عیسیٰ کی پیدائش وموت کو مبارک گردانا ہے۔

''اور سلام ہو مجھ پر جس روز میں پیدا ہوا اور جس روز میں وفات پاؤں گا اور جس روز زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا'' (مریم/۳۳)

۵۔ خداوند عالم نے حضرت عیسیٰؑ کو طفولیت میں ہی معجزہ عطا کیا:

''بچے نے کہا: میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے'' (مریم/۳۰)

۶۔ انبیاء میں جس شخصیت کو غلو کیلئے اٹھایا ہو وہ حضرت عیسیٰؑ کی شخصیت ہے۔ خداوند عالم نے آدم سے لے کر خاتم النبیین تک کسی نبی یا رسول کو ان کے والدین سے منسوب کر کے نام نہیں لیا ہے۔ سوائے عیسیٰ کا ذکر بھی ان کی ماں سے منسوب کیا ہے۔ البقرہ ۸۷/۲۵۳، آلعمران ۴۵، نساء ۱۵۷، ۱۷۱، مائدہ ۴۶/۷۸/۱۱۰/۱۱۲/۱۱۴/۱۱۶، مریم ۳۴، احزاب ۷، حدید ۲۷، صف ۶/۱۴۔ اسکا فلسفہ یہ ہے کہ نصاری عیسیٰ کو خدا کہتے تھے۔ لہذا خداوند عالم نے بار بار حضرت عیسیٰؑ کو انکی ماں سے منسوب کیا ہے تا کہ ان

بتائے کہ عیسی لم یلد نہیں ہے بلکہ مولود مریم ہیں۔

۳۔ ضرورت تسلسلِ بعثت انبیاء کی برہان کو لجام دینا

حضرت محمد مصطفیٰ

ضرورت بعثت انبیاء نقل اور عقل سلیم کی رو سے ثابت ہے۔ احکام عقلیہ زمان ومکان کی قید وبند سے خارج ہیں۔ اس مسلمہ حقیقت کی روشنی میں جب ہم قرآن کی طرف رجوع کرتے ہیں تو سورہ مبارکہ احزاب آیت ۴۰ میں ملتا ہے کہ خداوند متعال نے آئندہ انبیاء کے سلسلے کو آپ کی نبوت کے بعد ختم کیا ہے:

﴿ما کان محمد ابا احدٍ من رجالکم ولکن رسول الله و خاتم النبین﴾ ''محمد (صلی علیہ وآلہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں ہاں وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں''

یہ حکم قرآن ضرورت بعثت انبیاء کے حکم عقلی کے خلاف نظر آتا ہے لیکن قرآن نے جہاں یہ حکم دیا ہے وہیں قرآن میں جن وانس کو چیلنج کیا گیا ہے کہ وہ اس کے کسی حکم کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ دشمنان اسلام نے ان چودہ سو سال میں حیات پیغمبرؐ سے لیکر دور حاضر تک احزاب و اتحاد تشکیل دیئے کہ قرآن کا مقابلہ کریں۔ اس پورے دور میں تمام تر عناد و دشمنی، طاقت وقدرت سے مسلح ہونے کے باوجود اس قرآن کا مقابلہ نہ کر سکے۔ اس بات کی دلیل ہے کہ احکام قرآنی عقلاء عالم سے مافوق ہیں۔ یہیں سے نبوت خاتم النبیاء سلسلہ انبیاء میں ایک مینار کی حیثیت رکھتی ہے کہ آپ کی نبوت آدم وعیسی کی طرح دیگر انبیاء سے مختلف ہے۔ ہم یہاں پر حضرت محمدؐ کا دیگر انبیاء سے الگ خصوصیات و امتیازات کا حامل ہونے کا ذکر کریں گے۔

۱۔ آپ کا خاتم النبینؐ ہونا

جیسا کہ پہلے بیان ہوا ہے کہ اس تسلسل کا ختم ہونا عقلاء عالم کیلئے سوالیہ نشان ہے کہ آخر کیوں یہ سلسلہ ختم ہوا۔ بشر کیوں آسمانی رہبری واحکام سے محروم ہوگیا۔ بعض نے اس کے جواب میں بشر کی علمی وفکری بلوغت کو توجیہ کے طور پر پیش کیا ہے۔ لیکن ہم یہاں پر یہ اعتراض اٹھانے میں حق بجانب ہیں کہ اس علم وفکر میں بالغ ہونے والی قوم کی بربریت وظلم کی داستانیں اس دور جاہلیت سے کہیں آگے نکل چکی ہیں۔ لہٰذا یہ کہنا کہ عقل بشر کا بلوغت تک پہنچنا خاتمیت کی دلیل ہے اسکی کوئی منطق نہیں رہتی۔

۲۔ آپ کا امّی ہونا

سورۂ اعراف ۱۵۷،۱۵۸ میں دو جگہہ پر آپؐ کے امی ہونے کا ذکر ہے:

﴿الذین یتبعون الرسول النبی الامی﴾ ''(یہ رحمت ان مومنین کے شامل حال ہوگی) جو لوگ اس رسول کی پیروی کرتے ہیں جو نبی امی کہلاتے ہیں'' ﴿فامنوا باللہ ورسولہ النبی الامی الذی یؤمن باللہ و کلمتہ﴾ ''تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ اس امی نبی پر جو اللہ اور اسکے کلمات پر ایمان رکھتا ہے''۔

لیکن سورۂ بقرہ ۷۸ اور جمعہ ۲ میں جس قوم میں آپ مبعوث ہوئے ہیں اسے اُمّی کہا گیا ہے:

﴿ومن هم امیون لایعلمون الکتب﴾ ''ان میں کچھ ایسے ناخواندہ لوگ ہیں جو کتاب کو نہیں جانتے''۔ ﴿ھو الذی بعث فی الامین رسولاً منھم یتلوا علیھم ایتہ﴾ ''اس خدا نے مکہ والوں میں ایک رسول بھیجا ہے جو انہی میں سے تھا کہ ان کے سامنے آیات کی تلاوت کرے''۔

یعنی نہ پڑھنے والے نہ لکھنے والے۔ ہمارے بعض علماء اور دانشوروں نے امی کے لفظ سے ہٹ کر توجیہات پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ گویا ان کی نظر میں پیغمبر کیلئے اپنی نبوت سے زیادہ اپنی علمیت کو ثابت کر مقدم تھا۔ جبکہ امیت سے نبوت کا اثبات کرنا مقدم اور عقل و منطق سے قرین ہے۔

۳۔ عالمین کے لئے رحمت ہونا

خداوند عالم نے کئی آیات میں آپ کی خصوصیات میں رحمت کا ذکر کیا ہے:

﴿وما ارسلنک الا رحمةً للعلمین﴾ ''اور (اے محمد!) ہم نے آپ کو بس عالمین کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے'' (انبیاء/۱۰۷) ﴿محمد رسول الله والذین معہ اشدآء علی الکفار رحمآء بینھم﴾ ''محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت گیر اور آپس میں مہربان ہیں'' (فتح/۲۹) ﴿بالمؤمنین رئوف رحیم﴾ ''اور مؤمنین کے لئے نہایت شفیق و مہربان ہیں'' (توبہ/۱۲۸)

۴۔ قرآن

تمام انبیاء کو خداوند متعال نے انکی نبوت کی نشانی (جیسے علماء اعلام نے معجزہ کہا ہے) عطا کیے ہیں۔ اور ہر نبی دوسرے نبی سے جداگانہ معجزہ کا حامل تھا اور اس معجزہ کا دورانیہ اسی نبی کی زندگی تک محدود تھا۔ اس نبی کی امت اس معجزہ کو کسی دوسرے نبی کی امت کو بطور چیلنج پیش نہیں کر سکتی تھی۔ جبکہ قرآن گذشتہ و آئندہ آنے والے سب کو چیلنج کرتا ہے۔ انبیاء کے معجزات اور خاتم النبین کے معجزہ میں بنیادی طور پر چند فرق ہیں۔

ا۔ انبیاء کے معجزے نبی کے معجزہ تھے نبوت کے نہیں لہذا نبی کے بعد معجزہ بھی ختم ہوا۔

موسیٰ کے عصا اب اژدھا نہیں بن سکتا۔ عیسیٰ کے بعد کوئی نصاری مادر زاد نابینا کو بینائی نہیں دے سکتا اور نہ ہی کسی مردہ کو زندہ کر سکتا ہے۔ لہذا انبیاء کے معجزے نبی کے معجزے ہیں نبوت کے نہیں۔

۲۔ خاتم النبین کا معجزہ کی خصوصیت یہ ہے۔ یہ خود نبی کا معجزہ ہونے کے ساتھ ساتھ نبوت کا بھی معجزہ ہے۔ لہذا امت محمدؐ اس قرآن کو اٹھا کر چیلنج کر سکتی ہے۔ جیسے کہ سورہ عنکبوت ۵۱ میں آیا ہے:

﴿اولم یکفھم انآ انزلنا علیک الکتٰب یتلیٰ علیھم ان فی ذٰلک لرحمۃً وذکریٰ لقوم یؤمنون﴾ ''کیا ان کے لئے یہ کافی نہیں ہے کہ ہم نے آپ پر کتاب نازل کی ہے جو انہیں سنائی جاتی ہے؟ ایمان لانے والوں کے لئے یقیناً اس میں رحمت اور نصیحت ہے''

۳۔ انبیاء کے معجزے اسباب وعلل میں تصرف تھا۔ جبکہ حضرت محمدؐ کا معجزہ فکر و عقل کا معجزہ تھا۔

گزشتہ صفحات میں تفصیل سے بیان کیا ہے قرآن کریم کا مخاطب کون کون ہے لیکن یہاں ہم دوبارہ جن سے خدا نے خطاب کیا ہے ان جماعتوں اور گرہوں کا ذکر کرتے ہیں اور انکی خصوصیات وامتیازات سے متعلق بھی کچھ نکات قارئین کی خدمت میں پیش کریں گے۔ تا کہ خود کو ان مخاطبین قرآن کریم کی کس صف میں شامل کرتے ہیں واضح ہو جائے۔۔

۱۔ ملائکہ

انسان کی تخلیق سے پہلے خداوند عالم نے ملائکہ سے مخاطب ہو کر فرمایا

﴿واذ قلنا للملائکۃ اسجدوا لآدم﴾ اس وجہ سے ملائکہ بھی مخاطبین قرآن میں

سے ہیں۔ ملائکہ جمع ملک ہے ملک فارسی اور اردو زبان میں فرشتہ کو کہتے ہیں ۔علماء لغت کہتے ہیں کہ ملک مادّۂ (الوک) 'ا ل و ک' سے مشتق ہے الوک کا معنی رسالت ہے اور رسالت پیغام کو کہتے ہیں۔

کتاب 'صحاح' میں کسائی نے نقل کیا ہے کہ ملک 'ملک' (م و ل ک) الوک سے لیا ہے پھر 'ل' 'ء' کی جگہ آیا اور کثرت استعمال سے 'ء' ہضم ہوگیا اور جب جمع بنایا تو 'ء' واپس آیا تو ملائکہ ہوگیا اس کے تحت 'م' زائد ہے۔ مادّۂ ملک مفرد، تثنیہ اور جمع تینوں صورت میں (۸۰) بار قرآن میں آیا ہے اور ان تمام جگہوں میں ملک سے مرا فرشتہ ہے۔ ملک 'الوک' سے ہونے کی صورت میں ہر ایک ملائکہ دوسرے ملائکہ سے مختلف رسالت رکھتا ہے اس سلسلہ میں سورۂ فاطر/ا سورۂ حج/۷۵ سورۂ انبیاء/۲۰ ملاحظہ فرمائیں:

﴿جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا﴾ ''نیز فرشتوں کو پیام رساں بنانے والا ہے۔'' ﴿اَللّٰهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ﴾ ''اللہ فرشتوں اور انسانوں میں سے پیغام پہنچانے والے منتخب کرتا ہے''

رسالت تسبیح گزار

﴿يُسَبِّحُونَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُونَ﴾ ''وہ شب وروز تسبیح کرتے ہیں، تساہل نہیں برتتے۔'' (سورۂ انبیاء/۲۰)

قرآنی رو سے خداوند عالم نے ملائکہ کو کس چیز سے خلق کیا ہے وضاحت نہیں کی بلکہ ملائکہ کی صفت میں بیان فرمایا ہے کہ ملائکہ ایک موجوداتِ پاک وفرمانبردار و مطیع ہیں۔ نظام کائنات میں خداوند عالم نے انہیں مختلف ذمہ داریاں اور مسئولیت دے رکھی ہیں جبکہ جن وانس اس

قسم کی کوئی ذمہ داری نہیں رکھتے ہیں۔

قرآنی رو سے ملائکہ کی ذمہ داریاں:

۱۔ لوگوں کی روح قبض کرنا:

﴿اَلَّذِیْنَ تَتَوَفّٰھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِھِمْ﴾ ''فرشتے جن کی روحیں اس حالت میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنے نفس پر ظلم کر رہے ہوں'' (نحل/ ۲۸) ﴿اَلَّذِیْنَ تَتَوَفّٰھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ طَیِّبِیْنَ﴾ ''جن کی روحیں فرشتے پاکیزہ حالت میں قبض کرتے ہیں'' (نحل/ ۳۲) ﴿حَتّٰٓی اِذَا جَآءَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْہُ رُسُلُنَا وَھُمْ لَا یُفَرِّطُوْنَ﴾ ''یہاں تک کہ جب تم میں سے ایک کو موت آجائے تو ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) اس کی روح قبض کر لیتے ہیں اور وہ کوتاہی نہیں کرتے'' (انعام/ ۶۱) ﴿قُلْ یَتَوَفّٰکُمْ مَّلَکُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُکِّلَ بِکُمْ﴾ ''کہہ دیجئے: موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے تمہاری روحیں قبض کرتا ہے'' (سجدہ/ ۱۱)

۲۔ وحی لانا:

﴿نَزَلَ بِہِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ. عَلٰی قَلْبِکَ لِتَکُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ﴾ ''جسے روح الامین نے اتارا آپ کے قلب پر تا کہ آپ تنبیہ کرنے والوں میں سے ہو جائیں'' (شعراء/ ۱۹۳/ ۱۹۴) ﴿اَللّٰہُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ﴾ ''اللہ فرشتوں اور انسانوں میں سے پیغام پہنچانے والے منتخب کرتا ہے'' (حج/ ۷۵) ﴿فَنَادَتْہُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَھُوَ قَآئِمٌ یُّصَلِّیْ فِی الْمِحْرَابِ اَنَّ اللّٰہَ یُبَشِّرُکَ بِیَحْیٰی﴾ ''چنانچہ جب وہ حجرہ عبادت میں

کھڑے نماز پڑھ رہے تھے تو فرشتوں نے آواز دی: "اللہ تجھے یحییٰ کی بشارت دیتا ہے" (آلعمران/۳۹) ﴿وَاِذْقَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ﴾ "اور (وہ وقت یاد کرو) جب فرشتوں نے کہا: اے مریم! اللہ نے تمہیں برگزیدہ کیا ہے اور تمہیں پاکیزہ بنایا ہے اور تمہیں تمام دنیا کی عورتوں سے برگزیدہ کیا ہے" (آلعمران/۴۲) ﴿اِذْقَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ﴾ "جب فرشتوں نے کہا: اے مریم! اللہ تجھے اپنی طرف سے ایک کلمے کی بشارت دیتا ہے۔ جس کا نام عیسیٰ بن مریم ہوگا، وہ دنیا و آخرت میں آبرومند ہوگا اور مقرب لوگوں میں سے ہوگا۔" (آلعمران/۴۵) ﴿يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ﴾ "اپنے حکم سے فرشتوں کو روح کے ساتھ اپنے بندوں میں جس پر چاہتا ہے نازل کرتا ہے (اس حکم کے ساتھ) کہ انہیں تنبیہ کرو کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے لہٰذا تم میری مخالفت سے بچو" (نحل/۲)

۳۔ لوگوں کے نامۂ اعمال لکھنا:

﴿اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ. مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ﴾ "(انہیں وہ وقت یاد دلادیں) جس وقت (اعمال کو) وصول کرنے والے دو (فرشتے) اس کی دائیں اور بائیں طرف بیٹھے وصول کرتے رہتے ہیں۔ (انسان) کوئی بات زبان سے نہیں نکالتا مگر یہ

کہ اس کے پاس ایک نگراں تیار ہوتا ہے" (ق/۱۷/۱۸) ﴿إِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُونَ مَاتَمْكُرُونَ﴾ "بیشک ہمارے فرشتے تمہاری حیلہ بازیاں لکھ رہے ہیں" (یونس/۲۱) ﴿وَإِنَّ عَلَيْكُم لَحٰفِظِينَ . كِرَامًا كَاتِبِينَ. يَعلَمُونَ مَاتَفعَلُونَ﴾ "جب کہ یقیناً تم پر نگران مقرر ہیں۔ ایسے معزز لکھنے والے۔ جو تمہارے اعمال کو جانتے ہیں" (انفطار/۱۰/۱۲)

۴۔ انسانوں کی محافظت کرنا:

﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوقَ عِبَادِهِ وَيُرسِلُ عَلَيكُم حَفَظَةً﴾ "اور وہ اپنے بندوں پر غالب ہے اور تم پر نگہبانی کرنے والے بھیجتا ہے۔" (انعام/۶۱) ﴿لَهُ مُعَقِّبٰتٌ مِن بَينِ يَدَيهِ وَمِن خَلفِهِ يَحفَظُونَهُ مِن اَمرِ اللّٰهِ﴾ "ہر شخص کے آگے اور پیچھے یکے بعد دیگرے آنے والے فرشتے (پہرے دار) مقرر ہیں جو بحکم خدا اس کی حفاظت کرتے ہیں" (رعد/۱۱)

۵۔ حاملانِ عرش

﴿اَلَّذِينَ يَحمِلُونَ العَرشَ وَمَن حَولَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمدِ رَبِّهِم﴾ "جو فرشتے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے اردگرد ہیں سب اپنے رب کی ثناء کے ساتھ تسبیح کر رہے ہیں" (مومن/۷) ﴿وَالمَلَكُ عَلٰى اَرجَائِهَا وَيَحمِلُ عَرشَ رَبِّكَ فَوقَهُم يَومَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ﴾ "اور فرشتے اس کے کناروں پر ہوں گے اور اس دن آٹھ فرشتے آپ کے رب کا عرش ان سب کے اوپر اٹھائے ہوں گے۔" (حاقہ/۱۷)

۲۔ مسجود ملائکہ یعنی انسان

جب خداوند عالم نے ملائکہ کو آدم کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تو آدم۔ مسجود ملائکہ بنے اور آدم اور انکی نسل کو خداوند عالم نے خلعت خلافت اور تاج کرامت سے نوازا تو انسان اس کی بنیاد پر مخاطبین میں قرار پایا۔ انسان الف کے نیچے زیر کے ساتھ مادہ انس سے لیا ہے۔ انسان ''جن'' کے مقابل ہے سورہ مریم کی آیت ۲۶ میں یہ لفظ آیا ہے جسکی جمع الناس اور اناسی ہے۔ قرآن میں انس ۱۸ بار، اناس ۵ بار، اناسی ایک بار آیا ہے۔ کلمہ انسان قرآن میں ۶۵ بار آیا ہے انس جن سے پہلے سات بار اور جن انسان سے پہلے گیارہ بار آیا ہے۔ کلمہ انسان اس مخلوق کے ظاہری و باطنی خلاقیت وعواطف اور معنویات کے مجموعہ کا نام ہے۔ جبکہ بشر سے مراد جسد ظاہری ہے۔ بشر نظر آنے والے چمڑے کو کہتے ہیں جیسے حیوانوں کے بالوں کے نیچے چمڑا نظر نہیں آتا۔ بشارت جسکے معنی خوشخبری دینے کے ہیں اسی مادہ بشر سے لیا ہے کیونکہ خوشخبری ملنے پر آثار مسترظاہر ہوتے ہیں۔ کلمہ بشر ۳۵ بار اور بشرا ایک دفعہ قرآن میں آیا ہے۔ اسی طرح مباشرت ہم بستری کو کہتے ہیں کیونکہ اس سے دو چمڑے ملتے ہیں۔ اس مخلوق کو اگر مجموعی طور پر دیکھیں تو یہ مسجود ملائکہ ہے۔ اسکی صفات قرآن کریم میں یوں استعمال ہوئی ہیں:

۱۔ مٹی سے بنایا ہے ۲۔ صلصال سے بنایا ہے

۳۔ گندے پانی سے بنایا ہے ۴۔ نطفہ سے بنایا ہے۔

اسکی صفات میں قرآن میں آیا ہے:

۱۔ ضعیف۔ ۲۔ ظالم وستمگر۔ ابرہیم/۳۴

۳۔ جلد باز ہے۔ اسراء/۱۱ ۴۔ جھگڑالو ہے۔ ق/۵۴

۵۔ تنگ نظر ہے۔ ۶۔جاہل ونادان ہے۔ احزاب

۷۔ خود پسند ہے۔ ۸۔تاغی ہے۔

۹۔ ناشکرا ہے۔ ۱۰۔صاحب کرامت ہے۔

۱۱۔ مخلص ہے۔ ۱۲۔خلیفہ ہے۔

جسم انسانی کے اعضاء کے اسماء قرآن کریم میں

اس کتاب میں صرف انسان کو کلی طور پر مخاطب نہیں بنایا ہے بلکہ اس میں اس کے جسمانی اور روحانی اعضاء وجوارح کو بھی مخاطب قرار دیا ہے اور ان سے کسی دن جواب طلبی کرنے کے بارے میں آگاہ کیا ہے یہ ہیں انسان کے جسمانی اور روحانی اعضاء وجوارح کی ایک فہرست جو ہماری جستجو کے نتیجے میں حاصل ہوئی ہے

۱۔ رئوس: سر: مائدہ/۶ ۲۔سمع: کان: ہود/۲۰، فصلت/۳۶

۳۔ عین: آنکھ: بلد/۸/۹ ۴۔ افواہ: ہونٹ: احزاب/۴

۵۔لسان: زبان: بلد/۸/۹، ۶۔ سن: دانت: مائدہ/۴۵

۷۔ذقن: اسراء/۱۰۷/۱۰۹، یٰسین/۸ ۸۔وتین: حاقہ/۴۶

۹۔ ورید: ق/۱۶ ۱۰۔ عنق: گردن: اسراء/۱۳/۲۹،

۱۱۔ صدور: سینہ: حج/۴۶، انعام/۲۵ ۱۲۔ حلقوم: واقعہ ۱۳

۱۳۔ تراقی: قیامت ۲۶، ۲۷ ۱۴۔ جناح: بازو: اسراء/۲۴

۱۵۔ کعبین: مائدہ/۶ ۱۶۔ ید: ہاتھ: مائدہ/۶

۱۷۔ ظہر: پشت اعراف/۱۷۲ ۱۸۔دبر: پیچھے: یوسف/۲۶

۱۹۔صلب: ریڑھ کی ہڈی: نساء/۲۳ ۲۰۔یمین: دایاں: واقعہ/

۲۱۔رجل: پاؤں ص۷۲ ۔۔۔ ۲۲۔رجل: کہف/۱۷،اعراف/۱۱۷،

۲۳۔جنب: نساء۱۰۳ آلعمران۱۹۱ ۔۔۔ ۲۴۔فرج: فروج مومنون/۵نور/۳۱

۲۵۔جیوب: نور/۳۱ ۔۔۔ ۲۶۔بطون: پیٹ: عمران/۳۵

۲۷۔لحن: آواز محمد۳۰،۳۲۔ ۔۔۔ ۲۸۔اصابع: انگلیاں بقرہ ۱۹،

۲۹۔فرج: شرم گاہ نور۳۰،مومنون ۵ ۔۔۔ ۳۰۔بصر: آنکھ

۳۱۔فواد: دل ۔۔۔ ۳۲۔اصابع: انگلی: بقرہ/۱۹،نوح/۷

۳۳۔بنانہ: انگوٹھا ۔۔۔ ۳۴۔وجوہ: چہرہ: مائدہ/۶

۳۵۔اضافر: ناخن: انعام۱۴۶ ۔۔۔ ۳۶۔قلب: دل: آل عمران/۵۹،غافر/۳۵

۳۷۔دم: خون: بقرہ۸۴ ۔۔۔ ۳۸۔قبل: آگے: یوسف/۲۶

۳۹۔رحم: پیٹ: عمران/۶،انعام/۳ ۔۔۔ ۴۰۔ترائب: سینہ: طارق: ۷

۴۱۔لب: مغز عقل ۔۔۔ ۴۲۔عظام: ہڈی: قیامت۳

۴۳۔نفس: مائدہ/۴۵ ۔۔۔ ۴۴۔جلد: فصلت۲۱

۴۵۔جلود: چمڑہ: نساء۵۶،فصلت۲۲ ۔۔۔ ۴۶۔لحم: حجرات۱۲

۴۷۔لحیہ: داڑھی: طٰہٰ۹۴ ۔۔۔ ۴۸۔روح: اسراء/۸۵

جن:

انسان سے پہلے اس روئے زمین پر ایک مخلوق مکلف موجود تھے قرآن کریم میں پندرہ سے زائد سے جگہوں پر انسان اور جن کو ملا کر مخاطب کیا ہے جیسے: ﴿**وما خلقت الاجن والانس الا لیعبدون یا معشر الاجن و الانس**﴾ وغیرہ۔

جن مادہ جَنّ سے لیا گیا ہے جسکے معنی چھپانے کے ہیں جیسا کہ کتب لغت مین آیا ہے کہ ہروہ

چیز جو نظروں سے چھپ جائے اسے جن کہتے ہیں۔ یہ مادہ 'ج' پر فتحہ، ضمہ اور کسرہ تینوں کے ساتھ استعمال ہوتا ہے اگر ضمہ لگائیں تو سپر کے معنوں میں آیا ہے جس سے سر کو بیرونی حملوں سے بچاتے ہیں جیسا کہ سورہ مجادلہ آیت ۱۷ میں آیا ہے۔ اس طرح جنون بھی ہے جس کے معنی عقل کو چھپانہ ہے سورہ ذاریات آیت نمبر ۳۹۔ اگر فتحہ لگائیں تو روشنائی کو چھپانے کے معنوں میں آیا جیسے رات دن کی روشنی کو چھپاتا ہے جیسا کہ سورہ انعام آیت نمبر ۷۶ اور اگر کسرہ لگائیں تو یہ کلمہ بائیس بار قرآن میں آیا ہے اور قرآن کریم میں ایک سورہ سورہ جن کے نام سے مشہور ہے اس سورہ میں واضح طور پر بیان کیا ہے کہ ان (جنوں) میں انسانوں جیسے مومن، کافر و فاسق موجود ہیں۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ ان پر بھی احکام خدالاگو ہیں اسی وجہ سے سورہ رحمٰن میں خداوند عالم نے دو ثقل کہا ہے ثقت یعنی زمین پر بوجھ ہے۔ سورہ رحمٰن میں بار بار انسان اور جن دونوں کو مشترکہ خطاب کیا گیا ہے لیکن سورہ حجرات آیت نمبر ۲۷ اور سورہ رحمٰن ۱۵ سے معلوم ہوتا ہے جن کی خلقت خلقت انسان سے مختلف ہے کیونکہ ان دو آیات میں جن کی خلقت آگ سے ہے سورۂ حجر ۲۷، رحمٰن ۱۵۔ اعراف ۱۲، ص ۷۶۔

جن وانس میں مشترکات:

۱۔ دونوں کی غرض خلقت عبادت: ''اور میں نے جن وانس کو خلق کیا مگر یہ کہہ وہ میری عبادت کریں'' (ذاریات/۵۶)

۲۔ دونوں کے سرکش ونافرمان جہنم میں جائیں گے:

''اور بتحقیق ہم نے جن وانس کی ایک کثیر تعداد کو جہنم کے لئے ہی پیدا کیا ہے'' (اعراف/۱۷۹) ''میں جہنم کو ضرور بالضرور جنات اور انسانوں سے بھر دونگا''

(ہود/۱۱۹) ''میں دوزخ کو جنوں اور انسانوں سے ضرور بھر دونگا'' (سجدہ/۱۳)

۳۔ دونوں کیلئے موت ہے:

''اور ان پر بھی وہی عذاب نازل ہوگا جو ان سے پہلے جنوں اور انسانوں کی امتوں پر لازم ہو چکا تھا'' (حم/۲۵) ''یہ وہ لوگ ہیں جن پر فرمان خدا حقیقت بن چکا ہے جنوں اور انسانوں کے ان گروہوں کے ساتھ جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں بیشک یہ خسارہ اٹھانے والے ہیں'' (احقاف/۱۸) ''اللہ فرمائے گا کہ تم جن وانس کی ان قوم کے ساتھ جہنم میں داخل ہو جاؤ جو تم سے پہلے جا چکی ہے'' (اعراف/۳۸)

۴۔ جن انسان کو دیکھتا ہے مگر انسان جن کو نہیں دیکھتا:

''بیشک شیطان اور اسکے رفیق کار تمہیں ایسی جگہ سے دیکھ رہے ہوتے ہیں جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھ سکتے'' (اعراف/۲۷)

۵۔ دونوں کام کرتے ہیں:

''اور جنوں میں سے ایسے تھے جو اپنے رب کی اجازت سے سلیمان کے آگے کام کرتے تھے سلیمان جو چاہتے یہ جنات ان کیلئے بنا دیتے'' (سباء/۱۲/۱۳)

۶۔ جس طرح ہم پیغمبر کی امت ہیں یہ جنات بھی امت ہیں:

''اور یاد کیجئے جب ہم نے جنات کے ایک گروہ کو آپکی طرف متوجہ کیا تاکہ قرآن سنیں۔ پس جب وہ رسول کے پاس حاضر ہوئے تو آپس میں کہنے لگے کہ خاموش ہو جاؤ جب تلاوت ختم ہوگئی تو وہ تنبیہ کرنے اپنی قوم کی طرف واپس چلے گئے'' (احقاف/۲۹) ''کہہ دیجئے میری طرف وحی کی گئی ہے کہ

جنات کی ایک جماعت نے قرآن سنا اور کہا ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہو جو راہ راست کی طرف ہدایت کرتا ہے اس لئے ہم اس پر ایمان لے آئے اور اب ہم کسی کو ہرگز اپنے رب کا شریک نہیں بنائیں گے۔ اور یہ کہ ہمارے رب کی شان بہت بلند ہے اس نے کبھی کسی کو زوجہ بنایا اور نہ کسی کو اولاد اور یہ کہ ہم کم عقل لوگ خدا کے بارے میں خلاف حق بات کرتے ہیں۔ اور یہ کہ ہمارا خیال تھا کہ انسان اور جن کبھی بھی اللہ کے بارے میں جھوٹ نہیں بول سکتے ہیں۔" (جن/ ۱ تا ۵)

۴۔ شیطان:

ان دو مخلوق یعنی جن و انس کو ان کی غرض و غایت خلقت سے روکنے اور اپنے خالق کی عبادت و اطاعت سے روگردانی کرنے اور انسان اور جنوں پر ظلم و بربریت، حیلہ و بہانہ سازی کیا شکار کرنے والی مخلوق جو درگاہ خداوندی سے مردو ہوئی ہے اس کا نام شیطان ہے یہ ان دونوں مخلوقات کو گمراہ اور ورغلانے والا فرقہ ہے عقل اور آیات قرآنی کی رو سے اس کی شناخت کرنے کی ضرورت ہے لہٰذا اس کے بارے میں بھی قرآنی آیات کی رو سے شناخت کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ کلمہ مفرد کی صورت میں قرآن کریم میں ستر بار اور جمع (شیاطین) کے صیغے میں اٹھارہ بار ذکر ہوا ہے۔ جیسا کہ صاحب معجم مفرس نے نقل کیا ہے۔ اس کے بارے میں چند زاویئے سے موضوع بحث و گفتگو ہے۔

۱۔ معنی

۲۔ جنسیت

۳۔ قدرت و توانائی

۴۔ حکمِ خدا سے روگردانی

۱۔ معنائے شیطان:

شیطان مادہ شطنت (شطن) سے لیا گیا ہے ''ن'' اسکے کلمے کا جز ہے۔ شیخ طبرسی (صاحب مجمع البیان) اور راغب اصفہانی اور ابن اثیر وغیرہ نے لکھا ہے کہ شیطان کے معنی دور ہونے کے ہیں یعنی خیر اور خوبی سے دور ہونے کا نام شیطان ہے۔ بعض نے ''ن'' کو زائد قرار دیا ہے اور اصل مادہ کو (ش۔ا۔ط) یا (ی۔ش۔ط) قرار دیا ہے اس صورت میں اسکے معنی ہلاک ہونے یا سخت غضبناک ہونے کے ہیں۔ لیکن علماء نے پہلے قول ('ن' کا جز ہونے) کو ترجیح دی ہے۔

شیطان درحقیقت اس مخلوق وموجود کا نام ہے کہ جس کی فطرت میں طغیان وسرکشی ہو چاہے وہ جنات میں سے ہو یا انسانوں میں سے۔ صاحب قاموس لغت کہتے ہیں کہ شیطان صفت ہے شیطان اور رجیم ہم معنی ہیں۔

۲۔ جنسیت شیطان:

شیطان کا اصل وجود کیا ہے یعنی وہ انسان ہے' جنات میں سے ہے یا پھر ملائکہ میں سے ہے؟ قرآن کریم کے بعض آیات میں جیسا کہ سورۃ بقرہ آیت نمبر ۳۴ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ملائکہ میں سے تھا۔ کیونکہ آدم کو سجدہ کرنے کا حکم ملائکہ کو ہوا تھا نہ کہ کسی اور مخلوق کو۔ خداوند عالم نے اسے آدم کو سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے مورود عتاب، مذمت اور بعد میں مستحق عقاب قرار دیا ہے۔ اسی مطلب کیلئے سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۳۴ میں استدلال کرتے ہیں۔ جبکہ سورۃ کہف آیت نمبر ۵۰ میں واضح طور پر بیان فرماتے ہیں کہ شیطان مخلوق جن سے تعلق رکھتا ہے لیکن صنفیت کے حوالے سے مختلف ہے جیسا کہ سیاہ فام وسفید فام اس پر

تفصیلی بحث و گفتگو مادہ جن میں کریں گے۔

۳۔ قدرت وطاقت شیطان:

شیطان کا بنی آدم کو گمراہ کرنے کی کردار کے بارے میں جو شہرت حاصل ہوئی ہے جیسا کہ بعض آیات سے ظاہر ہے۔لیکن یہ ایک سطحی، سرسری اور تبلیغاتی پروپیگنڈہ کی حد تک ہے اسکی اتنی قدرت وتوانائی نہیں کہ وہ طاقت سے انسان کو گمراہی کی طرف لگادے جیسا کہ سورۃ ابراہیم آیت نمبر ۲۲ میں شیطان نے خود اقرار کیا ہے کہ مجھے تسلط نہیں ہے بلکہ جو کچھ لوگوں کو گمراہ کرنے کیلئے کردار ادا کرتے ہیں وہ سب سحر و ساحروں کی مانند دکھاوا جیسا ہے ورنہ وہ قدرت وطاقت سے گمراہ کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے۔

۴۔ حکم خدا سے روگردانی:

شیطان نے خدا کے حکم سے کیوں روگردانی کی جب اسے سجدہ کرنے کا حکم ہوا۔سورہ بقرہ آیت ۳۴ میں خطاب ملائکہ سے ہے اور سورہ کہف میں کہا کہ شیطان جن سے تعلق رکھتا ہے تو کیسے شیطان نے حکم خدا سے عدول کیا جبکہ وہ ملائکہ سے نہیں تھا اس کا جواب یہ ہے کہ خدا وند عالم نے ان سے خاص خطاب کیا ہے کہ تم کو کس چیز نے سجدہ کرنے سے روکا۔

شیطان اور اسکی خلقت کے بارے میں گفتگو کرنے کے بعد ایک سوال جو خود لوگوں کے ذہنوں میں اسی نے ہی پیدا کیا ہے کہ آخر خدا نے شیطان کو کیوں پیدا کیا ہے۔اس کا جواب دینے سے پہلے ایک بات آپ کی خدمت میں عرض کرنا ہے کہ اس سائل کا حشر وہی ہوگا جو شیطان کا ہوا تھا کیونکہ اسی بنیاد پر وہ شیطان بنا تھا۔ ہم یہاں دو مرحلوں میں اس کا جواب دینے کی کوشش کریں گے۔

۱۔ شیطان کی خلقت سے متعلق

پہلا نقطہ جو اسکی خلقت سے متعلق ہے۔ شیطان اسی چیز سے بنا ہے جس سے ساری کائنات بنی ہے۔ جن وانس سبھی ایک مادہ سے بنے ہیں جسے مادہ مواد عالم کہتے ہیں قرآنی اصطلاح میں اسے پانی کہا گیا ہے جبکہ سائنسی اصطلاح میں اسے ایٹم کہتے ہیں۔ لہذا کوئی مخلوق خود سے یہ نہیں کہہ سکتی کہ میں فلاں سے افضل ہوں۔ مخلوقات خود فضیلت کسب کرتی ہیں۔ قرآن میں خود انسان کے بارے میں آیا ہے کہ یہ بہت سی مخلوقات سے افضل ہے لیکن بعض اوقات یہ اپنے سے پست چیزوں سے بھی پست ہو جاتا ہے گو اسکی شکل وصورت میں فرق نہیں آتا۔ لہذا فضیلت خود کسب کرنے میں ہے۔ لہذا شیطان بھی اسی بنیاد پر مردود ہوا ہے۔

۲۔ اسکی صفت سے متعلق

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ شیطان کا تعارت کسی الگ مخلوق کے طور پر نہیں کروایا گیا ہے۔ بلکہ جنوں اور انسانوں میں سے درگاہ خداوندی سے دور ہونے کا نام شیطان ہے۔ لہذا شیطان کوئی ایسی مخلوق نہیں جسے آپ دیکھ نہ سکتے ہوں۔ بلکہ یہ ہمیشہ آپ کے ساتھ ہے اور آپکو اس سے پیار ومحبت بھی ہے۔ وہ شیطان نظر نہیں آتے جو جنوں میں سے ہیں۔

قرآن سے پوچھو

آپ بندوں سے کہہ دیں کہ میں انکے قریب ہوں جب بھی پکاریں سنتا ہوں

دعا آیات قرآن کی روشنی میں

دعا آیات قرآن کی روشنی میں

قرآن کریم کی متعدد آیات میں خدا کی طرف سے اپنے انبیاء اور نمائندوں کو حکم ہے کہ وہ خلائق کو اس کی طرف دعوت دیں:

''اور (اے رسول) حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ اپنے پروردگار کی راہ کی طرف دعوت دیں'' (نحل/ ۱۲۵) ''اور اس شخص کی بات سے زیادہ کس کی بات اچھی ہو سکتی ہے جس نے اللہ کی طرف بلایا'' (فصلت/ ۳۳) ''اور اے میری قوم! آخر مجھے کیا ہوا ہے کہ میں تمھیں نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے آتش کی طرف بلاتے ہو؟'' (غافر/ ۴۱) ''اے ایمان والو! اللہ اور رسول کی پکار پر لبیک کہو جب وہ تمہیں حیات آفرین باتوں کی طرف بلائیں'' (انفال/ ۲۴)

میں خدا کی طرف دعوت دینے کا حکم ہے۔

اسراء ۱۱۰، اعراف ۲۹، بقرہ ۱۸۶ میں بندے کو خدا کو پکارنے کا حکم ہے۔ خدا کو پکارنے کو دعا کہتے ہیں:

''اپنے رب کو عاجزی اور خاموشی سے پکارو'' (اعراف/ ۵۵) ''پس دین کو صرف اسی کے لئے خالص کر کے اللہ کو پکارو'' (غافر/ ۱۴) ''اور اے میری قوم ! آخر مجھے کیا ہوا ہے کہ میں تمہیں نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے آتش کی طرف بلاتے ہو؟'' (غافر/ ۴۱)

قرآن کریم میں جو بندے دعا نہیں کرتے اور اس سے گریز کرتے ہیں انہیں متکبر کہا ہے اور استکبار کی سزا میں انہیں جہنم کا عذاب سنایا ہے: ''اور تمہارا پروردگار فرماتا ہے: مجھے پکارو۔ میں تمہاری دعا قبول کروں گا'' (غافر/ ۶۰) بندے کا خدا کو پکارنا یا دعا کرنے کے

بارے میں چار حوالے سے گفتگو کرنے کی ضرورت ہے۔

۱۔ تعریفِ دعا لغت اور اصطلاح میں۔

۲۔ مدعو یعنی جس کو پکارا جائے یا کس کو؟۔

۳۔ مضامینِ دعا یعنی کونسی دعائیں کن الفاظ اور کس سے مروی ہیں اور کس انداز میں دعا کریں

۱۔ دعا

کلمہ دعا قرآن کریم میں متعدد اور مختلف مشتقات کی صورت میں دوسو بارہ (۲۱۲) بار استعمال ہوا ہے علماء اور ماہرینِ قرآن نے مختلف زاویوں سے اسکی تفسیر کی ہے ہم ذیل میں اپنے قارئین کرام کی خدمت میں اسکے بعض نمونے پیش کرتے ہیں:

۱۔ پکارنا:

﴿فلم یزدھم دُعآءِ یٓ اِلّافِرارًا﴾ ''پھر بھی میری دعوت کا کوئی اثر نہ ہوا سوائے اسکے انہوں نے فرار اختیار کیا۔'' (نوح/۶)

۲۔ سوال کرنا:

دعا کرنے والے کی خصوصیات:

دعا کی بنیادی اور پہلی اساس فقر ہے کہ جتنا انسان اپنے اندر احساسِ فقر و نیاز کرے اور اسکی وجہ سے توجہ بخدا ہو جائے۔ جو انسان اپنے اندر احساسِ فقر نہیں رکھتا وہ حسب آیۂ قرآن 'وہ خود کو بے نیاز گردانتا ہے وہ دعا کرنے سے استکبار کرتے ہیں یا اسکی دعا القلقۂ لسانی کی حد تک ہے'۔ یہ معلوم کرنے کے بعد کہ انسان اپنے اندر احساسِ فقر محسوس کرے۔ انسان اور تمام موجودات ہر زاویہ سے فقیر ہیں۔ اب ہم فکر کی اقسام بیان کرتے ہیں۔

۱۔ **فقرِ وجودی**۔ یعنی وہ اپنے وجود میں محتاجِ خالق ہے۔

۲۔ فقر مالکیت۔ وہ کسی چیز کا بھی مالکِ حقیقی نہیں حتی اپنی حیات کا بھی مالک نہیں ہے۔

۳۔ فقر مال و دولت۔

﴿ولله خزآئن السمٰوٰت والارض ولکنّ المنفقون لایفقهون﴾

''حالانکہ آسمانوں اور زمین کے خزانوں کا مالک اللہ ہی ہے لیکن منافقین سمجھتے نہیں ہیں۔'' (منافقون/ ۷) ﴿وانّ مّن شیءٍ الاعندنا خزآئنه﴾ ''اور کوئی چیز ایسی نہیں جس کے خزانے ہمارے پاس نہ ہوں۔'' (حجر/ ۲۱)

مال و دولت مختص بہ خدا ہیں باقی سب اس کے نیاز مند ہیں حتی پیغمبر بھی کوئی خزانہ نہیں رکھتا:

﴿قل لآ اقول لکم عندی خزآئن الله﴾ ''کہہ دیجئے: میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں'' (انعام/ ۵۰) ﴿ولآ اقول لکم عندی خزآئن الله﴾ ''اور میں تم سے نہ یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں'' (ہود/ ۵۰) ﴿قل لّوانتم تملکون خزآئن رحمة ربّیٓ اذًا لّامسکتم خشیة النفاق وکان الانسان قتورًا﴾ ''کہہ دیجئے اگر تم میرے رب کی رحمت کے خزانوں پر اختیار رکھتے تو تم خرچ کے خوف سے انہیں روک لیتے اور انسان بہت تنگ دل واقع ہوا ہے'' (اسراء/ ۱۰۰)

۴۔ فقر علمی۔ انسان اپنے فائدہ و نقصان کو نہیں جانتا:

﴿ولآ اعلم الغیب﴾ ''اور نہ میں غیب جانتا ہوں۔'' (انعام/ ۵۰)

﴿ولآ اعلم الغیب﴾ ''نہ میں غیب جانتا ہوں۔'' (ہود/ ۳۱) ﴿یعلم خآئنة الاعین وما تخفی الصّدور﴾ ''اللہ نگاہوں کی خیانت اور جو کچھ سینوں میں پوشیدہ ہے سے واقف ہیں۔'' (مومن/ ۱۹) ﴿علم الله انکم

کنتم تختانون انفسکم ﴾ "اللہ نے دیکھا کہ تم اپنے آپ سے خیانت کر رہے تھے" (بقرہ/۱۸۷)

۵۔ **فقر کمال۔** وہ ہر لحاظ سے ناقص ہے کسی قسم کے کمال ذاتی کا مالک نہیں ہے۔

۶۔ **فقر اختیاری۔** یعنی ترکِ دنیا یا دنیا سے بے توجہی اور روگردانی' اس کی طرف پیغمبر اکرمؐ نے اشارہ فرمایا تھا کہ "فقر میرا فخر ہے"۔

داعی کی چند قسمیں:

۱۔ **داعی فقیر ہے یعنی فقر مالی رکھتا ہے۔**

﴿ الشیطٰنُ یعدکمُ الفقر ویامُرُکم با الفحشآ ء ﴾ "شیطان تمہیں تنگدستی کا خوف دلاتا ہے اور بے حیائی کی ترغیب دیتا ہے" (بقرہ/۲۶۸) ﴿فکلوا منھا و اطعموا البآئِسَ الفقیر ﴾ "اور پھر تم اس میں سے کھاؤ اور بھوکے محتاج افراد کو کھلاؤ" (حج/۲۸) ﴿فسقٰی لھما ثمّ تولّٰی الی الظّلّ فقال ربّ انّی لمآ انزلت الیّ من خیرٍ فقیر ﴾ "موسیٰ نے دونوں کے جانوروں کو پانی پلا دیا اور پھر ایک سایہ میں آ کر پناہ لے لی عرض کی پروردگار یقینا میں اس خیر کا محتاج ہوں جو تو میرے طرف بھیج دے" (قصص/۲۴) ﴿ومن کان فقیرًا فلیا کُل با لمعروف ﴾ "اور جو فقیر ہے وہ بھی صرف بقدرِ مناسب کھائے" (نساء/۶) ﴿ان یّکن غنیًا او فقیرًا فا للّٰہ اَولٰی بِھما ﴾ "وہ غنی ہو یا فقیر اللہ دونوں کے لئے تم سے اولیٰ ہے" (نساء/۱۳۵) ﴿وان تُخفوھا وتؤتُوھا الفُقرآءَ فھو خیرُ لّکم ﴾ "اور اگر چھپا کر فقراء کے حوالے کر دو تو یہ بھی بہت بہتر ہے"

(بقرہ/۲۷۱) ﴿لِلفقرآءِ الّذین اُحصروا فی سبیلِ اللہ لا یستطیعون ضرباً فی الارض یحسبُھم الجاھل اغنیآءَ من التّعفُّف تعرفھم بسیمیھم لا یسئلون النّاس الحافاً﴾ ''یہ صدقہ ان فقراء کیلئے ہے جوراہِ خدا میں گرفتار ہوگئے ہیں اور کسی طرف جانے کے قابل بھی نہیں ہیں ناواقف افراد انہیں ان کی حیاوعفت کی بنا پر مالدار سمجھتے ہیں۔'' (بقرہ/۲۷۳) ﴿انّما الصدقٰت للفُقرآءِ والمسٰکین والعٰملین علیھا والمؤلّفۃِ قلوبُھم وفی الرّقاب﴾ ''صدقات وخیرات بس فقراء ومساکین اوران کے کام کرنے والے اورجن کی تالیف قلب کی جاتی ہے'' (توبہ/۶۰) ﴿ان یّکونوا فُقرآءَ یُغنِھمُ اللہ من فضلہِ واللہ واسع علیم﴾ ''اگر وہ فقیر بھی ہوں گے تو خدا اپنے فضل وکرم سے انھیں مالدار بنادے گا کہ خدا بڑی وسعت والا اورصاحبِ علم ہے۔'' (نور/۳۲) ﴿واللہ الغنیُ وانتم الفُقراء﴾ ''اورخدا سب سے بے نیاز ہے تم ہی سب اس کے فقیراورمحتاج ہو۔'' (محمد/۳۸) ﴿تظُنّ ُان یُفعلَ فاقرۃ﴾ ''جنھیں یہ خیال ہوگا کہ کب کمرتوڑ مصیبت وارد ہوجائے گی'' (قیامت/۲۵)

۲۔ دائمی عاجز ہے یعنی فقرِ ذاتی رکھتا ہے۔

﴿ضرب اللہ ُمثلاً عبدًامملوکاًلا یقدرُعلیٰ شیءٍ وَّ من رَّزقنہُ مُنّا رزقاً حسناً﴾ ''اللہ نے خود اس غلام مملوک کی مثال بیان کی ہے جو کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا ہے اوراس آزاد انسان کی مثال بیان کی ہے جسے ہم نے بہترین رزق عطا کیا ہے'' (نحل/۷۵) ﴿یا ایُّھاالنّاس انتم الفقرآءُ الی

اللــه واللــه هوالغنیُّ الحمید﴾ ''انسانوں تم سب اللہ کی بارگاہ کے فقیر ہو اور اللہ صاحبِ دولت اور قابل حمد وثنا ہے۔'' (فاطر/۱۵) ﴿قــال ربِّ انی لآ املکُ الا نفسی واخی﴾ موسیٰ نے کہا پروردگار میں صرف اپنی ذات اور اپنے بھائی کا اختیار رکھتا ہوں'' (مائدہ/۲۵) ﴿قُــل لآ امــلکُ لنفسی نفعاً وّلاضرًّ االاماشآء الله﴾ ''آپ کہہ دیجئے کہ میں خود بھی اپنے نفس کے نفع ونقصان کا اختیار نہیں رکھتا ہوں مگر جو خدا چاہے'' (اعراف/۱۸۸) ﴿قُل لآ املکُ لنفسی ضرًّا وّلا نفعاً الاماشآءَ الله﴾ ''کہہ دیجئے کہ میں اپنے نفس کے نقصان ونفع کا بھی مالک نہیں ہوں جب تک خدا نہ چاہے'' (یونس/۴۹) ﴿وامــآ امــلکُ لک من اللہِ من شیءٍ﴾ ''لیکن میں پرودگار کی طرف سے کوئی اختیار نہیں رکھتا ہوں'' (ممتحنہ/۴) ﴿قل انی لآ امــلک لــکــم ضــرًّا وّلا رشــدًا﴾ ''کہہ دیجئے کہ میں تمہارے لئے کسی نقصان کا اختیار رکھتا ہوں نہ فائدہ کا'' ﴿قُــل اِنّــی لآ امــلکُ لــکــم ضــرًّا وّلا رشدًا﴾ ''کہہ دیجئے: میں تمہارے لئے نہ کسی نقصان کا اختیار رکھتا ہوں اور نہ کسی نفع کا'' (جن/۲۱) ﴿ومــن یُّــرِدِ اللــه فتنتهٗ فلن تملک لهٗ من اللــه شیئــا﴾ ''جسے اللہ گمراہ کرنا چاہے تو اسے بچانے کے لئے اللہ نے آپ کو کوئی اختیار نہیں دیا ہے۔'' (مائدہ/۴۱) ﴿یــوم لاتــمــلک نفــسٌ لّنفسٍ شیئًا والامرُ یومئذٍ للله﴾ ''اس دن کسی کو کسی کے لئے کچھ (کرنے کا) اختیار نہیں ہوگا اور اس دن صرف اللہ کا حکم چلے گا۔'' (انفطار/۱۹)

۳۔ داعی ضعیف ہے۔

﴿اللہ الذی خلقکم مّن ضُعفٍ ثُمّ جعل من بعدِ ضُعفٍ قُوۃً ثم جعل من بعدِ قُوۃٍ ضُعفاً وّشیبۃ﴾ ''اللہ وہ ہے جس نے کمزور حالت سے تمہاری تخلیق (شروع) کی پھر کمزوری کے بعد قوت بخشی پھر قوت کے بعد کمزور اور بوڑھا کر دیا'' (روم/۵۴) ﴿الئٰن خفّف اللہ عنکم وعَلِمَ انّ فیکم ضعفاً﴾ ''اب اللہ نے تم لوگوں سے بوجھ ہلکا کر دیا ہے اور اللہ کو علم ہوا ہے کہ اب تم میں کمزوری آ گئی ہے'' (انفال/۶۶) ﴿اِذاً لاذقنٰک ضِعفَ الحیٰوۃِ وضِعفَ الممات ثُم لاتجدُلک علینا نصیرًا﴾ ''اس صورت میں ہم آپ کو زندگی میں بھی دہرا عذاب اور آخرت میں بھی دہرا عذاب چکھا دیتے پھر آپ ہمارے مقابلے میں کوئی مددگار نہ پاتے۔'' (اسراء/۷۵) ﴿لایملکون لانفسھم نفعًاوّ لاضرًّا﴾ ''جو اپنے نفع ونقصان کے بھی مالک نہیں ہیں۔'' (رعد/۱۶) ﴿قُل اِنّمآ انامُنذرٌ وّمامن اِلٰہٍ اِلّا اللہ الواحدُ القھّار﴾ ''آپ کہہ دیجئے: میں تو صرف تنبیہ کرنے والا ہوں اور کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے جو واحد قہار ہے۔'' (ص/۶۵)

﴿یوم ھم بارزون لایخفیٰ علی اللہ منھم شیءٌ لمنِ الملکُ الیوم لِلّٰہ الواحد القھّار﴾ ''اس دن وہ سب (قبروں سے) نکل پڑیں گے اللہ سے انکی کوئی چیز پوشیدہ نہ رہے گی (اس روز پوچھا جائے گا) آج کس کی بادشاہت ہے؟ (جواب ملے گا) خدائے واحد قہار کی۔'' (مؤمن/۱۶)

۴۔ داعی جاہل ہے۔

﴿وعبادُ الرّحمٰن الّذین یمشون علی الارض ھونًا وّاِذا خاطبھم

الجھلونَ قالو اسلمًا﴾ ''اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین میں (فروتنی سے) دبے پاؤں چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے گفتگو کریں تو کہتے ہیں سلام'' (فرقان/۶۳) ﴿قل افغیر الله تامُرونّیَ اعبُدُ ایُّھا الجھلون﴾ ''کہہ دیجئے: اے نادانو! کیا تم مجھے کہتے ہو کہ میں غیر اللہ کی بندگی کروں؟'' (زمر/۶۴) ﴿قال اعوذُ بالله ان اکون مَن الجھلین﴾ ''(موسیٰ نے کہا: ناہ بخدا! میں (تمہارے مذاق اڑا کر) جاہلوں میں شامل ہو جاؤں؟'' (بقرہ/۶۷) ﴿خُذِ العفو وامُر بالعُرفِ واعرض عن الجھلین﴾ ''(اے محمدؐ) درگزر سے کام لیں، نیک کاموں کا حکم دیں اور جاہلوں سے کنارہ کش ہو جائیں۔'' (اعراف/۱۹۹) ﴿اِنّیَ اَعظُکَ ان تکون من الجھلین﴾ ''میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ مبادا نادانوں میں سے نہ ہو جائیں'' (ہود/۴۶) ﴿اِنَّهٗ کان ظلومًا جھولا﴾ ''انسان یقیناً بڑا ظالم اور نادان ہے'' (احزاب/۷۲) ﴿اِنَّهٗ من عَمِلَ منکم سُوءً ابجھالۃٍ ثُم تاب من بعدہٖ واصلح فاِنَّهٗ غفورٌ رَّحیم﴾ ''کہ تم میں سے جو نادانی سے کوئی گناہ کر بیٹھے پھر اس کے بعد توبہ کرلے اور اصلاح کرلے تو وہ بڑا بخشنے والا رحم کرنے والا ہے'' (انعام/۵۴) ﴿ان تُصِیبُوا قومًا بجھالۃٍ فَتُصبِحوا علیٰ مافعلتُم ندمین﴾ ''کہیں (ایسا نہ ہو کہ) نادانی میں تم کسی قوم کو نقصان پہنچا دو پھر تمہیں اپنے کیے پر نادم ہونا پڑے۔'' (حجرات/۶)

۲۔ مدعو

یعنی جس کو پکارا جاتا ہے' یا جس کا نام لیا جاتا ہے' یا جس کی پرستش اور اس سے راز و نیاز کیا جاتا ہے

اس ہستی کے اسماء وصفات یہ ہیں:

ا۔ اللہ

۲۔ رحمٰن

کلمہ رحمٰن صیغہ مبالغہ ہے لہٰذا کثرتِ رحمت پر دلالت کرتا ہے یعنی خدا کثیر الرحمۃ ہے اور کثیر الرحمۃ ہونے کا مطلب یہ ہوگا کہ اس کے دائرۂ رحمت میں تمام موجودات شامل ہیں اور اس میں انسانِ مومن و کافر بھی شامل ہیں اسی وجہ سے سورۂ مبارکہ طٰہ آیت نمبر ۵ میں کہتے ہی کہ:

﴿الرّحمٰن علی العرش استوی﴾ ''وہ رحمان عرش پر اختیار واقتدار رکھنے والا ہے۔'' (طٰہٰ/ ۵)

یعنی مصدرِ رحمتِ خدا تمام موجودات پر حاوی ہیں، وہ موجودات بھی اس رحمت سے مدد لیتے ہیں جو ضلالت وگمراہی میں زندگی گذار رہے ہیں:

﴿قل من کان فی الضّلٰلۃِ فلیمدد لہُ الرّحمٰن مدًّا حتّٰی اذار اوا ما یوعدون امّا العذاب وامّا السّاعۃ فسیعلمون من ھو شرٌ مّکاناً وّاضعف جندًا﴾ ''آپ کہہ دیجئے کہ جو شخص گمراہی میں پڑا رہے گا خدا اُسے اور ڈھیل دیتا رہے گا یہاں تک کہ یہ وعدۂ الٰہی کو دیکھ لیں' یا عذاب کی

یا قیامت کی شکل میں، پھر انھیں معلوم ہو جائے گا کہ جگہ کے اعتبار سے بدترین اور مددگاروں کے اعتبار سے کمزور ترین کون ہے" (مریم/۷۵)

۳۔ رحیم

صفتِ رحیمیت ۱۱۲ بار آیا ہے جیسا کہ علمائے لغت فرماتے ہیں کہ رحیم بروزنِ صفتِ مشبہ ہے اور صفتِ مشبہ کسی چیز کے ثابت ودائم اور باقی ہونے کو بتانے کیلئے استعمال ہوتا ہے اسی وجہ سے محققینِ اسمائے صفاتِ حسنیٰ حق کہتے ہیں کہ یہ (صفتِ رحیم) صرف مومنین کیلئے مختص ہیں کیونکہ مومنین ہی آخرت میں رحمتِ خدا کی دوام وبقاء کے مستحق ہیں لہٰذا قرآنِ کریم میں اس صفت کو مومنین سے مختص کیا ہے:

﴿وکان بالمؤمنین رحیما﴾ "اور وہ صاحبانِ ایمان پر بہت زیادہ مہربان ہے" (احزاب/۴۳) ﴿لقد تاب الله علی النبیّ والمھٰجرین والانصار الذین اتّبعوہ فی ساعة العسرة من بعدما کاد یزیغ قلوب فریقٍ منھم ثمّ تاب علیھم انه بھم رءُوف رّحیم﴾ "بے شک خدا نے پیغمبرؐ اور ان مہاجرین وانصار پر رحم کیا ہے جنھوں نے تنگی کے وقت میں پیغمبرؐ کا ساتھ دیا ہے جب کہ ایک جماعت کے دلوں میں کجی پیدا ہو رہی تھی پھر خدا نے ان کی توبہ کو قبول کرلیا کہ وہ ان پر بڑا ترس کھانے والا اور مہربانی کرنے والا ہے" (توبہ/۱۱۷)

ایک اور آیت میں خداوندِ عالم فرماتا ہے کہ:

﴿قل یٰعبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسھم لاتقنطوا من رّحمة الله انّ الله یغفر الذنوب جمیعاً انّه ھو الغفور الرّحیم﴾ "پیغمبرؐ آپ پیغام

پہنچا دیجئے کہ اے میرے بندو جنھوں نے اپنے نفس پر زیادتی کی ہے رحمتِ خدا سے مایوس نہ ہونا اللہ تمام گناہوں کا معاف کرنے والا ہے اور وہ یقیناً بہت زیادہ بخشنے والا اور مہربان ہے'' (زمر/۵۳)

خداوند متعال نے ان دو صفات (رحمٰن ورحیم) کو کبھی علیحدہ اور کبھی دونوں کو ملا کے ذکر فرمایا ہے تا کہ بندگانِ خدا یہ درک کرسکیں کہ وہ خدائے رحمٰن ورحیم اپنے بندوں کے ساتھ کس طرح کا سلوک کرتے ہیں اور اور وہ انسان جنھوں نے دیگر انسانوں کو غلامی میں لیا ہے وہ کیا سلوک کرتے ہیں، عکرمہ نے پیغمبر اکرمؐ سے ایک روایت نقل کی ہے جس میں فرماتے ہیں کہ خداوند عالم کی رحمت کے سو درجے ہیں ان میں سے ایک رحمت اہلِ زمین کیلئے نازل کی ہے باقی ننانوے رحمت کو اپنے پاس رکھا ہے اور ان ننانوے میں سے ایک کے ساتھ اہلِ محشر پر رحم کریں گے، یہاں سے تمام خلائق اس رحمت کے متمنی ہونگے۔

﴿اِلَّامَن رَّحِمَ رَبُّکَ وَلِذٰلِکَ خَلَقَھُم وَتَمَّت کَلِمَۃُ رَبِّکَ لَاَملَئَنَّ جَھَنَّمَ مِنَ الجِنَّۃِ وَالنَّاسِ اَجمَعِینَ﴾ ''سوائے ان کے جن پر آپ کے پروردگار نے رحم فرمایا ہے اور اسی کے لئے تو اللہ نے انہیں پیدا کیا ہے اور تیرے رب کا وہ فیصلہ پورا ہوگیا (جس میں فرمایا تھا) کہ میں جہنم کو ضرور بالضرور جنات اور انسانوں سے بھر دوں گا'' (ہود/۱۱۹) ﴿قَالَ عَذَابِیٓ اُصِیبُ بِہٖ مَن اَشَآءُ وَرَحمَتِی وَسِعَت کُلَّ شَیءٍ فَسَاَکتُبُھَا لِلَّذِینَ یَتَّقُونَ وَیُؤتُونَ الزَّکٰوۃَ وَالَّذِینَ ھُم بِاٰیٰتِنَا یُؤمِنُونَ﴾ ''ارشاد فرمایا: عذاب تو میں جسے چاہتا ہوں دیتا ہوں اور میری رحمت ہر چیز کو شامل ہے۔ پس اسے میں ان لوگوں کیلئے مقرر کردوں گا جو تقویٰ رکھتے ہیں اور زکوۃ دیتے

ہیں اور جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں'' (اعراف/۱۵۶) ﴿قُل لِّمَن مَّافِی السَّمٰوٰتِ وَالارضِ قُل لِّلّٰہ کَتَبَ عَلیٰ نَفسِہِ الرَّحمۃَ لَیَجمَعَنَّکُم اِلیٰ یَومِ القِیٰمَۃِ لارَیبَ فِیہِ اَلَّذِینَ خَسِرُوٓا اَنفُسَھُم فَھُم لایُؤمِنُونَ﴾ ''ان سے پوچھ لیجئے: آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ کس کا ہے؟ کہہ دیجئے: (سب کچھ) اللہ ہی کا ہے۔ اس نے رحمت کو اپنے ذمہ لیا ہے۔ وہ تم سب کو قیامت کے دن جس کے آنے میں کوئی شک نہیں ضرور بالضرور جمع کرے گا جنہوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈال رکھا ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے'' (انعام/۱۲) ﴿فَقُل سَلٰمٌ عَلَیکُم کَتَبَ رَبُّکُم عَلیٰ نَفسِہِ الرَّحمَۃَ﴾ ''ان سے کہیے: سلام علیکم تمہارے رب نے رحمت کو اپنے اوپر لازم قرار دیا ہے۔'' (انعام/۵۴)

۴۔ رب

رب جیسا کہ قاموس لغت میں تربیت کے معنوں آیا ہے رب تنہا استعمال ہونے کی صورت میں مختص ذاتِ باری تعالیٰ ہے، طبرسی صاحب مجمع البیان نے رب کے معنی رئیس، مطاع، مالک، مربی، مصلح، بھی نقل کیا ہے، یہ کلمہ قرآن کریم میں ۹۶۰ بار استعمال ہوا ہے یہ اسمائے حسنیٰ میں سے ہے اور ان میں سے رب العالمین ۴۲ بار قرآن میں آیا ہے، جیسے :

'جو سارے جہاں کا پروردگار ہے' (فاتحہ/۲) 'میں نے اپنے آپ کو رب العٰلمین کے حوالے کر دیا' (بقرہ/۱۳۱) 'میں تو عالمین کے پروردگار سے ڈرتا ہوں' (مائدہ/۲۸) 'بڑا بابرکت ہے اللہ جو عالمین کا رب ہے' (اعراف/۵۴)

۵۔ صمد

صمد، بے نیازی، قصد، ثابت ودائم، آقایت، غنی، مطاع، اور جس کا اندر خالی نہ ہو، سب سے بہتر معنی وہی ہے جو سورۂ اخلاص میں آیا ہے:

﴿اللہ الصمد. لم یلد ولم یولد. ولم یکن لہ کفواً احد﴾ ''اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اس نے کسی کو جنا ہے اور نہ وہ جنا گیا ہے۔ اور کوئی بھی اس کا ہمسر نہیں ہے'' (اخلاص)

۶۔ غنی

۱۸ بار قرآن میں آیا ہے غنی حمید کے ساتھ ۱۰ بار کریم وعلیم کے ساتھ ایک ایک بار آیا ہے

﴿فاِنَّ اللہ غنیٌّ عن العلمین﴾ ''اللہ تو تمام اہل عالم سے بے نیاز ہے۔'' (آل عمران/۹۷) ﴿واللہ غنیٌّ حمید﴾ ''اور اللہ بڑا بے نیاز، قابل ستائش ہے۔'' (تغابن/۶) ﴿واللہ الغنیُّ وانتم الفقرآءُ﴾ ''اور اللہ تو بے نیاز ہے اور محتاج تم ہی ہو۔'' (محمدؐ /۳۸)

۶۔ مالک

﴿ملک یوم الدین﴾ ''روزِ جزا کا مالک ہے'' (فاتحہ/۷) ﴿قل اللھم ملک الملک تؤتی الملک من تشآء وتنزع الملک من تشآء﴾ ''کہہ دیجئے: اے اللہ! اے مملکت (ہستی) کے مالک تو جسے چاہے حکومت دیتا ہے اور کس سے چاہے حکومت چھین لیتا ہے'' (آل عمران/۲۶)

۷۔ رؤف

﴿انّ اللہ بالنّاس لرءُ وف الرّحیم﴾ ''اللہ تو لوگوں کے حق میں یقیناً بڑا مہربان، رحیم ہے۔'' (بقرہ/۱۴۳) ﴿واللہ رءُ وف بالعباد﴾ ''اور اللہ ایسے بندوں پر بہت مہربان ہے۔'' (بقرہ/۲۰۷) ﴿انّہ بھم رءُ وف رّحیم﴾ ''بیشک وہ ان پر بڑا شفقت کرنے والا، رحم کرنے والا ہے'' (توبہ/۱۱۷) ﴿بالمؤمنین رئُوف رّحیم﴾ ''اور مؤمنین کے لئے نہایت شفیق، مہربان ہے۔'' (توبہ/۱۲۸) ﴿انّ ربّکم لرءُ وف الرّحیم﴾ ''تمہارا رب یقیناً بڑا شفیق، مہربان ہے۔'' (نحل/۷) ﴿فانّ ربّکم لرءُ وف رّحیم﴾ ''پس تمہارا رب یقیناً بڑا شفقت کرنے والا، مہربان ہے۔'' (نحل/۴۷) ﴿انّ اللہ بالنّاسِ لرءُ وف رّحیم﴾ ''یقیناً اللہ لوگوں پر بڑا مہربان، رحم کرنے والا ہے۔'' (حج/۶۵) ﴿وانّ اللہ رءُ وف رّحیم﴾ ''اور یہ کہ اللہ بڑا شفیق، مہربان ہے۔'' (نور/۲۰) ﴿وانّ اللہ بکم لرءُ وف رّحیم﴾ ''یقیناً اللہ تم پر نہایت شفقت کرنے والا، مہربان ہے۔'' (حدید/۹) ﴿ربنآ انّک رئُوف رّحیم﴾ ''ہمارے رب! تو یقیناً بڑا مہربان، رحم کرنے والا ہے۔'' (حشر/۱۰)

۸۔ قادر

اسمائے حسنائے حق سبحانہ تعالیٰ میں ایک صفت ،صفتِ قدرت ہے جسے علمائے اعتقاد کلامِ صفاتِ ذات کہتے ہیں۔ خداوندِ متعال نے قرآن کریم میں کثیر آیات میں، اسی لفظ میں اور دیگر کلمات میں صفتِ قدرت اپنے لئے مختص کیا ہے۔ وہ آیات درج ذیل ہیں

جہاں خداوندِ متعال نے لفظِ قدرت سے اپنی قادریت کو ثابت کیا ہے:

﴿قُل ھو القادرُ﴾ ''کہہ دیجئے: اللہ اس بات پر قدرت رکھتا ہے۔'' (انعام/ ۶۵) ﴿ما نعدُھم لقدرون﴾ ''ہم اسے آپ کو دکھانے کی یقیناً طاقت رکھتے ہیں'' (مومنون/ ۹۵) ﴿بلٰی قادرین علیٰ ان نُسوّیَ بنانہُ﴾ ''ہاں! (ضرور کریں گے) ہم تو اس کی انگلیوں کے پور بنانے پر بھی قادر ہیں۔'' (قیامت/ ۴)

صاحبِ کتاب 'تاج العروس' نے قرآن کریم میں اس کلمے کیلئے دوسرے صیغے بھی اس مادّے سے ذکر کیے ہیں 'قدیر' 'مقتدر' وغیرہ علامہ شرباصی نے کتاب 'اسمائے حسنیٰ' جلد ا صفحہ نمبر ۳۵۴ میں فرمایا ہے کہ صفتِ قادر کا قرآنِ کریم میں ۷ مرتبہ ذکر آیا ہے' قادرون ۴ دفعہ ذکر آیا ہے سورۂ مومنون سورۂ معارج اور سورۂ مُرسلات میں' اس صفت کو اس ذاتِ باری کے لئے ثابت کرنے کیلئے قرآنِ کریم اور دعاؤں میں دوسرے الفاظ بھی استعمال ہوئے ہیں۔ جو مندرجہ ذیل ذیل ہیں ۔

۹۔ علیم

۱۰۔ حیّ

۱۱۔ سمیع الدعا

﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنتَ السَّمِیعُ العَلِیمُ﴾ ''اے ہمارے رب! ہم سے (یہ عمل) قبول فرما کہ تو خوب سننے والا' جاننے والا ہے۔'' (بقرہ/ ۱۲۷) ﴿وَھُوَ السَّمِیعُ العَلِیمُ﴾ ''اور وہ خوب سننے والا' جاننے والا ہے۔''

(بقرہ/۱۳۷)﴿اِنَّ اللّٰـہَ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ﴾ ''یقیناً اللہ ہر بات کا خوب سننے والا جاننے والا ہے۔'' (بقرہ/۱۸۱)﴿وَاللّٰـہُ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ﴾ ''اور اللہ سب کچھ خوب سننے والا جاننے والا ہے۔'' (بقرہ/۲۲۴)﴿اَنَّ اللّٰـہَ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ﴾ ''کہ اللہ خوب سننے والا جاننے والا ہے۔'' (بقرہ/۲۴۴)﴿وَاللّٰـہُ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ﴾ ''اور اللہ سب کچھ خوب سننے اور جاننے والا ہے۔'' (بقرہ/۲۵۶)﴿وَاللّٰـہُ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ﴾ ''اور اللہ خوب سننے والا جاننے والا ہے۔'' (آلعمران/۳۴)﴿وَاللّٰـہُ سَمِیۡعٌ عَلِیۡ﴾ ''اور اللہ خوب سننے والا جاننے والا ہے۔'' (آل عمران/۱۲۱)﴿وَاللّٰـہُ ھُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ﴾ ''اور اللہ ہی خوب سننے والا جاننے والا ہے۔'' (مائدہ/۷۶) ﴿وَھُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ﴾ ''اور وہ بڑا سننے والا جاننے والا ہے۔'' (انعام/۱۳)﴿اِنَّہٗ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ﴾ ''یقیناً وہ بڑا سننے والا جاننے والا ہے۔'' (اعراف:۲۰۰) ﴿اِنَّ اللّٰـہَ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ﴾ ''بیشک اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔'' (انفال/۱۷)﴿وَاَنَّ اللّٰـہَ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ﴾ ''اور اللہ خوب سننے والا جاننے والا ہے۔'' (انفال/۵۳)﴿اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ﴾ ''یقیناً وہ بڑا سننے والا جاننے والا ہے۔'' (انفال/۶۱)﴿وَاللّٰہُ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ﴾ ''اور اللہ خوب سننے والا جاننے والا ہے۔'' (توبہ/۹۸)﴿وَاللّٰـہُ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ﴾ ''اور اللہ خوب سننے والا جاننے والا ہے۔'' (توبہ/۱۰۳)﴿ھُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ﴾ ''وہ خوب سننے والا دانا ہے۔'' (یونس/۶۵)﴿اِنَّـہٗ ھُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ﴾ ''بیشک وہ خوب سننے والا جاننے والا ہے۔'' (یوسف/۳۴)﴿اِنَّ رَبِّیۡ لَسَمِیۡعُ

الدُّعَاءِ﴾ ''میرا رب تو یقیناً دعاؤں کا سننے والا ہے۔'' (ابراہیم/۳۹)

۱۲۔ سمیع البصیر

﴿اِنَّـهُ هُوَالسَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ ''یقیناً وہ خوب سننے والا' دیکھنے والا ہے۔'' (اسراء/۱) ﴿وَهُوَالسَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ ''اور وہ خوب سننے والا' جاننے والا ہے۔'' (انبیاء:۴) ﴿وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ﴾ ''اور یہ کہ اللہ بڑا سننے والا' دیکھنے والا ہے۔'' (حج/۶۱) ﴿اِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ﴾ ''اللہ یقیناً خوب سننے والا' خوب دیکھنے والا ہے۔'' (حج/۷۵) ﴿وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾ ''اور اللہ خوب سننے والا' جاننے والا ہے۔'' (نور/۲۱) ﴿اِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ ''وہ یقیناً بڑا سننے والا' جاننے والا ہے'' (شعراء/۲۲۰) ﴿اِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ﴾ ''یقیناً اللہ خوب سننے والا' خوب دیکھنے والا ہے۔'' (لقمان/۲۸) ﴿اِنَّ اللّٰهَ هُوَالسَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ ''یقیناً اللہ ہی خوب سننے والا' دیکھنے والا ہے۔'' (غافر/۲۰) ﴿اِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ﴾ ''اللہ یقیناً بڑا سننے والا' دیکھنے والا ہے۔'' (مجادلہ/۱) ﴿اِنَّهُ هُوَالسَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ ''وہ یقیناً خوب سننے والا دیکھنے والا ہے۔'' (غافر/۵۶) ﴿اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيعًابَصِيرًا﴾ ''یقیناً اللہ تو ہر بات کو سنتا' دیکھتا ہے۔'' (نساء:۵۸) ﴿وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيعًابَصِيرًا﴾ ''اور اللہ خوب سننے والا' دیکھنے والا ہے۔'' (نساء:۱۳۴) ﴿فَجَعَلْنٰهُ سَمِيعًا بَصِيرًا﴾ ''پس ہم نے اسے سننے والا' دیکھنے والا بنایا۔'' (انسان/۲)

۱۳۔ سمیع العلیم

﴿اِنَّـهُ هُوَالسَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ ''وہ یقیناً خوب سننے والا' جاننے والا ہے۔''

(فصلت/۳۶) ﴿اِنَّ اللہ سَمِیعٌ عَلِیم﴾ ''یقیناً اللہ خوب سننے والا جاننے والا ہے۔'' (حجرات/۱) ﴿وکَانَ اللہ سَمِیعاً عَلِیمًا﴾ ''اور اللہ بڑا سننے والا جاننے والا ہے۔'' (نساء/۱۴۸)

۱۴۔ سمیع القریب

﴿اِنَّہُ سَمِیعٌ قَرِیب﴾ ''اللہ یقیناً بڑا سننے والا قریب ہے۔'' (سباء/۵۰)

﴿رَبُّ العَرشِ الکَرِیم﴾ ''وہ عرش کریم ہیں۔'' (مومنون/۱۱۶) ﴿فَاِنَّ رَبّی غَنِیٌّ الکَرِیم﴾ ''تو میرا پروردگار یقیناً بے نیاز اور صاحب کرم ہے۔'' (نمل/۴۰) ﴿ذُق اِنَّکَ اَنتَ العَزِیزُ الکَرِیمُ﴾ ''چکھ (عذاب) بے شک تو بڑی عزت والا اکرام والا ہے'' (دخان/۴۹) ﴿یٰاَیُّھَا الاِنسَانُ مَاغَرَّکَ بِرَبِّکَ الکَرِیم﴾ ''اے انسان! تجھے کس چیز نے اپنے کریم پروردگار کے بارے میں دھوکے میں رکھا؟۔'' (انفطار/۲)

۱۵۔ شہید

﴿وَلَاتعلَمُونَ مِن عَمَلٍ اِلَّا کُنّاعَلَیکُم شُھُودًا﴾ ''اور تم لوگ جو عمل بھی کرتے ہو دوران مصروفیات ہم تم پر ناظر ہیں۔'' (یونس/۶۱)

۱۶۔ قریب

﴿وَنَعلَمُ مَاتُوَسوِسُ بِہٖ نَفسُہُ وَنَحنُ اَقرَبُ اِلَیہِ مِن حَبلِ الوَرِید﴾ ''اور ان کے وسوسوں کو جانتے ہیں جو اس کے نفس کے اندر اٹھتے ہیں کہ ہم رگ گردن سے بھی زیادہ قریب ہیں۔'' (ق/۱۶) ﴿وَھُوَمَعَکُم اَینَ مَاکُنتُم

وَاللہ بِمَا تَعمَلُونَ بَصِیرٌ ﴾ ''اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس پر خوب نگاہ رکھنے والا ہے۔'' (حدید/۴)

۱۷۔ تواب

تواب بھی اسمائے حسنائے حق سبحانہ تعالیٰ میں سے ہیں، علامہ شرباصی اپنے کتاب 'اسمائے حسنیٰ' کی جلد اصفحہ ۳۸۵ میں اس صفت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ تواب مادۂ توبہ سے لیا ہے اور توبہ کے معنی رجوع کے ہیں اور یہیں سے گیند کو توب کہتے ہیں چونکہ ٹکرانے کے بعد روا پس آتی ہے اسی سے تابوت لیا ہے جس میں مُردے کو رکھ کر قبرستان لے جایا جاتا ہے یہاں بھی رجوع میں تکرار ہے اس وجہ سے صیغۂ مُبالغہ استعمال ہوا ہے، علامہ شرباصی لکھتے ہیں کہ ہمارے پاس اس معنی کیلئے اور بھی تین الفاظ استعمال ہوئے ہیں:

۱۔ تابہ

۲۔ انابہ

۳۔ آب

لیکن صاحب رسالہ قشریہ نے تینوں الفاظ کے معانی مختلف بتائے ہیں وہ کہتے ہیں کہ آب آخری رجوع کو کہتے ہیں' انابہ درمیانی رجوع کو کہتے ہیں اور ایک فرق درمیان میں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اگر خوف سے رجوع کیا جائے تو توبہ ہے اور اگر طمعِ ثواب میں رجوع کیا تو انابہ ہے اور اگر نہ خوف نہ طمع ہو تو وہ آب ہے۔ توبہ ایک صفت ہے جو بندے کے حق میں استعمال ہوتی ہے کہ بندہ تواب ہے' خدا تواب ہے، لیکن جہاں خدا کے لئے تواب استعمال ہوا ہے اُس کے چند مصادر ہیں:

۱۔ خدا اپنے لطف سے بندے کی طرف رجوع کرتے ہیں' اور اُسے اپنی طرف برگشت

کرنے کی توفیق سے نوازتے ہیں۔

۲۔ بندہ جب توبہ کرتا ہے تو وہ اس توبہ کو قبول فرماتے ہیں۔

۳۔ خدا بندے کیلئے توبہ کے موقع پیدا کرتا ہے۔

مضامینِ دعا

مضامینِ دعا یعنی کونسی دعائیں کن الفاظ اور کس سے مروی اور کس انداز میں دعا کریں۔علماء نے چند مضامین دعا پیش کیے ہیں۔

☆ دعا تعریف و تمجید و ثناء حق سبحانہ کیلئے۔

☆ دعا اپنی تقصیر کوتائی اور جرم و جنائیت سے بخشش کیلئے۔

☆ دعا اپنی دنیوی خواہشات اور امنگوں کے حصول اور پریشانیوں کے دفع کیلئے۔

☆ ظالمین و جابرین کی کامیابی و کامرانی کیلئے۔

دعا پہلی دوسری قسم کی دعائیں مستجاب ہونے اور نا قابل مسترد ہونے کے بارے میں عقل اور آیات قرآنی اور روایات معصومینؑ سے ثابت ہونے میں جائے شک و تردید نہیں، یہ دو دعائیں اگر اخلاص اور دل کی گہرائیوں سے ہوں تو انکا مسترد ہونا از روئے عقل محال ہے تیسری مضامین کی دعا اگر اخلاص کے ساتھ ہو تو اس میں اجر و ثواب ہونے میں کوئی شک نہیں اسی لحاظ سے کہتے کہ مسترد نہیں ہوتے لیکن اسکا مطلوب و مقصود حاصل ہونے کی کوئی ضمانت نہیں کیوں کہ اس قسم کی دعائیں نظامِ کائنات سے متصادم و متعارض ہیں دعا تخیرِ تکوینیات میں قابل قبول نہیں ہیں لہٰذا اس قسم کی دعاؤں کے پرچار کرنے والے درحقیقت اس جھوٹے حکیم کی مانند ہے جو لوگوں کو صحیح علاج معالجہ سے باز رکھتا ہے۔

چوتھی دعا جو بعض دعا فروش آخوند، مولوی یا علماء اپنے دنیاوی مختصر ماڈے کی خاطر دین و

مذہب کے محارب اور نبرد آزما ظالمین پارٹیوں کے حق میں کرتے ہیں ان کی دعاؤں کے بارے میں قرآن میں آیا ہے "اور ہم قرآن میں سے ایسی چیز نازل کرتے ہیں جو مومنین کے لیے تو شفا اور رحمت ہے لیکن ظالموں کے لیے تو صرف خسارے میں اضافہ کرتی ہیں۔" سورۂ بنی اسرائیل آیت ۸۲۔ اسی طرح سورۂ نساء ۱۱۹ میں اسکا ذکر ہے۔

پانچواں وہ دعائیں جو انسانِ کاہل وست اپنے فرائض کی انجام دہی کی جگہہ پر ورد کرتے ہیں جھوٹے مصائب سے آنکھوں سے آنسوؤں کی بارش برساتے ہیں چاہے اس سلسلہ میں بے سند دعائیں ہوں جیسے صنمِ قریش، یا دعائے فرج ہو یا صحیح مضامین پر مشتمل دعائیں ہوں وہ فرائض و ذمہ داری کے جگہ پر قابل قبول نہیں ہونگیں۔

اب آتے ہیں کہ پہلی، دوسری، تیسری دعاؤں کے مضامین کے بارے میں، دعا درگاہِ ایزدی میں قبول ہو مطلوب و مقصودِ داعی حاصل ہو یا داعی اس سے راضی ہو، کن فقرات و کلمات میں دعا کریں اور اپنے مدعو کو کس نام سے پکاریں، اس سلسلہ میں آیاتِ قرآنی اور بعض روایات اور کلماتِ علماء اور عرفاء میں اختلافِ کلمات ہیں۔

ا۔ قرآن کریم کی چند آیات میں مدعو کو اس کے اسمائے حسنیٰ سے پکارنے کو کہا ہے

یہ اسماء قرآنِ کریم کی رو سے خدا کیلئے مختص ہے انھیں قرآنِ کریم میں 'اسمائے حسنیٰ' کہا گیا ہے' ان اسمائے حسنیٰ کے بارے میں قرآن کریم میں چار آیات آتی ہیں:

﴿ولله الاسمآءُ الحسنىٰ فادعوهُ بها وذروا الذين يُلحدون فىٓ اسمآئِه سيُجزون ما كانوا يعملون﴾ "اور اللہ ہی کیلئے بہترین نام ہیں لہٰذا اُسے انھیں کے ذریعہ پکارو اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں بے دینی سے کام لیتے ہیں عنقریب انھیں ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے

گا۔" (اعراف/۱۸۱) ﴿قُلِ ادعُوا اللہ اوِ ادعُوا الرَّحمٰن ایّاً ما تدعوا فلهُ الاسمآءُ الحسنیٰ﴾ "آپ کہہ دیجئے کہ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو جس طرح بھی پکارو اس کے تمام نام بہترین ہیں۔" (اسراء/۱۱۰) ﴿اللہ لآ اِلٰہ اِلّا ھو لهُ الاسمآءُ الحسنیٰ﴾ "وہ اللہ ہے جس کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے اس کیلئے بہترین نام ہیں" (طٰہٰ/۸) ﴿ھو اللہ الخالقُ البارئُ المُصوِّرُ لَهُ الاسمآءُ الحسنیٰ یُسَبّحُ لَهُ ما فی السّمٰوات والارض و ھو العزیزُ الحکیم﴾ "وہ ایسا خدا ہے جو پیدا کرنے والا، ایجاد کرنے والا اور صورتیں بنانے والا ہے اس کیلئے بہترین نام ہیں زمین و آسمان کا ہر ذرہ اسی کے کیلئے محوِ تسبیح ہے اور وہ صاحبِ عزت و حکمت ہے۔" (حشر/۲۴)

علامہ طباطبائی رضوان اللہ تعالیٰ علیہ نے سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۸۰ کی تفسیر میں اسمائے حسنیٰ کی ایک جالب تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اسمائے حسنیٰ کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ وہ اسماء جو خدا کیلئے لائق ہیں اور ذاتِ اقدس خداوند متعال کیلئے نسبت دیئے جاتے ہیں یا صفاتِ خدا کو بیان کرتے ہیں یا صفاتِ عیب و نقص کی نفی کرتے ہیں۔

۲۔ ان اسماء میں انحراف کیا گیا ہے یعنی ذاتِ باریٔ تعالیٰ کی صفاتِ خاص کو غیرِ خدا کی طرف نسبت دی ہے۔ جیسا کہ مادّی اور دھری ملحدین جو خالقیت کو زمانے اور مادے کی طرف نسبت دیتے ہیں۔ چنانچہ بُت پرست مشرکین نفع و ضرر کو بتوں کی طرف نسبت دیتے ہیں۔ اسی طرح بعض اہل کتاب یہود و نصاریٰ بعض صفات مختص خدا کو انبیاءِ خدا کی طرف نسبت دیتے ہیں یا نصیری و اہل تفویض و غلو جو رازقیت، موت و حیات دینے وغیرہ کی صفت کو آئمہ یا اولیا کی طرف نسبت دیتے ہیں۔ اور

انہیں خدا کے مقابل بطور استقلال ان صفات کا حامی گردانتے ہیں۔

۳۔ وہ افراد جو خداوند متعال پر ایمان رکھتے ہیں لیکن خدا کے نام میں یا اُسکی صفات بیان کرنے میں انحراف کے طریقے کو اپناتے ہیں۔ (مثلاً خدا کیلئے لوازمات جسمانیت کے قائل ہیں' جسمانیت میں آنے کے بعد وہ خود بخود حادث ہو جاتا ہے اور حادث ہونے کے بعد درجۂ اُلوہیت سے ساقط ہو جاتا ہے۔) خداوند تعالیٰ کی مذکورہ تین صفات میں سے صرف پہلی صفت کو اسمائے حسنیٰ کہیں گے' باقی ذاتِ خدا کیلئے سزاوار نہیں ہیں' باقی دو قسم کی نام گذاری کو قرآنِ کریم نے طریقۂ الحاد قرار دیا ہے۔

۲۔ بعض روایات کلمات علماء اور عرفا اور مسلمانوں کے درمیان یہ ہیں کہ اس ذات کو اس کے اسم اعظم سے پکاریں تو قبول ہونے میں جائے شک نہیں چنانچہ اس سلسلہ میں دعائے سحر، دعائے کمیل اور بعض دیگر دعاؤں کے فقرات بھی ملتے ہیں لیکن اسم اعظم کسے کہتے ہیں اور وہ کونسی اسم ہے اور کہاں ملیں گے اس سلسلے میں اقوال ونظریات اختلاف واضطراب کا شکار ہیں۔

آیئے ہم اسم اعظم کی تلاش اور جستجو کے لئے قرآن کریم، روایات، علماء، عرفاء، عقلاء کے اقوال ونظریات پر مشتمل کتب کے سمندر میں غوطہ زنی کرتے ہیں تا کہ یہ دُرِ گراں قدر و نایاب کو تلاش کرتے ہیں۔

بعض علماء اور دانشمندان کا یہ اعتقاد ہے کہ اسمائے حسنائے حق سبحانہٗ تعالیٰ اسم اعظم ہیں اور یہ اسم دیگر اسماء سے چندین لحاظ سے امتیازات اور خصوصیات کا حامل ہے۔ کتاب شرح دعائے سمات' تالیف: شیخ اکبر علی نھاوندیؒ صفحہ ۹۹ پر نھاوندیؒ نے امام محمد باقرؑ سے ایک روایت جو سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۱۱۶ کے ضمن میں نقل ہے اس آیت میں ہے کہ:

﴿واذ قال الله یعیسی ابن مریم ءانت قلت للنّاس اتّخذونی وامّی الٰھین من دون الله قال سُبحٰنک ما یکونُ لیٓ ان اقول ما لیس لی بحقٍّ ان کُنتُ قلتُہٗ فقد علمتہٗ تعلم ما فی نفسی ولآ اعلم ما فی نفسک انک انت علّام الغیوب﴾ ''اور جب اللہ نے کہا کہ اے عیسیٰ بن مریم کیا تم نے لوگوں سے یہ کہہ دیا ہے کہ اللہ کو چھوڑ کر مجھے اور میری ماں کو خدا مان لو۔ تو عیسیٰ نے عرض کی کہ تیری ذات بے نیاز ہے اور میں ایسی بات کیسے کہوں گا کہ جس کا مجھے کوئی حق نہیں ہے اور اگر میں نے کہا تھا تو تجھے تو معلوم ہی ہے کہ تو میرے دل کا حال جانتا ہے اور میں تیرے اسرار نہیں جانتا ہوں۔ تُو تو غیب کا جاننے والا بھی ہے۔'' (مائدہ/۱۱۶)

امام نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ نے درگاہ خدا سے عرض کی کہ جو کچھ تو نے مجھے سکھایا ہے وہ تو جانتا ہے وہ ایک حرف اسم اعظم کا جو تو نے اپنے لئے مختص کیا ہے وہ میں نہیں جانتا ہوں ،مفسرین کا کہنا ہے کہ اسم کا ایک حرف اپنے لئے مختص رکھا گیا ہے اور اس کا ذکر کسی سے نہیں کیا اس کا استدلال وہ اسی آیت سے کرتے ہیں جس میں امامؑ نے فرمایا کہ 'اسم اعظم حق ۷۳ حروف پر مشتمل ہیں اور ان میں سے ایک حرف کو خدا نے اپنے لئے مختص کیا ہے اور باقی ۷۲ حروف کی حضرت آدم صفی اللہ کو تعلیم دی ہے اور آدم کے بعد آنے والے رسولوں نے آدم صفی اللہ سے یہ اسماء وراثت میں لئے ہیں' اسی کتاب میں کتابِ بصائر الدرجات میں سے ایک اور حدیث امام صادقؑ سے نقل کیا ہے کہ ''اسم اعظم ۷۳ حروف ہیں اس میں سے ۲۵ حضرت آدمؑ کو سکھائے ہیں' ۱۵ حضرت نوحؑ کو' ۸ حضرت ابراہیمؑ کو' ۴ حضرت موسیٰؑ کو' ۲ حضرت عیسیٰؑ کو سکھائے اور انہی دو حروف سے حضرت عیسیٰؑ مُردوں کو

زندہ کرتے' مادرزاد نابینا کو بینائی' برص جزام جیسی بیماری میں مبتلا انسانوں کو شفا دیتے تھے' اسی طرح ۱۶ حروف حضرت محمدؐ کو سکھائے ہیں ۔ اسمِ اعظم خدا میں ایسی خصوصیات و امتیازات کے حامل اسم اعظم کے بیان کے بعد اس کا وجود ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں اقوال انتہائی اضطراب واختلاف اور پراگندگی کے مرحلے تک پہنچے ہیں بعض نے اس سلسلے میں بہت سے قصے کہانیوں کو گڑھا ہے ان کو دیکھنے کے بعد اسکی تشخیص اور تعین کرنے سے عاجز ہونے پر اس باب میں ایک اور باب کو کھولا ہے وہ یہ ہے کہ اتنی خصوصیات وامتیاز رکھنے والا اسم جس کے پاس ہوگا وہ کائنات کو دگرگوں کرسکتا ہے' زمین کو آسمان اور آسمان کو زمین' پتھر کو انسان اور انسان کو پتھر' مؤنث کو مذکر' مذکر کو مؤنث' مٹی کو سونا اور سونے کو مٹی میں تبدیل کرسکتا ہے لیکن وہ اسم کونسے ہیں' کس کتاب میں ہیں اور کون جانتا ہے اس کی تشخیص سے عاجز آنے کے بعد انہوں نے اس بحث کو سمیٹتے ہوئے یہ کہا ہے کہ "اسم اعظم تو ہے اس میں جائے شک نہیں لیکن خداوند متعال نے اس اسم کو لوگوں کی نظروں سے مخفی رکھا ہے' کوئی نہیں جانتا ہے' اگر اس تک رسائی کے دروازے کو کھلا رکھتا تو لوگ اس سے غلط استفادہ کرتے اور اسطرح بہت سے مفاسد پیدا ہوسکتے تھے' کیونکہ ہر شخص اس اسم کے حامل ہونے کی قابلیت نہیں رکھتا، بدکردار افراد عقل وشرع دونوں حوالے سے ممنوع اور قبیح چیزوں میں اسے استعمال کرتے، چنانچہ بلعم بن باعورا جو کہ اسم اعظم کے عارف تھے' جب حضرت موسیٰؑ عمالقہ کے جنگ کے لئے نکلے تو عمالقہ بلعم باعورا کے پاس گیا اور ان سے درخواست کی کہ حضرت موسیٰؑ اور ان کے لشکر کے خلاف بددعا اور نفرین کرے' (بعض نے کہا ہے کہ بلعم بن باعورا کو فرعون نے اس سے خرید لیا تھا اور جناب موسیٰؑ کے حق میں بددعا کرنے کے لئے تیار ہوگیا تھا) چنانچہ بلعم باعورا نے ایک گدھے پر سوار ہو کر اس طرف جانا چاہا تو گدھے

نے ساتھ نہیں دیا اور نہیں چلا اس نے گدھے پر تازیانہ مارا تو گدھا بولنے لگا اور بلعم سے مخاطب ہو کر کہنے لگا'' یہ جبرئیل ہیں جو مجھے کہتے ہیں کہ آگے مت جاؤ'' بلعم باعورا نے اسکے باوجود اس حیوان کو اتنا مارا کہ اسکی شکم پھاڑ دی تو خداوند عالم نے ان سے اسم اعظم کو چھین لیا:

﴿ولو شئنا لرفعنٰهُ بها ولكنّهٗ اخلد الى الارض واتّبع هوٰهُ فمثلُهٗ كمثل الكلب ان تحمل عليهِ يلهث اوتتركهُ يلهث ذالك مثل القوم الّذين كذّبوا بايٰتنا فاقصص القصص لعلّهم يتفكرون﴾

''اور اگر ہم چاہتے تو اسے انھیں آیتوں کے سبب بلند کر دیتے لیکن وہ خود زمین کی طرف جھک گیا اور اس نے خواہشات کی پیروی اختیار کر لی تو اب اسکی مثال کتے جیسی ہے کہ اس پر حملہ کرو تو بھی زبان نکالتا ہے اور چھوڑ دو تو بھی زبان نکالے رہے۔ یہ اس قوم کی مثال ہے جس نے ہماری آیات کی تکذیب کی تو آپ ان قصّوں کو بیان کریں کہ شاید یہ غور وفکر کرنے لگیں۔'' (اعراف/۱۷۶)

اس واقعہ کے بعد اس سے خداوندِ عالم نے اسم اعظم کو چھپایا ہے۔ اسی سلسلہ میں دو اور قصّے اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۱۰۶ املا نھاوندی تفسیر روح البیان سے نقل کرتے ہیں:

۱۔ ایک شخص زاھد جو اسم اعظم جانتے تھے اس کے چاہنے والے ایک مُرید نے ان سے اصرار کیا کہ وہ انہیں اسم اعظم سکھائیں انکے اصرار پر اس عالم زاھد نے اپنے اس شاگرد سے کہا کہ تم کل شہر کے دروازے پر جاؤ اور وہاں تمہیں جو کچھ نظر آئے وہ آکے مجھے نقل کرو تو وہ شخص دو دن گئے تو دوسرے دن اس نے دیکھا کہ ایک عمر رسیدہ ضعیف وناتوان بوڑھا انسان اپنی پشت پر لکڑی کے بوجھ کو لے کر آیا اور شہر کے

دروازے سے تکیہ کر کے اس لکڑی کو خریدنے والے خریدار کے انتظار میں بیٹھا تھا اتنے میں ایک فوجی لکڑی خریدنے کیلئے آیا لیکن لکڑی کی قیمت کے بارے میں آپس میں اختلاف ہوا اور آخر میں یہ فوجی اس بوڑھے کو مار پیٹ کر قیمت دیئے بغیر لکڑی چھین کر لے گیا۔ اس شخص نے یہ قصہ اپنے استاد کی خدمت میں پیش کیا جس سے اس نے اسم اعظم سیکھنے کی درخواست کی تھی' تو اس عالم نے اپنے اس مُرید سے پوچھا کہ اگر تمہارے پاس اسم اعظم ہوتے تو اس وقت تم کیا کرتے؟ تو اس شخص نے جواب دیا کہ میں اسم اعظم پڑھ کر اس فوجی کو ہلاک کر دیتا (جس نے بوڑھے پر ظلم کیا) تو اس عالم نے کہا کہ وہ بوڑھا جس نے مار کھائی ہے وہ میرے اسم اعظم کے استاد ہیں' انہوں نے اسم اعظم جانتے ہوئے اپنے اوپر ظلم کرنے والے کو کچھ نہیں کہا' میں اسی لئے تم کو نہیں سکھانا چاہتا تاکہ اسکو استعمال کرنے میں تم جلد بازی کرو گے

۲۔ اسی طرح ایک اور واقعہ کتاب 'نزھۃ المجالس' میں بیان ہیں کہ ایک شخص اسم اعظم جانتا تھا اور اسکے مُرید نے ان سے اسم اعظم سکھانے کی اصرار کیا لیکن اس نے انکار کیا ایک دن اس شخص (جو اسم اعظم جانتے تھے) نے ایک مٹکے کے منہ کو اچھی طرح سے بند کر کے اپنے اس مُرید کے حوالے کیا اور کہا کہ میں تم جیسا امین کسی کو نہیں مانتا ہوں لہٰذا یہ امانت تمہارے سپرد کر رہا ہوں اس کو فلاں شخص تک پہنچانا' دیکھو راستے میں کھول کر نہیں دیکھنا' چنانچہ اسکا مُرید مٹکا لے کر چلا گیا' لیکن راستے میں اسے وسوسہ آیا کہ اس مٹکے میں کیا ہے' جب اس نے کھول کر دیکھا تو اس کے اندر صرف ایک چوہا تھا' وہ وہیں سے واپس آیا اور غصّے میں اپنے استاد سے کہا کہ آپ نے میرے ساتھ کیوں مذاق کیا کہ ایک چوہے کیلئے مجھے بھیجا' تو استاد نے جواب دیا کہ میں تم سے

تمہاری امانت داری کا امتحان لینا چاہتا تھا کہ تم میں اسم اعظم سیکھنے کی قابلیت ہے یا نہیں، اب ثابت ہوا کہ تم اس کے اہل نہیں ہو کیونکہ جو شخص مٹکے میں موجود ایک چوہے کی حفاظت نہیں کرسکتا ہو وہ اسم اعظم کا کیسے امین ہوسکتا ہے۔

یہ گروہ عقل وقرآن اور مستند روایات اور عقلیت سے دور دین ومذہب کو بگاڑنے کیلئے اس بات کی سند میں دو اور عقل سے عاری باتیں نقل کرتے ہیں۔

۱۔ شب قدر کو خداوند عالم نے چھپا کے رکھا ہے تا کہ اس کے بندے ہر وہ دن جو شب قدر ہونے کا احتمال ہے اسے احیاء کرے اس بہانے سے اس کے بندے اس کی عبادت کریں یہ منطق بھی چندین دلائل سے مسترد اور نا قابل قبول ہے کیونکہ خدا قرآن میں فرماتے ہیں کہ اس نے قرآن کریم کو ماہ مبارک رمضان میں نازل کیا ہے اس لحاظ سے شب قدر معلوم ہوئی کہ بارہ مہینوں میں سے رمضان کا مہینہ ہے اور روایات کے حوالے سے بھی ہر طاق رات دوسرے نصف میں یا تیسرے عشرے میں تلاش کرنے کا حکم ہے اس حوالے سے بھی بہت کچھ شب قدر سے قریب ہوگیا آئمہ طاہرینؑ سے وارد روایات میں ۲۱ اور ۲۳ کی رات بیان ہوا ہے اس حوالے سے اور نزدیک ہوئے اور بعض اور روایاتِ معصومین میں ۲۳ کی رات کو مختص کیا ہے بتائیں کہ شب قدر کہاں مجہول رہی؟۔ ایک اور نکتہ اس سلسلے میں یہ ہے کہ خدا اپنے بندوں سے اس قسم کی چال ودھوکہ بازی نہیں کرتے جو اس کے بندے اپنے بیوی بچوں کے ساتھ کرتے ہیں۔

اس سلسلے میں ایک اور نمونہ کہتے ہیں کہ مومن کو خداوند عالم نے چھپا کر رکھا ہے تا کہ کوئی نہ جانے، یہ بھی عقل اور آیات قرآن اور روایات سے متصادم ہے کیونکہ قرآن اور روایات

میں مومنین کی صفت میں بیان ہوا ہے اور بعض کے بارے میں خود آئمہ طاہرینؑ نے تصدیق وتائید فرمائی ہے جیسے سلمان، ابوذر، عمار یاسر، مالک اشتر، ابن مسعود، خباب بن ارت، زرارہ، ابومسلم، امام حسینؑ اور دیگر آئمہؑ کے برجستہ اصحاب وآئمہ اور بعض فقہاء ومجتہدین کے ایمان اور تعہد پر سب کو اتفاق ہے۔

اسم

علمائے علوم عربیہ کے ماہرین فرماتے ہیں کہ اسم کا مقسم کلمہ ہے کلمہ کی تین قسمیں ہیں: اسم، فعل، حرف۔ لہذا ہمیں اسم سے پہلے کلمہ کے بارے میں بحث کرنے کی ضرورت ہے کہ کلمہ لغتِ عرب اور قرآن کریم اور اصطلاح علماء میں کسے کہتے ہیں۔

کلمہ

کلمہ مادۂ کلم سے لیا گیا ہے کلم کے معنی جرح اور زخم لگانے کے ہیں سابق زمانے میں اور آج بھی بعض اقوام وملل میں یہ سنت پائی جاتی ہے کہ بعض انسان اپنی شناخت کیلئے اپنے جسم پر زخم لگاتے ہیں یا بعضِ حیوانات کی پہچان کیلئے انکے سینگ یا کان کاٹے جاتے ہیں یا ہر وہ چیز جو کسی دوسرے میں اثر گزاری کرتی ہے چاہے آنکھ میں اثر کرے جیسے محسوساتِ بصری یا کان میں اثر گزاری کرے جیسے آوازیں چاہے مہمل ہو یا با معنیٰ، وہ الفاظ جو معنیٰ رکھتے ہیں اسے کلمہ یا کلام کہتے ہیں کیونکہ کلمہ کلام سامع کے اندر اثر کرتا ہے علوم عربیہ کے قواعد کے ماہرین کلمہ کو مفرد گردانتے ہیں اور کہتے کہ کلمہ سے کلام بنتے ہیں جبکہ قرآن کریم کلمہ کا مفہوم بہت وسیع معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

ا۔ کلمہ بمعنیٰ کلامِ لفظی

"یہ لوگ اللہ کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ انہوں نے کچھ نہیں کہا" (توبہ/۷۴) "اس

بات کا علم نہ انہیں ہے اور نہ ان کے باپ دادا کو یہ بڑی (جسارت کی) بات ہے جو ان کے منہ سے نکلتی ہے یہ محض جھوٹ بولتے ہیں'' (کہف/۵)

۲۔ کلمہ بمعنی وعدہ وعید

''اور سب انسان ایک ہی امت سے تھے پھر اختلاف رونما ہوا اور اگر آپ کا پروردگار پہلے سے طے نہ کر چکا ہوتا تو ان کے درمیان اس بات کا فیصلہ کر دیا جاتا جس میں یہ اختلاف کرتے ہیں'' (یونس/۱۹) ''بھلا جس شخص پر عذاب کا حکم لازم ہو گیا ہو۔ کیا آپ اسے بچا سکتے ہیں جو آگ میں گر چکا ہو؟'' (زمر/۱۹) ''کیا ان کے پاس ایسے شریک ہیں جنہوں نے ان کے دین کا ایسا دستور فراہم کیا ہے جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی؟ اور اگر فیصلہ کن وعدہ نہ ہوتا تو ان کے درمیان فیصلہ ہو چکا ہوتا اور ظالموں کے لئے یقیناً دردناک عذاب ہے'' (شوریٰ/۲۱) ''اور اللہ نے اس (توحید پرستی) ابراہیم کی نسل میں کلمہ باقیہ قرار دیا تا کہ وہ (اللہ کی طرف) رجوع کریں'' (زخرف/۲۸)

۳۔ کلمہ موجودات خارجی اور عینی کو کہتے ہیں:

''اے اہل کتاب اپنے دین میں غلو سے کام نہ لو اور اللہ کے بارے میں حق بات کے سوا کچھ نہ کہو بے شک مسیح عیسیٰ بن مریم تو اللہ کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں جو اللہ نے مریم تک پہنچا دیا اور اس کی طرف سے وہ ایک روح ہیں'' (نساء/۱۷۱) ''چنانچہ جب وہ حجرہ عبادت میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے تو فرشتوں نے آواز دی: اللہ تجھے یحیی کی بشارت دیتا ہے جو کلمہ اللہ کی طرف سے ہے'' (آل عمران/۳۹)

کلمہ کی جمع کلمات ہے یہ بھی اسی تیسرے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ ان بیانات سے یہ بات واضح و روشن ہوگئی ہے کہ کلمہ اصل لغت اور قرآن کریم کے آیات حتیٰ خود قواعد علوم عربیہ صرف ونحو کے نزدیک اسم سے کہیں گنا وسیع وعریض ہیں جبکہ اسم ہر لحاظ سے کلمہ کی بہ نسبت محدود ہے۔

اسم کی اقسام:

اسم کیلئے دو اقسام ہیں:

۱۔ اسمِ لفظی

۲۔ اسمِ جودی

اسم لفظی کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ لفظ جو صرف ذات پر دلالت کرتا ہے جیسے زید، عمر، پتھر وغیرہ، ان ناموں سے صرف ایک ذات ذہن میں آتی ہے اسے مقولہ لفظی کہتے ہیں۔

۲۔ ہر وہ لفظ جو کسی ذات کی صفت پر دلالت کرتا ہے جیسے رحمٰن جو ذات خدا کی صفتِ رحمیت پر دلالت کرتا ہے۔

اسم کے لغوی اور اصطلاحی معنی

معنیٰ اسم سے ہر ایک آشنا واقف ہے اسکے سطحی مفہوم سے کوئی بھی ناواقف وناآگاہ نہیں ہے لیکن اس لفظ کو اسم کہتے ہیں اور یہ کس کلمہ سے ماخوذ ہے اور اسکا اصلی مصدر وماخذ کیا ہے اس سلسلے میں علمائے لغتِ عرب میں اختلاف ہے۔

علمائے بصرہ لغتِ عرب کی تحلیل وتربیت میں دیگر علمائے لغتِ عرب پر سبقت رکھتے ہیں بعض نے ذکر کیا ہے کہ انھوں نے ایک سو سال تک اپنے حریف پر سبقت رکھی ہے۔ مشہور

علمائے بصرہ• ابوالاسود دوئلی سنہ ۶۹ ہجری میں فوت ہوئے، اُنکے بعد خلیل ابن احمدِ فراعدی ہیں جو کہ سنہ ۱۷۵ھجری میں فوت ہوئے، اُسکے بعد سیبویہ ہیں جنہوں نے سنہ ۱۸۰ھجری میں وفات پائی، اُنکے بعد یونس بن حبیب جنہوں نے سنہ ۱۸۲ھجری میں وفات پائی، اُنکے بعد اسمعی ہیں جو سنہ ۲۱۶ھجری میں فوت ہوئے اُنکا کہنا ہے کہ اسم جو مشتق ہے مادّہ سمو سے 'سمو لغتِ عرب میں رفعت کو کہتے ہیں' سمو اصل سَمُوَ ہے جس کی جمع اسما ہے۔ ان کے مقابلے میں علمائے اہلِ کوفہ ہیں جو کہ ایک سو سال بعد وجود میں آئے ہیں، لہٰذا لغتِ عرب میں ان کے نظریات دوسرے نمبر پر آتے ہیں۔ علمائے کوفہ میں علمِ لغت کے سب سے پہلے بانی علی ابن حمزہ کسائی متوفی سنہ ۱۸۲ھجری ہیں جنکا شمار قراء سبعہ میں ہوتا ہے' ان کے بعد قرعہ ہے جو سنہ ۲۰۷ھجری میں فوت ہوئے' اُنکے بعد ابن سکیت تھے جو سنہ ۲۴۴ھجری میں وفات پائے۔ اور انکے بعد ثعلب ہیں جنہوں نے سنہ ۲۹۱ھجری میں وفات پائی۔ ان علماء کا کہنا ہے کہ اسم مشتق ہے مادّہ 'وسمہ' سے ہے اس کے معنی علامات ہیں۔ یعنی یہ کلمہ اپنے مسمّٰی کیلئے نشانی ہے یہ گروہ اپنے مدعا کیلئے مندرجہ ذیل آیاتِ قرآنی طور ثبوت پیش کرتے ہیں:

﴿سنسمہٗ علی الخرطوم﴾ ''ہم عنقریب اس کی ناک پر نشان لگادیں گے۔'' (قلم/۱۶) ﴿ومغانم کثیرۃً یا خذونھا وکان اللہ عزیزاً حکیماً﴾ ''اور بہت سے منافع بھی دیدئے جنھیں وہ حاصل کریں گے اور اللہ ہر ایک پر غالب آنے والا اور صاحبِ حکمت ہے'' (فتح/۱۹) ﴿انّ فی ذالکَ لاٰیٰتٍ للمتوسمین﴾ ''ان باتوں میں صاحبانِ ہوش کے لئے بڑی نشانیاں پائی جاتی ہیں'' (حجر/۷۵)

لیکن ماہرین اور محققینِ فلسفۂ علم لغت کا کہنا ہے کہ دونوں اقوال میں سے قواعدِ عربی کے تحت ترجیح بصرہ والے علماء کے قول کو حاصل ہے، لیکن معنوی لحاظ سے دونوں کا نقطۂ نظر قریب المعنیٰ اور قابلِ جمع ہے، کیونکہ اسم ذکر کے بعد اپنے مسمّٰی دوسروں سے رفعت و بلندی حاصل کرتے ہیں اور اس کی تکرار سے یہ اس کیلئے نشان بنتا ہے، لیکن علمائے نحو نے اسم کی جو تعریف کی ہے وہ زیادہ جامع تعریف ہیں، علمائے نحو اور اہلِ منطق مختصر سے اختلاف کے ساتھ کہتے ہیں کہ کلمہ ہر اس لفظ کو کہتے ہیں جو استعمال میں آتا ہو اور اسکا معنی ہو اُسے کلمہ کہتے ہیں اور کلمے کی تین اقسام ہیں:

۱۔ اسم

۲۔ فعل

۳۔ حرف

اِسم۔اسم وہ ہے جو صرف معنی سمجھاتا ہے۔اسم اس چیز کو کہتے ہیں جس کے ذریعے انسان کسی اور چیز تک رسائی یا آگاہی حاصل کرے چاہے یہ صرف ایک بات کی طرف اشارہ تک محدود ہو جیسے اکثر نام جیسے زید، بکر، وغیرہ یا اس میں صفت کا بھی اشارہ ہو جیسے عالم ،قادر، وغیرہ زیادہ تر اسم انسانی زبان کے پیدا کردہ ہیں اور اس میں انسانی ذھن کی خامیاں اور نقائص بھی شامل رہتے ہیں مثلاً علم، حیات، قدرت وغیرہ اگر ہم یہ الفظ استعمال کریں گے تو ان سے وہی معانی مراد لیں گے جو تفسیر علم، قدرت، حیات وغیرہ کے بارے میں ہم کرتے ہیں، جیسے علم سے مراد کسی تصویر کا عالم ،قدرت میں اعضاء جوارح و توانائی اور حیات سے مراد جریانِ خون وغیرہ یہیں سے علماء فرماتے ہیں کہ ہم خدا کیلئے اپنی طرف سے نام گذاری نہیں کرسکتے۔

حرف۔ حرف وہ کلمہ ہے جو خود کوئی معنی نہیں رکھتا' بلکہ کسی اور کلمہ سے ربط کرنے کے بعد معنی دیتا ہے۔ جسکی چند مثالیں ہیں

۱۔ حروف تہجی جیسے ا۔ب۔ی وغیرہ

۲۔ وہ حروف جو کسی سے جوڑنے کے بعد کوئی معنی دیتے ہیں مثلاً باجارہ، دو حروف والے من جارہ، تین حروف والے جیسے الی یہ تمام حروف ایک دوسرے سے جڑنے کے بعد معنی دیتے ہیں۔

فعل۔ فعل وہ کلمہ ہے کہ جو کوئی معنی بیان کرنے کے ساتھ زمانہ بھی سمجھاتا ہے۔ اس بیان کے بعد یہ چیز آپ کیلئے واضح ہوگئی ہے کہ علم لغت میں کسی معنٰی یا کسی چیز کو سمجھانے کیلئے جو لفظ استعمال ہوتا ہے اُسے کلمہ کہتے ہیں اور اسم بھی کہتے ہیں اسم کے معنی بیان ہوئے ہیں کہ اسم کو اسم کیوں کہتے ہیں لیکن کلمے کا معنٰی بھی واضح کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ یہ دونوں ایک دوسرے کی جگہ پر عام محاورے میں اور اہلِ شرح کی زبان میں بلکہ آیات قرآن اور روایات میں کثیر مواقع پر استعمال ہوئے ہیں' دونوں ایک دوسرے کی جگہ پر استعمال ہونے اور مصادیقِ کثیرہ رکھنے کی وجہ سے بعض اوقات ان کے معنٰی نے مبہم ومجمل شکل اختیار کی ہے اور اُنکی تفسیر وتوضیح بھی علماء کے نزدیک موضوع تحقیق اور بحث وگفتگو قرار پائی ہے۔

تو معلوم ہوا کہ کلمہ اور اسم دونوں گرچہ قریب المخرج نہیں' لیکن قریب المعنٰی ضرور ہیں۔ اسم اعظم کو اسم اعظم کہنے کی توجیہ میں آیت اللہ علی اکبر نہاوندیؒ شرح' دعائے سمات' کے صفحہ نمبر ۱۰۸ پر چار توجیہ بیان کی ہیں:

۱۔ چونکہ یہ اسم حقیقتِ اُلوہیت پر دلالت کرتی ہیں اس لئے اسے اسم اعظم کہتے ہیں۔

۲۔ یہ اسم دیگر اسمائے الٰہی پر احاطہ کامل واتم رکھتا ہے اسکا مطلب یہ ہوا کہ یہ اسم بہت سے معانی پر حاوی ہے اس لئے اسے اسم اعظم کہتے ہیں۔

۳۔ اس اسم کی تلاوت کرنے والے کے لئے بہت سے منافع ہیں اس وجہ سے اسے اسم اعظم کہتے ہیں۔

۴۔ چونکہ دیگر اسموں کی بہ نسبت اس اسم کی حقیقت کو درک کرنا ایک عظیم معرفتِ الٰہی کے حصول پر متوقف ہے (ایک ایسی معرفت کہ جس کا حصول ہونا دشوار ہو) اور ایسے درجے پر صرف مقامِ عصمت پر فائز ہستیوں کیلیے ہی پہنچنا ممکن ہے لہٰذا بعض نے شناخت اور حاملِ اسم اعظم کو مخصوص آئمہؑ اور اولیاء وانبیاء گردانا ہے۔

۲۔ اسم وجودی

اسم وجودی کی بھی دو قسمیں ہیں:

۱۔ خود ذات اسکے جود پر دلالت کرتی ہے مؤثر اثر پر دلالت کرتا ہے یا کوئی نشانی صاحب نشان پر دلالت کرتی۔

۲۔ مقولہ وجودی کہتے ہیں یہاں سے ان روایات کے معنی واضح ہوجاتے ہیں جو باب اسم مسمّٰی اصول کافی میں امام صادقؑ سے منقول ہیں امام صادقؑ نے فرمایا اسم غیر مسمّٰی ہے جس نے صرف اسم کی عبادت کی وہ کافر و ملحد ہے کیونکہ اُس نے ذاتِ خدا کی عبادت نہیں کی۔ جس نے اسم اور مُسمّٰی دونوں کو ملا کر عبادت کی ہے وہ مشرک ہے کیونکہ بقولِ حسب فرمان امامؑ اسم غیر مسمّٰی ہے لہٰذا اس نے دو چیزوں کی عبادت کی چونکہ خدا کے متعدد اسماء ہیں اور ہر ایک اسم کے حوالے سے عبادت کریں تو معبودِ کثیر کی عبادت ہوگی اور معبودِ کثیر کی عبادت کو شرک کہتے ہیں اگر صرف مسمّٰی کی عبادت

کرے تو یہ توحید ہے۔

اسمائے خدا میں تشبیہ و تنزیہ

بحثِ عقائد و عرفان اور دعا میں ایک اہم موضوع تشبیہ و تنزیہ خداوندِ متعال ہے' اس موضوع پر گفتگو کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ ہم تشبیہ و تنزیہ دو کلمات سے آگاہ ہو جائیں:

۱۔ تشبیہ۔ علمائے فلاسفہ و متکلمین کے نزدیک تشبیہ اُسے کہتے ہیں کہ بیانِ اسم وصفات میں خدا کو خلق سے تشبیہ دیں' یا خدا کو مخلوق کی صفات کی طرف نسبت دیں' یعنی صفاتِ خدا کو صفاتِ مخلوق سے تشبیہ دیدیں' اسکو تشبیہ کہتے ہیں۔

۲۔ تنزیہ۔ خدا کی صفات کو ہر اُس اسم اور صفات سے پاک و منزہ اور بَری گردانا جو مخلوقات میں پائی جاتی ہیں۔ مزید اگر وضاحت کریں تو یوں کہ صفاتِ خدا کو مخلوق کی طرف نسبت دینے کو تشبیہ اور دینے والوں کو مُشبہ کہتے ہیں۔ صفاتِ مخلوق کو صفاتِ خدا گرداننے والے کو اشاعرہ اور بعض حکما کی طرف نسبت دیتے ہیں یہ لوگ اپنے اس مدعا کیلئے بعض روایات کے علاوہ بعض آیات قرآن سے بھی استدلال کرتے ہیں جیسا کہ:

﴿الرَّحمٰنُ علیَ العرش استویٰ﴾ "اور وہ رحمٰن عرش پر اختیار و اقتدار رکھنے والا ہے۔" (طٰ/۵)

کہ خدا عرش پر بیٹھا یا قیامت کے دن خدا آئے گا یا خدا کے دونوں ہاتھ بندھے ہوئے ہیں یا خدا اپنا پاؤں نکالتا ہے وغیرہ اس کے بالمقابل ایک تنزیہ ہے خداوندِ متعال قدیم ہے اور اس کے ساتھ کسی بھی صفت سے حتیٰ علم' قدرت' حیات' قدیم وغیرہ سے نسبت دینے کو بھی جائز نہیں سمجھتے' ان لوگوں کے نزدیک آیات متشابہات پر من وعن ایمان کو واجب سمجھتے ہیں

اور اسی کو توحیدِ خالص گردانتے ہیں۔

اسماء اللہ تعالیٰ

اسمائے خداوندِ متعال کے بارے میں چند موضوعات بحث طلب ہیں:

۱۔ اسم کے لغوی اور اصطلاحی معنی کا بیان ووضاحت۔

۲۔ اسمائے حسنیٰ کی تعریف وتفسیر۔

۳۔ اسمائے حسنیٰ کے اعداد وشمار۔

۴۔ اسمائے کبیرہ حق سبحانہٗ تعالیٰ۔

۵۔ اسمائے اعظم حق سبحانہٗ تعالیٰ۔

اسمائے خدا کے بارے میں صاحب کتاب شرح دعائے جوشن کبیر، شیخ محمد علی رامہرمزی نے صفحہ ۲۶۰ میں صاحبِ المیزان سے اسی آیت کے ذیل میں ایک بیان نقل کیا ہے کہ لوگ اسمائے خدا کے بارے میں تین گروہ ہیں:

۱۔ **پہلا گروہ**۔ وہ ہیں کہ جن ناموں کے معنی اس ذاتِ مقدس کے لئے لائق وسزاوار ہے یعنی وہ اسماء اس ذات کی کمال پر یا اس ذات سے نقص وبرائیوں کے نفی پر دلالت کرتے ہیں انہی اسماء تک محدود رہتا ہے۔

۲۔ **دوسرا گروہ**۔ اس کے نام گذاری میں انحراف کے راستے اختیار کرتے ہیں اور خدا کی مخصوص صفات کو غیر خدا کے طرف نسبت دیتے ہیں جیسے مادیین اور دہریین جو خلق کرنا، زندہ کرنا، رزق دینا، مادہ اور زمانے کی طرف نسبت دیتے ہیں، جیسا کہ مشرکین نفع ونقصان کو اپنے جھوٹے خدا (بت) کے طرف نسبت دیتے تھے اسی طرح اہلِ کتاب یا بعض مسلمان صوفی انبیاء وآئمہ اور بعض اولیاء صفاتِ خدا سے پکارتے ہیں

یعنی انہیں کائنات میں بطور مستقیم صاحب تصرف گردانتے ہیں جو کہ نظریہ توحید کے منافی ہیں۔

۳۔ تیسرا گروہ۔ وہ افراد ہیں جو خدا پر ایمان رکھتے ہیں لیکن خدا کیلئے ایسے ناموں سے پکارتے ہیں جو اس ذات کیلئے لائق و سزاوار نہیں ہے کیونکہ یہ نام نقص و کمی یا احتیاج پر دلالت کرتے ہیں۔

اس سلسلہ میں پہلا گروہ ہدایت شدہ ہے لیکن دوسرا اور تیسرا دونوں گروہ راہِ ہدایت سے گمراہ شدہ اور اسمائے خدا میں الحاد کرنے والوں میں شامل ہیں۔

۱۔ وہ دعائیں جو قرآن کریم میں انبیاء کی زبان سے نقل ہوئیں ہیں۔ وہ دعائیں پڑھیں۔

۲۔ وہ دعائیں جن کے مصدر ماخذ (سند) کی علماء و محققین نے تصدیق و تائید کی ہے۔ جیسے جو دعائیں نہج البلاغہ اور صحیفہ سجادیہ میں آئیں ہیں۔

۳۔ وہ دعائیں جو آئمہ طاہرین سے منسوب ہیں۔ لیکن ان کی صحت کے بارے میں علماء کی طرف سے تصدیق نہیں ہے۔

۴۔ وہ دعائیں جن کو علماء اعلام نے اپنی کتب میں بغیر سند کے نقل کیا ہے۔

۵۔ وہ دعائیں جو آیات قرآن کریم اور روایات معصومینؑ اور عقل سلیم سے متصادم و متعارض ہیں۔

۶۔ وہ دعائیں جو کسی عالم و عارف سے سنی ہیں کہ وہ انھیں پڑھا کرتے تھے۔

۷۔ وہ دعائیں جو ہر دردمند و نیازمند اپنی زبان میں دردالم و نیاز کے وقت کرتا ہے۔

حالت اور کیفیتِ داعی

دعا وہ نہیں جو لقلقۂ لسانی تک محدود ہو۔ دل کا ساتھ ہونا تو دوسرے مرحلہ پر ہے عقل بھی ساتھ نہ دے وہ دعا نہیں ہے جو بعض افراد دوافروشوں کی دوا کی جگہ پر استعمال کر رہے ہیں، دعا وہ نہیں جو کاہل اور سست عناصر نے اپنائی ہیں، دعا وہ نہیں جو ذمہ داریوں سے جان چھڑانے والوں کی تاسی کرتی ہو، دعا وہ نہیں جو اصحابِ ریاکار چیخ و پکار لحن و ترنم میں پڑھتے ہوں، دعا وہ نہیں جن کے درمیان جھوٹے مصائب سے سامعین کو رلایا جائے، دعا وہ ہے جس کی طور و طریقے اور حالت کا ذکر قرآن کریم کی آیات، انبیاء و آئمہ معصومینؑ اور عباد صالحین کی سیرت میں موجود ہے۔ رات کی تاریکیوں میں، خلوت و تنہائی کے عالم میں کلماتِ دعا میں زبان کی حرکت کے ساتھ آسمانِ بصر سے آنسوؤں کی بارش سے چہرہ زمین کو سیراب کرے، دعا کرنے والوں کی جسمانی اور روحانی صفات و خصوصیات جو قرآن میں آئی ہیں وہ یہ ہیں:

۱۔ **خشیت**۔ خشیت اس حالتِ اضطراب کو کہتے ہیں جو خالق کی عظمت اور ہیبت کو درک کرنے سے حاصل ہوتی ہے اور یہ حالت عام طور پر علماء اور دانشمندوں پیدا ہوتی ہے علماء اور دانشمند سے ہماری مُراد صرف علمِ فقہ پڑھنے والے نہیں بلکہ وہ انسان جسے کائنات کی کسی چیز کے بارے میں غور و فکر کرنے کے نتیجے میں اس چیز میں اس کے خالق کی علم و قدرت اور حکمت کا جلوہ نظر آئے اور وہ خاضع ہو مراد ہے۔ چنانچہ سورۂ مُبارکہ فاطر اور سورۂ رعد میں خشیت کا ذکر ہیں:

﴿انما یخشی اللہ مَن عبادہِ العلمٰٓوا انّ اللہ عزیز غفور﴾ ''لیکن اللہ سے ڈرنے والے اس کے بندوں میں صرف صاحبانِ معرفت ہیں بیشک

اللہ صاحب عزت اور بہت بخشنے والا ہے۔''(فاطر/۲۸) ﴿والذین یَصلون مآ امر اللہ بہٖ ان یُوصل ویخشون ربّھم ویخافون سُوٓءَ الحساب﴾ ''اور جو ان تعلقات کو قائم رکھتے ہیں جنھیں خدا نے قائم رکھنے کا حکم دیا ہے اور اس سے ڈرتے رہتے ہیں اور بدترین حساب سے خوفزدہ رہتے ہیں''(رعد/۲۱) ﴿اِنما تُنذرو من اتبعَ الذکر وخشی الرّحمٰن بالغیب فبشّرہُ بمغفرۃٍ وّاجرٍ کریمٍ﴾ ''آپ صرف ان لوگوں کو ڈرا سکتے ہیں جو نصیحت کا اتباع کریں، بغیر دیکھے از غیب خدا سے ڈرتے رہیں انہی لوگوں کو آپ مغفرت اور باعزت اجر کی بشارت دیدیں'' (یٰسین/۱۱) ﴿ذٰلک لمن خشی ربّہٗ﴾ ''اور یہ سب اس کیلئے ہے جس کے دل میں خوف خدا ہے''(بینہ/۸)

۲۔ تضرع

﴿قل من یُنجیکم من ظُلمات البر والبحر تدعونہٗ تضرُّعاوّخُفیۃً لئِن انجینامن ھذہ لِنکوننّ من الشّٰکرین﴾ ''ان سے کہیے کہ خشکی اور تری کی تاریکیوں سے کون نجات دیتا ہے جسے تم گڑگڑا کر اور خفیہ طریقہ سے آواز دیتے ہو کہ اگر اس مصیبت سے نجات دے گا تو ہم شکرگذار بن جائیں گے''(انعام/۶۳) ﴿اُدعو ربّکم تضرُّعاوّخفیۃًانّہٗ لا یُحِبُّ المعتدین﴾ ''تم اپنے رب کو گڑگڑا کر اور خاموشی کے ساتھ پکارو کہ وہ زیادتی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا ہے''(اعراف/۵۵)

۴۔ خوف

خوف نفس کا کسی مصیبت کی سزا وعقاب جو کسی جرم اور گناہ کے ارتکاب کے نتیجے میں پیش آنے یا ملنے کا خطرہ رہتا ہے چنانچہ قرآن کریم میں جہاں خوف کا ذکر آیا ہے وہاں عذاب کا بھی ذکر ہیں:

﴿یخافون یوماً تتقلّبُ فیہِ القلوبُ والابصار﴾ ''یہ اس دن سے ڈرتے ہیں جس دن کے ہول سے دل اور نگاہیں سب اُلٹ جائیں گی'' (نور/۳۷) ﴿وترکنا فیھآ اٰیۃً لّلذین یخافون العذاب الالیم﴾ ''اور وہاں ان لوگوں کیلئے ایک نشانی چھوڑ دی جو دردناک عذاب ڈرنے والے ہیں'' (ذاریات/۳۷) ﴿ویخافون سُوٓءَ الحساب﴾ ''اور بدترین حساب سے خوفزدہ رہتے ہیں'' (رعد/۲۱) ﴿یخافون ربھم مّن فوقھم ویفعلون ما یؤمرون﴾ ''اور اللہ نے کہہ دیا ہے کہ خبردار دو خدا نہ بناؤ کہ اللہ صرف خدائے واحد ہے لہٰذا مجھ ہی سے ڈرو'' (نحل/۵۰) ﴿واما من خاف مقام ربہٖ ونھی النّفس عن الھوٰی﴾ ''اور جس نے رب کی بارگاہ میں حاضری کا خوف پیدا کیا اور اپنے نفس کو خواہشات سے روکا ہے'' (نازعات/۴۰) ﴿ولا تفسدوا فی الرض بعد اصلاحھا وادعوہُ خوفاً وّطمعا انّ رحمت اللہِ قریب مّن المحسنین﴾ ''اور خبردار زمین میں اصلاح کے بعد فساد نہ پیدا کرنا اور خدا سے ڈرتے اور امیدوار بن کر دعا کرو کہ اسکی رحمت صاحبان حسن عمل سے قریب تر ہے'' (اعراف/۵۶) ﴿تتجافی جُنُوبُھم عن المضاجع یدعون ربُّھم خوفاً وّطمعاً وّمما رزقنٰھم

يُنفقون ﴾ ''اور انکے پہلو بستر سے الگ رہتے ہیں اور وہ اپنے پروردگار کو خوف اور طمع سے پکارتے رہتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے رزق سے ہماری راہ میں انفاق کرتے رہتے ہیں'' (سجدہ/۱۶) ﴿ واما من خاف مقام ربّہِ ونهى النّفس عن الهوىٰ ﴾ ''اور جس نے رب کی بارگاہ میں حاضری کا خوف پیدا کیا ہے اور اپنے نفس کو خواہشات سے روکا ہے'' (نازعات/۴۰)

خوف اور خشیت میں فرق یہ ہیں کہ خوف، ضرر و نقصان یا جوابدہ ہونے یا کسی سزا کا سامنا ہونے کے بارے میں علم یا احتمال کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے' چنانچہ مولا امیر المومنینؑ نہج البلاغہ میں فرماتے ہیں کہ 'انسان نہ ڈرے سوائے اپنے گناہ کے' (نہج البلاغہ حکمت/۷۹) اور خشیت خوف سے بالاتر ہے کہ 'مولا کے حضور اور بزرگی کے درک کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہے۔

۴۔ خشوع

﴿ انّهم كانوا يُسٰرعون فى الخيرات يدعوننا رغباً وّرهباً وكانوا لنا خشعين ﴾ ''یہ تمام وہ لوگ تھے جو نیکیوں کی طرف سبقت کرنے والے تھے اور رغبت اور خوف کے ہر عالم میں ہمیں کو پکارنے والے تھے اور ہماری بارگاہ میں گڑگڑا کر التجاء کرنے والے بندے تھے'' (انبیاء/۹۰)

قرآن سے پوچھو

لوگ جاہلیت کے حکومت کے خواہاں ہیں جبکہ اللہ بہتر حاکم ہے

نظام اجتماعی وسیاسی قرآن سنت کی روشنی میں

نظام اجتماعی وسیاسی قرآن سنت کی روشنی میں

اسلامی ملکوں میں نظام سیکولرازم اسلام دشمنوں کی خواہشات اور امنگوں کے مطابق کامیاب نہ ہونے کی بنیادی وجہ سیاسی اور اجتماعی ڈھانچے میں عدم ہم آہنگی ہے جبکہ یہی نظام ایک حوالے سے مغرب میں عرصہ دراز سے کامیاب سمجھا جاتا ہے لیکن اسلامی ملکوں میں یہ ناکام ہے جہاں کوئی مظاہرے، جلوس، شوروشرابہ نہیں وہاں بھی ان کی امنگوں کے مطابق رائج نہیں ہو رہا ان کے نظامِ سیکولرازم کی تعریف وہ نہیں جو یہاں وہ اور ان کے ماننے والے کرتے ہیں ان کے مطابق سیکولرازم شخصی اور دینی آزادی کا نام ہے جبکہ سیکولرازم کی آخری منزل معاشرے سے دین کو ہمیشہ کے لئے بے دخل قرار دینا ہے اس میں وہ کامیاب نہیں ہو رہے ہیں اور نہ ہوں گے۔ مغرب میں نظامِ اجتماعی کا تصور تین ستونوں پر قائم ہے:

۱۔ پہلا عنصر: **انسان** دنیا کے لادین معاشرے میں انسان بندۂ شہوت وخواہشات ہے لہٰذا وہ اپنے آپ کو شہوات وخواہشات کے علاوہ کسی اور کے سامنے جوابدہ نہیں سمجھتے ہیں۔

۲۔ دوسرا عنصر: **طبیعت**، طبیعت بر و بحر، فضا میں موجود مادۂ کثیف اور لطیف کا نام ہے لیکن مغرب والوں کے پاس اس کی حد بندی کا تعین زمان ومکان حالات وشرائط کے تحت طاقت وقدرت کرے گی وہ کسی بھی ملک کی زمین وفضا کے حدود کو نو فلائی زون قرار دیتے ہیں اور خود کو اس ملک کا مالک سمجھتے ہیں اور وہاں کے باشندوں کو کرایہ دار سمجھتے ہیں۔

۳۔ تیسرا عنصر: **تعلقات**، تعلقات کی دو زاویے ہیں ایک انسان کا طبیعت سے تعلق

مغرب والوں کے نزدیک کس نوعیت کا ہے وہ بیان کر چکے ہیں ۔دوسرزاویہ ان کا دوسرے انسانوں سے تعلقات ہیں یہ تعلقات بھی دوقسم کے ہیں ایک جغرافیائی ،خونی ،لسانی ،فکری اور دینی نیشنلزم پر قائم ہے جو بھی اس حدود میں آتا ہے اسکواپنے جیسا انسان سمجھتے ہیں اور ان کی تمام ضرورتوں اور خوشحالی کے تمام وسائل کا خود کو ذمہ دار ٹھراتے ہیں ۔دوسرا اس حدود سے باہر رہنے والے انسانوں سے تعلقات ہیں یہاں اس حد سے باہر رہنے والے چاہے وہ ان کے اتحادی ہوں یا خود کو آزاد وخود مختار سمجھتے ہوں دونوں کے ساتھ ان کا رشتہ ظالم ومظلوم کا ہے۔

جبکہ نظام اسلام میں اجتماعی ڈھانچے کے چار ستون ہیں:

۱۔ **انسان:** اسلام کے مصادرِ اصلی قرآن وسنت میں اس کی تعریف پہلے بیان کر چکے ہیں وہ دو پاؤں پر چلنے والے ایک خاص شکل ،صورت کا حیوان نہیں ہے جس طرح دنیائے کفر والحادِ مشرق ومغرب والوں نے پیش کیا ہے بلکہ قرآن وسنت میں انسان اپنے خالق کی طرف سے خلیفہ، امین ہے۔یہ اسلامی ڈھانچے کا پہلا ستون ہے :

﴿واذقال ربک للملآئکۃ انّی جاعل فی الارض خلیفۃً﴾ ’’اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا: میں زمین میں ایک خلیفہ (نائب) بنانے والا ہوں‘‘ (بقرہ/۳۰) ﴿یٰداؤد انّا جعلنٰک خلیفۃً فی الارض﴾ ’’اے داؤد! ہم نے آپ کو زمین پر خلیفہ بنایا ہے‘‘ (صٓ/۲۶) ﴿وھوالذی جعلکم خلٰئف الارض﴾ اور وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں نائب بنایا ہے‘‘ (انعام/۱۶۶) ۔

اس حوالے سے وہ مطلق العنان ،مادر پدر آزاد، جنگل کے شیر اور چیتے کی طرح نہیں ہے کہ

جو بھی سامنے آئے چیر پھاڑ کر کھا جائے اور اس سے کوئی باز پرس نہ ہو بلکہ حسب آیات کثیرہ اس (انسان) سے ہر چھوٹے بڑے اعمال کے بارے میں سوال ہوگا اور اسے جواب دینا ہوگا اس سلسلہ میں ان آیات کریمہ کا ملاحظہ فرمائیں:

﴿قل ان تخفوا مافی صدورکم او تبدوہ یعلمہ اللہ﴾ ”کہہ دیجئے: جو بات تمہارے سینوں میں ہے اسے خواہ تم پوشیدہ رکھو یا ظاہر کرو اللہ بہرحال اسے جانتا ہے“ (آلعمران/۲۹) ﴿وان کان مثقال حبۃٍ من خردلٍ اتینا بھا وکفیٰ بنا حاسبین﴾ ”اور اگر رائی کے دانے برابر بھی (کسی کا عمل) ہوا تو ہم اسے اس کے لئے حاضر کریں گے اور حساب کرنے کے لئے ہم کافی ہیں“ (انبیاء/۴۷) ﴿یبنی انھآان تک مثقال حبۃٍ من خردلٍ فتکن فی صخرۃٍ اوفی السمٰوٰت اوفی الارض یات بھا اللہ ان اللہ لطیف خبیر﴾ ”اے بیٹے! اگر رائی کے دانے کے برابر بھی کوئی چیز کسی پتھر کے اندر یا آسمانوں میں یا زمین میں ہو تو اللہ اسے نکال لائے گا یقیناً اللہ بڑا باریک بین، خوب باخبر ہے“ (لقمان/۱۶) ﴿فمن یعمل مثقال ذرۃٍ خیرًا یرہ. ومن یعمل مثقال ذرۃٍ شرًا یرہ﴾ ”پس جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔ اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا“ (زلزال/۷/۸) ﴿وان تبدوا مافیٓ انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ﴾ ”اور تم اپنے دل کی باتیں ظاہر کرو یا چھپاؤ اللہ تم سے حساب لے گا“ (بقرہ/۲۸۴)

اس نظریہ کے تحت انسان جہاں وہ اپنے مخلف یعنی خلیفہ بنانے والے کے سامنے پہلے

جوابدہ ہے پھر وہ آزاد ہے لہٰذا خدا کی عبودیت (بندگی) کے بعد ہر لحاظ سے آزاد ہے۔ کسی انسان کو کسی انسان پر بالادستی، حکمرانی اور تسلط حاصل نہیں ہے اور یہاں سے ایک صالح جمہوریت کا تصور ابھر کر سامنے آئے گا۔ جو ابھی تک جمہوریت کے راگ الاپنے اور جمہوریت کا ڈھنڈورا پیٹنے والوں کو نصیب نہیں ہوا ہے لہٰذا وہ جہاں جمہوریت کے نعرے لگاتے ہیں وہاں ظلم واستحصال کے سائے میں بیٹھنے پر مجبور کرتے ہیں جس کی چند مثال ہم پیش کریں گے:

۱۔ قرآن وسنت کے پیش کردہ تصور جمہوریت' جس میں خدا کی بندگی اختیار کرنے کے بعد انسان کو حقیقی معنوں میں جمہوریت نصیب ہوتی ہے اس جمہوریت کے بدلے میں مغربی جمہوریت کو نافذ کرنا' جو شخصی خودمختاری سے شروع ہوتی ہے اور اس میں وہ اپنی شخصی خواہشات کو جہاں سے حاصل کرے، کس حد تک اور کس طریقے سے حاصل کرے آزاد ہے اس جمہوریت کا حتمی نتیجہ آمریت، فرعونیت اور استبدادیت ہی ہے لہٰذا ہمیشہ رائے عامہ کے نام سے اقلیت کی خواہشات کو پورا کرنے کے خاطر اکثریت قربان ہوتی رہی ہے یہاں تک کہ اقلیت کی حکومت قائم کر کے جمہوریت کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں۔

۲۔ جمہوریت کا معنی ملک کے ہر شہری کو اس ملک کے نظام کا ڈھانچہ انتخاب کرنے میں خودمختاری دینے کا نام ہے یہاں کی اکثریت مسلمانوں کی ہے اور وہ نظام اسلام کے خواہاں ہیں ان پر لادینی نظام مسلط کرنا جمہوریت کے منافی ہے۔

۳۔ جمہوریت کا دوسرا حصہ نظام کے انتخاب کے بعد حکمران کا انتخاب ہے۔ یہاں بھی تمام شہری حق رائے دہی میں برابر ہیں جبکہ اس ملک میں مخصوص افراد کو امتیازی

حیثیت دے کر اور خواتین کو چور دراوزے سے دوسری دفعہ ووٹ دلوا کر حکمران پارٹی اپنے ووٹوں کی تعداد میں اضافہ کرتی ہے یہ عمل جمہورت کے منافی اور آمریت کی دوسری تصویر ہے۔

دوسرا عنصر طبیعت ہے

طبیعت جیسے پہلے بیان کر چکے ہیں زمین، دریا، فضا اور اس میں موجود تمام مفید ذخائر کا نام ہے۔ قرآن وسنت کی رُو سے تمام طبیعت خداوند عالم انسان کے لئے مسخر کی ہے اور اسکی تمام ضروریات کو اس طبیعت کی شکل میں نہاں کیا ہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل آیات کریمہ ملاحظہ کر سکتے ہیں:

﴿وسخرلكم الفلك لتجرى فى البحربامره وسخرلكم الانهر. وسخرلكم الشمس والقمر دآئبين وسخرلكم اليل والنهار﴾ ''اور کشتیوں کو تمہارے لئے مسخر کیا تا کہ اس کے حکم سے سمندر میں چلیں اور دریاؤں کو بھی تمہارے لئے مسخر کیا۔ اور اسی نے ہمیشہ چلتے رہنے والے سورج اور چاند کو تمہارے لئے مسخر بنایا'' (ابراہیم/۳۲ تا ۳۳) ﴿وهو الذى سخر البحرَ﴾ ''اور اسی نے (تمہارے لئے) سمندر کو مسخر کیا'' (نحل/۱۴) ﴿الم تران الله سخرلكم مافى الارض﴾ ''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے تمہارے لئے زمین کی ہر چیز مسخر کر دی ہے'' (حج/۶۵) ﴿الم تروا ان الله سخرلكم مافى السمٰوٰت ومافى الارض﴾ ''کیا تم نے کہ جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے اللہ نے تمہارے لئے مسخر کیا ہے'' (لقمان/۲۰) ﴿سبحٰن الذى سخر لنا هذا وما كنا له

مقرنین ﴾ ''پاک ہے وہ جس نے اسے ہمارے لئے مسخر کیا ورنہ ہم اسے قابو میں نہیں لا سکتے تھے'' (زخرف/۱۳) ﴿الله الذی سخر لکم البحر ﴾ ''اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے سمندر کو مسخر کیا'' (جاثیہ/۱۳) ﴿وسخر لکم مافی السمٰوٰت ومافی الارض جمیعاً منه ﴾ ''اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب کو اس نے اپنی طرف سے تمہارے لئے مسخر کیا'' (جاثیہ/۱۲) ﴿کذٰلک سخرنٰها لکم لعلکم تشکرون. کذٰلک سخرها لکم لتکبروا الله علیٰ ماهدٰکم ﴾ ''یوں ہم نے انہیں تمہارے لئے مسخر کیا ہے تا کہ تم شکر کرو۔ اسی طرح اللہ نے انہیں تمہارے لئے مسخر کیا ہے تا کہ اللہ کی عطا کردہ ہدایت پر تم اس کی بڑائی کا اظہار کرو'' (حج/۳٦/۳۷)

تیسرا عنصر: انسان کا طبیعت اور انسان کا انسان سے تعلق۔

یہ عنصر اپنی جگہ مرکب ہے یہاں سے اسلام کا عناصر اجتماع لادینیوں سے الگ ہو جاتا ہے۔ لادینیوں کی عناصر اجتماعی جیسے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ وہ تین ستونوں پر قائم ہیں جب کہ اسلامی نظریہ کے تحت عناصر اجتماعی چار ستونوں پر قائم ہے۔ انسان، طبیعت، تعلقات اور چوتھا خالقِ انسان و طبیعت ہے یعنی جس نے انسان اور طبیعت دونوں کو خلق کیا ہے۔ ہم یہاں تیسرے عنصر یعنی تعلقات کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں۔ مغرب میں یہ تعلقات یعنی انسان کا طبیعت اور اپنے جیسے دوسرے انسان سے تعلق میں اس پر کوئی نگران اور باز پرس کرنے والے کا کوئی تصور نہیں ہے۔ جبکہ اسلامی نظریہ کے تحت ایک چوتھا عنصر ہے وہ خالق انسان و طبیعت ہے۔ وہ انسان کا طبیعت اور انسان سے تعلق کی نگرانی کرتا

ہے۔ یہاں سے انسان کے انسان اور طبعیت سے تعلقات میں تغیانی سرکشی، حدود سے تجاوز وغیرہ کے تمام راستے اور حیلہ بازیاں مسدود ہو جاتی ہیں گویا وہ آزادی جو مغرب نے انسان کو حیوان بنانے کیلئے دی ہے اسلام اسکے خلاف ہے۔ اسلام انسان کو طبعیت سے تعلقات میں تغیانی سے روکتا ہے اور اسی طرح انسان کو اپنے جیسے انسان سے تعلقات کو انسانیت کی بنیاد پر ایک دوسرے کے خلیفہ ہونے کی بنیاد پر اور ایک دوسرے سے اخوت کی بنیاد پر استوار کرتا ہے۔ یہاں سے یہ بات واضح ہوگئی کہ عناصر اجتماعی جو مغرب والوں نے پیش کیے ہیں اور جو اسلام نے پیش کیے ہیں ایک دوسرے سے مختلف اور فاصلے پر ہیں۔

اس مرکب عنصر میں اجتماعی تصور جو مغرب میں ہے نظام اسلام میں اس سے مختلف ہے نظام اسلام میں انسان تعلقات طبیعت سے استفادہ کرنے والی مال و دولت میں خدا کا امین اور اس کے سامنے جوابدہ ہے لہٰذا یہاں سے لامحدود اور بے جا تسلط کے دروازے بند ہو جاتے ہیں اور انسان کا انسان سے تعلق میں اخوت و برادری کا تصور ہے اور اس تصور میں مسلمان تو چھوڑو کسی غیر مسلم سے بھی ظلم و ناانصافی کی اجازت نہیں ہے سوائے تعدی اور تجاوزات کے جواب کے علاوہ۔

یہ تھے اسلامی اجتماع کے چار ستون جس کے تحت مسلمان ملکوں میں بسنے والے مسلمان گرچہ گنتی کے کچھ افراد (جو کوئی خرید کر کرائے پر استعمال کرے وہ اور بات ہے) لیکن عام مسلمان خود کو خدا کے سامنے جوابدہ تصور کرتے ہیں اور مرنے کے بعد برائیوں کے جواب دینے پر عقیدہ رکھتے ہیں خود کو زیادہ ملک میں رائج قانون و نظام کے پابند نہیں سمجھتے، یہی وجہ ہے کہ اس ملک کے طول و عرض میں آئے دن بجلی کے بل کی قیمت کو کمر شکن انداز میں بڑھایا جاتا ہے لیکن مفت میں خرچ کرنے والے خود کو ملک کے کسی فرد کے سامنے جوابدہ

نہیں سمجھتے لیکن خود وجود خدا پر جو اس کا خالق ہے اور اس کے حضور میں حاضر ہونے کے معتقد ہے یہاں کے مسلمان خود کو دو حکمران کے سامنے جوابدہ سمجھتے ہیں ایک ملک کے حکمران جس سے نمٹنے کے لئے رشوت اور سفارش پر ایمان رکھتی ہے دوسرا خدائے وحدہ لا شریک جس کے سامنے کسی قسم کی ھیر پھیر کے جواب قابل پزیرش ہونے سے مایوس ہیں۔ لیکن عقیدے میں ضعف اور حالات اسے خالق کے سامنے جوابدہ ہونے میں سستی اور غفلت پاتے ہیں لہٰذا سیکولرازم بطور کامل نافذ نہیں ہوگا کیونکہ حکمرانوں کی عتاب وسزا سے بچنے کی چارجوئی اور تلاش میں رہتا ہے اب ایسے متذبذب افکار وعقائد کے حامل انسانوں پر قائم ہونے والی سیاسی نظام تضاد وتناقص پر مبنی ہوگا۔

نظام سیاست:

کسی ملک یا وطن میں موجود تمام طبقات، خاندان وقبائل، عساکر وعشائر، رنگ و نسل، فرقہ ومذہب، امیر وفقیر، آجر ومستاجر، حاکم اور رعیت کے حدود وقیود کا نام اس ملک کا نظام کہلاتا ہے اور اس کو چلانے والے کو حکمران کہتے ہیں۔

وطنِ اسلامی کے نظام کا مصدر قرآن وسنت ہے اور یہ ایک مکمل نظام ہے۔ ایک مملکت کو چلانے کے لئے درپیش تمام مسائل فردی یا اجتماعی اور سیاسی سب اس میں موجود ہیں یا نہیں اس سوال کا جواب جو صفحات کتب میں موجود ہے اس میں تین مختلف نظریات ہیں۔

۱۔ عالمی استعمار اور کے خودساختہ مشینری اور بعض مستشرقین نے لکھا ہے کہ اسلام ایک دین ہے جو خدا اور بندے کے درمیان رابطے کی حد تک ہے یا یہ ایک ضابطہ اخلاق تک محدود ہے لیکن اس میں حاکم اور رعیت سے متعلق دستور یا نظامِ سیاسی نامی کوئی چیز نہیں ہے۔

۲۔ خود مسلمانوں میں سے ایک گروہ خلیفہ چہارم حضرت علیؑ کی نگرانی میں ایک جنگ میں شرکت کرنے کے بعد دوسری جنگ کی فتح کو روکنے کے لئے علیؑ پر اپنا نظریہ ٹھونسنے کے بعد اصل ضرورتِ حکومت سے انکار کیا اور علیؑ سے بغاوت کا اعلان کر کے ایک باقاعدہ گروہ کو منظم کیا اور مختلف ذمہ داریاں مختلف لوگوں میں تقسیم کیں جنگ کے لئے ایک امیر، نماز کیلئے ایک امام اور آپس میں صلاح مشورہ کے لئے شوریٰ قائم کی اور ﴿لاحکم الااللہ﴾ کا نعرہ بلند کیا یعنی کسی انسان کو حکومت کا حق نہیں اس گروہ کو خوارج کہتے ہیں۔ اس دور میں اہلسنت والجماعت کا ایک بڑا گروہ نظام اسلام کی جگہ پر سیکولرزم نظام کا ساتھ دینے کو ترجیح دیتا ہے۔ جبکہ ہمارے فرقے کا ایک بڑا طبقہ اہل منبر وخطیب صاحبان اور اہل قلم وبیان نے ایک عرصہ سے اس منبر علی پر مسلسل مکتب تشیع میں نظریہ حکومت نامی کوئی چیز نہیں ہے خوارج کے بعد دوبارہ بلند کیے ہوئے ہیں۔ اس کے جواز میں کہتے ہیں ہمارے آئمہؑ نے حکومت کو لات ماری ہے اور ہمیشہ ٹھکرایا ہے اس گروہ نے سابق زمانے کے خلفاء اور حکمرانوں کے مقرب علماء کا کردار اپنایا ہے جنہیں سابق زمانے وعاظِ سلاطین کہتے تھے وہ ہمیشہ امیروں کی خوشنودی اور مرضی کے مطابق خطاب کرتے تھے لیکن ہمارے منبر پر اہل منبران سے بھی بدتر ہیں کیونکہ وہ لوگ مسلمان حاکم کی مرضی اور ملک کے مفاد کے مطابق بات کرتے تھے لیکن یہ لوگ بیک وقت بیرونی استعاری قوت کو فروغ دینے کے ساتھ ملک میں موجود لادین قوتوں کے قدم جمانے، ان کے ووٹ بینک بنانے کا کردار ادا کرتے ہیں اور اسکے ساتھ، انہیں استحکام دینے اور اس ملت کو ہمیشہ ان کے ہاتھوں میں قلیل قیمت میں فروخت کرتے ہیں اور ساتھ ہی اسلام کے دوسرے فرقوں کے

نزدیک شیعوں کے چہرے کواسلام دشمنی کے طور پر متعارف کرواتے ہیں۔

۳۔ تیسرا گروہ مسلمانوں کا وہ گروہ ہے جو قرآن وسنت اور انبیاء وآئمہؑ کے سیرت کی روشنی میں ایک صالح حکومت کے قیام کو ہر چیز پر ترجیح کو اپنا فرض سمجھتے تھے اور اس کے قیام کی راہ میں ہر قسم کی قربانی دینے سے دریغ نہیں کرتے تاکہ مسلمانوں پر کسی غیر مسلم کی بالادستی قائم نہ ہو سکے۔ یہاں پر ہم اسلامی نظام سیاست کے بارے میں مختصر سی وضاحت کرنا چاہیں گے اس نظام کی دو شقیں ہیں:

۱۔ اس کا دائمی آئین و دستور ہے جو قرآن وسنت کی صورت میں موجود ہیں، یہاں علماء اور دانشمندوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ خود قرآن کو سمجھنے کے لئے عرق ریزی کریں اور فرقے کے نظریات کو قرآن پر مسلط کرنے سے گریز کریں کیونکہ یہ ایک واضح وروشن تفسیر بالرائے کا مصداق ہے۔ قرآن سے فرقے کو ثابت کریں نہ کہ فرقے سے قرآن کی تفسیر کریں اور سنت رسول کو جو اسرائیلی جعلیات اور مفاد پرستوں کی خود ساختہ احادیث کے ریت کے ٹیلے کے اندر چھپے ہوئے ہیں وہاں سے سونا تلاش کرنے کی مانند صحیح احادیث کی تلاش کریں اور اس سلسلے میں سند کو صحیح بنانے کے لئے تحقیق کے دروازے کھلے رکھیں۔

۲۔ حکمرانوں کا انتخاب دوسری شق ہے۔

اسلام کے نظام سیاسی کے دو اہم ستون ہیں ایک ستون کا فقدان دوسرے کو ضعیف و کمزور بنانے میں اثر انداز ہو سکتا ہے بلکہ اسے گرا بھی سکتا ہے لیکن نظامِ اسلامی میں یہ طاقت وقدرت موجود ہے کہ اس کے دوسرے ستون یعنی حاکم اسلامی کے نہ ہونے کی صورت میں بھی ایک لحاظ سے باقی رہتا ہے وہ اس وعدہ الٰہی کا صلہ ہے جس نے اس کے

تحفظ کی ضمانت دی ہے۔ دنیا کفر جتنی بھی کوشش کریں گے نام اسلام مسلمانوں کے ذھنوں سے محو نہیں ہوگا۔ چنانچہ دختر علی حضرت زینبؑ نے یزید سے مخاطب ہو کر فرمایا نہ تم ہمارے نام کو مٹا سکتے ہو نہ ہمارے ذکر کو دفنا سکتے ہو۔ حاکم اسلامی نہ ہونے کے باوجود اسلام زندہ رہتا ہے اور حاکم اسلامی میسر ہونے کے بعد اسکے دستور کے ثمرات ہر عام و خاص بلکہ غیروں کیلئے بھی حیات بخش ثابت ہوتا ہے۔ اس کے دو حصے ہیں ایک آئینی و دستوری ڈھانچہ ہے اور دوسرا حاکم ہے:

۱۔ **آئین و دستوری ڈھانچہ:** آئین و دستوری ڈھانچہ قرآن و سنت کی شکل و صورت میں بطور کامل واتم موجود ہیں جس کے بارے میں قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیات کریمہ شاہد و گواہ ہیں:

﴿**ولا رطب ولا یابس الا فی کتٰب مبین**﴾ ''اور کوئی خشک و تر ایسا نہیں ہے جو کتاب مبین میں موجود نہ ہو'' (انعام/۵۹) ﴿**ونزلنا علیک الکتٰب تبیانًا کل شیءٍ وھدًی ورحمۃً وبشریٰ للمسلمین**﴾ ''اور ہم نے آپ پر یہ کتاب ہر چیز کو بڑی وضاحت سے بیان کرنے والی مسلمانوں کے لئے ہدایت اور رحمت اور بشارت بنا کر نازل کی ہے'' (نحل/۸۹)

سنت پیغمبرؐ کی وہ حدیث موجود ہیں جو آپ نے حجۃ الوداع پر فرمایا تھا: ''ہر وہ چیز جو تمہیں جنت سے قریب کرتا ہے اور جہنم سے دور کرتا ہو بیان کیا ہے حتٰی کہ خارش کی دیہ تک'' مسلمان آئین و دستور کے حوالے سے دیگر اقوام وملل کی مانند بحران کا سامنا نہیں ہیں۔

۲۔ **حکمران ہے:** اس ستون کے بارے میں قرآن کریم کی یہ آیات کریمہ ہیں:

﴿**فلا وربک لا یؤمنون حتیٰ یحکموک فیما شجر بینھمثم لا**

یجدوا فی انفسھم حرجاً مما قضیت ویسلموا تسلیما﴾ ''(اے رسول) تمہارے رب کی قسم یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب اپنے باہمی تنازعات میں آپ کو منصف نہ بنائیں پھر آپ کے فیصلے پر ان کے دلوں میں کوئی رنجش نہ آئے بلکہ وہ (اسے) بخوشی تسلیم کر لیں'' (نساء/۶۵) ﴿ومن یطع اللہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبین والشھدآء والصلحین وحسن اولٰئک رفیقاً﴾ ''اور جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے اور انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کیساتھ جن پر اللہ نے انعام کیا ہے اور یہ لوگ کیا ہی اچھے رفیق ہیں'' (نساء/۵۹)

اور حدیث کے حوالے سے نہج البلاغہ خطبہ/۴۰ ترجمہ مفتی ص ۱۹۷ ملاحظہ کریں:

﴿فی الخوارج لمّا سمع قولھم لاحکم الاللہ، قال علیہ السلام کلمۃ حقٍ یراد بھا الباطل. نعم انہ لاحکم الاللہ. ولکن ھٰؤلآء یقولون لاامرۃ الاللہ. وانہ لابد للناس من امیرٍ برٍّ او فاجرٍ یعمل فی امرتہ المؤمن، ویستمتع فیھا الکافر، ویبلغ اللہ فیھا الاجل. ویجمع بہ الفیء، ویقاتل بہ العدو. وتامن بہ السبل ویؤخذ بہ للضعیف من القوی حتی یستریح برٌّ ویستراح من فاجرٍ﴾ ''جب آپؑ نے خوارج کا قول ﴿لاحکم الاللہ﴾ (حکم اللہ ہی کے لئے مخصوص ہے) سنا تو فرمایا: یہ جملہ تو صحیح مگر جو مطلب وہ لیتے ہیں، وہ غلط ہے ہاں بیشک حکم اللہ ہی کے لئے مخصوص ہے مگر یہ لوگ تو یہ کہنا چاہتے ہیں کہ حکومت بھی اللہ کے علاوہ کسی کی نہیں ہو

سکتی۔ حالانکہ لوگوں کے لئے ایک حاکم کا ہونا ضروری ہے خواہ وہ اچھا ہو یا برا (اگر اچھا ہو گا تو) مومن اس کی حکومت میں اچھے عمل کر سکیں گا۔ اور (برا ہو گا تو) کافر اس کے عہد میں لذائذ سے بہرہ اندوز ہو گا۔ اور اللہ اس نظام حکومت میں ہر چیز کو اس کی آخری حدوں تک پہنچادے گا اسی حاکم کی وجہ سے مال (خراج و غنیمت) جمع ہوتا ہے دشمن لڑا جاتا ہے راستے پر امن رہتے ہیں اور قوی سے کمزور کا حق دلایا جاتا ہے، یہاں تک کہ نیک حاکم (مر کر یا معزول ہو کر) راحت پائے، اور بُرے حاکم کے مرنے یا معزول ہونے سے دوسروں کو راحت پہنچے"۔

اس سلسلہ میں محلے کے حاکم سے لے کر سربراہِ مملکت تک کے صفات و شرائط اور خصوصیات انتہائی دقیق و باریک بینی کے ساتھ بیان ہوئی ہیں اور خاص طور پر حکمران کے انتخاب کا طریقہ عقل، آیات قرآن اور روایت واردہ کے تحت دوسرے جمہوریات سے بالکل مختلف ہیں بلکہ ہماری جمہوریت صحیح مفہوم و معنیٰ میں جمہوریت کہنے کے قابل ہیں کیونکہ جو جمہوریت اس وقت دنیا میں رائج ہیں اس کا ایک معنیٰ مغربی جمہوریت ہے جسے جمہوریت انسانی کہنے کے بجائے جمہوریت حیوانی کہنے کی زیادہ مستحق ہے۔ جہاں ووٹیں قانونِ طلب و رسد کے تحت بازار میں بکتی ہیں جسے اسلام مسترد کرتا ہے دوسری طرف کمیونسٹ اور سوشلسٹ جمہوریت ہیں جس کی مثال اس کڑوی دوا کی سی ہے جسے میٹھا کہہ کر بچے کو پلاتے ہیں جہاں آمریت واستبداد اپنے عروج پر ہیں جسے دیکھ کر انسان کو فرعون اور قیصرو کسریٰ کی حکومتیں بہتر لگتی ہیں اس کی ایک اور مثال اس میاں بیوی کے جوڑے کی سی ہے جنہیں ایک عرصہ اولاد کی خواہش و ارمان میں گزرنے کے بعد ان کے ہاں ایک بدشکل

بچہ پیدا ہوا تو انھوں نے اس نومولود کا نام یوسف رکھا۔

تیسری جمہوریت جو پہلے ہماری تنظیموں، انجمنوں اور ٹرسٹیوں میں ہوتی تھی جہاں باڈی اور دستور سازی میں لائف ٹرسٹیز اور بعض کے لئے دو ووٹ کا ہونا حقدار سمجھتے تھے، اس قسم کے حقوق دینا جمہوریت کو پیچھے سے ذبح کرنے کی مانند ہے آج کل ہمارے ملک میں بھی ایک ایسی جمہوریت کو وجود میں لانے کی کوششیں ہو رہی ہیں جو جمہوریت کی رو سے متصادم اور اس کے منافی ہیں اس کی کوئی نہ عقلی نہ منطقی دلیل بنتی ہے یہ بھی ایک قسم کی استبداد و آمریت ہے ایسا نظام انتخاب کہیں نافذ ہے تو وہ ہمارے لئے سند نہیں بن سکتے، ہم وہاں بھی اسے آمریت اور استبداد کہیں گے اور وہ جمہوریت جس کو ہمارے ملک میں فروغ دیا جا رہا ہے وہ ٹیکنو کریٹس اور خواتین کیلئے خاص نشستیں مختص کرنا ہے اگر یہ آئین کے دستور میں بھی ہو تب بھی ظلم ہے کیونکہ ظلم کا معنی صرف کسی کا حق چھیننے کو نہیں کہتے بلکہ کسی کو اس کے حق سے زیادہ دینا بھی ظلم ہے جب، عام انتخابات میں ووٹ ڈالے ہیں، امیدوار ہو سکتے ہیں، اور شرکت کرتے ہیں اب دوبارہ ان کو ایک نئے طریقے سے کم ووٹ دے کر انہیں نشست دینا ایک ظلم ہے۔

نظام علمانی

دور حاضر میں فروغ علوم و معارف اور تحقیقات اور ریسرچ گاہوں میں اضافہ کے باوجود ابھی تک ایک موضوع مسلسل نظرانداز رہا ہے۔ اسکے بارے میں آج تک کسی سکول و کالج یا یونیورسٹی میں بات نہیں ہوئی ہے۔ وہ موضوع ھدف و غایت خلقت انسان ہے۔ خداوند متعال کی لا رطب و یابس والی کتاب میں مسلسل اس موضوع کے بارے میں آیا ہے۔ بہت سے مسلمان حلیہ دینی رکھنے والے، قرآن کی مسلسل تلاوت کرنے والے، قاری و حفاظ کرام، دعاوں کے ورد کرنے والے، صحیفہ سجادیہ و دعائے کمیل کی الحان سے تلاوت کر کے لوگوں کو رلانے والے، خدمت دین کے نام سے بیت المال سے کثیر رقم کھانے والے۔ دور جاہلیت جیسی بت پرستی نہیں کرتے، گاؤ پرستی نہیں کرتے لیکن انسان پرستی ضرور کرتے ہیں۔ یہ ایک طرف خود کو مسجود ملائکہ کہتے ہیں اور دوسری طرف خدا کو چھوڑ کر ملت کا راگ الاپتے ہیں۔ ملت کے مفاد کو دین و مذہب پر مقدم سمجھتے ہیں۔ دین کو جو مرضی حالات پیش آئیں انھیں کچھ نہیں ہوتا انکی نظر میں بس ملت کو کچھ نہیں ہونا چاہیے۔ حسرت و افسوس کا مقام ہے اس ملک کے بعض علماء دعویدار وارث انبیاء جانشین پیغمبر، نعرہ رسالت اور نعرہ حیدری کے فلک شگاف نعرہ لگانے والے، محفل شبینہ میں پوری پوری رات قرآن کی تلاوت کرنے والے، اس ملک میں لادین اور سیکولرزم کی بنیادوں کو مستحکم کرنے کی خاطر اس ملک میں اپنے فرقے کی معمولی باتوں کو مقدم رکھتے ہوئے مسلمانوں کی صفوں میں اتحاد و یکجہتی کی جگہ نفرت و عدوات کے بیج بو رہے ہیں۔ اور بعض ایسے ہیں جنھوں نے نہ دین کو سمجھا اور نہ سیکولرزم کو، دونوں کو نہ سمجھنے کے باوجود یہ اطمینان سے کہتے ہیں کہ ہمارے ملک میں ہماری ملت کیلئے سیکولر حکومت اچھی ہے۔ جسکی وجہ سے آج ہم یہ حالات

دیکھ رہے ہیں۔ سیکولرزم نے اپنے قدم جمانے کے بعد دوسرے مرحلہ میں دین کو کنارے لگایا۔

نظام علمانی وہ نظام ہے جس میں نظام اور حکمران دونوں کی سند عقل و منطق کی بجائے نظریہ ضرورت پر قائم ہے۔ لیکن یہ ضرورت کسی عام انسان اور کسی علاقہ یا خطے کیلئے نہیں بلکہ ایک گروہ کیلئے ہے۔ لہذا وہ اپنے اس نظریہ کیلئے کوئی منطق نہیں رکھتے۔ جس نظام کی بنیاد عقل و منطق پر قائم نہ ہو قرآن نے اسے نظام جاہلیت کہا ہے:

﴿افحکم الجاھلیة یبغون ومن احسن من الله حکماً لقوم یوقنون﴾ ''کیا یہ لوگ جاہلیت کے دستور کے خواہاں ہیں؟ اہل یقین کے لئے اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا کون ہے؟'' (مائدہ/۵۰)

عصر حاضر میں اس نظام کے حامی اسے علمانیت کہتے ہیں۔ لفظ علمیت لغت عرب سے ہے۔ اور لاطینی زبان میں اسے سیکولرزم کہتے ہیں۔ ہمارے خطہ میں بہت سے مسلمان حتی بعض علماء اس نظام کے نہ صرف حامی ہیں بلکہ اس کے داعیوں میں سے ہیں۔ لہذا ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ نظام اسلامی کی ضد میں قائم اس نظام سیکولرزم اور اسکے داعیوں کے چہروں سے پردہ ہٹایا جائے۔ اور ان کی میٹھی زبان کے نیچے دبے ہوئے اصل مفہوم و مقصد کو ضبط تحریر میں لایا جائے تاکہ مسلمانوں اور بعض داعیان دین کے ہاتھوں میں قیامت کے دن اس فعل کی سند میں حجت نہ رہے۔

سیکولرزم لاطینی کلمہ ہے۔ مغرب میں یہ کلمہ مختلف معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ عربی مترجمین نے ایک غیر معمولی اور خلاف قوائد لغت عربیہ سے (عربی زبان میں) اس کا ترجمہ ''علمانیہ'' کیا ہے۔ اس ترجمہ کی توجیہ بیان کرتے ہوئے مفکرین اسلام فرماتے ہیں کہ یہ ترجمہ اس

لئے کیا گیا ہے تاکہ اس لفظ کے اصل مفہوم کا اسلامی احساسات وجذبات سے تصادم وٹکراؤ نہ ہو۔اس کلمہ کی اپنی ساخت کے حوالہ سے اس کی مختلف توجیہات کی گئیں ہیں تاکہ اس کے معنی ومفہوم کے بارے میں گفتگو کا محور صرف درسگاہوں اور اکیڈمیوں تک محدود رہے اور عام انسان اسکی حقیقت سے ناآشنا ونابلد رہے۔

مفکرین اسلام کہتے ہیں کہ عربی میں ایسا کوئی لفظ نہیں جو سیکولرزم کے مفہوم ومعنی کو ادا کرسکے۔اسکی وجہ یہ ہے کہ الفاظ ہمیشہ ضرورت اور وجود خارجی میں موجود حقائق کیلئے وضع ہوتے ہیں۔سیکولرزم جو کہ لاطینی زبان کا کلمہ ہے اس کے وہ اصل معنی جو اہل مغرب کے تصور میں ہیں، عربی اور اسلامی ذھنیت سے متصادم ہیں۔ہمارے یہاں لفظ سیکولرزم زوال خلافت عثمانیہ اور صلیبی جنگوں کے بعد اس وقت آیا جب مغرب سے مسیحی تبشیری جماعتوں کا مختلف اسلامی ممالک میں تعلیمی، سیاسی اور فلاح وبہبود کے بہانوں سے آنے کا سلسلہ شروع ہوا۔علاوہ ازیں سرزمین مشرق اور اسلامی ممالک سے تعلق رکھنے والے افراد کو اسکالرشپ کا لالچ دے کر تعلیم کے بہانے مغربی ممالک میں بلاکر ان کے ذہنوں کو آلودہ کیا گیا اور واپسی پر یہ لوگ اس لفظ کو بطور تحفہ ہمارے خطہ میں اپنے ساتھ لے کر آئے۔

لفظ سیکولرزم یہاں کے لوگوں کے لئے ایک نیا کلمہ تھا۔لہذا اس میں موجود کفر والحاد کے مذموم عزائم کو پوشیدہ رکھنے کی خاطر ترجمہ کرتے وقت عربی ادب کے مسلمہ اصولوں کے خلاف اسے علمانیہ کا نام دیا۔اور اسکی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ علمانیہ عالم سے بنا ہے اور اس سے مراد عالمی ہے۔کبھی اس کی تفسیر میں کہنے لگے کہ یہ علم سے ہے جسکا مطلب ہے اپنی فکر میں محسوسات اور قابل تجربہ چیزوں پر زیادہ بھروسہ کرنا۔

اس طرح انہوں نے اس کلمہ کے اندر موجود مذموم عزائم کو لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ

رکھنے کیلئے اسکی توضیح وتفسیر علم کے نام سے کی۔ اس کیلئے انہوں نے مواقع اور محل بھی تلاش کئے۔ ابتدائی مراحلل میں انھوں نے اس کی توضیح وتفسیر زیادہ تر درسگاہوں اور علمی حلقوں تک محدود رکھی اور انھیں مطمئن کرنے کی کوشش کی۔ ان حلقوں کے سامنے انہوں نے سیکولرزم کی تفسیر کچھ اس طرح کی کہ ہر وہ چیز جو تجربہ سے باہر ہو اور ماورائے مادہ ہو، اس پر اعتماد کرنا اور اس کا اعتراف کرنا وہمیات اور خرافات میں شمار ہوتا ہے چاہے وہ دینی عقائد ہوں یا اجتماعی وسیاسی مسائل۔ ان چیزوں کا معتقد ہونا، اوران کا اعتراف کرنا علمی حوالہ سے گمراہ کن ہے۔ یہ سب علم کے منافی ہے کیونکہ یہ چیزیں علمی اور منطقی ذرائع سے ثابت نہیں کی جاسکتیں۔ لہذا ہمیں صرف ان چیزوں کو تسلیم کرنا چاہیے جو ہمارے محسوسات اور تجربہ میں آسکیں۔ علمی اور فکری دائرہ کو محسوسات وتجربات میں محدود رکھنے کی تعلیم وتربیت دینے کے بعد انہوں نے اپنے اگلے نصاب اور اس کے پس پردہ عزائم کو یکے بعد دیگرے فاش کرنا شروع کیا جو کچھ اس طرح ہیں:

۱۔ سیکولرزم کسی چیز کو مقدس نہیں سمجھتا۔

۲۔ وہ جسم ومادہ سے ہٹ کر روح کا معتقد نہیں۔

۳۔ سیکولرزم کے حامی اپنے بنیاد کو عقلی گردانتے ہیں۔

(کہتے ہیں کہ جس چیز کی سند عقل سے نہ ملتی ہو اسے تسلیم نہیں کرتے۔ درحقیقت اس سے ان کا مقصد وحی کو مسترد کرنا ہے)

۴۔ سیکولرزم یعنی علم دوستی، علم پرستی۔

۵۔ سیکولرزم یعنی جدت پسندی، ماڈرنزم (MODERNISM)

۶۔ سیکولرزم عواطف، احساسات اور جذبات کی قدردانی نہیں کرتا بلکہ ان کی طرف

دعوت دینے کو وہمیات اور خرافات گردانتا ہے اوران سے آزادی کی دعوت دیتا ہے

۷۔ سیکولرزم دین وآخرت دونوں کو نہیں مانتا بلکہ اسکے نزدیک سب کچھ صرف دنیا ہے۔

۸۔ سیکولرزم دین کا متبادل ہے۔

۹۔ سیکولرزم کے نزدیک کائنات بذات خود ایک مستقل چیز ہے۔تغیر خود اس کے اندر سے ہوتا ہے وہ کسی بیرونی طاقت سے متاثر ہو کر نہیں بنی ہے۔

۱۰۔ سیکولرزم کے نزدیک طبیعت اور اجتماع کبھی ختم نہ ہونے والی حرکت اور تغیر پر استوار ہے۔

۱۱۔ سیکولرزم کے نزدیک انسان ہمیشہ ترقی اور ارتقاء کی منازل طے کر رہا ہے۔اسکی انتہا کا کوئی پتہ نہیں۔

سیکولرزم کی یہ تمام توضیحات وتفاسیر، یکے بعد دیگے انکی زبان وعمل سے فاش ہونے کے بعد ثابت ہوا ہے کہ سیکولرزم کے صحیح اور حقیقی معنی مادہ کا ایک تصور ومفہوم ہے۔سیکولرزم درحقیقت دینداروں اور ایمان بالغیب رکھنے والوں کو خدا، وحی اور آخرت سے جان چھڑانے یا آزاد ہونے کی دعوت دینے کا نام ہے۔

مغرب اور یورپ میں اس نظریہ کو اچھی خاصی قبولیت اور پذیرائی حاصل ہوئی ہے۔انہوں نے اس نظریہ کو بہت جلد قبول کیا جسکی بنیادی وجہ قرون وسطی میں کلیسا کا آمرانہ رویہ اور مسیحی علماء اور دینی حلقوں کی دین ومذہب کی من مانی تفسیر تھی۔ یورپ میں صنعتی انقلاب کے ساتھ ہی زندگی کے ہر شعبہ میں ترقی کے دروازے کھل گئے۔سائنس کی تمام شاخوں مثلاً فزکس، کیمیا، حیاتیات اور فلکیات وغیرہ میں ہونے والی تحقیقات سے جو نئے نئے انکشافات ہوئے وہ عینی بنیادوں پر استوار تھے۔ان حقائق کے عیاں ہونے کے بعد انکے

مذہبی اعتقادات مثلاً روح، عاطفہ، مبداء و معاد پر ایمان، کلیسا اور علماء کی اندھی تقلید و اطاعت سب کے سب متزلزل ہو گئے۔ ان باتوں کی صحت کے بارے میں لوگوں کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا ہو گئے۔ اس ذہنی و فکری دگرگونی اور اضطراب کے عالم میں سیکولرزم کی اس صدا کو فروغ پانے کا موقع ملا۔ لیکن کلیسا اور یورپ جو بنیادی طور پر ایک نا قابل انکار حقیقت یعنی ایمان بہ خدا اور آخرت کے داعی تھے اس سے انکار نہ کر سکے۔ لہذا داعیان سیکولرزم اور سربرآوردگان کلیسا کے درمیان معاہدہ طے پایا جسکے تحت مجموعہ دین و دنیا اس طرح تقسیم ہو گئے جیسے ایک ملک تقسیم ہوتا ہے، جیسے جرمنی، مغرب و مشرق میں تقسیم ہوا یا ہندوستان، پاکستان اور بھارت میں تقسیم ہوا۔ اس معائدہ کے مطابق طے پایا کہ امور دین اور خدا سے متعلق چیزیں کلیسا کے ہاتھ میں اور امور دنیا، نظام اجتماع و سیاسی بادشاہوں کے ہاتھ میں ہونگے۔ وہاں یہ تقسیم کامیاب رہی کیونکہ کلیسا اور یورپ درحقیقت انزوا میں (پس پردہ) چلے گئے۔

سیکولرزم درحقیقت یورپ میں کلیسا کی مذہبی آمریت و ڈکٹیٹر شپ اور اس کے غیر واضح مذہبی تصورات اور غیر معقول عقائد کا ردعمل ہے۔ اور اسی کے نتیجہ میں صیہونزم کو ظہور اور نمو پانے کا موقع ملا اور اسکے لئے مساعد حالات پیدا ہوئے۔

تلموت اور پروٹوکول سے پتہ چلتا ہے کہ جب یہودیوں نے یہ جان لیا کہ دنیا کو دین یہود کی طرف دعوت دینا ناممکن ہے تو انہوں نے سب کو لادین بنانے کی مہم شروع کی۔ لہذا سیکولرزم کی یہ تفسیر کہ اسکا مطلب دین و مذہب میں آزادی ہے بلکل غلط ہے کیونکہ سیکولرزم کے معنی لادینیت بلکہ دین کے ساتھ جنگ ہے۔ دین کے ساتھ مقابلہ ہے۔ وہ یہ مقابلہ کبھی دو بدو آکر کرتے ہیں اور کبھی پس پشت مکر و فریب کے ذریعہ شیطانی ہتھکنڈے استعمال

کرتے ہیں۔ کبھی قومیت کو مقدس بنانے کیلئے قوم پرستی کو بنیاد بناتے ہیں تو کبھی آزادی صحافت و بیان کے نام سے ثقافتی یلغار کرتے ہیں۔ کبھی مذہبی نیشنلزم کو اکسا کر اور مذہب کو اندرون خانہ محبوس کر کے آپس میں لوگوں کو لڑاتے ہیں۔

سیکولرزم ضد دین ہے جس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ گزشتہ چند سالوں میں سیکولرزم کے داعی بڑے بڑے ملکوں میں سیاسی، اجتماعی اور علمی اجتماعات میں مذہبی حلقوں پر مختلف پابندیاں عائد کی گئی ہیں۔ دور کیوں جائیں خود ہمارے ملک میں دین و مذہب کے نام پر قائم اسکولوں تک میں انکے کارندے مذہب سے نفرت پیدا کرنے اور مذہبی فرائض و آداب پر اسکول کے اندر پابندیاں عائد کرنے کی مہم چلاتے نظر آتے ہیں۔

الغرض یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ سیکولرزم میں دینی آزادی نہیں نہ ہی یہ دین و سیاست میں جدائی کا نام ہے بلکہ اگر انکا بس چلے تو انکا مقصد دین کو دفنا دینا ہے۔

اسلامی ملکوں میں داعیاں سیکولرزم کی کامیابی اور ناکامی کا موازنہ

مغرب میں داعیان سیکولرزم اور ارباب کلیسا کے ساتھ آپس میں ایک دوسرے کے معاملات میں عدم مداخلت پر معاہدہ طے پا جانے کے بعد انکی توجہ سرزمین مشرق میں امت اسلامی کی طرف مبذول ہوگئی۔ ان ممالک میں سیکولرزم پھیلانے اور اسکی دعوت دینے کیلئے انہوں نے مختلف پلیٹ فارم استعمال کئے۔ مختلف پراجیکٹوں کی آڑ میں کبھی صحت اور سیر و سیاحت کے بہانے تو کبھی عوام کی فلاح و بہبود کے نام سے ان کی تبشیری جماعتیں اپنا کام کرتی رہی ہیں۔ الغرض اپنے مقصد کیلئے مختلف عنوانات سے یہ لوگ جب ہمارے حلقے میں وارد ہوئے تو انھیں بہت کامیابیاں حاصل ہوئیں۔ جنھیں درج ذیل چند نکات میں سمیٹ کر بیان کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ خلافت اسلامیہ کہ جو انتہائی نازک حالات میں برائے نام ہی سہی جب تک موجود تھی، دینی حلقے دشمنان اسلام کے مقابلے میں اسکو بھی غنیمت سمجھتے تھے۔ اس کا یکسر خاتمہ ہوا یہ انکی پہلی کامیابی تھی۔

۲۔ وسیع و عریض اسلامی مملکت میں مختلف قومیتوں کے نعرے بلند کر کے اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ عرب وغیرہ کے مسئلہ کو ہوا دی، فرقے در فرقے کو فروغ دیا حتی خود فرقوں کے اندر نژادی تعصبات کی شکل اختیار کر گیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کسی کلمہ وحدت پر متحد و متفق کرنے کے تمام امکانات ہی ختم ہو کر رہ گئے۔ ہوتے ہوتے بات یہاں تک پہنچی کہ آج ایک ہی فرقے کے دینی حلقے حتی کہ علماء تک مذہبی نیشنلزم کے اس کینسر میں مبتلا نظر آتے ہیں۔

۳۔ اس سرزمین مشرق میں بڑے بڑے، عظیم، نامور اور علوم وفنون کے جامع نابغہ روزگار فلسفی اور مجتہدین گزرے ہیں۔ یہ حضرات بیک وقت علم فقہ، حدیث، تفسیر، ریاضی طبیعات، فلسفہ سب پڑھتے تھے۔ ان میں بعض ایسی شخصیات بھی گزری ہیں جو ان تمام مضامین کے ماہر مانے جاتے ہیں۔ مثلا ارسطو، فارابی، ابن سینا، شیخ نصیر الدین طوسی، ابن خلدون، شیخ بہائی وغیرہ۔ ان حضرات کو معلمین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ لیکن انکے دور میں ایسی کوئی تخصیص نظر نہیں آتی کہ یہ مدرسہ دنیوی علوم کیلئے ہے اور یہ دینی علوم کیلئے بلکہ ان تمام علوم کی تعلیم ایک ہی جگہ دی جاتی تھی۔

لیکن مغرب والے سیکولرزم لے کر ہمارے خطے میں داخل ہوئے تو پہلے ہی مرحلہ میں انہوں نے درس گاہوں کی دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ دینی درس گاہیں الگ ہو گئیں اور دنیاوی درس گاہیں الگ۔ اس وقت کے علماء و مجتہدین نے اس تقسیم بندی اور ان

کے داعیوں کے ناپاک عزائم پر اپنے خدشات کا اظہار کرتے ہوئے بھرپور احتجاج کیا اور حتی المقدور مزاحمت بھی کی۔ لیکن یہ مزاحمت موثر ثابت نہ ہو سکی اور دشمن اپنے مشن میں کامیاب ہو گیا۔ مدارس کی تقسیم بندی میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد اپنے مشن کی تکمیل کے لئے انہوں نے ایک قدم اور آگے بڑھایا۔ اب انہوں نے یہاں کے قابل اور لائق افراد کو علم دوستی اور معاونت کے نام سے اسکالرشپ دیکر اپنے پاس بلانا شروع کیا انکے لئے اعلی تعلیم وتربیت کے مواقع فراہم کئے اور اس دوران ان افراد کی ایسی دماغ شوئی (Brain Washing) کی کہ یہ افراد واپس آنے کے بعد اپنے مغربی مربیوں سے بڑھ کر مذہب دشمنی کا ثبوت دینے لگے۔

ایک اور قابل غور مسئلہ یہ ہے جہاں دینی درس گاہوں کو نفرت وحقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اور کہتے تھے کہ یہاں فرسودہ فکر کو فروغ دیا جاتا ہے اور آج بھی صورت حال یہی ہے کہ لیکن مروجہ مدارس کے نصاب کو بھی انھی درسگاہوں میں شامل کرنے کی کوشش کی جارہی ہے کہتے ہیں کہ ان درسگاہوں میں دین ہے۔ یہاں مروجہ تعلیم نہیں ہے اسے بھی اس میں شامل کرنے کی ضرورت ہے اور جو مغربی مشنریوں اور ان سے منسلک اداروں کے مخصوص سرمایوں سے پورا کرنے کی بات کر رہے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ جن کو دین سے نفرت ہے انہی کے زیرنگرانی میں چلائیں لہٰذا ہمیں اس حقیقت کو تسلیم کر لینے میں کوئی عار نہیں ہے کہ اس سلسلہ میں دشمن کو ابتک کافی کامیابی حاصل ہو چکی ہے۔

۴۔ ایسا لگتا ہے کہ اس سلسلے مین سب زیادہ کامیابی سیاست کے حوالہ سے ہوئی ہے۔ آج یہ حال ہے کہ لوگوں کی نظروں میں دین ومذہب کی کتنی ہی قدر وقیمت کیوں نہ ہو وہ

دین کی حقانیت پر یقین محکم ہی کیوں نہ رکھتے ہوں لیکن اس کے باوجود یہ کہتے نظر آئیں گے کہ کرسی اقتدار پر قابض رہنے والے کو مذہب سے آزاد ہونا چاہیے۔ لوگوں کی سوچ کچھ ایسی ہوگئی ہے کہ وہ نہ صرف یہ کہ اس ملک میں غیر مسلموں کے لیے مکمل تحفظ فراہم کرنے کا اعلان کرنے والوں کو بلکہ مسلمانوں پر انکو فوقیت دینے اور ترجیح دینے والوں کو بھی کرسی اقتدار کے لئے لائق و سزاوار سمجھتے ہیں۔ یہاں کرسی اقتدار پر رہنے کیلئے نہ مذہب شناسی شرط ہے، نہ مذہب پر عمل اور نہ ہی یہاں کی ثقافت اور آداب کا پاس رکھنا ضروری ہے بلکہ اس کیلئے ضروری شرط یہ ہے کہ وہ مغرب کی لا دینی زبان جانتا ہو اور اس کی سیاسی زبان بولتا ہو۔ اس کے برخلاف چین جو اس وقت ایک سپر طاقت بن کر ابھر رہا ہے، جاپان جو ٹیکنالوجی کے اعتبار سے ایک انتہائی ترقی یافتہ ملک ہے، جرمنی و فرانس جو یورپی وحدت کے عضو ہیں نہ صرف اپنے ممالک میں بلکہ بین الاقوامی اجتماعات میں بھی اپنی ہی زبان استعمال کرتے ہیں، جبکہ احساس کمتری کے شکار ہمارے حکمرانوں کے خیال میں انگریزی ہی میں گفتگو کرنا ضروری ہے۔

۵۔ سیاسی اقتدار پر آنے والوں کیلئے تنہا سیکولرزم کا اعلان ہی کافی نہیں رہا بلکہ یہ بھی ایک فیشن بن گیا ہے کہ جہاں تک ہوسکے مختلف انداز اور مختلف طریقوں سے دین کا مذاق اڑایا جائے۔ وہ کبھی اسکو فرسودہ نظام کہیں گے، کبھی اسکے حدود و قیود کو معطل رکھنے کیلئے طنزیہ انداز میں ان حدود و قیود کے نفاذ سے پہلے اسکے تقاضوں کو پورا کرنے کی دعوت دیتے نظر آئیں گے اور کبھی ازدواجی زندگی بہتر بنانے کے بہانے جنسی فسادی اجتماعات کی پشت پناہی کرتے دکھائی دیں گے۔ صد افسوس کہ خود مسلمان ان

خصوصیات کے حامل افراد کو ملک کا بہترین اور لائق سیاست مدار گردانتے ہیں۔

داعیان سیکولرزم کی ناکامیوں کا جائزہ

چونکہ مغرب میں خدا، انبیاء اور آخرت کا تصور خاصہ غیر معقول اور غیر واضح ہے۔ اس بناء پر داعیان سیکولرزم کو وہاں لوگوں کو جلد بے دین کرنے میں کامیابی ہوگئی۔ اس کے برعکس ہمارے خطے میں تمام اصول وفروع، توحید، نبوت، اور معاد وغیرہ فطرت اور عقل کی محکم بنیادوں سے ہم آہنگ ہیں۔ اس لئے وہ یہاں کے لوگوں کے عقائد کو ابھی تک متزلزل نہیں کر سکے ہیں اور نہ ہی انکو اسلام سے باہر نکال سکنے کی مزموم کوشش میں کامیاب ہو سکے ہیں۔ آج مغرب میں گرجا گھر (چرچ) خالی پڑے ہیں انکی عمارتیں فروخت ہو رہی ہیں بلکہ بعض تو مسلمانوں کی عبادت گاہوں میں تبدیل ہو چکی ہیں جبکہ اسلامی مساجد حسب سابق الحمدللہ معمور وآباد ہیں۔

۱۔ مسلمانوں میں سب سے پہلا ملک ترکی ہے جس نے سیکولرزم کو اپنایا ہے اسکے باوجود اہل ترکی کی خاصی بڑی تعداد ہر سال حج کی سعادت حاصل کرنے کے لئے حجاز مقدس آتی ہے بلکہ سال بہ سال اس میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ اسی طرح دوسرے مسلمان ممالک میں جمعہ و جماعت، رمضان کی اجتماعی عبادتوں اور حج خانہ خدا کو فروغ مل رہا ہے اگر حکومتوں کی طرف سے حاجیوں کی تعداد پر پابندی نہ ہوتی تو دنیا دیکھتی کہ کس طرح خانہ کعبہ میں مسلمانوں کا ہجوم ہوتا ہے۔

یہ عناصر مسلمانوں کے ذہن سے مذہبی رجحان کو نکالنے میں ابتک کامیاب نہیں ہو سکے ہیں۔ اس کی ایک دلیل یہ ہے کہ اپنی کرسی کی خاطر اسلام کا مذاق اڑانے والے حکمران وقتا فوقتا اسی کرسی کو بچانے کیلئے پیروں فقیروں کے آستانوں پر حاضری

دیتے اور بزرگان دین کی قبروں پر چادر چڑھاتے نظر آتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ شاید اس طرح یہ ہستیاں انکو تحفظ فراہم کریں گی اور انکے اقتدار کو بچالیں گی۔ یہ اور بات ہے کہ یہ سب کچھ انکی خام خیالی کے سوا کچھ نہیں۔

۲۔ یہی حکمران جب مغربی میڈیا پر آتے ہیں یا اپنی پارلیمانی نشستوں پر بیٹھتے ہیں تو یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ سیکولرزم کے داعی ہیں چنانچہ اسی کی تبلیغ کرتے ہیں۔ لیکن عوامی اجتماعات میں یہ لوگ یہ کہنے پر مجبور ہوتے ہیں کہ اسلام میں حکومت اللہ کی ہے، بندے اسکی نیابت میں حکومت کرتے ہیں حالانکہ یہ جملہ سیکولر نظریہ کے بالکل خلاف ہے۔

۳۔ خلافت اسلامی کے زوال اور مغرب کی طاقت اور ثقافتی یلغار کے عزائم سے آشنا ہونے کے بعد اسلامی نشاۃ ثانیہ کی فکر، جسے دشمن نے سمجھا تھا کہ دبا دیا ہے پھر سے ابھر کر سامنے آ رہی ہے۔

۴۔ ہمارے ایک پڑوسی اسلامی ملک میں الحمد اللہ بیس سال کے طویل عرصہ سے مسلسل اسلامی حکومت قائم ہے جو مغرب والوں کی نظروں میں کانٹا بن کر کھٹک رہی ہے اور حیرت کا سبب بنی ہوئی ہے۔

۵۔ امریکہ، برطانیہ اور ان کے حلیفوں کے کرتوتوں کے باعث مسلمانوں کے دلوں میں انکے خلاف موجود نفرت میں آئے دن اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ مسلمان حکمرانوں اور ان استعماری طاقتوں کے درمیان مخالفت دیکھ کر لوگ خوشی محسوس کرتے ہیں لیکن جن حکمرانوں کا انکی طرف جھکاؤ دیکھتے ہیں تو ان کے بارے میں شکوک وشبہات میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ یہ سب باتیں اسلامی خطوں میں سیکولرزم کی ناکامی کی علامت

ہیں۔

لہٰذا ملک کے سیاستمداراوراجتمائی، مذہبی اور مقتدرحلقوں پر ہم یہ بات واضح کردینا چاہتے ہیں کہ نیشنلزم کی لعنت، فرقہ واریت کا عذاب اور دشمنوں کے ناپاک عزائم سے نجات، نیز ملک میں خوشحالی، اقتدار کی بقاء اور پاکستان کی سالمیت کا انحصار سیکولرزم کی چھٹی اوراسلام کے نفاذ میں ہے۔

ان سے روابط رکھنے کے بارے میں قرآن کریم کی آیت ملاحظہ کریں۔

"آپ کبھی ایسے افرادنہیں پائیں گے جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھنے والے (بھی) ہوں لیکن اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں سے محبت رکھتے ہوں خواہ وہ ان کے باپ یاان کے بیٹے یاان کے بھائی یاان کے خاندان والے ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان کو ثبت کردیا ہےاوراس نے اپنی طرف سے ایک روح سے ان کی تائید کی ہے اور وہ انہیں ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں لگے۔ اللہ ان سے راضی ہےاور یہ اللہ سے راضی ہیں۔ یہی لوگ اللہ کی جماعت والے ہیں۔ آگاہ رہو اللہ کی جماعت والے ہی یقیناً کامیاب ہونے والے ہیں" (مجادلہ/۲۲) "اور جنہوں نے ظلم کیا ہے ان پر تکیہ نہ کرنا ورنہ تمہیں جہنم کی آگ چھولے گی اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی سرپرست نہ ہوگا پھر تمہاری کوئی مدد بھی نہیں کی جائے گی" (ہود/۱۱۳) "اور گناہ وتعددی پر آپس میں تعاون نہ کرنا اور اللہ سے ڈرتے رہنا کہ اسکا عذاب بہت سخت ہے" (مائدہ/۲)

اسکے ساتھ ساتھ پیغمبر و آئمہ کی سیرت اور فقہا عظام کے فتویٰ کو بھی مدنظر رکھنا چاہیے۔ اس سلسلہ میں ایک بحث ہماری کتاب افق گفتگو میں بنام آئمہ معصومینؑ، فقہاء و مجتہدین شیعہ ہمیشہ مدافع اسلام اور داعی وحدت رہے ہیں موجود ہے۔ انھوں نے جب اسلام کو دشمنوں کا نشانہ بنتے ہوئے دیکھا تو اپنے مکتب اور نظریات چھوڑ کر اسلام کو بچانے میں سرگرم عمل ہوئے چنانچہ اسکی ایک واضح اور روشن مثال ماضی قریب میں حضرت آیت اللہ العظمیٰ سید محسن الحکیم کا وہ تاریخی فتویٰ ہے جو آپ نے عراق میں لادینی جماعتوں میں رکنیت اختیار کرنے کو حرام قرار دیا۔ اس فتوی کی تائید اس وقت کے تمام فقہاء و مجتہدین نے کی۔ ہمارے ملک میں بھی موجودہ صورت حال کو مدنظر رکھتے ہوئے علماء دین کو اپنے فرقہ یا قوم و ملت کے مسائل سے بالاتر ہو کر اسلام کے تحفظ کی خاطر لادینی جماعتوں کی رکنیت اور ممبر شپ کو ختم کر کے لاتعلق رہنے کا حکم دینا چاہیے۔

قرآن سے پوچھو

ہر چیز کے ہم نے جوڑے بنائے ہیں

نظام زوجیت قرآن وسنت کی روشنی میں

نظام زوجیت قرآن وسنت کی روشنی میں

زوجیت مادۂ زوج سے ہے جیسا کہ کتب منجم ولغات، لسان العرب، قاموس القرآن، آئینۂ اردوادب وغیرہ میں اسے خلاف اور ضدِ فرد قرار دیا ہے زوج یعنی خلافِ فرد، فرد واحد، ایک، طاق، تنہا، اکیلا، یکتا، بے مثل، جفت کی ضد، یگانہ، لاثانی، زوجیت خلاف فرد ہے۔ فرد تنہا، نصف زوج جس کی کوئی نظیر نہ ہو اور فرد کی جمع افراد ہے۔

زوج اور فرد دونوں سے خداوند عالم نے سورہ فجر میں قسم کھائی ہے ﴿و شفع والوتر﴾ شفع زوج ہے وتر فرد ہے۔ فرد دو قسم کے ہیں ایک وہ ہیں جس کے اندر ہزاروں بھی ہیں اگر اس کے ساتھ ایک اور کو ملائیں گے تو وہ زوج بنتا ہے ایک فرد وہ ہے جس کے پاس ایک ساتھ رکھیں تو وہ زوج نہیں بنتا وہ فرد ہی رہتا ہے اگر زوج بنانے کی کوشش کریں تو سورہ انبیاء کی آیت نمبر ۲۲ کے تحت دونوں تباہ ہونگے: ''اگر اس آسمان وزمین میں اللہ کے سوا خدا ہوتا تو دونوں کا نظام درہم برہم ہو جاتا'' یہاں سے پتہ چلے گا کہ وہ پہلے سے فرد نہیں تھے بلکہ وہ زوج تھے۔

فرد

نصف زوج یعنی تنہا بے ھمتا جسکی کوئی نظیر نہ ہو۔ کائنات کے ذرے سے لے کر کہکشاں تک، جمادات، نباتات حیوانات حتی اشرف المخلوقات انسان سب نظام اجتماعیت اور اشتماریت کے محکوم ہیں۔ تنہا ایک ہستی فرد حقیقی کہنے کی مستحق ہے زوجیت اس کیلئے نقص وعیب ہے وہ ذات باری تعالیٰ ہے۔ لہٰذا قرآن کریم میں خدا کی تفرد وفردانیت کو ثابت کرنے کیلئے کبھی ﴿لیس کمثلہ شی﴾ کبھی ﴿لم یلد ولم یولد﴾ اور کبھی ﴿

تعالی عما یسفون﴾ کی تعبیروں سے استدلال کیا گیا ہے۔ ہر لحاظ سے ایک اس میں کسی قسم کی دوئیت نہ ہو بلکہ اس میں محال ہو، ہر لحاظ سے فردیت، لاثانی، بے مثل مختص ذات باری تعالیٰ ہے چنانچہ قرآن کریم کے مندرجہ ذیل آیات میں اس کا ذکر ہے:

﴿قل من رب السمٰوٰت والارض قل الله ﴾ ''ان سے پوچھئے: آسمانوں اور زمین کا پروردگار کون ہے؟ کہہ دیجئے: اللہ ہے'' (رعد/۱۶) ﴿هل من خالق غیر الله یرزقکم من السمآء والارض لآاله الا هو﴾ ''کیا اللہ کے سوا کوئی خالق ہے جو آسمانوں اور زمین میں تمہیں رزق دے؟ اس کے سوا کوئی معبود نہیں'' (فاطر/۳) ﴿ولئن سالتهم من خلق السمٰوٰت والارض لیقولن خلقهن العزیز العلیم﴾ ''اور اگر ان سے پوچھا جائے: آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ تو وہ یہ ضرور کہیں گے: بڑے غالب آنے والے علیم نے انہیں پیدا کیا ہے'' (زخرف/۹) ﴿ولئن سالتهم من خلقهم لیقولن الله﴾ ''اور اگر آپ ان سے پوچھیں: انہیں کس نے خلق کیا ہے؟ تو یہ ضرور کہیں گے: اللہ نے'' (زخرف/۸۷) ﴿ام خلقوا من غیر شیء ام هم الخالقون﴾ ''کیا یہ لوگ بغیر کسی خالق کے پیدا ہوئے ہیں یا خود (اپنے) خالق ہیں؟'' (طور/۳۵) ﴿ء انتم تخلقونهٗ ام نحن الخالقون﴾ ''کیا اس (انسان) کو تم بناتے ہو یا ہم بنانے والے ہیں؟'' (واقعہ/ ۵۹)

﴿فاطر السمٰوٰت والارض جعل لکم من انفسکم ازواجاً ومن الانعام ازواجاً یذرؤکم فیه﴾ ''وہی آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے اسی نے خود تمہاری جنس سے تمہارے لئے ازواج بنائے اور چوپایوں کے بھی

ازواج بنائے اس طرح سے وہ تمہاری افزائش کرتا ہے'' (شوریٰ/۱۱)

زوج

جوڑا، جفت، وہ عدد جو بغیر کسر کے مساوی تقسیم ممکن ہو، وہ عدد جفت اور عدد طاق، جو دو اور تین دونوں پر بٹ سکے جیسے ۶، ۱۲، ۸ اوغیرہ، زوج یعنی ہر وہ دو چیزیں جو ایک دوسرے کے نزدیک ہو، صفت میں یا اس کی ضد و نقیض میں جیسے تار جو مثبت اور منفی سے جڑا ہوا ہو، زوج یعنی ایک دوسرے کے شریک اور معاون ہوں، ہر وہ چیز جو ایک دوسرے کے برابر ہو، زوج یعنی مرکب، زوج یعنی ایک سے زائد، زوج یعنی جوڑا جفت خاوند بیوی، یہ کلمہ قرآن کریم میں خدا کے سوا ہر موجود کے لئے استعمال ہوا ہے ہر چیز میں زوجیت مرکب پائی جاتی ہے ہم یہاں پر قارئین کی خدمت میں اقسام زوجیت بیان کریں گے: جبکہ اس کے ماسوا تمام کائنات ایک ذرے سے لے انسان تک نظام زوجیت سے خارج نہیں ہیں بلکہ فردیت حقیقی جو کمال ذات باری تعالی ہے وہ انسان کیلئے باعث فنا و زوال ہے اور نقص و عیب ہے۔ چنانچہ خداوند متعال نے انسان کی بے بسی بروز قیامت اس طرح ظاہر کی ہے

﴿ونرثه مایقول ویاتینا فردا﴾ ''اور جو کچھ وہ کہتا ہے ہم اس کے ہم وارث ہو جائیں گے اور وہ ہمارے سامنے اکیلا حاضر ہوگا'' (مریم/۸۰) ﴿وکلهم اٰتیه یوم القیمة فردا﴾ ''اور قیامت کے دن ہر ایک کو اس کے سامنے تنہا حاضر ہونا ہے'' (مریم/۹۵) حضرت زکریاؑ نے درگاہ خدا میں دُعا کی: ﴿و زکریا اذنادی ربه رب لاتذرنی فرداً وانت خیر الوٰرثین﴾ ''اور زکریا کو یاد کرو جب انھوں نے اپنے رب کو پکارا کہ پروردگار مجھے اکیلا نہ چھوڑ

دینا‘‘ (انبیاء/۸۹)

زوجیت زوج سے ہے اور زوج فرد کے مقابل ہے۔ کتب لغت جیسے لسان اللسان میں کلمہ زوج کو خلاف فرد قرار دیا ہے۔ فرد یعنی جسکی نظیر نہ ہو بلکہ وہ خود تنہا ہو۔ جبکہ زوج کیلئے مندرجہ ذیل مصادیق اور معنی بیان کئے گئے ہیں۔

﴿سبحٰن الذی خلق الازواج کلھا﴾ ’’پاک ہے وہ ذات جس نے تمام جوڑے بنائے‘‘ (یٰسین ۳۶)

کتب لغت میں کلمہ زوج کے معانی اور مصادیق بیان کرنے کے بعد اب ہم آپ کے خدمت میں زوجیت کی وسعت اور دائرے کے مصادیق بھی بیان کریں گے تاکہ یہ وہم ذہن سے نکل جائے کہ یہ لفظ صرف انسانوں میں' میاں بیوی کے لئے مختص نہیں ہے بلکہ کائنات کی ہر شئے' جمادات، نباتات، حیوان اور انسان سب میں زوجیت پائی جاتی ہے اور کوئی چیز زوجیت سے خالی نہیں بلکہ اس سے بھی آگے نظامِ اجتماعیات اور نظامِ سماجیات میں بھی یہ کلمہ استعمال ہوتا ہے۔

تکوینیات میں زوجیت

زوج یعنی مرکب، کائنات میں تمام اشیاء مرکب ہیں چاہے یہ مادہ وصورت سے ہو یا جوہر وعرض کے لحاظ سے کوئی بھی چیز اس ترکیب سے خالی نہیں ہے۔ ترکیب کیلئے ضروری ہے کوئی صانع ہو جو فرد ہو۔ چنانچہ سورہ ذاریات آیت ۴۹ میں ہے ’’اور ہر چیز کے ہم نے بنائے ہیں شاید کہ تم نصیحت حاصل کرو‘‘ یعنی ہر چیز جو اس کائنات میں ہے اس کی ضد ہے مثال ہے ترکیب اسکے لئے ناگزیر ہے۔

۱۔ جمادات: یعنی ایک اثر دینے والا ہے اور دوسرا اثر پذیر ہے۔

﴿ومن کل شیءٍ خلقنازوجین لعلکم تذکرون﴾ ''اور ہر چیز کے ہم نے جوڑے بنائے ہیں شاید تم نصیحت حاصل کرو'' (ذاریات/۴۹) ﴿وربت وانبتت من کل زوجٍ بھیج﴾ ''یہ جنبش میں آجاتی ہے اور ابھرنے لگتی ہے اور مختلف اقسام کی پر رونق چیزیں اگاتی ہے'' (حج/۵) ﴿وانزلنامن السمآء مآءً فانبتنافیہامن کل زوجٍ بھیجٍ کریمٍ﴾ ''اور ہم نے آسمان سے پانی برسایا پھر ہم نے اس میں ہر قسم کے نفیس جوڑے اگائے'' (لقمان/۱۰) ﴿ومن کل شیءٍ خلقنازوجین﴾ ''اور ہر شے میں سے ہم نے جوڑا بنایا'' (ذاریات/۴۹) ﴿وانہ خلق الزوجین الذکروالانثیٰ﴾ ''اور یہ کہ وہی نر اور مادہ کا جوڑا پیدا کیا'' (نجم/۴۵) ﴿سبحٰن الذی خلق الازواج کلھامماتنبت الارض﴾ ''پاک ہے وہ ذات جس نے جملہ اقسام کے جوڑے پیدا کئے خواہ وہ زمین کی نباتات میں سے ہوں یا خود ان کی اپنی جنس (یعنی نوع انسانی) میں سے'' (یٰسین/۳۶) ﴿واٰخرمن شکلہٖ ازواج﴾ ''اور اس قسم کی مزید بہت سی چیزوں کا'' (صٓ /۵۸)

نباتات میں زوجیت

﴿فاخرجنابہٖ ازواجًامن نباتٍ شتیٰ﴾ ''پھر اس سے ہم نے مختلف نباتات کے جوڑے اگائے'' (طٰہٰ ۵۳) ﴿فاخرنابہٖ ازواجًامن نباتٍ شتیٰ﴾ ''ہم نے مختلف قسم کے نباتات کا جوڑا پیدا کیا'' (طٰہٰ/۵۳) ﴿فیھما من کل فاکھۃٍ زوجٰن﴾ ''ان دونوں میں موجود ہر میوے کی دو دو قسمیں ہیں'' (رحمٰن/۵۲) ﴿ومن کل الثمرٰت جعل فیھازوجین

اثنین ﴾ ''اور ہر طرح کے پھلوں کے دو جوڑے بنائے'' (رعد/۳)

زوجیت یعنی ایک سے زائد ہو

﴿وکنتم ازواجاً ثلثۃ ﴾ ''اور تم تین گروہ ہو جاؤ گے'' (واقعہ/۷)

﴿واذالنفوس زوجت ﴾ ''جب روحوں کو جسموں سے جوڑ دیا جائے گا'' (تکویر/۷) ﴿ثمنیۃ ازواج ﴾ ''آٹھ قسم کے جوڑے ہیں'' (انعام/۱۴۴)

﴿وانزل لکم من انعام ثمنیۃ ازواج ﴾ ''اور تمھارے لئے آٹھ قسم کے چوپائے نازل کئے'' (زمر/۶)

حیوانات

﴿وانزل لکم من انعام ثمنیۃ ازواج ﴾ ''اور اسی نے تمہارے لئے چوپاؤں میں سے آٹھ جوڑے بنائے'' (زمر/۶)

انسان

انسان میں اقسام زوجیت:

﴿واللہ جعل لکم من انفسکم ازواجاً وجعل لکم من ازواجکم بنین وحفدۃ ورزقکم من الطیبٰت ﴾ ''اور اللہ نے تمہارے لئے تمہاری جنس سے بیویاں بنائیں اور اس نے تمہاری ان بیویوں سے تمہیں بیٹے اور پوتے عطا کیے اور تمہیں پاکیزہ چیزیں عنایت کیں'' (نحل/۷۲)

فرد واحد کے اندر زوجیت کے نمونے:

دو آنکھ، (دو ہاتھ، دو پاؤں)

﴿فاغسلو وجوھکم وایدیکم الی المرافق وامسحو برئوسکم

وارجلکم الی الکعبین ﴾ اپنے چہروں اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھو لیا کرو نیز اپنے سروں کا اور ٹخنوں تک پاؤں کا مسح کرو۔ (مائدہ/۲)

اسی طرح ایک انسان کے اندر دو پھیپھڑے، دو گردے، ہاتھ کی دس انگلیاں، پاؤں کی دس انگلیاں۔

انسانی صفات میں زوجیت

☆ علم وجہل: یعنی انسان کے اندر علم بھی ہے اور جہل بھی، ان کا آپس میں کوئی توازن نہیں ہے۔

☆ غصہ اور خوشی

☆ غضب ورحمت

☆ شقاوت وسعادت ☆ نفرت ومحبت

☆ شجاعت وجبانت (بزدلی)

زوجیتِ متعارف: یعنی انسان کا دوسرے انسان سے جوڑ۔ اس زوجیت میں چند صفات وحقائق اور حکمتیں پوشیدہ ہیں:

☆ ایک دوسرے کے لئے سکون واطمینان کا باعث ہیں:

﴿وجعل سکن لا﴾ ﴿وقلنا یادم اسکن انت وزوجک الجنة وکلا منها رغدا حیث شئتما﴾ "اور ہم نے کہا: اے آدم! تم اور تمہاری زوجہ جنت میں قیام کرو اور اس میں امن وسکون کے ساتھ جہاں چاہو کھاؤ" (بقرہ/۳۵)

☆ جذب وانحراف، تاثیر واثر پزیری

☆ تولیدِ نسل: ﴿بث منھا رجالاً کثیراً ونسآء﴾ ''ان دونوں سے بکثرت مرد وعورت روئے زمین پر پھیلا دیئے'' (نساء/۱)

☆ تربیت و پرورشِ اولاد

☆ ایک دوسرے سے تعاون وہمکاری

☆ توازن وتعادل ﴿من النسآء مثنیٰ وثلٰث وربٰع﴾ ''اور اگر تم لوگ اس بات سے خائف ہو کہ یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کرسکو گے تو جو دوسری عورتیں تمہیں پسند آئیں ان میں سے دو دو، تین تین یا چار چار سے نکاح کرلو'' (نساء/۳)

زوجیت جنت:

﴿کذٰلک وزوجنٰھم بحورٍ عین﴾ ''اسی طرح (ہوگا) اور ہم انہیں بڑی آنکھوں والی حوروں سے بیاہ دیں گے'' (دخان/۵۴) ﴿وزوجنٰھم بحورٍ عینٍ﴾ ''اور ہم انکا جوڑا کشادہ چشم حوروں کو قرار دینگے'' (طور/۲۰) ﴿او یزوجھم ذکراناً واناثاً ویجعل من یشآء عقیماً﴾ ''یا (جسے چاہے) مذکر ومونث دونوں دیتا ہے اور جسے چاہے بانجھ بنا دیتا ہے'' (شوریٰ/۵۰) ﴿ولھم ازواج مطھرة وھم فیھا﴾ ''اور ان کیلئے وہاں پاکیزہ بیویاں بھی ہونگی'' (بقرہ/۲۵) ﴿لھم فیھا ازواج مطھرة وندخلھم ظلاً ظلیلاً﴾ ''جن میں ان کے لئے پاک وپاکیزہ بیویاں ہیں اور ہم انہیں گھنے سایوں میں داخل کریں گے'' (نساء/۵۷)

زوجیت جہنم میں:

﴿احشروا الذین ظلموا وازواجھم﴾ ''گھیر لاؤ ظلم کا ارتکاب کرنے

والوں کو اور ان کے ہم جنسوں کو" (صافات/۲۲)

اجتماعی اور سیاسی زوج

جس طرح دیگر چیزوں میں شرکت واشتراکیت ناگزیر ہے اسی طرح اجتماعی اور سیاسی زندگی میں اس سے کہیں گناہ شرکت میں وسعت دینے کی ضرورت ہے۔ جس طرح اسلام نے میاں بیوی کے درمیان کفو ایمانی کو شرط قرار دیا ہے اسی طرح اجتماعی اور سیاسی زواج میں بھی اس شرط کو زیادہ اہمیت دی ہیں اس سلسلہ میں بہت سی آیات وروایات ہیں۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے بیٹے اسماعیل کو ایک شخص کے ساتھ مشترکہ کاروبار کرنے سے منع فرمایا جب اسماعیل نے اس کی وجہ معلوم کی تو امامؑ نے فرمایا: کیا تم نے نہیں سنا کہ وہ شراب پیتا ہے تو آپ کے فرزند نے کہا کہ پدر بزرگوار ہم نے تو تجارت کرنی ہے اس کی شخصی زندگی سے ہمارا کیا تعلق تو امامؑ نے فرمایا کہ خدا نے قرآن میں شراب کو حرام قرار دیا اس کے باوجود اسے پینا خدا سے خیانت ہے اور جو اپنے رب سے خیانت کرتا ہو کیا وہ تم سے خیانت نہیں کرے گا؟۔ اس کا دوسرا نمونہ امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کا صفوانِ جمال سے خطاب ہے۔ جس بے آپؑ نے فرمایا کہ صفوان جمال! تمہارا ہر فعل اچھا ہے لیکن تمہارا ہارون رشید کو اونٹ کرایہ پر دینا قبیح عمل ہے صفوان جمال نے کہا کہ میں کسی اور کام کے لئے نہیں صرف سفر حج کے لئے اونٹ کرایہ پر دیتا ہوں امامؑ نے فرمایا کہ کیا تم اپنے کرایہ کے ملنے تک اس کی زندگی کی بقا نہیں چاہتے۔ اور اس کی بقا چاہنا اس کے جرم میں شریک ہونے کے برابر ہے آئمہ یہ احادیث قرآن کریم کی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے جہاں فرمان الٰہی ہے کہ "گناہوں میں کسی کی مدد نہ کرے" یہاں سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہمارے بعض علماء' خود کو محافظِ دین سمجھنے والے اس ملک میں سب سے بڑی لادین

پارٹی میں کس منطق سے شامل ہوتے ہیں۔ یہ ازدواجِ سیاسی ہے اور اس کے لئے انہوں نے سند علماء کی سیاسی امور میں شرکت کو جواز بنایا ہے انہیں یہ غلط فہمی ہوئی ہے کہ سیاست میں دین ہے یہ غلط ہے اور اگر یہ صحیح ہے تو ﴿لکم دینکم ولی دین﴾ ''تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین'' (کافرون/۶) کا کیا جواب دیں گے۔

عرفِ عام میں زوجیت

ہمارا موضع گفتگو نظام زوجیت میں سے زوجیت مرد اور عورت ہے۔ یہ کلمہ میاں بیوی دونوں کے لئے استعمال ہوا ہے اور بعض استعمالات عربی یا اردو میں زوجہ کے لئے آخر میں 'ہ' کا اضافہ کرنا' اہل لغت کے نزدیک ایک ناپسندیدہ اور فصاحتِ لغت سے خارج گردانا گیا ہے قرآن کریم میں کلمہ زوج بغیر 'ہ' کے بیوی کے لئے استعمال ہوا ہے:

﴿ومن ایٰتہٖ ان خلق لکم من انفسکم ازواجا﴾ ''اور یہ اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے ازوج پیدا کئے'' (روم/۲۱) ﴿وان اردتم استبدال زوجٍ مکان زوجٍ﴾ ''اور اگر تم لوگ ایک زوج کی جگہ دوسری زوج لینا چاہو'' (نساء/۲۰) ﴿وقلنا یٰادم اسکن انت وزوجک الجنۃ﴾ ''اور ہم نے کہا: اے آدم! تم اور تمہاری زوج جنت میں قیام کرو'' (بقرہ/۳۵) ﴿فان طلقھا فلاتحل لہ من بعدحتیٰ تنکح زوجا غیرہ﴾ ''اگر (تیسری بار) پھر طلاق دے دی تو وہ عورت اس کے لئے اس وقت تک حلال نہ ہوگی جب تک کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے'' (بقرہ/۲۳۰) ﴿واذاطلقتم النسآء فبلغن اجلھن فلاتعضلوھن ان ینکحن ازواجھن﴾ ''اور جب تم اپنی عورتوں کو طلاق

دے چکو اور ان کی عدت پوری ہو جائے تو انہیں اپنے (مجوزہ) شوہروں سے نکاح کرنے سے نہ روکو" (بقرہ ۲۳۲) ﴿والذین یتوفون منکم و یذرون ازواجا﴾ "اور تم میں سے جو وفات پا جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں" (بقرہ/۲۴۰)

رشتہ ازدواج وہ مبارک رشتہ ہے جسے خداوند متعال نے اپنی عظیم کتاب قرآن کے ذریعے اپنے پیارے نبیؐ اور اس کی امت کیلئے عطا فرمایا ہے۔ قرآن کریم میں اس رشتہ کے تکوینی اور تشریعی دونوں پہلوؤں سے متعلق متعدد آیات موجود ہیں۔ خدا نے اپنی اس عظیم کتاب کے ذریعہ رشتہ ازدواج کے فلسفہ اور اس کے دوسرے بہت سے زاویوں کو واضح و روشن فرمایا ہے۔ ہم یہاں پر آپ کے خدمت میں قرآن مجید کی ان آیات کو پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں جن میں رشتہ ازدواج کا تذکرہ ہوا ہے:

﴿خلقکم من نفس واحدۃ و خلق منہا زوجہا و بث منہما رجالا کثیرا و نسآء﴾ "جس نے تمہیں ایک ذات سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے بکثرت مرد و عورت (روئے زمین پر) پھیلا دیئے" (نساء/۱) ﴿ھو الذی خلقکم من نفس واحدۃ و جعل منہا زوجہا﴾ "وہی اللہ ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا ہے اور اسی کی جنس سے اس کا جوڑا بنایا" (اعراف/۱۸۹) ﴿خلقکم من نفس واحدۃ ثم جعل منہا زوجہا﴾ "اسی نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا پھر اس کا جوڑا بنایا" (زمر/۶) ﴿واللہ جعل لکم من انفسکم ازواجا﴾ "اور اللہ نے تمہارے لئے تمہاری جنس سے بیویاں بنائیں" (نحل/۷۲)

﴿فاطر السمٰوٰت ولارض جعل لکم من انفسکم ازواجا﴾ ''وہی آسمانوں اورزمین کا پیدا کرنے والا ہے اسی نے خود تمھاری جنس سے تمہارے لئے ازواج بنائے'' (شوریٰ/۱۱)

متذکرہ آیات میں رشتہ ازدواج کے پس منظر کو نظام تکوینی میں رتق وفتق یعنی جمع وتفریق قرار دیا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دونوں پہلے ایک ہی مادہ تھے، پھر ایک دوسرے سے جدا ہوئے اور دوبارہ نظام تشریع کے تحت ان کے وصال کا حکم دیا گیا۔ یہ ایسا وصل ہے جو دونوں کو ہر طرح کے کرب واضطراب سے نجات دیتا ہے جسکا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ آپس میں اطمینان وسکون کی فضا قائم ہو جاتی ہے سورہ روم آیت نمبر ۲۱ میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿ومن ایٰتہٖ ان خلق من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیھا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ﴾ ''اور یہ اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے تمہاری ہی جنس سے ازواج پیدا کیے تا کہ تم ان سے سکون حاصل کرو ہو اور اس نے تمہارے مابین محبت اور مہربانی پیدا کی''۔

رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے کے بعد دونوں ایک دوسرے کیلئے زینت بن جاتے ہیں، ایک دوسرے کی محافظت کرنے لگتے ہیں۔ لیکن اگر خدانخواستہ کسی وجہ سے ان میں جدائی ہو جائے تو زندگی بے رنگ وبے رونق نظر آنے لگتی ہے۔ جیسا کہ سورہ بقرہ آیت ۱۸۷ میں ذکر ہوتا ہے

﴿ھن لباس لکم وانتم لباس لھن﴾ ''وہ تمہارے لئے لباس ہیں اور تم ان کیلئے لباس ہو''۔

رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے کے بعد دونوں ایک محاذ کے سپاہی بن جاتے ہیں اور

شیطان دونوں کا دشمن ہو جاتا ہے۔ چنانچہ سورہ طٰہٰ آیت ۱۱۷ میں ارشاد رب العزت ہے:

﴿فقلنا یادم ان ھذا عدو لک ولزوجک﴾ ''ہم نے کہا اے آدم! یہ آپ اور آپ کی زوجہ کا دشمن ہے''۔

چنانچہ اگر رشتہ تکوینی کے نظام کا پاس وخیال نہ رکھا جائے اور ہم کفو رشتوں کو چھوڑ کر بے جوڑ رشتے قائم کئے جائیں تو ایسی صورت میں دونوں کیلئے مسائل پیدا ہونگے یہ غیر ہم آہنگی فزیکی بھی ہوسکتی ہے، کیمیائی بھی اور عقیدتی بھی۔ اس ناہمواری کے نتیجہ میں پیدا ہونے والا فساد نہ صرف یہ کہ زوجین کے لئے مصیبت بنے گا بلکہ آئندہ پیدا ہونے والی نسلیں اسکے اثرات بد سے محفوظ نہیں رہ سکیں گی۔ گھر محاذ جنگ میں تبدیل ہو جائے گا یا آج کل کی اصطلاح میں گھریلو خانہ جنگی شروع ہو جائیگی۔ سورہ تغابن کی آیت ۱۴ میں بھی اس طرف اشارہ کیا گیا ہے:

﴿یایھا الذین امنوا ان من ازواجکم واولادکم عدوا لکم فاحذروھم﴾ ''اے ایمان والو! تمہاری ازواج اور تمہاری اولاد تمہارے دشمن ہیں لہٰذا ان سے بچتے رہو''۔

انسانی زندگی میں اسکی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ تمام علمی، اقتصادی، اجتماعی اور دیگر شعبہ ہائے زندگی کے بارے میں غور وفکر ایک طرف اور رشتہ ازدواج کے مسائل کے بارے میں غور وفکر دوسری طرف بلکہ سچ تو یہ ہے کہ یہ مسئلہ ان سب مسائل سے بھی کچھ زیادہ اہمیت کا حامل ہے، کیونکہ اسکے معاملات انتہائی حساس اور نازک ہوتے ہیں۔ ان تمام پیچیدگیوں کے باوجود اس حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں کہ یہ تقریب اپنے جلوں میں بے پناہ خوشیوں کا نمونہ (SYMBOL) معلوم ہوتی ہے جسکا اندازہ کچھ اس بات

سے لگایا جا سکتا ہے کہ صرف دولہا دلہن ہی نہیں بلکہ ان دونوں کے پورے، خاندان اور تمام عزیز و اقربا بھی اس موقع پر خوشی سے سرشار نظر آتے ہیں۔ اگر اس معاملہ میں نظام تکوینی کے تقاضوں کے ساتھ ساتھ نظام تشریعی کا بھی لحاظ رکھا جائے تو احادیث گواہ ہیں کہ اس تقریب سعید کے موقع پر حاصل ہونے والی بے پناہ مسرتوں کے ساتھ، ساتھ خداوند متعال کی طرف سے رحمتوں کی بارش ہوتی ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا چاہئے؟ آپ نے غور فرمایا کہ یہ مسئلہ کس حد تک توجہ طلب اور غور طلب ہے۔

حقوق انتخاب زوجیت

لڑکی کے لئے شوہر کے انتخاب میں ولی کے اجازت پر اصرار کو عیب گردانا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے اس سے مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔ لیکن یہ افراد یہ نہیں جانتے کہ ولی کو کلی اختیار حاصل نہیں کہ وہ جہاں چاہے لڑکی کا عقد کر دے۔ لڑکی کو یہاں اختیار حاصل ہے کہ اسکا نکاح غیر کفو کے ساتھ ہو رہا ہے تو اس کا اظہار کرے۔ اور ولی اگر زیادتی کرے تو اختیار اس سے اوپر والے ولی کے پاس لے جائیں۔ جیسے سورہ بقرہ آیت ۲۳۲ میں ہے:

﴿واذا طلقتم النسآء فبلغن اجلهن فلاتعضلوهن ان ينكحن ازواجهن﴾ ''اور جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دے چکو اور ان کی عدت پوری ہو جائے تو انہیں اپنے (مجوزہ) شوہروں سے نکاح کرنے سے نہ روکو''

لڑکی کو یہ حق حاصل ہے کہ اگر اسکا ولی مال و دولت یا کسی مفادات کے چکر میں کسی غیر کفو سے شادی کرے تو ولی سے سوال ہوگا۔ ولی کو اختیار دو صورتوں میں ہے اگر وہ شادی کفو سے کرے اور دوسرا خواہشات کا احترام کرے۔ اگر ولی غائب ہے اور لڑکی کو شادی کی ضرورت ہے تو اس صورت میں لڑکی خود مختار ہے۔ اگر ولی جبر کرے تو عقد صحیح نہیں۔

ازدواجی زندگی کی ضرورت

والدین کے ساتھ زندگی گذارنے کے دور کے ختم ہونے کے بعد ایک نئی اجنبی عورت کے ساتھ ازدواجی زندگی کا آغاز شروع ہوتا ہے۔ یہ ضرورت انسان کو طبیعت سے خود بہ خود میسر نہیں بلکہ وہ اپنے اختیار سے اسے حاصل کرتا ہے اس ضرورت کو اسلام نے مرد عورت کے لئے سہل الحصول رکھا تھا لیکن جیسے جیسے تعلیمات اقدار اسلامی کی جگہ جاہلیت جدید نے لے لی بلکہ یہ اقدار اسلام کے خلاف ایک غیر مرئی اور غیر محسوس مہلک اسلحہ کی صورت میں اسلامی معاشرے کے ہر طبقہ اور زاویے سے مسلح ہو کر شکاری کیلئے آمادہ ہوئے اور نئی نسل کے لڑکوں اور لڑکیوں کو اپنے جال میں پھنسایا اور اسلامی اقدار و تعلیمات کی روح کو نکال کر انھیں جاہلیت کا لباس پہنایا۔ اور اس عمل نے نظام ازدواجی میں مشکلات اور پیچیدگیاں پیدا کیں جس کے نتیجے میں یہ سونا چاندی اور قیمتی جواہرات کی تلاش سے زیادہ دشوار ہو گیا اور اس پر سینکڑوں قسم کی پابندیاں عائد کیں۔ ان میں سے بہت قلیل تعداد ان پابندیوں سے آزاد رہی یا ان پابندیوں سے بغاوت کر کے عدالتوں میں اپنی ازدواج رجسٹرڈ کروائی۔

ہر انسان کو اس دنیا میں جب تک زندہ ہے زندگی گزارنے کے لئے چند چیزوں کی ضرورت ہے جنھیں عرف عام میں زندگی کی بنیادی ضروریات کہا جاتا ہے ان کے بغیر زندگی گزارنا ممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے اس کے بغیر زندگی کو زندگی نہیں کہا جا سکتا۔ یہ بنیادی ضروریات دو قسم کی ہیں۔

ا۔ ضروریات طبعی

یعنی خداوند متعال نے اس طبیعت میں زمین، آسمان اور فضاء میں انسانی ضروریا

ت فراہم کی ہیں جیسے پانی، آکسیجن وغیرہ ان چیزوں کو خداند کریم نے انسانی زندگی کے لئے سہل الحصول کیا ہے۔

۲۔ضروریات اختیاری

یعنی وہ ضروریات ہیں جن کو انسان خود اپنی کاوش و زحمت سے حاصل کرتا ہے جیسے کھانے، پہننے کے لیئے لباس، مکان اور اجتماعی زندگی یعنی باہمی تعاون وغیرہ ان چیزوں کا حصول خود انسان کی سعی و کوشش اور ارادے سے مربوط ہے جس معاشرے میں انسان رہتا ہے اس معاشرے کے اہل حل وعقد (جن کے ہاتھوں میں معاشرے کی ڈور ہے) وہ اسے یا کسی گروہ و قبیلہ کو یہ ضروریات فراہم کرتے ہیں تو وہ اچھی زندگی گزارتے ہیں لیکن یہ افراد جب ان سے یہ ضروریات چھین لیتے ہیں تو ان کے لئے زندگی گذارنا دشوار ہو جاتا ہے۔ ان ضرروریات میں سے ایک ضرورت جیسا کہ پہلے بیان کر چکے ہیں ضرروت اجتماعی ہے چنانچہ قدیم زمانے سے لے کر دور حاضر تک کے فلاسفہ و دانشمندان کا نظریہ ہے کہ انسان ''مدنی الطبع'' ہے یعنی وہ اجتماعی زندگی کا محتاج ہے یہ تنہائی کی زندگی نہیں گذار سکتا۔ اس زندگی کا آغاز والدین سے شروع ہوتا ہے لیکن آہستہ آہستہ اپنے اندر استقلال خود مختاری کی جو قوت اس کے اندر چھپی ہوئی ہے وہ فوارے کی صورت میں ابھرتی ہے اور ایک نئے ساتھی کی تلاش شدت اختیار کرتی ہے اس کا نام ازدواجی زندگی ہے لیکن ہمیں تعجب اس بات پر ہے جب بعضِ صاحبِ عقل وشعور اولاد کہ جن کی شادی کی خواہش ،طغیان اور جنونی کے وقت ان کے رؤف ومہربان والدین نے اپنی جان وسرمایۂ مالی اور حیثیت کو دے کر ان کی شادی کی ،اب وہ اپنے شریک حیات کے ساتھ چین وسکون ،خوشی ومسرت کی زندگی گذار رہے ہیں اگر خدانخواستہ ان کے عزیز ومہربان والدین میں

مشیتِ الٰہی 'تقدیرِ یزدانی نے جدائی ڈالی، ایک کو دارِ بقا کی طرف لے گئے اور دوسرے کو اس دارِ فنا میں چند اور دن کے لئے زندہ رکھا لیکن کیسی زندگی کہ جس میں اب نہ کھانے پینے کا مزہ ہے نہ دن کی روشنی میں انہیں چلنے پھرنے کا مزہ نہ رات کو سکون، نہ مزاح کرنے والے اور نہ ان کے غم وغصہ کو تحمل کرنے والے، خدانخواستہ ایسے حالت میں کوئی ایسی بیماری میں مبتلا ہو جائیں کہ وہ جائے درد والم اور زخم کو نہ بیٹے اور نہ بیٹی کو بتا سکتے ہیں اور نہ والدین کو دکھا سکتے ہیں ایک ہی محرمِ رازِ نہاں دعیاں تھے جو اس سے جدا ہو گئے بغیر اس کے یہ دنیا اس کے لئے حبس تنہائی ہے لیکن اس کی اس مصیبت ودکھ سکھ، درد والم اور فراغ وجدائی پر کوئی سوچنے اور رحم کرنے والا نہیں ہے اگر از خود کوئی اس سلسلہ میں تدبیر کرنا چاہیں تو یہ عزیز بیٹے اور بیٹیاں راستے میں یہ کہتے ہوئے حائل ہو جاتے ہیں کہ ہمارے والد، والدہ کو شرم نہیں آتے، اب وہ فرسودہ اور دیوانہ پن کی باتیں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس عمر میں شادی کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن جس وقت وہ (اولاد) خود اس عالم جنون میں تھے نہ شرم وحیا کرتے تھے اور نہ ہی عقل وشعور رکھتے تھے انھوں نے انکی شادی کی خاطر گھر کے متاع، والدین اور دیگر بچوں کے زندگی کا سرمایہ کو فروخت کر کے اس شادی کا اہتمام کرنے میں ذرا سی بھی ہچکچاہٹ اور تردد کا مظاہرہ نہ کیا۔ یہ اولاد اپنی ضرورت پوری ہونے کے بعد دوسرے کی ضرورت کا احساس نہیں کرتے یہ سمجھتے ہیں کہ ازدواجی ضرورت صرف جنسی خواہشات کی طغیانی وفوران کو روکنے اور ٹھنڈا کرنے کا نام ہے (جس طرح مغرب والوں کی سوچ ہے) جبکہ عقل اور قرآن وسنت کی رو سے یہ ضرورت حدِ بلوغ سے شروع ہو کر آخری منزل لحد تک ہے اور حقیقی معنوں میں انسان کے لئے ہمہ وقت ہر چیز میں محرمِ راز اس کی شریکِ حیات ہی ہے، خدا کرے اگر کسی کو نصیب ہو جائے تو حدیثِ پیغمبرؐ کے

تحت چار سعادتوں میں سے ایک اہم سعادت ہے اور اگر شریکین صالح وصالحہ ہو جائیں اور مثلِ آدمؑ وحواؑ بنیں تو یہ زندگی جنت تک جا سکتی ہے۔ ازدواجی زندگی کی ضرورت کے مختلف پہلوں پر کچھ حد تک گفتگو کرنے کے بعد اب ہم قارئین کرام کی خدمت میں اس راہ میں والدین، خاندان، معاشرے اور دشمنان اسلام نے اسلامی اجتماع کی بنیادوں کو متزلزل اور زمین بوس کرنے کی نیت سے جو رکاوٹیں اور موانع اس راہ میں کھڑی کیں ہیں ان میں سے چند اہم موانع کا ہم آپکی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ ہمارے تجزیہ وتحلیل میں کوئی نقص ہو تو اپنے قلم وبیان سے اس روشنی ڈالیں اگر آپ کے پاس اس سلسلے میں کوئی اور معلومات ہوں اور اسکے ازالہ میں کوئی تجاویز ہوں تو اسے بھی اپنے قلم وبیان سے اٹھائیں۔ اب ہم ان موانع اور رکاوٹوں کو مرحلہ وار پیش کرتے ہیں۔

کفو حقیقی کی جگہ خودساختہ کفو

ا۔ خاندان کی چار دیواری میں شادی

مسلمانوں کیلئے مغرب کا پرانا اور زہریلا تحفہ بنام قوم پرستی یا وطن دوستی ہے۔ اس دو دھاری تلوار نے مسلمانوں کو زندگی کے مختلف شعبوں میں ٹکڑے ٹکڑے کیا اور ان کا جینا مشکل بنایا۔ انھیں میں سے ایک انسان کی پہلی اور بنیادی اور ضروری ترین ضروریات زندگی شادی ہے۔ شادی کو خاندان اور قبیلے کی چار دیواری میں محدود اور مجبور کرنے کی کوئی منطق نہیں ہے۔ انسان کیلئے ایک صحیح واطمینان کنندہ زندگی نہ تعلیم میں ہے نہ دولت میں نہ مقام اور نہ ہی اقتدار میں ہے بلکہ جس زندگی کو باعث سکون واطمینان قرار دیا گیا ہے وہ شادی کی زندگی ہے۔ چنانچہ قرآن میں اسے سکون اور ایک دوسرے کو بچانے کا ذریعہ بتایا ہے۔ انسانی زندگی طبیعت اور فطرت سے ہم آہنگ ہونی چاہئے خداوند متعال نے انسان کی

ضروریات کو اسکی اہمیت کے تناسب سے فراہم کیا ہے۔ غذا سے زیادہ پانی کی ضرورت ہے لہذا پانی کو تین حصے زیادہ فراہم کیا اور اس کے حصول کو آسان بنایا۔ پانی سے زیادہ زندگی کی اہم ضرورت ہوا ہے لہذا پانی سے زیادہ ہوا کو خداوند عالم نے فراہم کیا۔ جس چیز کی ضرورت زیادہ اہم ہو اسے محدود کرنا ظلم و استحصال گنا جاتا ہے۔ چنانچہ امام حسینؑ کی شہادت میں دیگر مظالم کی بہ نسبت پانی کو زیادہ اٹھایا جاتا ہے کیونکہ اس محرومیت کو عام انسان جنایت سمجھتے ہیں۔ اس قائدہ کے تحت لڑکا اور لڑکی کی زندگی میں سب زیادہ ضروری شادی ہے۔ جس کا طغیان اور بخار اوپر آنے کے بعد جوان لڑکا لڑکی نہ کسی باپ کی سنتے اور سمجھتے ہیں اور نہ کسی بات سے مطمئن ہوتے ہیں لہذا اس کو خاندانی چاردیواری تک محدود کرنا اس اہم ضرورت کو روکنے کے مترادف ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ ہمارے معاشرے میں خاندان سے رشتہ آنے کے انتظار میں لڑکی کی عمر گذر جاتی ہے اور اس طریقے سے وہ زندگی کی ایک اہم ضرورت سے محروم رہتی ہے۔ اس چاردیواری کی شادی کی بہت سی اقسام ہیں۔

جیسا کے اوپر بیان کیا گیا ہے کہ اس ضرورت کا تعلق انسان کی ضرورت اختیاری میں سے ہے انسان کیلئے یہ ضرورت قدیم زمانے میں سہل الحصول تھی لیکن جیسے جیسے ایک انسان یا ایک گروہ نے دوسرے انسان یا گروہ کی ضروریات چھیننے اور استبداد کا راستہ اختیار کیا یعنی انسانی آزادی کو غلامی میں بدلنا، مالی وسائل پر قبضہ کرنا وغیرہ۔ لیکن یہاں انسان کا ایک اور مصیبت سے سامنا ہوا وہ یہ کہ اسکی ازدواجی زندگی کے ڈھانچے کا درہم برہم ہونا ہے۔ لیکن فرق یہ ہے کہ پہلی ضروریات زندگی میں اس کے مخالف اسکے دشمن تھے لیکن اس ضرورت میں اس کے دشمن خود اس کے ماں باپ، مہربان بہن بھائی اور دیگر خاندانی رشتہ دار ہیں جنہوں نے اپنے بیٹے بیٹی، پوتے پوتی اور نواسا نواسی کی ازدواجی زندگی پر سینکڑوں قسم کی پا

بندیاں عائد کی ہوئی ہیں ان میں سے بہت قلیل تعداد ان پابندیوں سے بغاوت کر کے ازدواجی زندگی حاصل کر چکی ہے لیکن اکثر و بیشتر والدین اور خاندان کی اطاعت و بندگی کی وجہ سے ازدواجی زندگی حاصل کرنے سے محروم رہتے ہیں ان میں سے بعض اپنی اس مظلومیت کو اسلام کے کھاتے میں ڈال دیتے ہیں حالانکہ اسلام ان پابندیوں کے سراسر مخالف ہے خواہ یہ پابندیاں کسی صورت میں بھی ہوں۔ دشمنان اسلام اور بعض دوست نما نام نہاد مہربان اقرباء نے ایسی رسومات پیدا کر دی ہیں جو قرآن وسنت اور سیرت اہل بیتؑ کے بالکل منافی ہیں اور اسلام نے انہیں ببانگ دہل مسترد کیا ہے۔ ان حقائق کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر اس مسلمان کو دعوت فکر ہے جو خود کو مسلمان سمجھتا ہے جسکا اس عظیم کوثر یعنی قرآن کریم پر ایمان ہے جس میں ہر خشک و تر کا بیان ہے اور پیغمبرؐ سے مروی حدیث ثقلین کے تحت اس (قرآن) سے روگردانی ضلالت و گمراہی ہے اور خاص کر وہ افراد جو دامن اہل بیتؑ سے متمسک ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور اپنے مولا امیر المومنینؑ سے ورثہ میں ملنے والی کتاب نہج البلاغہ سے متمسک ہونے کا بھی دعوی کرتے ہیں اور اسکو اپنے لئے باعث افتخار سمجھتے ہیں وہ خود کو ان زمانہ جاہلیت و مشرکین سے ملنے والی رسومات پر عمل کرنے کی بجائے اپنے عزیز بیٹوں، بیٹیوں کو اس خوشگوار اور انس و محبت کی زندگی سے محروم نہ کریں اور اپنی اولاد پر رحم کریں۔

یعنی رشتوں کی بنیاد قوم و قبیلہ ہے اگرچہ لڑکا اور لڑکی میں ایک کافر و مشرک ہی کیوں نہ ہو اور دوسرا مومن ہی کیوں نہ ہو انہیں اپنے والدین کا فیصلہ جبراً ماننا پڑتا ہے حالانکہ خاندان سے باہر ایک صالح اور باایمان رشتہ ہی کیوں نہ موجود ہو۔ ایسے رشتوں کا نتیجہ طلاق، جھگڑا فساد، والدین سے بغاوت، کورٹ میرج یا عمر بھر شادی نہ کرنے کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے

معاشرے میں یہ صورت حال کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے اور یہ قرآن وسنت کی ثقافت کی مہجوریت ہے۔

کیونکہ پیغمبر اکرم اور آئمہ معصومین نے صریحاً اس ثقافت کی اپنے عمل سے مخالفت کی ہے خود پیغمبر اکرمؐ جو سرور انبیاء ہیں کی شادی حضرت خدیجہ کے علاوہ بنی عدی، بنی امیہ بنی قبطیہ وغیرہ میں ہوئی ہیں اسی طرح مولا امیر المومنینؑ، امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی شادیاں بھی قوم وقبیلہ کی بجائے ایمان اور عمل صالح کی بنیاد پر ہوئی ہیں۔ اس کے علاوہ بعض جگہ پر لڑکوں کی پیدائش زیادہ ہے اور لڑکیوں کی کم یا لڑکیوں کی پیدائش زیادہ اور لڑکوں کی کم تو اگر یہاں بنیاد کفو قبیلائی کو بنائیں تو یہاں ازدواجی زندگی کا حصول تقریباً ناممکن ہے اور معاشرہ گمراہی اور پستی کی راہ اختیار کرے گا۔

حرمت تزویج سیدہ غیر سادات سے

یہ ایک ایسی شریعت ہے جو ہمارے ملک میں ڈنڈے اور سب و دشنام کے سہارے نافذ ہے یہ سراسر قرآن و سنت کے خلاف ہے خاص کر اُس گروہ کیلئے جو اہل بیت اطہارؑ کے دامن سے متمسک ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور پوری امت مسلمہ کے لئے نا قابل جبران نقصان کے علاوہ خود دین و مذہب میں حکم جاہلیت اور غیر شریعت کو شریعت میں داخل کرنے کے مذموم عزائم میں سے ہے جسے بعض علماء اور مجتہدین نے اس گروہ کے خوف سے تقیہ اور توریہ سے رواج رکھا ہے وہ اس سلسلہ میں اپنے موقف کی تائید میں چند دلائل سے استدلال کرتے ہیں:

۱۔ پیغمبرؐ اس امت کا باپ ہے اور ان کی بیویاں اس امت کی مائیں ہیں نبی زادی سے امت کی شادی اپنے بہن سے شادی کرنے کے برابر ہیں جو کہ حرام ہے۔

۲۔ سید غیر سید سے افضل ہے اور شوہر بیوی سے افضل ہے اور بیوی کے لئے شوہر کی اطاعت واجب ہے اگر سیدزادی کی غیر سید سے شادی کریں گے تو آپ نے مفضول کو افضل پر فضیلت دی یہ ناجائز ہے۔

۳۔ سیدانیوں کا غیر سید سے شادی کرنے سے اولاد غیر نجیب نکلتی ہے لہٰذا سید کی سید سے ہی شادی ہونی چاہئے۔

ہم اس سلسلہ میں سب وشتم دہشت اور وحشت کی منطق کی بجائے عقل و شریعت دین و مکتب کی منطق سے بحث و گفتگو کرنے کو ضروری سمجھتے ہیں لہٰذا ہم اس سلسلہ میں ترتیب سے بحث و گفتگو کریں گے:

۱۔ سید کی تعریف لغت عرب، قرآن و احادیث آئمہ معصومینؑ اور عرفِ فقہاء میں

۲۔ قرآن وسنت کی رو سے سید کی فضیلت و برتری امت پر

۳۔ سید کی سلسلہ نسب سے تعلق رکھنے والوں کا دیگر انساب سے تعلق رکھنے والوں کے احکام روابط۔

ا۔ سید کی تعریف لغت عرب، قرآن واحادیث آئمہ معصومینؑ اور عرف فقہاء میں

سید لغت میں دو معنوں میں استعمال ہوا ہے:

ا۔ سید مادہ سود سے لیا ہے جس کے معنی سیاہی ہے:

﴿فاما الذین اسودت و جوههم﴾ ''اور کچھ لوگ روسیاہ ہوں گے'' (آلعمران/۱۰۶) ﴿من الخیط الاسود من الفجر﴾ ''یہاں تک کہ فجر کی سفید دھاری رات کی سیاہ دھاری سے نمایاں نہ ہو جائے'' (بقرہ/۱۸۷)

اجتماع اور گروہ کو سوادِ اعظم کہتے ہیں۔

۲۔ سید بمعنی مولا، سرپرست، آقا، جناب کے معنوں میں استعمال ہوا ہے چنانچہ ابھی تک عرب کے قبائل اپنے رئیس کو سید کہتا ہے (سید قوم رئیس قوم ہے) چاہے کسی فرد کے سرپرست ہو یا گروہ کے اسے سید کہتا ہے چناچہ سورہ یوسف ۲۵ میں:

﴿والفیا سیدها لد الباب﴾ ''زلیخا اور یوسف دونوں اپنے سرپرست عزیز مصر سے ملے''

قرآن کریم میں خداوند عالم نے حضرت یحیٰؑ کو سید کہا ہے سورہ آل عمران آیت ۳۹ ﴿سیدا وحصورا﴾ اور تیسرا گروہوں اور جماعتوں کے سربراہان کو کہا ہے۔ ﴿ربنا انا اطعنا سادتنا و کبر آء نا﴾ ''ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کی اطاعت کی تھی'' (احزاب/۶۷)

یہاں سے ہر صفت کامل فضائل اور امتیازی خصوصیات رکھنے والے کو سید کہتے ہیں۔ جس طرح لغت اور قرآن کریم کے آیات میں کلمہ سید مولا، سرپرست، آقا، صاحب فضائل وکمالات کے معنوں میں استعمال ہوا ہے اسی طرح نہج البلاغہ کے خطبات اور کتب وکلمات میں بھی اسی معنوں میں استعمال ہوا ہے:

﴿و اشهد ان محمداً عبده و رسوله و سيد عباده﴾ ''اور میں شہادت دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندہ اور رسول ہیں اور پھر تمام بندوں کے سردار بھی ہیں'' (خطبہ ۲۱۴/۱) ﴿حتى اذا استشهد شهيدنا قيل سيد الشهداء......﴾ ''لیکن جب ہمارا کوئی شہید ہوا تو اسے سید الشہداء کہا گیا ہے'' (کتب ۲۸/۸) ﴿ومنا سيدا شباب اهل الجنة......﴾ ''اور ہم میں سرداران جوانانِ اہل جنت ہیں'' (کتب ۲۸/۱۳) ﴿كنصرة العبد من سيده......﴾ ''اسی طرح ہو جس طرح کہ غلام آقا سے مدد طلب کرے'' (خطبہ ۹۸/۳) ﴿......احرز رضى سيده......﴾ ''اور اپنے مالک کو واقعا خوش کر دیا'' (خطبہ ۱۱۳/۱۱) ﴿......فعل فعل السادات......﴾ ''اس نے کام شریفوں جیسا کیا'' (خطبہ ۴۴/۱) ﴿الحزر من طاعة ساداتكم......﴾ ''اپنے ان بزرگوں اور سرداروں کی اطاعت سے محتاط رہو'' (خطبہ ۱۹۲/۳۰)

۲۔ عرف فقہاء ومجتہدین میں سید کا معنیٰ:

۱۔ جس کا نسل خاندان قریش میں نذر بن کنانہ سے ملتا ہو جیسا کہ عورت کی ماہواری کے مسائل میں سیدہ کی تفسیر اس طرح سے کی ہیں۔

۲۔ جس کا سلسلہ نسب حضرت ہاشم بن عبد مناف سے ملتا ہو اسے سید بھی کہتے اور ہاشمی

بھی۔

۳۔ جس کا نسب حضرت عبدالمطلب سے ملتا ہو۔ باب خمس میں سید کی تعریف میں لکھا ہے کہ جس کا نسب عبدالمطلب سے ملتا ہو۔

۴۔ جس کا نسب پیغمبر سے ملتا ہو چونکہ پیغمبر کی نسل حضرت زہرا سے پھیلی ہے لہذا جس کا سلسلہ نسب حضرت زہرا سے ملتا ہو اسے سید کہتے ہیں جیسا کہ دور حاضر میں سید سے مراد یہی لیتے ہیں لیکن حضرت زہرا سے پھیلنے والی نسل کو سید کہنے کا رواج کب سے شروع ہوا اس کی کوئی دقیق تاریخ اور منشاء ومصدر ابھی تک ہمارے معلومات میں نہیں آئی ہے کیونکہ حضرت علیؑ سے لے کر امام رضا تک ان کی ذریت کو علوی اور حسنی سے پہچانا جاتا تھا امام رضا کے بعد امام زمان تک ابن الرضا یا رضوی کے نام سے پکارا جاتا تھا۔

جس معنی میں آج ہم نسل قریشی، نسل ہاشم یا نسل رسول اللہ کو سید کہتے ہیں اور اس کی توجیہ یا اسکی تاریخ کی کوئی سند قرآن وروایات سے نہیں ملتی، بنی امیہ قریشی ہوتے ہوئے اپنے کو سید نہیں کہتے تھے۔ بنی عباس ہاشمی ہوتے ہوئے خود کو سید نہیں کہتے تھے اور پیغمبر اکرمؐ کی نسل کو امام رضا تک علوی اور حسنی اور اس کے بعد رضوی کہا جاتا تھا لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ القاب استعمال نہیں کر سکتے ہیں، ان کے استعمال میں نہ حسن ہے اور نہ قبح کیونکہ خدا کے نزدیک امتیاز صرف اسی کو ہے جو زیادہ متقی اور پرہیزگار ہے نہ کہ حسب ونسب میں۔ لیکن تعجب اس بات پر ہے کہ جس سید کو اپنی نسبت پیغمبر اور حضرت فاطمہ زہراؑ سے ہونے پر فخر ہے اور جس سے وہ اپنی بہ زعم نسبت کو سالم رکھنا چاہتا ہے تو اس سید کو چاہئے کہ وہ خود کو اس فعل قبیح وخبیث سے بچائے رکھے جو صاحب نسبت پیغمبر اور انکی بیٹی کیلئے باعث شرم وحیا

اور سبب ناراضگی ہے کہ جس سے انکو کہنا پڑے کہ میری نسل کی یہ حرکات ہیں۔ جسطرح ایک عادی باپ کو معاشرے میں اپنے بیٹے کی غلط حرکات وسکنات سے شرمندگی اٹھانا پڑتی ہے تو کیا پیغمبر اکرم کو ایسا محسوس نہیں ہوگا؟ لہذا معاشرے میں فعل حرام کے ارتکاب کرنے میں سادات غیر سادات سے آگے نہیں تو پیچھے بھی نہیں ہیں۔ جبکہ سادات کے حالات آپکے سامنے ہیں آپکو ذرائع ابلاغ، مطبوعات و برقیات میں، فلموں اور نیلام گھروں میں اداکاری کرنے کے سلسلے میں ایوارڈ لینے والی بہت سی لڑکیوں کا سلسلہ نسبت زیدی، رضوی اور سیدہ وغیرہ سے زیادہ ملتا نظر آئے گا۔ تو جہاں قرآن کریم میں سورہ نور/ ۳۰ تا ۳۱ اور سورہ احزاب/ ۳۲ تا ۳۴ میں حجاب در حجاب کا حکم آیا ہے اور پیغمبر کا فرمان بھی موجود ہے تو اس شریعت کی دیوار توڑ کر بھاگنے والی اس لڑکی کو ایک غیر سید کے ساتھ ازدواج کرنے میں کیا قباحت ہوگی۔ اس میں نہ تو آیت وروایت اور نہ کوئی سیرت آئمہ اور فقہاء و مجتہدین کے عمل سے قباحت ہونے کی سند موجود ہے۔ بلکہ آیات قرآنی اور سیرت معصومینؑ اسکے برعکس ہیں۔ اگر آپ سید کے نسب کو رسول اللہ سے ملاتے ہیں اور رسول اللہ کی نسل حضرت زہراؑ سے پھیلی ہے تو حضرت زہراؑ کی بیٹیوں کی شادی تو غیر سید سے ہوئی ہے اسکے علاوہ سید اگر اتنا افضل واشرف ہے اور اسکے افضل ہونے کی وجہ حضرت زہراؑ کی اولاد ہونا ہے تو خود رسول اللہ اور حضرت امیر المومنین کا انتساب کہاں سے لیں گے۔ دور جاہلیت اور بنی امیہ اور بنی عباس کے ادوار میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ اولاد کو باپ سے نسبت دی جائے نہ کہ ماں سے۔ جبکہ نص قرآنی کے تحت انسان کا نطفہ سلب وترائب دونوں سے ہے یعنی ماں اور باپ دونوں کی طرف سے ہے۔

”پس انسان کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے وہ اچھلنے والے

پانی سے خلق کیا گیا ہے جو پیٹھ اور سینے کی ہڈیوں سے نکلتا ہے" (طارق ۵ تا ۷)

"کیا وہ رحم میں پٹکائے جانے والے منی کا ایک نطفہ نہ تھا" (قیامت/ ۳۷)

"ایک نطفے سے جب وہ پٹکایا جاتا ہے" (نجم/ ۴۶)

اس بات کی دلیل ہیں۔ اس لحاظ سے لڑکی لڑکے سے افضل ہے جس کا قرآن وسنت اور نہ زمانہ جاہلیت اور نہ دور جدید میں کوئی قائل ہے اگر فضیلت نہیں تو اسکی کوئی منطق بھی نہیں ہے۔ اگر سیدانی سید سے افضل ہو تو حضرت زینب اور ام کلثوم حضرات حسنینؑ سے افضل ہونگی۔ کیونکہ حسنین کی تمام شادیاں غیر سیدانی سے ہوئی ہیں۔

۳۔ سیدوں کو غیر سیدوں پر فضیلت ہے

قرآن وسنت کی رو سے سید کی فضیلت و برتری امت پر کسی انسان کو دوسرے انسان پر فضیلت اور برتری وہی ہوگی جو آیات قرآن اور روایات معصومینؑ اور ان کی پاکیزہ زندگی کی سیرت سے ملتی ہیں۔ قرآن میں خداوند عالم نے بعض ہستیوں کو بعض پر فضیلت دی ہے:

"اور تم میں سے بعض پر بعض کے درجات بلند کیے" (انعام/ ۱۶۶) "اور ہر شخص کیلئے اس کے اعمال کے مطابق درجات ہوں گے" (انعام/ ۱۳۳) "مگر بیٹھنے والوں کی نسبت جہاد کرنے والوں کو اجر عظیم کی فضیلت بخشی ہے" (نساء/ ۹۵) "تم میں سے جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے خرچ کیا اور قتال کیا وہ (دوسروں کے) برابر نہیں ہو سکتے" (حدید/ ۱۰) "اور رسولوں میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے" (بقرہ/ ۲۵۳) "جس کے ہم چاہتے ہیں درجات بلند کرتے ہیں" (یوسف/ ۷۶) "اور ہم ہی نے ان میں سے ایک کو

دوسرے پر درجات میں فوقیت دی ہے" (زخرف/۳۲) "اور ہر ایک کے لئے اپنے اپنے اعمال کے مطابق درجات ہیں" (احقاف/۱۹)

قرآن کریم میں فضیلت کا جو معیار بنایا ہے۔ وہ یہ ہیں:

۱۔ایمان:

"اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلسوں میں کشادگی پیدا کرو تو کشادگی پیدا کرو" (مجادلہ/۱۱)

۲۔علم:

"کہہ دیجئے: کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے یکساں ہو سکتے ہیں؟" (زمر/۹) "اور وہ لوگ جنہیں علم دیا گیا ہے ان کے درجات کو اللہ بلند فرمائے گا" (مجادلہ/۱۱)

۳۔عمل صالح:

"اور نیک عمل اسے بلند کر دیتا ہے" (فاطر/۱۰)

۴۔تقویٰ:

"تم میں سے سب سے زیادہ معزز اللہ کے نزدیک یقیناً وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہے" (حجرات/۱۳)

۵۔جہاد:

"اللہ نے بیٹھے رہنے والوں کے مقابلے میں جان و مال سے جہاد کرنے والوں کا درجہ زیادہ رکھا ہے" (نساء/ ۹۵) "ہم تم میں سے جہاد کرنے والوں اور صبر کرنے والوں کی شناخت کر لیں اور تمہارے حالات جانچ لیں" (محمد/۳۱)

اس کے علاوہ نسب نامی کوئی چیز نہیں ہے۔ جو خدا و رسول اور آئمہ طاہرین کے نزدیک کسی فضیلت کی حامل ہو اور آخرت میں انسان کے نام اعمال کے ترازو میں کوئی وزن بناتی ہو۔ بلکہ آیات قرآن سے ثابت ہے کہ انسان کے نسب کی کوئی فضیلت نہیں ہے۔ کیونکہ انسان کی برگشت حسب قرآن **مٹی سے ہے:**

''اے لوگو! اگر تمہیں موت کے بعد کی زندگی کے بارے میں شبہ ہے تو (سوچو) ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا'' (حج/۵)

پانی سے ہے:

''اور وہی ہے جس نے پانی سے ایک بشر کو پیدا کیا'' (فرقان/۵۴)

تمام کی برگشت ایک مرد اور عورت سے ہے:

''اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا'' (حجرات/۱۳)

قیامت کے دن تمام نسب ختم ہو جائیں گے:

''پھر جب صور پھونکا جائے گا تو ان میں اس دن نہ کوئی رشتہ داری رہے گی اور نہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے'' (مومنون/ ۱۰۱) ''اور تمام تعلقات ٹوٹ کر رہ جائیں گے'' (بقرہ/ ۱۶۶) ''مگر یہ کہ ان کے دل پاش پاش ہو جائیں گے'' (توبہ/۱۱۰)

خود امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ چونکہ نسل رسول سے نہیں ہیں لہٰذا جو مدعی ذریہ رسول اللہ ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں وہ حضرت علیؑ سے افضل ہونے کا دعویٰ کر سکیں گے۔ امام سجادؑ نے فرمایا خداوند عالم نے جنت اس کے لئے خلق کیا ہے جو اس کی اطاعت کرے گرچہ وہ عبد حبشی کیوں نہ ہو اور جہنم اس کیلئے خلق کیا ہے جو اس کی عصیان و نافرمانی کرے گرچہ سید

قریشی کیوں نہ ہو۔ اگر قرآن کریم سنت وسیرت معصومین سے ثابت فضیلت یعنی ایمان اور عمل صالح کو نظر انداز کر کے نسب کو فضیلت دی جائے تو تاریخ اسلام اور آئمہ معصومین سے سلمان محمدی، ابوذر غفاری، عمار یاسر، مالک اشتر، میثم تمار، رشید ہجری، حجر ابن عدی، حبیب ابن مظاہر اور دیگر یاران باصفا آئمہ معصومینؑ جن سے یہ دین ومکتب آج تک زندہ وتابندہ ہے نعوذ باللہ بعض لہو ولعب مغربی ثقافتی یلغار کے ٹھکیدار اسلام و مسلمین کے ملک کو چند دن کے اقتدار کے قیمت پر بیچنے والے رضوی، زیدی، بخاری، موسوی، سیّد وسیّدانیاں افضل ہونگے۔

امیر المومنین کے دو فرزند رشید حضرت ابوالفضل عباسؑ جن کی شان میں امام حسینؑ نے فرمایا کہ ''میری جان تم پر فدا ہو'' امام سجادؑ نے فرمایا کہ ''شہداء اولین وآخرین میرے چچا عباسؑ کے مقام ومنزلت پر رشک کرتے ہیں'' اور امام جعفر صادقؑ نے اس قبر مطہر پر آ کر آپ کے کردار اور حسن نیت کی گواہی دی اور وہ محمد ابن حنفیہ جس کی شان میں امیر المومنینؑ نے فرمایا ''کوئی شخص میری ممات کے بعد مجھ پر احسان کرنا چاہے تو محمد پر احسان کرے'' ان پر بعض گناہوں میں الودہ سیّد وسیّدانی کو نعوذ باللہ فضیلت وبرتری ہوگی۔

امام رضاؑ نے اپنے ایک بھائی جو اپنی سلسلہ نسب پر زیادہ فخر ومباہات کرتے تھے فرمایا کہ اگر تمھارا یہ دعویٰ صحیح ہے تو نعوذ باللہ خدا ظالم ہوگا چونکہ تم بغیر عمل کے اس درجہ پر فائز ہو اور تمھارا باپ موسیٰ ابن جعفرؑ وہ عمل صالح کے ساتھ اس راستے میں صعوبتیں اور مشکلات برداشت کرنے کے بعد یہ مقام حاصل کرے تو کیا یہ ظلم نہیں ہوگا۔ نسب پر فخر ومباہات جاہلیت کا ورثہ ہے جیسے پیغمبرؐ نے حجۃ الوداع کے موقع پر اعلان کیا کہ عصبیت جاہلیت کو آج میرے پاؤں کے نیچے دبا دیا گیا ہے یہ پھر سے زندہ نہیں ہوگی۔

سیدہ کی اگر غیر سید سے شادی کریں گے تو اولاد نجیب پیدا نہیں ہوگی۔ اسلئے سید کو سید سے ہی شادی کرنی چاہیے۔ یہ تھے وہ دلائل جو اس فکر کے حامل افراد پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ باب انتخاب زوجہ میں متعدد روایات میں آیا ہے کہ انتخاب زوجہ میں خیال رکھا جائے شراب خور اور بدکردار خاندانوں کی لڑکیوں سے شادی نہ کی جائے اس سے نسل خراب ہوگی۔ اس کے تحت سیدہ کا غیر سید سے شادی کرنا جائز نہیں ہے اسی طرح سید کی بھی غیر سید سے شادی نہیں ہونی چاہئے۔

سیرت پیغمبر اکرمؐ و آئمہ معصومینؑ اس فکر کے خلاف تھے۔

۱۔ قرآن کریم کی آیات اور خطبات نہج البلاغہ میں کلمات سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا اور امیر المومنینؑ نے پیغمبر اکرمؐ کی طرف حضرت زہرا(س) کے علاوہ چند بیٹیوں کی نسبت دی ہے اور ان بیٹیوں کو پیغمبر اکرمؐ ان کے بقول غیر سادات کو دیا ہے جیسا کہ سورۂ احزاب آیت ۵۹ میں ذکر ہے: ''اے نبی! اپنی ازواج اور بیٹیوں اور مومنین کی عورتوں سے کہہ دیجئے'' اسی طرح نہج البلاغہ میں خطبہ نمبر ۱۶۴ میں حضرت علیؑ سے نقل ہے کہ انھوں نے حضرت عثمان سے کہا: ﴿وشیجة رحم منهما وقدنلت من صهره مالم ینالا﴾ ''تم ان کی نسبت رسول اللہ سے زیادہ قریبی رشتہ رکھتے ہو اور تمہیں وہ دامادی کا شرف بھی حاصل ہے جو نہیں حاصل نہیں''

۲۔ امیر المومنینؑ نے حضرت زہرا(س) کی بیٹی حضرت زینب(س) کو حضرت عبد اللہ بن جعفر کے عقد میں دیا۔

۳۔ اس منطق کے تحت حضرات حسنینؑ اور امام محمد باقرؑ کے علاوہ دیگر تمام آئمہ اس گروہ کے نزدیک نعوذ باللہ غیر نجیب ہیں۔

۴۔ حقیقت یہ ہے کہ نسل مرد اور عورت دونوں سے پھیلتی ہے کیونکہ قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ

''ہم نے انسان کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا'' (حجرات/۱۳)

لیکن اگر اس نظریے کو صحیح مانیں کہ نسل صرف عورت سے پھیلتی ہے لہذا مرد سے پھیلنے والوں کو سید نہیں کہہ سکتے۔ تو اس صورت میں حضرات حسنین اور امام محمد باقرؑ کے علاوہ کوئی بھی امام کی ماں سیدانی نہیں ہے۔

۵۔ سورہ فرقان آیت ۵۴ میں مرد اور عورت کے جوڑ کا واحد سبب تولید نسل بتایا ہے۔ بعض قرآنی آیات میں عورت کو مزرع اور مرد کو بیج بونے والا قرار دیا ہے فصل سے بہتر ثمرات کی درآمد کیلئے بیج اور مزرع دونوں کا مختلف زاویوں سے نسبت کا خیال رکھنا چاہیے یہ عقل و شرع دونوں کی رُو سے ضروری ہے۔

۶۔ نسب سے جو ہمارے تصور میں قومیت اور خاندانوں میں مضمر ہے قرآن کریم میں نسب پر کسی قسم کی فخر اور مباہات کرنے کی مذمت کی ہے کیونکہ یہ تصور ایک ناپائیدار چیز ہے اور سراب کی مانند ہے۔ چنانچہ سورہ مبارکہ مومنون ۱۰۱ میں ہے'' جب قیامت ہوگی اور نفخ صور پھونکا جائے گا تو تمام رشتے ٹوٹ جائینگے''۔ پیغمبر اکرم نے فرمایا مجھے خبر ملی ہے کہ تم میں سے بعض اپنی قوم اور آباؤ اجداد پر فخر کرتے ہو جو اس دنیا سے گذر چکے ہیں اور اس وقت جہنم میں ہیں خداوند عالم نے اسلام کے ذریعے تم سے جاہلیت کی اس معیوب فضیلت کو ختم کیا ہے اور اس کی جگہ تقویٰ کو جاگزین کیا ہے۔ اس لئے جاہلیت کی اس فضیلت پر اترانا اسلام کو دل سے قبول نہ کرنے کے مترادف ہے۔ اسکے علاوہ پیغمبر اکرمؐ نے تمام انسانوں کی برگشت آدم کی طرف کی ہے اور آدم

کی برگشت مٹی کی طرف کی ہے۔ آپؐ نے اپنے تاریخی خطبہ جو عرفات میں حجۃ الوداع کے موقع پر دیا میں فرمایا کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے اور نہ کسی سفید کو کسی سیاہ پر (کتاب تربیت اولاد عبداللہ علوان ج ۲ ص ۹۹۹)۔ صاحب المیزان نے اس آیت کی تفسیر میں کتاب مجمع البیان سے ایک حدیث نقل کی ہے پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا:

''قیامت کے دن ہر حسب ونسب ختم ہوگا سوائے میرے حسب ونسب کے''۔

صاحب المیزان پیغمبر کے نسب سے مراد آئمہ معصومینؑ مراد لیتے ہیں یا وہ صالح افراد جو آپؐ کے نقش قدم پر چلے ہونگے یا نسب سے مراد نسب معنوی ہے یعنی پیغمبر کے دین و شریعت پر قائم ہونگے۔

پھر امام نے اپنے اس مدعا کیلئے قرآن کی اس آیت کو دلیل بنایا جو سورہ مبارکہ عبس کی ۳۴ سے ۳۷ تک قیامت کے دن بھائی اپنے بھائی سے فرار کرے گا۔ سورہ معارج آیت ۱۱۔ قیامت کے دن کسی کو اسکا نسب کچھ فائدہ نہیں دے گا بلکہ قرآنی اصطلاح میں سورہ تین اور عصر کے مطابق ایمان اور عمل صالح کو بنیاد قرار دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ سیرت پیغمبر و آئمہ میں خونی رشتہ کا تصور عقل و قرآن کی رُو سے ایک بے بنیاد تصور ہے چنانچہ قرآن میں ارشاد ہے کہ ہم مردہ سے زندہ اور زندہ سے مردہ کرتے ہیں۔ ان آیات کے مصداق جلی تاریخ میں بے شمار ہیں اولوالعزم پیغمبر حضرت نوحؑ کے بیٹے کی مثال جس کے بارے میں خداوند عالم نے فرمایا یہ آپ کے اہل سے نہیں ہے۔ سورہ ہود ۴۶ امام جعفر صادقؑ کے فرزند عبداللہ افطح جس نے امام موسیٰ جعفرؑ کے مقابلے میں دعویٰ امامت کیا۔ امام رضاؑ نے اپنے بھائی کی اس بات کو کہ اولاد فاطمہؑ سب جنت میں جائینگے کے جواب میں کہا اگر یہ صحیح

ہے تو خدا عادل نہیں کیونکہ تمہارا باپ اپنے دور میں زہد و تقویٰ کا پیکر تھا اور تم ایک فاسد انسان ہو تو دونوں کیونکر جنت میں ایک مقام حاصل کریں گے۔ چنانچہ آیات میں ہے اس دن نہ اولاد والدین کے کام آئے گی اور نہ والدین اولاد کے۔ ان حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے کسی بھی نسب پر امتیاز و برتری کا دعویٰ بے بنیاد ہے اور اس پر قائم کوئی بھی اصول کی بنیاد گھاس پر کھڑی کی گئی عمارت کے مانند ہے اسی طرح رشتہ ازدواج میں اس کو بنیاد بنانا عقل و شرع اور سیرت انبیاء و آئمہ اور فقہا و مجتہدین کے سراسر مخالف ہیں چاہے یہ رشتہ سادات و غیر سادات اور مقامی خاندانوں کی روایات ہوں بے بنیاد ہیں۔ مقام فکر ہے کہ جس معاشرے میں اتنی تعداد میں فرسودہ خرافات رائج ہوں جو کتاب قرآن اور سیرت انبیاء و آئمہ کے خلاف ہوں تو ایسے میں اگر ہم پر عذاب خدا نازل ہو تو یہ ہمارے عمل کا نتیجہ ہوگا۔ ہماری نجات صرف اس صورت میں ممکن ہے کہ ہمارا ہر عمل کتاب خدا اور سیرت پیغمبر اکرامؐ اور آئمہ کے مطابق ہو ہم اسلام کو ہر چیز پر مقدم رکھیں اسلئے کہ اگر دریا پار کرنا ہے تو پل کا تحفظ ضروری ہے۔

- نبی کی بیویاں امت کی مائیں ہیں اس لئے ان کی بیٹیاں امت کی بہنیں ہوئی تو کیا بہنوں سے شادی ہوسکتی ہے؟ اس سند میں پیغمبر سے منسوب ایک حدیث نقل کرتے ہیں: ''ہماری بیٹیاں ہمارے بیٹوں کے لئے ہیں'' ان کی یہ سند اپنے اصل اور دیگر تاریخی حوالوں سے مخدوش ہے۔

۱۔ یہ جملہ پیغمبرؐ کا نہیں بلکہ امام حسینؑ کا فرمان ہے جو آپ نے ایک خاص مناسبت پر فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ جس وقت معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کی ولیعہدی کو شرعی و قانونی سند بنانے کیلئے عبداللہ ابن جعفر کی بیٹی (جو حضرت زینب سے تھی) کا والی

مدینہ کے توسط سے یزید کیلئے رشتہ مانگا تو امام حسینؑ نے مداخلت کر کے معاویہ کی اس سازش کو یہ فرما کرناکام بنایا کہ 'ہماری بیٹیاں ہمارے بیٹوں کے لئے ہیں'' اور اس لڑکی کا عقد بنی ہاشم کے ایک لڑکے کا ساتھ جاری کیا۔

۲۔ جب نبی کی بیٹیاں امت کی بہنیں ہوئیں تو امت کی لڑکیاں نبی کے بیٹیوں کی بھی بہنیں ہونگی۔ تو ان کے ہاں شادی کیسے جائز ہو سکتی ہے

۳۔ زہراؑ کی بیٹی زینب بنت علیؑ کی شادی عبداللہ جعفر سے ہوئی۔

۴۔ مولا امیر المومنین کی ایک بیٹی کی شادی مسلم بن عقیل سے ہوئی۔

۵۔ جہاں سیدانی کی شادی غیر سید سے کرنے کی پابندی نہیں ہے وہاں سیدانی کے ہاں پیدا ہونے والی اولاد کو سید نہیں کہا جاتا۔ جبکہ بیٹی سے پیدا ہونے والی اولاد حسب آیات قرآن اسی اولاد کی طرح ہیں جس طرح بیٹے سے پیدا ہونے والے اولاد ہیں جیسے حضرات حسنینؑ پیغمبر کی اولاد ہیں اور حضرت عیسیٰ نسل ابراہیم سے ہے چنانچہ اس سلسلہ میں سید مرتضٰی علم الھدٰی کا فتویٰ بھی ہے۔

۶۔ مؤنث مذکر پر افضل قرار پائیں گے کیونکہ سیدانی غیر سید سے شادی نہیں کرسکتی اس کی مقام و منزلت کی توہین ہے جبکہ سید غیر سیدہ سے شادی کرسکتے ہیں جبکہ دین اسلام میں قرآن وسنت کی ءروسے مذکر ومؤنث مرد عورت برابر و یکسانیت رکھتے ہیں کسی کو کسی پر کوئی فضیلیت نہیں ہے اور سورہ نساء کی آیت نمبر ۳۶ سے مردوں کی فضیلیت کا استدلال معارف قرآن کے ماہرین کے نزدیک مخدوش ہے۔

سیدزادی کی شادی سید ہی سے مختص کرنا خود سیدزادی پر ایک ظلم وجنایت ہے

شادی ہر خواتین کا ایک بنیادی حق ہے جس سے لاکھوں سے زیادہ سیدانی لڑکیاں اپنے بنیادی حقوق سے محروم ہیں۔ ازدواجی زندگی کی اہمیت اس سے بھی واضح ہے وہ لڑکیاں جوایک عمر غلط کرداروں میں گذار دیتی ہیں اسکے باوجود بھی شادی کی خواہش کرتی ہیں۔ اسکے علاوہ ایک نسل کو دوسری نسل پر فوقیت دینا سورۂ بنی اسرائیل آیت ۷۰ ''اور تحقیق ہم نے اولاد آدم کو عزت وتکریم سے نوازا'' کے خلاف ہے جس میں خداوند عالم نے تمام انسانوں کو تاج کرامت سے نوازا ہے۔ جو مراسم قرآن وسنت اور سیرت انبیاء کے خلاف اور دین میں بے دینی کو رواج دینے کے ساتھ ہنگامہ آرائی مچا کر اس مذہب کی ترویج واشاعت میں رکاوٹ کھڑی کرنا اور اپنی ہی خواتین کو انکے بنیادی حقوق سے محروم رکھنے کے منظر کو دیکھنے کے بعد علماء اعلام کو چاہئے کہ اس آیت کے مصداق بننے سے بچیں جس میں کہا گیا ہے کہ دنیا کو آخرت پر ترجیح نہ دو اور قرآن وسنت اور سیرت آئمہ کے روشن حقائق بتانے سے تقیہ اور ہچکچاہٹ کا رویہ نہ اپنائیں اور اپنے لقمہ حیات خمس کی نمک حلالی کا ثبوت دیں۔ تو کیا یہ پابندی معاشرے پر نسل انسانی پر ایک ظلم وجنایت نہیں ہے؟

۲۔ تعلیمی کفو

قرآن کریم کی آیات اور پیغمبر اکرمؐ اور آئمہ طاہرینؑ سے وارد روایات میں دولہا دلہن کیلئے جس کفو کا ذکر آیا ہے وہ کفو ایمانی ہے جیسا کہ سورہ بقرہ آیت ۲۲۱ میں ہے:

﴿ولا تنکحوا المشرکٰت حتیٰ یؤمن ولامۃ مؤمنۃ خیر من مشرکۃ ولو اعجبتکم ولا تنکحوا المشرکین حتیٰ یؤمنوا ولعبد مؤمن خیر من مشرک ولو اعجبکم اولئک یدعون الی النار واللہ

یدعوآالی الجنۃ والمغفرۃ باذنہ ویبین ایٰتہ للنس لعلھم یتذکرون ﴾ ''خبردار مشرک عورتوں سے اس وقت تک نکاح نہ کرنا جب تک ایمان نہ لائیں کہ ایک مومن کنیز مشرک آزاد عورت سے بہتر ہے چاہے وہ تمھیں کتنی ہی بھلی معلوم نہ ہو اور مشرکین کو بھی لڑکیاں نہ دینا جب تک مسلمان نہ ہو جائیں کہ مسلان غلام آزاد مشرک سے بہتر ہے چاہے وہ تمھیں کتنا ہی اچھا کیوں نہ معلوم ہو یہ مشرکین تمھیں جہنم کی دعوت دیتے ہیں اور خدا اپنے حکم سے جنت اور مغفرت کی دعوت دیتا ہے اور اپنی آیتوں کو واضح کر کے بیان کرتا ہے کہ شاید یہ لوگ سمجھ سکیں''

دوسرا کفو کفو عملی ہے کیونکہ قرآن میں جہاں آمنو کا ذکر آیا ہے وہاں فوراً عمل صالح کا ذکر آیا ہے چنانچہ معجم مفرص میں آیات قرآنی کی سرسری اعداد شمار میں ۸۰ سے زائد جگہ پر (امنو) کے ساتھ عمل صالح کا ذکر آیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے تنہا کفو ایمانی کافی نہیں بلکہ کفو ایمانی و عملی دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ جبکہ عملی زندگی میں لڑکے اور لڑکی کے کردار میں ہم آہنگی لازمی عنصر ہے کردار میں اختلاف آپس میں نفرت اور تصادم کا باعث بنتا ہے اسکی تائید سورہ نور کی آیت ۲ سے ہوتی ہے جس میں خداوند متعال نے فرمایا ہے زانی مرد زانی عورت کیلئے ہے اور زانی عورت زانی مرد کیلئے ہے اسی سورہ میں آگے ہے خبیثات خبیثات کیلئے ہیں جبکہ ہمارے معاشرے میں اس کفو کو چھوڑ کر بہت سے خود ساختہ کفو بنا لئے گے ہیں جسکے نتیجے میں نظام ازدواج کی بنیاد متزلزل ہے اور اسکی بلند و بالا عمارت زمین بوس ہوتی نظر آ رہی ہے۔ جس ازدواجی زندگی کو قرآن نے انس و محبت کی زندگی قرار دیا ہے وہ مغرب کی تقلید کی وجہ سے پریشانیوں کی آماجگاہ بن چکی ہے۔ خود ساختہ کفو کے چند نمونے

درج ذیل ہیں۔
زوج وزوجیت میں کفوءعلم ومعرفت شرط ہونے میں کسی قسم کی برائی وقباحت نہیں ہے۔ قرآن وسنت میں علم ومعرفت مسلمان مرد وعورت کی بنیادی شرط ہےاور کمال کی سیڑھی ہے اور جہالت ایک نقص وکمی اور میل وداغ ہے جو نظام زوجیت کو بوسیدہ کرنے اور ایک دوسرے میں خلیج پیدا کرنے کا سبب ہے۔لیکن ایک بڑی ڈگری کی بنیاد پر انتخاب کرنا اسکی کوئی منطق نہیں کیونکہ اس عمل سے آپکی جہالت ختم نہیں ہوسکتی۔علماء نے جہالت کی تین اقسام بیان کی ہیں۔

۱۔ جہالت بمعنی ان پڑھ:یعنی کسی قسم کا پڑھنا لکھنا نہیں آتا۔یہ صورت انتہائی قباحت رکھتی ہے لیکن عملاً جہالت یا کردار جہالت سے دور ہو۔

۲۔ ایک موضوع میں ڈگری ہولیکن اسلام کے بنیادی مسائل اور حقوق زوجین سے بالکل ناواقف ہو جیسے آج کل کے کالج یونیورسٹی کے پڑھے لکھے نوجوان لڑکوں لڑکیوں کی حالت ہے نہ یہ عقائد سے واقف ہیں نہ ہی فروع اسلام سے اور نہ ہی حقوق زوجین سے بلکہ دونوں کے ملنے کا مقصد صرف اور صرف جنسی خواہشات ہیں۔دونوں کی مثال اس حیوان مونث ومذکر جیسی ہے جو جنسی عمل کے بعد ایک دوسرے سے بیزار و اجنبی ہو جاتے ہیں۔

۳۔ پڑھے لکھے ہیں علم وشریعت سے بھی واقف ہیں اور نظام زوجین کے مسائل کو بھی درک کرتے ہیں لیکن عمل نہیں کرتے ایسا انسان خواہ وہ عالم ہو یا عالمہ جہالت کا حکم رکھتا ہے۔لہذا کسی قسم کی تعلیمی ڈگری نظام زوجیت کو ہموار اور خوشگوار بنانے میں معاون نہیں ہے یہاں تک کہ اسلام کے عقائد وفروع سے آشنائی ہو۔حقوق زوجین

سے واقف ہوں اور ایک دوسرے کے حقوق سے روگردانی کرنے کی وجہ سے آخر
میں عذاب پر یقین رکھتے ہوں ایسا علم ہی نظام زوجیت کی عمارت کو محکم ومضبوط بناتا
ہے۔ لہذا قرآن کریم میں ہے کہ مومن مرد وعورت، مشرک مرد وعورت سے بہتر
ہیں۔ کیونکہ اگر یہاں اگر خدانخواستہ کوئی اختلاف کی صورت پیش بھی آجائے تو بغیر
کسی ناخوشگوار واقع کے ایک دوسرے سے جدائی ہوسکتی ہے اور دونوں کو اگلے مرحلے
میں زوجیت تلاش کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہوگی۔

قرآن وسنت نے فکری کفو کو بنیاد بنایا ہے یعنی لڑکا اور لڑکی دونوں مومن ہوں خدا اور رسول پر ایمان رکھتے ہوں یہ بنیادی شرط ہے نہ کہ تعلیمی ڈگری۔ خود پیغمبر اکرمؐ جن کو خداوند عالم نے معلمِ کتاب حکمت بتایا ہے ان کی جن خواتین سے شادی ہوئی وہ اکثر و بیشتر ان پڑھ تھیں اور یہ ہی مثال آئمہ کی ہے لیکن ان ہستیوں نے تعلیمی ڈگری کو کفو کی بنیاد نہیں بنایا۔ کیونکہ ممکن ہے لڑکے اور لڑکی کی ڈگری برابر ہو لیکن ان میں سے ایک جھوٹ دھوکہ دہی، ناجائز طریقے سے مال کمانے کو اچھا سمجھتا ہو جبکہ دوسرا اسے اچھا نہ سمجھتا ہو اسی طرح ان میں سے ایک اجنبی سے بات کرنے کو پسند کرتا ہو جبکہ دوسرا اس سے انتہائی نفرت کرتا ہو لہذا ڈگری کو شادی کی بنیاد بنانا ایک لغو اور غیر منطقی بات ہے یہی وجہ ہے کہ اس بنیاد پر قائم رشتے زیادہ عرصہ قائم نہیں رہتے۔

۳۔ کفو اقتصادی

دین اسلام جس کا مصدر وماخذ قرآن اور سنت وسیرت پیغمبر اکرمؐ اور آئمہ طاہرین ہیں نے عورت کی زندگی سے متعلق تمام ضروریات کی ذمہ داری شوہر پر عائد کی ہے۔ جو مرد اپنی اور اپنی بیوی کی ضروریات زندگی پورا کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے قرآن کریم اور

سنت رسول میں اسے شادی کی جگہ پر عفت اختیار کرنے کا حکم دیا ہے سورہ نور آیت ۳۳،
۶۰:

﴿ولیستعفف الذین لایجدون نکاحا﴾ ''جو لوگ نکاح کا امکان نہ پائیں انہیں عفت اختیار کرنا چاہئے''۔ ﴿وان یستعففن خیر لھن﴾ ''تاہم عفت کا پاس رکھنا ان کے حق میں بہتر ہے''۔

جبکہ معاشرے میں قرآن وسنت اور سیرت آئمہ طاہرین جنہوں نے کنیزوں کو آزاد کر کے اپنے عقد میں لایا اور پیغمبر اکرم نے بہت سی بے آسرا اور بیوہ عورتوں کو اپنے عقد میں لیا لیکن ہمارے معاشرے کے مرد مسلمان مومن نے انتخاب لڑکی میں جس کے ذمہ کسی قسم کی مالی ذمہ داری اور بوجھ نہیں اسکی اقتصادی صورت حال اور زیادہ جہیز دینے کی صلاحیت کو بنیادی شرط قرار دیا ہے جس کی وجہ سے نظام ازدواجی زمین بوس ہو گیا ہے جسکی تفصیل کچھ یوں ہے۔

ہمارے معاشرے میں بہت سے جوان مالی حیثیت سے کمزور ہونے کہ وجہ سے کسی صاحب ثروت و دولت مند لڑکی کی تلاش میں رہتے ہیں گویا انھوں نے اس لڑکی کی دولت سے عقد باندھنا ہے۔ اس دولت سے مربوط تمام لوازمات کیونکہ اس لڑکی کی ملکیت ہیں لہذا یہ لڑکی اس سے وہ ہی سلوک کرے گی جو اپنے مال و دولت سے کرتی ہے۔ قرآن نے اس نظریے کا ابطال ان الفاظ میں کیا ہے۔

﴿وانکحوا الایامی منکم والصلحین من عبادکم وامآئکم ان یکونوا فقرآء یغنھم اللہ من فضلہ﴾ ''اور تم میں سے جو لوگ بے نکاح ہوں اور تمہارے غلاموں اور کنیزوں میں سے جو صالح ہوں ان کا نکاح

کر دو اگر وہ نادار ہوں تو اللہ اپنے فضل سے انہیں غنی کر دے گا'' (نور/۳۲)

﴿ولیستعفف الذین لا یجدون نکاحًا حتٰی یغنیھم اللہ من فضلہ﴾ ''اور ان لوگوں کو پاک دامن رہنا چاہئے جو اپنا نکاح کرنے کا مقدور نہیں رکھتے یہاں تک کہ اللہ تعالی انہیں اپنے فضل سے مالدار بنا دے'' (نور/۳۳)

یعنی رشتہ ازدواج میں ایک دوسرے کے فقر مالی کو نہیں دیکھنا چاہے۔

زوجہ کا نان نفقہ شوہر پر ہے نہ کہ بیوی پر شریعت نے بیوی کی ضروریات زندگی کی فراہمی کا فریضہ شوہر کو سونپا ہے لہذا بیوی کو یہ سوچنے کا حق حاصل ہے کہ جو شخص اسکی زوجیت کا خواں ہے وہ اس فریضہ کو ادا کر سکتا ہے یا نہیں۔ قرآن کریم میں ایسے افراد جو اپنی بیوی کی ضروریات زندگی پوری کرنے سے عاجز ہیں انہیں اپنی حیثیت کے مطابق بیوی تلاش کرنے کا حکم ہے۔ اور اگر وہ یہ بھی نہیں کر سکتے تو شادی سے ہی اجتناب کریں اور اپنی جنسی خواہشات پر کنٹرول کرنے اور اسکی تکالیف سے بچنے کیلئے نماز، روزہ اور عبادات سے مدد حاصل کریں۔

موجودہ معاشرے میں کفو مالی کو اتنی بلندی پر لے جایا جا چکا ہے کہ لڑکے اور لڑکی میں رشتہ کی بنیاد ایمان اور عمل صالح کی بجائے جہیز و گاڑی، خاص جگہ پر بنگلہ، بینک بیلنس وغیرہ میں ہے گویا یہاں شادی لڑکے اور لڑکی کی نہیں ہو رہی بلکہ عہدہ نوکری اور جہیز کے درمیان ہو رہی ہے۔

جہیز یا گھر کی ویرانی

انسانی معاشرے میں بالغ لڑکے اور لڑکی کیلئے اہم ترین اور مقدم ترین ضروریات زندگی میں سے ایک ضرورت شادی ہے۔ ایک جوان لڑکا اور لڑکی انتہائی پست ترین ماکولات و ملبوسات پر اکتفاء کرنے چادر نشینی اور خانہ بدوشی کی زندگی گذارنے کیلئے تو آمادہ ہو سکتے ہیں لیکن ازدواجی زندگی سے دست بردار نہیں ہو سکتے یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ لیکن شرم وحیا کی مروت میں خاموش رہتے ہیں۔ والدین کی فطرتی سمندر کی بھاپ ٹھنڈی ہو چکی ہوتی ہے اور شادی کا ایک عرصہ گذرنے کے بعد وہ اس طغیانی دور کو بھول چکے ہوتے ہیں لہذا اس لئے انہیں لڑکی اور لڑکا کا یہ فطرتی طغیان نظر نہیں آتا یا پھر وہ معاشرے کی طرف سے حائل رکاوٹوں کی وجہ سے ہمت ہارے ہوئے ہوتے ہیں اور اپنے دل کی بات کا اظہار نہیں کر پاتے۔ جس شخص کے ہاں چند لڑکیاں ہوں اور اسکی گذر اوقات ایک مختصر سی دکان یا ایک گاڑی سے ہو اگر اسے ایک لڑکی کی شادی کرنا پڑے تو اسے دکان یا گاڑی بیچنا پڑتی ہے جس کے نتیجے میں اسکا باقی خاندان زیر آسمان فقر و فاقہ کی زندگی گذارنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اس حالت زار کو دل میں پوشیدہ رکھ کر لڑکی کی شادی میں مختلف بہانے تراشتے ہوئے اسے ملتوی کرنے کی کوشش میں رہتا ہے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اس ملک کے صاحب ثروت اور برسر اقتدار افراد مال و دولت کے نشے میں غریبوں اور متوسط طبقے کے لوگوں کے حالت سے ناواقف ہیں یا پھر چشم پوشی کرتے ہیں یا اپنی انانیت کے نشے میں ہوتے ہیں۔ اس لئے جہیز کی لعنت کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ یہ ایک ایسی شرط ہے کہ اگر شریعت میں اس کی کوئی سند بھی ہوتی تب بھی قانون ''عسر و حرج'' کے تحت یہ معلق اور کالعدم ہو جاتی۔ اور اس پر عمل کرنے کا وجوب خود بخود رفع ہو جاتا۔ جبکہ حقیقت میں اس کی

کوئی سند نہیں ہے اور نہ ہی سیرت انبیاء اور آئمہ میں اسکا کوئی نمونہ ملتا ہے۔ جس جہیز کا ذکر حضرت زہراؑ کی شادی میں ملتا ہے وہ یہ نہیں ہے کیونکہ وہ جہیز پیغمبر اکرمؐ نے خود حضرت زہراؑ کے حق مہر پانچ سو درہم حضرت علیؑ سے لے کر خریدا تھا۔ نہ کہ پیغمبرؐ نے اپنی طرف سے دیا تھا۔ گویا پیغمبر اکرمؐ نے امیر المومنینؑ اور حضرت زہراؑ کی نئی زندگی کی ضروریات کو علیؑ کے ذمہ پر عائد حق مہر سے پورا کیا۔ جبکہ رائج جہیز میں جو لڑکی کے باپ کیلئے کمر شکن ہے اور لڑکی کے بہن بھائیوں کیلئے بے روزگاری بھوک و افلاس کا سبب ہے۔ اس سے بڑھکر خود لڑکی کی شادی کے تعطل کا بھی سبب ہے۔ کیونکہ معاشرے کی رائج سنت میں ایک با ایمان و صالح لڑکی یا حسن و جمال ہم کفو پر اکتفا نہیں کیا جاتا جب تک مطلوبہ جہیز اس کے ساتھ نہ ہو۔ بین الاقوامی حقوق نسواں کے علمدار لڑکی کو درپیش اس مشکل کے خاتمہ کے بارے میں بات نہیں کرتے۔ بلکہ اس کو جوں کا توں رکھے ہوئے ہیں اور اسے اسکی ضروریات سے غافل رکھ کر یا وقتی مشکلات کو حل کرنے کی راہ دکھا کر اپنی مشرق دشمنی کا کینہ نکالتے ہیں۔

ازدواج متبادل

یعنی وٹہ سٹہ کی شادی۔ اس قسم کی شادی کے جائز و ناجائز ہونے کے حکم کا اختیار صرف فقہاء و مجتہدین کو ہی حاصل ہے۔ ہم یہاں نظام شریعت اور قرآن و سنت کی روشنی میں بطور تجزیہ و تحلیل آپکی خدمت میں چند عرائض پیش کرتے ہیں۔ اس قسم کا نکاح زمانہ جاہلیت میں نکاح شغار کے نام سے رائج تھا۔ شغار شغر سے ہے اور شغر کتے کے پاوں اٹھا کر پیشاب کرنے کو کہتے ہیں اور اسکے علاوہ عورت کے عمل جنسی کے دوران پاؤں اٹھانے کو بھی شغار کہتے ہیں۔ اور اس زمین کو بھی بلد شاغرہ کہتے تھے جو بیرونی غارت گروں سے نہ بچا سکے۔ نکاح شغار یعنی ایک فریق اپنی بہن یا بیٹی دوسرے کے نکاح میں دے اور اسکے بدلے میں

اسکی بہن یا بیٹی سے نکاح کرے۔ یعنی ایک لحاظ سے ایک دوسرے کا حق مہر قرار دیں۔ اسلام نے جاہلیت کے اس نظام زوجیت کو حرام قرار دیا ہے۔ کیونکہ اس میں ایک انسان پر ظلم ہونا حتمی ہے۔ کیونکہ ممکن ہے ایک مرد اور عورت تو راضی ہوں لیکن دوسرے راضی نہ ہوں ان میں ہم آہنگی نہ ہو اور وہ انکے مقافات کی زد میں آتے ہوں۔ اس قسم کا نکاح ہمارے ہاں رائج ہے۔ اس نے مہر یہ جیسے حکم کی صورت اختیار کرلی ہے یعنی ایک کی زوجہ دوسرے سے مشروط ہے۔ لہذا یہ ایک قسم کی فرسودہ رسم ہے جو عورت کی حق تلفی کا سبب بنتی ہے۔ اس قسم کا نظام اپنانے کی ضرورت وہاں پیش آسکتی تھی جہاں خواتین کی خواستگاری میں کمی ہو لیکن حیرت کی بات ہے یہ عمل ایک ایسے معاشرے میں انجام پا رہا ہے جہاں خواتین مردوں سے زیادہ ہیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حقوق زوجیت جو بنیادی حقوق میں سے ہے وہ معاشرے کے ذمہ دار افراد کے نزدیک نظر انداز ہیں۔

عمر میں برابری

ازدواجی زندگی انسان کی بنیادی ضروریات میں سے ہے۔ یہ ضرورت جہاں مرد و عورت کیلئے ہے وہاں اس کی ضرورت اجتماع کیلئے بھی ہے۔ انھیں اپنی ضرورت کو پورا کرنے کیلئے اجتماع کا بھی خیال رکھنا چاہئے۔ ورنہ یہ اپنے اور اجتماع پر ظلم کرے گا۔ اگر ہم مسلمان ہونے کے ناطے سے حکم قرآن کریم کے تحت پیغمبر اکرم کی سیرت طیبہ کو اپنے سامنے بطور نمونہ رکھ کر زندگی گزاریں تو ہمارا معاشرہ جنت نذیر ہوگا ۔ پیغمبر اکرمؐ جہاں خود فرماتے ہیں کہ ''میرے شیطان نے میرے ہاتھوں اسلام قبول کرلیا ہے''۔ جہاں آپؐ نے ہر قسم کی خواہشات نفسانی کھانے پینے، لباس اور شہوت میں اسے کوئی موقع نہیں دیا وہاں ازدواجی زندگی میں بھی پیغمبر اکرمؐ اعلیٰ درجہ پر فائز ہیں۔ لہذا خداوند عالم نے انہیں نمونہ کامل

قرار دیا ہے اس حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے پیغمبر اکرمؐ کا کبھی عمر رسیدہ بیوہ خواتین کو اپنے عقد میں لانا یہاں تک جنہیں دوسروں نے قبول کرنے سے انکار کیا۔ انہیں اپنے شرف زوجیت بخشنے اور کبھی کنواری لڑکی سے شادی کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ پیغمبر اکرمؐ ازدواجی زندگی کو معاشرے کی ایک ضرورت اور زندگی کیلئے ناگزیر سمجھتے تھے لہذا اس کیلئے مفروضہ منفی (پسند و ناپسند، زیادہ عمر یا کم عمر) کے پہلوں پر عمل کر کے دکھایا ہے۔ پیغمبر اکرمؐ کی ازدواجی زندگی کو سامنے رکھنے کے بعد ہماری زندگی میں عمر کی برابری کی شرط ایک لغو، بے ہودہ اور غیر شرعی ہے بلکہ دنیا بھر میں کوئی اس فارمولے سے اتفاق نظر نہیں رکھتا۔ جس پر ہمارے یہاں انتہائی شدومد سے اسرار کیا جاتا ہے۔ جو در حقیقت ہمارے اجتماع میں بہت سی خواتین شادی شدہ اور غیر شادی شدہ پر ایک بہت بڑا ظلم کا دروازہ کھولنے کے مترادف ہے۔

ازدواجی رسومات

قرآن کریم کی کثیر آیات پیغمبر اکرم اور اہلبیت اطہار سے مروی روایات میں رشتہ ازدواج اور اسکی تقریبات یعنی مجلس عقد و نکاح و ولیمہ کو مجلس عبادت اور محل نزول رحمت خدا قرار دیا ہے۔ چنانچہ عقد نکاح کی خطبہ میں چندین آیات و روایات سے اسکی سند شرعی اور مرضی خدا ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ لیکن بدقسمتی سے اسلام دشمن گماشتے اور خود مسلمانوں کے اندر موجود وہ افراد جنکی ہوائے نفس خواہشات نفسانی انکی عقل اور شرعی زندگی پر غالب ہے انھوں نے ایسی رسومات جو شریعت کے خلاف ہیں اس میں شامل کی ہیں لہذا ایسی مجلس و محفل جس میں ایسے افعال و حرکات انجام دی جائیں جن کے تحت خدا کی نازل کردہ شریعت کو چیلنج کیا جائے اور آیات خدا اور فرمودات معصومینؑ کو مسترد کیا جائے تو جو

خدااور رسول کے بتائے ہوئے راستے سے انحراف کرے وہ نص قرآنی کے تحت مستحق قہرو غضب خدا ہیں۔ ذیل میں ہم مروجہ رسومات شادی کا نص قرآنی کے تحت تنقیدی جائزہ پیش کرتے ہیں۔

کلام خدا کی جگہ کلام بشر کو ترجیح

کائنات میں وجود صرف وجود باری تعالی ہے باقی سب اسکے جلوے اور شعائیں ہیں البتہ بعض ہستیاں جو اپنے رب سے وابستگی اور خداوند متعال کی طرف سے مقام اصطفی وانتخاب کی وجہ سے اشرف الخلوقات اور افضل موجودات بنی ہیں لیکن وہ کسی بھی حوالے سے مقام الوہیت اور ربوبیت پر فائز نہیں ہوسکتیں۔ جس طرح خدا کی خدائی ہر چیز پر غالب ہے اسی طرح اسکا حق بھی سب حقوق پر مقدم ہے اسکا کلام ہر کلام پر مقدم ہے آیات قرآنی اور پیغمبر اکرمؐ، امیر المومنینؑ اور دیگر آئمہؑ سے مروی روایات کے تحت خدا کی کتاب یعنی قرآن وہ کتاب ہے جو حافظ ونگہبان کل کتب آسمانی اور حیثیت وفضیلت وشرافت انبیاء مرسلین وآئمہ طاہرین ہے امام صادقؑ نے فرمایا: ہر وہ چیز جو کتاب خدا سے مطابقت نہ رکھتی ہو زخرف یعنی مٹی ہے اور مرذود ہے۔ حق و باطل کی تمیز کرنے کی کسوٹی قرآن ہے حدیث ثقلین کے تحت اس کتاب سے روگردانی ضلالت وگمراہی ہے۔ اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے بعد ہمارے اجتماعات اور دیگر محفل ومجالس کی مانند شادی کی تقریبات میں کتاب خدا کی جگہ پر ایک حدیث پڑھی جاتی ہے جو حدیث کساء کے نام سے معروف ہے معلوم نہیں ہمارے اس ہاں اس غیر مستند حدیث کو پڑھنے کی رسم کب سے شروع ہوئی اور اب تو یہ ایک مستقل حیثیت اختیار کر چکی ہے۔ ہمارے کتب تفاسیر اور احادیث میں ایک واقعہ کساء کے نام سے مشہور ومعروف ہے اور سب کے نزدیک مستند ہے یہ واقعہ آیۃ تطہیر

کے ذیل میں نقل کیا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے پنجتن پاک کو ایک چادر کے نیچے جمع کر کے خدا سے دعا کی اور اپنی اہلبیت کو اسکی درگاہ میں پیش کیا یہ ایک حقیقت ہے اور اس سے کسی شیعہ سنی کو انکار نہیں لیکن یہ واقعہ تمام کتب تفاسیر اور حدیث میں ام سلمہ کی حجرے میں واقع ہونے کا ذکر ہے نہ کہ حضرت زہراؑ کے۔ چنانچہ اس صدی کے شیعہ عقیدہ کے مدافع اور صحیح اور غلط احادیث کو جانچنے کے ماہر آیت اللہ مرتضی عسکری نے اس حدیث کے بارے میں ایک کتابچہ لکھا ہے اور اس میں واضح کیا ہے کہ یہ حدیث اس سلسلے، میں وارد تمام احادیث کے مخالف ہے کیونکہ تمام احادیث میں بتایا گیا ہے کہ یہ واقعہ ام سلمہؓ کے گھر پیش آیا ہے جب کہ اس حدیث میں اس واقعہ کو حضرت فاطمہؓ کے گھر بتایا جاتا ہے لہٰذا سینکڑوں احادیث کے مقابلے میں اس ایک حدیث پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح دور حاضر کے فقیہ و مجتہد آیت اللہ سید محمد حسین فضل اللہ نے حدیث کساء سے متعلق سوال کے جواب میں فرمایا: اس حدیث کے ناقل' حاحب کتاب عوالمؒ ہے جو غیر مستند اور نا قابل اعتماد ہیں اب آپ سوچیں اس غیر مستند اور خود ساختہ واقعہ کو کلام خدا کی جگہ پڑھنا کیا شیعیت کے چہرے کو مسخ کرنا نہیں ہے۔ اس طرح اس میں ایک نقص و جھوٹ یہ نقل ہے کہ پیغمبر نے یہ کہا کہ میں اپنے اندر کمزوری محسوس کرتا ہوں اس طرح امیر المومنین اور حضرات حسنین کا یک بعد دیگر آ کے حضرت زہرا سے خوشبو آنے کا ذکر کرنا اور ہر ایک کا اس چادر کے نیچے شامل ہونا اور پھر حضرت زہرا کا خود اس میں شامل ہونا اور جبرائیل کا نازل ہونا اور پیغمبر اکرم کا یہ فرمانا کہ جو اس حدیث کو پڑھے کے اتنے فائدے اور فضیلیت بیان کرنا کسی طرح ثابت نہیں ہے۔ اس کے باوجود اگر اس حدیث کی سند میں خدشہ نہ بھی ہو تب بھی دیگر با معنیٰ اور مستند واقعات مثلاً خطبہ غدیر، خطبات حضرت زہرا، خطبات امام حسینؑ، خطبہ منیٰ و عاشورا اور

دعائے عرفات اور دعائے ابوحمزہ ثمالی اور صحیفہ سجادیہ کی دعائیں جنھیں زبور آل محمد کہتے ہیں چھوڑ کر صرف اس حدیث کو مقدم رکھنا کوئی معنی نہیں رکھتا خاص طور پر قرآن کی جگہ پر اس کو پڑھنا اور قرآن کو پیچھے چھوڑنا، قرآن سے مہجوریت اختیار کرنے کا مصداق ہے جو اسلام و مسلمین پیغمبر و آئمہ طاہرین حتیٰ خود حضرت زہرا کے خلاف ایک سازش ہے۔ یہاں تک ان لوگوں نے ہمارے علماء و مجتہدین کے نزدیک معتبر و مستند دعاوں کے پڑھنے کے خلاف مہم چلائی جیسے دعائے کمیل پڑھنا شروع کی تو ان لوگوں نے کہا یہ نہ پڑھو صرف حدیث کساء پڑھو گویا آئمہ سے صرف یہ ہی ایک حدیث وارد ہوئی ہے باقی سب جھوٹ ہے۔ اور اس سے بھی افسوس ناک بات یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں بعض علماء اس کے پڑھنے کو ولائے اہلبیتؑ ثابت کرنا سمجھتے ہیں اور بعض نے تو اس سے بھی مضحکہ خیز بات کی ہے کہ اگر آپ اسے جابر بن عبداللہ انصاریؓ کی طرف منسوب کر کے پڑھیں تو اشکال رفع ہو جائے گا اور حدیث میں کوئی سقم نہیں رہتا۔ اگر اس اصول کو اپنانے سے اور حدیث کو راوی کی طرف منسوب کر کے پڑھنے سے اشکال رفع ہو جاتا ہے اور حدیث میں کوئی سقم نہیں رہتا تو فریقین کی کسی بھی حدیث کو رد نہیں کر سکیں گے۔ اگر کسی حدیث کی تلاوت فضیلت کا حکم رکھتی تو پیغمبر اکرمؐ اور آئمہ اطہارؑ کے مستند خطبات کی تلاوت کرنے کا حکم ہوتا، اسکے علاوہ کتنی ہی مستند حدیث کیوں نہ ہو وہ کلام خدا کی جگہ نہیں لے سکتی کیونکہ حدیث تابع کلام خدا ہے نہ کہ کلام خدا تابع حدیث۔ جس قوم کے دانشمند اور باشعور علماء کی عدم دلچسپی کی بنا پر کتاب خدا کو کنارے لگا دیا گیا ہو وہ قوم کتنے ہی برے نتائج کا سامنا کرے کم ہے۔

مخلوط اجتماع

انسانی زندگی کی تمام خرابیاں اور بیماریاں خواہ انفرادی ہوں یا اجتماعی، سیاسی ہوں

یا ثقافتی یا اخلاقی، ان سب کے علاج کا نسخہ اس قرآن کریم میں موجود ہے۔ لہذا خود خداوند متعال نے اپنی اس کتاب میں خدا اور اس کے رسول کی دعوت پر لبیک کہنے کا حکم دیا ہے۔

سورہ انفال آیت ۲۴ میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿یایھا الذین امنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم﴾ ''اے ایمان والو! اللہ ورسول کی آواز پر لبیک کہو جب وہ تمہیں اس امر کی طرف دعوت دیں جس میں تمہاری زندگی ہے''

عاقل وہوش مند لوگ مسائل کو بخوبی درک ولمس کرتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ تمام اجتماعی و اخلاقی مسائل، سیاسی برائیوں کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں، آپس میں انکا گہرا رابط ہے، ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ علاوہ بریں سیاست کا ثقافت اقتصاد پر بھی گہرا اثر ہوتا ہے۔ امت اسلامی کو درپیش تمام برائیوں کے علاج کا نسخہ آیات قرآنی پر عمل کرنے میں مضمر ہے۔ لیکن بدقسمتی سے ہمارے معاشرے کے عمومی تو کجا، باایمان گھرانوں تک میں قرآن کے انتہائی واضح وروشن احکامات سے بے اعتنائی برتی جاتی ہے باوجودیکہ یہ لوگ قرآن مجید کی تلاوت کا وظیفہ بھی انجام دے رہے ہوتے ہیں۔ ایک مسلمان عورت کیلئے اپنے بال، بازو اور جسم کے دیگر حصوں کو کہاں تک اور کن لوگوں سے چھپانا ہے، قرآن مجید کی سورۂ نور کی آیت نمبر ۳۱ میں اس بارے میں واضح حکم موجود ہے۔ ترجمہ ملاحظہ فرمائیے:

﴿وقل للمومنٰت یغضضن من ابصارھن ویحفظن فروجھن ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا ولیضربن بخمرھن علیٰ جیوبھن ولا یبدین زینتھن الا لبعولتھن او اٰبآئھن او اٰبآء بعولتھن او اخوانھن او بنیٓ اخوانھن او بنی اخوتھن او نسآئھن او ماملکت ایمانھن

او التابعين غير اولی الاربة من الرجال او الطفل﴾ ''اور مومنہ عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ بھی اپنی نگاہوں کو نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کو بچائے رکھیں اور اپنی زیبائش (کی جگہوں) کو ظاہر نہ ہونے دیں سوائے اس کے جو اس میں خود ظاہر ہو اور اپنے دوپٹہ کو اپنے گریبان پر رکھیں اور اپنی زیبائش کو ظاہر نہ ہونے دیں سوائے اپنے شوہر، باپ دادا، شوہر کے باپ دادا، اپنی اولاد اور اپنے شوہر کی اولاد، اپنے بھائی اور بھائیوں کی اولاد اور بہنوں کی اولاد اور اپنی (ہم صنف) عورتوں اور اپنے غلام اور کنیزوں اور ایسے طالع افراد جن میں عورت کی طرف سے کوئی خواہش نہ رکھتے ہوں اور ان بچوں کے جو عورتوں کے پردوں کی باتوں سے واقف نہ ہوں اور مومن عورتوں کو چاہئے کہ (چلتے ہوئے) اپنے پاؤں زور سے نہ رکھیں کہ جس سے ان کی پوشیدہ ظاہر ہو جائے اور اے مومنو! سب مل کر اللہ کی حضور توبہ کرو امید ہے کہ تم فلاح پاؤ''۔

لیکن ہمارے معاشرے میں حتیٰ متدین گھرانوں کے اندر بھائیوں کی بیویاں ایک دوسرے کیلئے محرم کی حیثیت اختیار کر گئی ہیں۔ بے دھڑک ایک دوسرے کے سامنے آتی جاتی رہتی ہیں۔ اسی طرح لوگ بہنوئی کو اپنی بیویوں کا محرم تصور کرتے ہیں جبکہ قرآن مجید کی سورۃ نساء آیت نمبر ۲۳ میں کہیں ذکر نہیں ہے کہ یہ لوگ محرم ہیں۔ ذیل میں ہم اس آیت کا ترجمہ پیش کر رہے ہیں:

﴿حرمت عليكم امهتكم وبنتكم واخوتكم وعمتكم وخلتكم وبنت الاخ وبنت الاخت وامهتكم التی ارضعنكم واخوتكم من الرضاعة وامهت نسآئكم التی دخلتم بهن لم تكونوا دخلتم

بهن فلاجناح علیکم وحلائل ابنآئکم الذین من اصلابکم وان تجمعوا بین الاختیین الاماقدسلف ان اللہ غفورًا رحیمًا ﴾ ''اور تم پر حرام کردی گئی تمہاری مائیں' بیٹیاں، بہنیں، پھوپھیاں، خالائیں، بھتیجیاں، بھانجیاں، وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلا چکی ہوں تمہاری رضاعی (دودھ شریک) بہنیں تمھاری بیویوں کی مائیں اور جن بیویوں سے تم مقاربت کر چکے ہو ان کی وہ بیٹیاں جو تمہاری پرورش میں رہی ہو لیکن اگر ان بیویوں سے (صرف عقد ہوا ہو) مقاربت نہ ہوئی ہو تو کوئی حرج نہیں نیز تمہارے صلبی بیٹوں کی بیویاں اور دو بہنوں کا باہم جمع کرنا' مگر جو پہلے ہو چکا سو ہو چکا بے شک اللہ بڑا بخشنے والا' رحم والا ہے۔''

ذرا سوچیے حکم قرآن کو نظر انداز کرنے کے بعد اسکی تلاوت کیونکر باعث اجر ہو سکتی ہے جبکہ حدیث رسولؐ کے تحت بہت سے قرآن پڑھنے والوں پر خود قرآن لعنت کرتا ہے''۔ گزشتہ چند برسوں میں یہ بُری رسم گھروں کی چار دیواری سے نکل کر شادی ہالوں تک پھیل گئی ہے جہاں منعقد ہونے والی تقریبات میں مخلوط اجتماعات روز مرّہ کا معمول بن گئے ہیں۔ عوام الناس کا ذکر ہی کیا، پاکیزہ مومنین و مومنات بغیر کسی جھجک کے ان مخلوط اجتماعات میں خوشی، خوشی شریک ہوتے ہیں جو کہ حکم قرآن کی صریح خلاف ورزی ہے۔

پیغمبر کی بیویاں سورۃ احزاب کی آیت نمبر ۶ اور ۵۳ کے تحت امت کی مائیں ہیں: ﴿و ازواجہ امھتھم ﴾ ''اور نبی کی ازواج ان کی مائیں ہیں'' اور امت ان سے شادی نہیں کر سکتی اس کے باوجود آیت نمبر ۵۳ میں امت کو ان سے پردے کے پیچھے سے بات کرنے کا حکم ملا ہے ﴿واذا سالتموھن متاعًا فسئلوھن من ورآء حجابٍ ﴾ ''اور جب

تمہیں نبی کی بیویوں سے کچھ مانگنا ہوتو پردے کے پیچھے سے مانگا کرو'' اسی طرح آیت نمبر ۵۹ میں پیغمبر کو حکم دیا ہے کہ اپنی بیویاں اور امت کی خواتین سے کہہ دیں کہ اپنے سر پر چادر اوڑھیں۔ ہماری شادی کی تقریبات میں تقریباً آج سے دس سال پہلے مرد عورت کے مخلوط اجتماع کی مہم شروع ہوئی اور ہر آئے دن اس کی شکل وصورت اور کمیت اور کیفیت میں اضافہ ہو رہا ہے اس شکل کے اجتماعات صریح آیات قرآنی کے خلاف ہیں اور قرآنی حکم کو چیلنج ہے سورۂ مبارکہ نور میں مرد عورت کو مندرجہ ذیل ھدایات دی گئی ہیں۔

۱۔ ایک دوسرے کو دیکھنے سے آنکھ کو بچائیں یعنی ایک دوسرے کو مت دیکھیں۔

۲۔ خواتین اپنی زینت کا مظاہرہ نہ کریں سوائے اپنے شوہروں یا محرموں کے

۳۔ اپنے سر اور چھاتی پر حجاب کریں۔

۴۔ اس سورہ نور کی آیت ۵۸، ۵۹ میں نابالغ بچوں کو نماز صبح سے پہلے اور نماز ظہر کے بعد اور عشاء کے بعد اپنی خوابگاہوں میں بغیر اجازت داخل ہونے سے منع کیا ہے:

﴿یٰایھا الذین امنوا لیستاذنکم الذین ملکت ایمانکم والذین لم یبلغوا الحلم منکم ثلٰث مرّٰتٍ من قبل صلٰوۃ الفجر وحین تضعون ثیابکم من الظھیرۃ ومن بعد صلٰوۃ العشآء ثلٰث عورٰتٍ لکم﴾

''اے ایمان والو! ضروری ہے کہ تمہارے مملوک اور وہ بچے جو ابھی بلوغ کی حد کو نہیں پہنچے ہیں تین اوقات میں تم سے اجازت لے کر آیا کریں، فجر کی نماز سے پہلے اور دوپہر کو جب تم کپڑے اتار کر رکھ دیتے ہو اور عشاء کی نماز کے بعد۔ یہ تین اوقات تمہارے پردے کے ہیں''

﴿واذا بلغ الاطفال منکم الحلم فلیستاذنوا کما استاذن الذین من

قبلهم﴾ ''اور جب تمہارے بچے بلوغ کو پہنچ جائیں تو انہیں چاہئے کہ وہ اجازت لیا کریں جس طرح پہلے (ان کے بڑے) لوگ اجازت لیا کرتے تھے''

۵۔ عورتوں کو ایسے طریقے سے گھروں سے نکلنے سے منع کیا گیا ہے جیسے عورتیں زمانہ جاہلیت میں باہر نکلتیں تھیں۔

﴿وقرن فی بیوتکن ولاتبرجن تبرج الجاهلية الاولیٰ﴾ ''اور اپنے گھروں میں بیٹھی رہو اور قدیم جاہلیت کی طرح اپنے آپ کو نمایاں کرتی نہ پھرو'' (احزاب/۳۳)

۶۔ سورہ احزاب آیت ۳۴ میں خواتین کو آیات الٰہی کو یاد کرنے اور اس قرآن کی حکمتوں سے آشنا ہونے کا حکم دیا ہے:

﴿واذکرن مایتلیٰ فی بیوتکن من ایٰت الله والحکمة﴾ ''اور اللہ کی ان آیات اور حکمت کو یاد رکھو جن کی تمہارے گھروں میں تلاوت ہوتی ہے''

ان آیات کے آئینہ میں اگر شادی کی مروجہ محافل پر نظر دوڑائیں تو کوئی انسان اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ ہماری شادیوں میں دلہا دلہن سے زیادہ مہمان مرد و خواتین بج دھج کر آتے ہیں اور اپنے آپ کو ماڈرن ظاہر کرتے ہوئے اجنبی مرد اجنبی عورت اور اجنبی عورت اجنبی مرد سے باتیں کرتے ہوئے فخر محسوس کرتے ہیں آیا یہ لوگ آیات قرآنی کی صریحاً مخالفت کرتے ہوئے بھی اپنے آپ کو مسلمان کہلوانے کا استحقاق رکھتے ہیں؟ ہمارے اس موجودہ معاشرے میں کوئی کسی پر حاکم نہیں خدا نے بھی حکم دینے کے بعد لوگوں کو اپنے حال پر چھوڑا ہے۔ سنت کا نفاذ کرنے والی انتظامیہ بھی ہمارے پاس موجود نہیں ہر وہ مسلمان جو خود کو مسلمان کہتا ہے اور مرنے کے بعد خدا کے حضور حاضر ہونے کا عقیدہ بھی رکھتا ہے وہ

ان رسومات میں شرکت کے بعد ان آیات کریمہ کی مخالفت میں کیا جواب لائیں گے۔ شادی کی تقریبات موجودہ صورت میں حرام ہیں۔ دعوت میں جانا ایک عمل مستحب ہے لیکن ایسی تقریبات میں جانا نص قرآنی کے تحت حرام ہے اور فعل حرام انجام دے کر خدا سے قرب حاصل نہیں کیا جاسکتا۔

۳۔لہوولعب

ہر ایک کھیل کولعب کہتے ہیں۔لعب دراصل لہو ہی کی ایک قسم ہے۔

ہر وہ چیز یا ہر وہ کام کہ جس میں سرگرم و مشغول ہو کر انسان دین وشریعت کی بنیادی چیزوں اور بالخصوص اپنے خالق و مالک اور محسن حقیقی سے دور اور روگردان ہو جائے لہو کہلاتی ہے لہذا ہر وہ چیز اور کام جو عقل وشرح کے لحاظ سے بے مقصد و بے ثمر ہو اور جسکی قران اور سنت و سیرت معصومین میں کوئی اہمیت بیان نہ کی گئی ہو لہو کہلاتی ہے۔لہولعب میں دلچسپی لینے والے کہتے ہیں کہ انھوں نے آخر وقت بھی تو گذارنا ہے۔لہو ولعب کے جواز میں اس بے وزن بات کے علاوہ ان کے پاس اور کوئی دلیل و منطق نہیں ہوتی لہذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ لوگ محض وقت گزارنے کے نام پر جو کام انجام دیتے ہیں انھیں لہو کہا جاتا ہے۔ یہاں سے نتیجہ نکلتا ہے کہ لعب بھی لہو میں شمار ہوتا ہے۔ان دونوں کے چند مصادیق ہیں:

ا۔ لہو ولعب ایسے افعال ہیں کہ جنکا نہ تو ان میں مشغول و مصروف ہونے والوں کے جسم و روح کو آخرت میں کوئی فائدہ پہنچتا ہے اور نہ ہی اس دنیا میں انکے یہ افعال سامعین و ناظرین اور دین کے لئے منفعت بخش ہوتے ہیں۔ لہذا عقلی تحلیل وتجزیہ سے کام لیا جائے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ لہو ولہب کا کوئی فائدہ نہیں گرچہ اس کے فروغ دینے والے اس کے لئے بہت سے فوائد ہی کیوں نہ بیان کرتے ہوں مثلاً کرکٹ یا فٹبال

وغیرہ کے کھلاڑی ان لوگوں کے کہنے پر کھیل میں حصہ لیتے ہیں جن کے ایک تو مالی مفادات ان کی کھیل میں شرکت سے وابستہ ہوتے ہیں اور دوسرے یہ کہ وہ عوام کو اس طرف مصروف رکھ کر قرآن وسنت سے دور کرتے ہیں کہیں یہ نور ہدایت اور علم و حکمت سے آگاہ ہو کر وہ ان کا محاسبہ نہ کرنے لگیں۔ لہذا اس طرح کے کھیلوں میں شرکت کرنے والے کھلاڑی اور سامعین وناظرین نہ تو اپنی مرضی اور پسند سے یہ کام کرتے ہیں اور نہ ہی خدا ورسول اور آئمہ اطہار کے احکامات کی بجا آوری میں۔ اس طرح یہ لوگ رضائے خدا اور رضائے معصومین سے بہت دور ہو جاتے ہیں۔

۲۔ ہر وہ چیز جو انسان کو خدا سے روگردان کرتی ہے اسے قرآن کریم اور روایات میں لہو لعب کیا گیا ہے۔ لہولعب کی مذمت کی اصل وجہ اور مرکزی نقطہ یہ ہے کہ وہ انسان کو خدا سے روگرداں کرتا ہے اسی غرض وغایت کیوجہ سے قرآن کریم کی کثیر آیات میں اس فعل کی مذمت کی گئی ہے۔ لہولعب کی مذمت کی وجوہات:

ہر وہ فعل جو عبث و بے کار ہو اور جسکا عقل وشرح کے لحاظ سے کوئی معقول فائدہ نہ ہو انسان کو اس سے دور رہنا چاہئے۔

﴿لو اردنا ان نتخذلهوً الاتخذنه من لدنا ان كنا فعلين﴾ ''اگر ہم کھیل کا ارادہ کرتے تو ہم اپنے پاس سے بنا لیتے اگر ہم کرنے والے ہوتے (تمہیں خلق کرنے کی کیا ضرورت تھی)'' (انبیاء/۱۷) ''مگر یہ کان لگا کر سن لیتے ہیں اور پھر کھیل تماشے میں لگ جاتے ہیں۔'' (انبیاء/۲) ﴿رجال لاتلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله واقام الصلوٰة وايتآء الزكوٰة يخافون يومًا تتقلب فيه القلوب والابصار﴾ ''ایسے جنہیں تجارت وخرید و

فروخت ذکر خدا اور قیام نماز اور ادائیگی زکوۃ سے غافل نہیں کرتے وہ اس دن سے خوف کھاتے ہیں جس میں قلب ونظر منقلب ہوجاتے ہیں"(نور/۳۷)

۲۔ دنیا کو خداوند علم نے لہو ولعب قرار دیا ہے لہذا اگر انسان اس دنیا سے وابستگی میں مقررہ حدود سے تجاوز کرے گا تو اس کا یہ مطلب ہے کہ اس نے خدا سے روگردانی کی۔

﴿انما الحیٰوۃ الدنیا لعب ولھو وان تؤمنوا وتتقوا یؤتکم اجورکم ولا یسئلکم اموالکم﴾ "بے شک یہ دنیاوی زندگی تو بس کھیل اور فضول ہے اور اگر تم ایمان لے آؤ اور تقوی اختیار کرو تو اللہ تمہارا اجر تمہیں دے گا اور تم سے تمہارا مال طلب نہیں کرے گا۔" (محمدؐ/۳۶) ﴿اعلموا انما الحیٰوۃ الدنیا لعب ولھو وزینۃ وتفاخر بینکم وتکاثر فی الاموال والاولاد کمثل غیث اعجب الکفار نباتہ ثم یھیج فترٰہ مصفرًا ثم یکون حطامًا وفی الأخرۃ من اللہ ورضوان وما الحیٰوۃ الدنیا الامتاع الغرور﴾ "جان رکھو! دنیاوی زندگی صرف کھیل، بیہودگی، آرائش، آپس میں فخر کرنا اور اموال واولاد کی کثرت کا مقابلہ ہے اور بس جیسے کوئی بارش ہو جس کی قوت نامیہ کسان کو خوش کردے اور اس کے بعد وہ کھیتی خشک ہوجائے اور پھر تم اسے زرد دیکھو اور آخر میں وہ ریزہ ریزہ ہوجائے اور آخرت میں شدید عذاب بھی ہے اور مغفرت اور رضائے الٰہی بھی ہے اور زندگانی دنیا تو بس ایک دھوکہ کا سرمایہ ہے اور کچھ نہیں ہے" (حدید/۲۰)

﴿وما ھذہ الحیٰوۃ الدنیا الا لھو ولعب وان دار الأخرۃ لھی الحیوان لو کانوا یعلمون﴾ "اور زندگانی دنیا ایک کھیل تماشے کے سوا کچھ

نہیں ہے اور آخرت کا گھر ہمیشہ کی زندگی کا مرکز ہے اگر یہ لوگ کچھ جانتے اور سمجھتے ہوں۔" (عنکبوت/۶۴) ﴿ومن الناس من یشتری لهو الحدیث لیضل عن سبیل الله بغیر علم ویتخذها هزوًا اولٰئک لهم عذاب مهین﴾ "لوگوں میں ایسا شخص بھی ہے جو مہمل باتوں کو خریدتا ہے تا کہ ان کے ذریعہ بغیر سمجھے بوجھے لوگوں کو راہ خدا سے گمراہ کرے اور آیات الٰہیہ کا مذاق اڑائے درحقیقت ایسے ہی لوگوں کیلئے دردناک عذاب ہے" (لقمان/۶) ﴿وذر الذین اتخذوا دینهم لعبًا ولهوًا وغرتهم الحیٰوة الدنیا﴾ "ان لوگوں کو چھوڑ دو جنھوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنا رکھا ہے اور انھیں زندگانی دنیا نے دھوکہ میں مبتلا کر دیا ہے۔" (انعام/۷۰) ﴿الذین اتخذوا دینهم لهوًا ولعبًا وغرتهم الحیٰوة الدنیا فالیوم ننسٰهم کما نسوا لقآء یومهم هذا وما کانوا بایٰتنا یجحدون﴾ "جن لوگوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنا لیا تھا اور انھیں زندگانی دنیا نے دھوکہ دے دیا تھا تو آج ہم انھیں اسی طرح بھلا دیں گے جسطرح انھوں نے آج کے دن کی ملاقات کو بھلا دیا تھا اور ہماری آیات کا دیدہ و دانستہ انکار کر رہے تھے۔" (اعراف/۵۱) ﴿واذا راوا تجارة او لهوًا انفضوا الیها وترکوک قآئما قل ما عند الله خیر من اللهو ومن التجارة والله خیر الرزقین﴾ "اور اے پیغمبرؐ! یہ لوگ جب تجارت یا لہو و لعب کو دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑ پڑتے ہیں اور آپ کو تنہا کھڑا چھوڑ دیتے ہیں آپ ان سے کہہ دیجئے کہ خدا کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ اس کھیل اور تجارت سے بہرحال بہتر ہے اور وہ بہترین رزق دینے والا

ہے۔" (جمعہ/۱۱) ﴿الھکم التکاثر﴾ "تمہیں باہمی مقابلہ کثرت مال و اولاد نے غافل بنا دیا ہے" (تکاثر/۱)

امیر المومنینؑ نے فرمایا:

﴿عباداللہ، این الذین عمروا فنعموا، وعلموا ففھموا، وانظروا فلھوا﴾ "کہاں ہیں وہ لوگ جنہیں عمریں دے گئیں تو خوب مزے اڑائے (نہج البلاغہ خ ۸۳ص ۱۴۷ ترجمہ جوادی) ﴿ایھاالناس اتقوااللہ فماخلق امرؤ عبثافیلھو﴾ "لوگو اللہ سے ڈرو۔ اس نے کسی کو بیکار نہیں پیدا کیا ہے کہ کھیل کود میں لگ جائے اور نہ آزاد چھوڑ دیا ہے کہ لغویتیں کرے" (نہج البلاغہ ق ۳۷۰ص ۷۶۱ ترجمہ جوادی) ﴿عجبالابن النابغة ایزعم لاھل الشام ان فی دعابةً، وانی امرؤ تلعابة﴾ "تعجب ہے نابغہ کے بیٹے سے کہ یہ اہل شام سے بیان کرتا ہے کہ میرے مزاج میں مزاح پایا جاتا ہے اور میں کوئی کھیل تماشہ والا انسان ہوں اور ہنسی مذاق میں لگا رہتا ہوں" (نہج البلاغہ خطبہ ۸۴ص ۱۴۷ ترجمہ جوادی) ﴿ولم یرسل الانبیاء لعبًا، ولم ینزل الکتاب للعباد عبثاً﴾ "اس نے نہ انبیاء کو کھیل کود کیلئے بھیجا ہے اور نہ کتاب کو عبث نازل کیا ہے" (نہج البلاغہ ق نمبر ۷۸ص ۶۵۳ سطر ۶ ترجمہ جوادی)

ان روایات کے علاوہ پیغمبر اکرمؐ اور آئمہ طاہرینؑ کی سینکڑوں روایات میں لہو ولعب کی مذمت وارد ہوئی ہے اب دانش وران ملت اور قارئین کرام خود فیصلہ کریں کہ وہ شادی بیاہ اور دیگر بہت سی تقریبات میں دف، ڈھول، ناچ گانا اور مزاحیہ حرکات وسکنات کا جو بے ہودہ مظاہرہ کرتے ہیں یا کھیل سیر وتفریح اور اسی طرح کے اور بہت سے مقامات پر لہوولعب

میں نوجوانان ملت کے اذہان پر جو منفی اور برے اثرات مرتب ہوتے ہیں اور قیمتی وقت اور مال دولت کے ضیاع کے ساتھ خدا اور رسول کے احکامات و تعلیمات کو صریحاً پس پشت ڈال دیتے ہیں کیا اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مسلمان یا مومن کہلانے والے اس قسم کے فعل انجام دے کر یا ان میں دلچسپی لے کر دراصل یہ ثابت کر رہے ہوتے ہیں کہ وہ خداوند متعال، اس کے رسول پاکؐ کے پسندیدہ اور منتخب نمائندوں کے احکامات و فرمودات کو چیلنج کر کے یہ کہہ رہے ہیں کہ ''آپ نے جو جو حکم فرمایا تھا، ہم اس میں سے کسی کو بھی نہیں مانیں گے''۔

محافل و اجتماعات اسلامی روح کے مطابق ہونے چاہیے

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا

''بدترین کھانا اس شادی کا کھانا ہے کہ جس میں اغنیاء کو دعوت دی جائے اور مساکین کو بھلا دیا جائے''۔ ''شادی میں پہلے دن دعوت کرنا حق ہے اور دعوت ہونی چاہئے دوسرے دن دعوت معروف ہے لیکن تیسرے دن دعوت کرنا ریا اور دکھلاوا ہے''۔

پیغمبر اکرمؐ سے وارد روایتوں کے تحت محفل ازدواج شادی محل افتتاحی خطبے میں اس ازدواج اور دو انسانوں کے جوڑ کے عمل کو سنت رسول اور عبادت بتایا ہے۔ یہ محفل عبادت ہے اور مورد خدا اور رسول ہے۔ یقیناً قول خدا و رسول میں شک یا تردد کی گنجائش نہیں ہے لیکن ہماری رائج رسومات میں یہ صلاحیت نہیں کہ وہ اپنے اندر نزولِ رحمت کرا سکیں۔ چندین لحاظ سے یہ رسومات ایک طویل عرصہ سے خدا اور اسکے رسول اور آئمہ طاہرین کے ارشادات و فرمودات اور ہدایت کی روشنی میں تشکیل پانے کی بجائے بالکل انکے احکامات کے خلاف

انجام پارہی ہیں۔ تو جس مجلس میں خدا اور اس کے رسول کے احکامات کو پامال کیا جاتا ہو یقیناً اس میں قہر و غضب خدا ہوگا نہ کہ لطف و عنایت خدا۔ البتہ خداوند متعال اپنے غضب کے نزول میں جلدی نہیں فرماتے کہ شاید ہم باز آ جائیں۔ ہمارے پورے معاشرے میں اور ہمارے اس علاقے میں شریعت اسلام کے خلاف ایک نبرد آزمائی اور اعلانیہ جنگ کی تقریبات ہوں تو خوشی و مسرت اور اہتمام کے ساتھ تشکیل دی جاتی ہیں اور کتنا اس پر مال و دولت کا ضیاع کیا جاتا ہے جو کہ امانت خدا ہے۔ اس امانت خدا کو فعل حرام پر خرچ کیا جاتا ہے۔ ہم آپ حضرات کی خدمت میں ان کی نشاندہی کریں گے جو آپ لوگوں سے ڈھکی چھپی نہیں۔ ایک شخص خدا اور رسول پر ایمان رکھتا ہو قرآن پر ایمان رکھتا ہو اور اس کی تلاوت کی بدولت نجات کی امید رکھتا ہوں۔ اور آئمہ طاہرینؑ کو اپنی زندگی کیلئے نمونہ عمل اور مشعل راہ سمجھتا ہو اسکے باوجود جو کچھ ہم شادی کی ان تقریبات میں ہم انجام دیتے جاتے ہیں اسے ہم قارین کی نظر کرتے ہیں اور فیصلہ انہی پر چھوڑتے ہیں کہ ہم خدا اور رسول کی تعلیمات پر عمل پیرا ہیں یا شیطان مردود کی خوشی کا باعث بنے ہوئے ہیں۔

۱۔ ہم میں سے بہت سے لوگ خصوصاً جو مال و دولت رکھتے ہیں صاحب حیثیت ہیں انکی تقریبات گانے بجانے اور ڈھول ڈھمکے سے شروع اور اختتام پزیر ہوتی ہیں جسکی حرمت قرآن کریم کی کثیر آیات سے ثابت ہے۔

۲۔ اس تقریب میں کھانے کیلئے دعوت پر مدعو مہمانوں یا وہاں آئے ہوئے کسی بھی فرد کو قصد قربت یا رضائے الٰہی کی خاطر دعوت نہیں دی جاتی۔ بلکہ جن کو دعوت دی جاتی ہے وہ یا تو ان کے عزیز و اقارب ہوتے ہے جنہیں نہ بلانے میں ان کی طرف سے شکایت کیے جانے کا خدشہ رہتا ہے یا وہ افراد جو علاقہ کے بزرگ ہیں ان کی شرکت کو

محفل کی زینت سمجھا جاتا ہے یا وہ افراد ہوتے ہے جن سے آئندہ امید کی توقع وابستہ کی جاتی ہیں یا وہ افراد ہوتے جن کی محفل میں پہلے شرکت کی جاچکی ہوتی ہے۔ اگر اس میں شریک نہیں ہوتے تو بھوکے، غریب، مسکین ونادار اور شریف انسان شامل نہیں ہوتے۔ لہٰذا وہ دستر خوان جس میں غذا کے محتاج مند انسان کو دعوت نہ دی گئی ہو اور امیر کبیر شخصیات کو دعوت دی گئی ہو تو ایسی محفل ودستر خوان پر بیٹھنے پر مولائے متقیان حضرت علیؑ نے اپنے نمائندے عثمان ابن حنیف جو کہ بصرہ میں مولا کی طرف سے والی تعینات تھے کو ایک طویل خط اسی عمل کی مذمت میں تحریر فرمایا اور اس میں انہیں مورد عتاب بنایا نہج بلاغہ مکتوب نمبر ۴۵، ترجمہ جوادی، صفحہ نمبر ۵۵۷۔

۳۔ قرآن کریم کی کثیر آیات میں اسراف وتبذیر سے منع کیا گیا ہے اور اسراف وتبذیر کرنے والوں کو شیطان کا بھائی کہا گیا ہے آپ سب جانتے ہماری شادی کی تقریبات کس قدر اسراف سے بھری ہوئی ہے۔ اس قدر اسراف کے ساتھ ہم کس طرح رحمت خدا کے امیدوار قرار پائیں گے۔ یقیناً آیات کی روشنی میں یہ محفل شیطانی ہے نہ کہ محفل مومنین۔

۴۔ رسم ازدواج انسان کی زندگی میں مکان، زیور، زر وجواہر، لباس فاخرہ اور کھانے پینے سے زیادہ اہمیت کی حامل ہے۔ انسانی زندگی کی ضروریات کو خدا نے سب کے لئے سہل الحصول رکھا ہے۔ بطور مثال پانی دیگر نعمتوں کے مقابلہ مین کس قدر فراواں ہے، آکسیجن کتنی فراوانی سے میسر ہے۔ اسی وجہ سے آدم صفی اللہ اور مادر گرامی حوا کی شادی کتنی سادگی میں ہوئی کہ ابھی خداوند عالم نے حضرت آدم کو زمین پر نہیں بھیجا تھا لیکن اماں حوا سے پہلے شادی ہوئی۔ اسی طرح کسی نبی کی شادی کے پر رونق ہونے کی

تاریخ نہیں ملتی۔ پیغمبر اکرمؐ اور حضرت خدیجہ کبریٰ (سلام اللہ علیہا) کی شادی ہوئی کوئی بتا سکتا ہے کس تاریخ کو ہوئی۔ اور اس شادی مبارک کی شان و شوکت پر کتنا خرچ ہوا؟ حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہ زہراؑ کی شادی تقریب دیکھیں۔ جناب زہراؑ جب علیؑ کے گھر میں داخل ہوئیں تو انکے ہمراہ کتنے لوگ تھے جو دلہا دلہن کے گھر پر رہے اور کتنے لوگوں کے طعام کا بندوبست کیا گیا۔ امام زمانہؑ کے علاوہ گیارہ اماموں میں سے کسی ایک امام کی شادی کے متعلق تمام دانشور اور علماء حضرات کو چیلنج دیکر کہتا ہوں کہ کسی ایک امام کی شادی کی تاریخ اور تقریبات کے متعلق بتائیں کہ امام حسینؑ اور امام حسن کی چند بیویاں ہیں ان چند میں سے کسی ایک بیوی کیساتھ امامؑ کی شادی کی تاریخ بتائیں۔ طول تاریخ میں کہیں نہیں ملتا کہ انکی فلاں دن اور فلاں تاریخ کو شادی ہوئی۔ جبکہ ہم یہاں کربلا کے خونی سانحہ کی یاد مناتے ہوئے بھی (جبکہ کربلا میں وہ خاک و خون میں غلطاں تھے) انکی شادیوں کی رسم بڑی شان و شوکت اور آب و تاب کے ساتھ لوگوں کے درمیان پیش کر رہے ہوتے ہیں خدارا اپنے اوپر رحم کریں اور دشمن کو اپنے خلاف منہ کھولنے کا موقع نہ دیں کہ وہ آپکے عیوب پر انگشت نمائی کرے۔ غرض اس شان و شوکت و اہتمام کی رسم و رواج میں ملت کے بہت سے بیٹے اور بیٹیاں اس ضرورت انسانی سے آج محروم ہیں اور یہ ارمان لیکر مرتے ہیں کہ کاش انکی شادی بھی ہو جاتی۔ کیوں؟ اس لیے کہ آپ نے اس رسم و رواج کے اخراجات کو کتنا بڑھا دیا ہے کہ ایک بیچارے انسان کے تحمل و برداشت سے باہر ہے۔ یا اتنا جہیز بنایا کہ لوگ اس گھرانے کی لڑکی سے رشتہ باندھنے کی جرات نہیں کرتے۔ اس سے معاشرے کو نقصان ہوا اور ملک کو نقصان ہوا اور مذہب کو نقصان ہوا

ہے۔ کیونکہ شادی کی سخت شرائط کی وجہ سے لوگ شادی کرنے پر قادر نہیں رہے جسکی وجہ سے معاشرے میں بے پردگی، فحاشی اور زنا کو فروغ ملتا ہے۔

۵۔ رحمت خدا کا وہاں نزول ہے جہاں تواضع وانکساری ہے۔ ہمارے ہاں دلہا دلہن اپنے لئے اس موقع پر اتنے امتیازات اور برتری کے طالب ہیں کہ وہ خود اپنی خودنمائی اور ممتاز نظر آنے میں گم ہو جاتے ہیں۔ اور جو خود کو بڑائی اور برتری کی طرف لے جائے گا اس نے اسوۂ آدم صفی اللہ اور اسوۂ بندگان

صالح کو نمونہ عمل نہیں بنایا۔ وہ خدا جس نے ایک اجنبی لڑکے اور لڑکی میں اتنی محبت و الفت پیدا کی بجائے اس ذات کے سامنے گر کر سجدہ شکر بجالائے انکے دلوں میں تکبر کی لمبی فہرست ہوتی ہے۔ کہ میرے لئے اتنے جوڑے کپڑے، سونے کی چوڑیاں ،انگوٹھیاں، ہار، وغیرہ ہونے چاہئیں۔ آخر میں فلاں کی بیٹی ہوں محلے کی تمام عورتوں میں ممتاز نظر آؤں لوگوں کے درمیان مجھے قابل رشک وتعریف قرار پانا چاہیے یہ سیرت ابلیسی ہے۔ ایسی عورت پر رحمت خدا نہیں بلکہ غضب خدا ہوگا۔

۶۔ اس ملک میں ہم سب مسلمان ہیں چاہے شیعہ ہو یا اہل سنت یا کوئی اور نام ہو لیکن ایمان با خدا و نبوت ختم الانبیاء، کعبہ کے قبلہ ہونے، قرآن ہمارے دین و دنیا کا دستور ہونے کے معتقد ہونے کے باوجود اس دور کے طول وعرض میں ہر قسم کے جرائم برائی، فحاشی وغیرہ کو جو فروغ حاصل ہے اس کا اصلی سبب ہمارے اندر عادی رسومات نہیں ہماری مذہبی رسومات میں بھی باطل خرافات وحرام نے جگہ لے لی ہے۔ ہم دین و مذہب اور اس معاشرے میں موجود رائج خرافات، بدعات کے فروغ کو روکنے کیلئے ہر موقع مناسبت پر اپنی قلم وزبان سے حتی اپنی عزت وحیثیت عباو

قبا سے جھاڑو کرنے کا عزم کر چکے ہیں لہٰذا اس موقع پر بھی میرے کلمات آپ حضرات کیلئے ناقابل برداشت ہونگے تاہم میں موقع سے استفادہ کرتے ہوئے یہ کلمات آپ تک پہنچاتا رہوں گا۔

قارئین کرام! المیہ یہ ہے کہ اگر بازار و مارکیٹ میں تمام دکانداروں کی چابیاں کھو جائیں اور ایک تالا کھولنے والا آ جائے تو سب کے تالے کھل جاتے ہیں اسی طرح اگر علاقہ میں ایک پڑھا لکھا شخص آ جائے تو ہزاروں انسانوں کے دلوں پر لگے قفل کھل جائیں گے لوگ بیدار ہو جائیں گے ہر شخص معاشرے کا مصلح بن جائے گا لیکن بدقسمتی سے ہمارے علاقہ میں جتنا بھی پڑھا لکھا شخص آ جائے خود اسکے دل پر اس سے زیادہ محکم تالا لگ جاتا ہے اگر ان پڑھ کی اصلاح ممکن ہو تو پڑھے لکھوں کی اصلاح ناممکن ہوتی ہے۔ وہ اپنی دنیوی زندگی میں ترقی اور تمدن کے ساتھ جیتے ہیں اور اس میں مقابلہ کرتے ہیں۔ گھر بناتے ہیں، گاڑی لیتے ہیں، گھڑی پہنتے ہیں، لباس زیب تن کرتے ہیں دوسروں پر سبقت لینے کی کوششوں میں لگے رہتے ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے دین کو سو سال قبل گدھا گاڑی میں اپنے پیچھے چلاتے ہیں گویا وہ دین کو پھلتے پھولتے اور اس کے نفاذ ہونے کو دیکھنا نہیں چاہتے۔

اگر ہمارے معاشرے کے پڑھے لکھے بالخصوص دین و مکتب کا مطالعہ رکھنے والے دین کوئی تحقیقات پر چلاتے تو ہم آج یہ برائیاں مثلاً قتل و غارت گری فتنہ و فساد نہ دیکھتے۔ ان رسومات کا اس معاشرے سے خاتمہ کسی واعظ کے وعظ سے اور کسی خطیب کے شعلہ بیانی سے نہیں ہوگا اور نہ ہی کسی حکومتی انتظامیہ سے بلکہ ان رسوماتِ باطلہ کو ختم کرنے کیلئے چند صاحب حیثیت اپنی حیثیت کو دیکھے بغیر اسلام و مسلمین اور معاشرے کی سربلندی کے خاطر انکسار اور تواضع کا مظاہرہ کر کے اپنے سے کم حیثیت لوگوں کی سطح پر آئیں اور لوگوں کی

بے میگوئیوں اور باتوں پر توجہ نہ دیں۔

۴۔ اسراف وتبذیر

تبذیر بذر سے ہے بذر کا معنی بیج کو زمین میں پھینکنا ہے یعنی ظاہری طور پر اس نے بیج کو ضائع کیا ہر وہ انسان جو اس کے فوائد سے آشنا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ بیج کو پھینکنا ضیاع ہے اور ضیاع خلاف عقل وشرع ہے اس وجہ سے علماء اس مال کو جسکا فائدہ مالک کو نہ ہو اسے تبذیر کہتے ہیں تبذیر کرنے والے اسراف کے ہم پلہ ہیں اور قران میں ایسا کرنے والے کو شیطان کا بھائی قرار دیا ہے:

﴿ولا تبذر تبذیراً. ان المبذرین کانو آ اخوان الشیطین﴾ ''اور فضول خرچی نہ کیا کرو۔ فضول خرچی کرنے والے یقیناً شیاطین کے بھائی ہیں''
(اسراء/۲۶/۲۷)

اسراف مادہ صرف سے ہے صرف کسی چیز کا اسکی حدود سے نکلنے کو یا اسکی حدود سے نکال کر کوئی فعل انجام دینے کو صرف کہتے ہیں شریعت میں علماء نے ہر وہ فعل جس میں خدا کی رضاعت نہ ہو یا منع کیا ہو اس میں خرچ ہونے والی توانائی کو اسراف قرار دیا ہے اسراف کے بہت سے مصادیق ہیں۔

۱۔ وقت کا اسراف جسکا کسی کو احساس نہیں سب جانتے ہیں کہ شادیوں میں وقت کا کتنا ضیاع ہوتا ہے۔

۲۔ انفاق مالی قرآن میں کثیر آیات میں انفاق میں اسراف کرنے سے منع کیا ہے۔

﴿ولا تسرفوا انه لایحب المسرفین﴾ ''اور خبردار اسراف نہ کرنا کہ خدا اسراف کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا'' (انعام/۱۴۱) ﴿والذین

اذآانفقوالم یسرفواولم یقترواو کان بین ذٰلک قواما﴾ ''اور یہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف کرتے ہے اور نہ کنجوسی سے کام لیتے ہے بلکہ ان دونوں کے درمیان اوسط درجہ کا راستہ اختیار کرتے ہیں''۔

(فرقان/۶۷)

۳۔ اسراف کرنے والے اہل جہنم ہیں۔

﴿وان المسرفین هم اصحاب النار﴾ ''اور اسراف کرنے والے ہی اصل جہنمی ہے'' (غافر/۴۳)

۴۔ اسراف کرنے والے ہدایت خدا سے محروم ہیں۔

﴿ان الله لا یهدی من هوا مسرف کذاب﴾ اللہ کسی زیادتی کرنے والے اور جھوٹے کی رہنمائی نہیں کرتا'' (غافر/۲۸)

امیرالمومنین نے فرمایا:

﴿وان اعطاء المال فی غیر حقه تبذیرواسراف﴾ ''یادرکھو کہ مال کا ناحق عطا کردینا بھی اسراف اور فضول خرچی میں شمار ہوتا ہے'' (نہج البلاغہ خطبہ ۱۲۶ص ۲۴۷ ترجمہ جوادی) ﴿کن سمحا ولا تکن مبذرا، وکن مقدرا ولا تکن مقترا﴾ ''سخاوت کرو لیکن فضول خرچی نہ کرو اور کفایت شعاری اختیار کرو لیکن بخیل مت بنو۔

(نہج البلاغہ کلمات قصار ۳۳ص ۶۳۹ ترجمہ جوادی)

ہم سب جانتے ہیں یہ کسی سے ڈھکی چھپی بات نہیں کہ ہماری رسومات ازدواجی میں وقت کے ساتھ ملک کی ایک بڑی توانائی بجلی اور کھانوں کا کتنا ضیاع ہوتا ہے چونکہ اس کے

خلاف بولنے والا کوئی نہیں اور جن افراد کی ذمہ داری ہے کہ وہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کریں وہ بے پردہ خواتین کے درمیان سے خود حجاب میں ہوتے ہوئے گذرتے ہیں اور دلہن سے عقد نکاح کی وکالت لے کر نکاح کا اجراء کرنے کے بعد اپنی فیس جیب میں ڈالتے ہوئے خاموشی سے نکل جاتے ہیں۔ان کے اس فعل سے وہاں موجود افراد یہ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ یہاں ہو رہا ہے اس میں ازروئے شریعت کوئی کراہت نہیں ہے۔ ہم سب مولا امیر المومنینؑ کے دوستدار اور شیدا ہیں ان سے محبت اور دوستی کو دین و دنیا کیلئے افتخار گردانتے ہیں اپنی خلافت کے دور میں مولا نے اپنے ایک خاص صحابی جنکا نام عثمان ابن حنیف انصاری ہے کو بصرہ کا گورنر مقرر کیا جب وہ وہاں پہنچے تو ایک شادی میں شرکت کی جب یہ خبر آپ کو پہنچی تو آپ نے انکے نام ایک خط لکھا جو علامہ ذیشان حیدر جوادی کے ترجمہ شدہ نہج البلاغہ ص ۵۵۷ پر موجود ہے۔

(اپنے بصرہ کے عامل عثمان بن حنیف کے نام جب آپ کو اطلاع ملی کہ وہ ایک بڑی دعوت میں شریک ہوئے ہیں)

﴿اما بعد، یابن حنیفٍ، فقد بلغنی ان رجلاً من فتیة اهل البصرة دعاک الیٰ مادبةٍ فاسرعت الیها تستطاب لک الالوان ،وتنقل الیک الجفان. وما ظننت انک تجیب الیٰ طعام قومٍ، عائلهم مجفو، وغیهم مدعو. فانظر الیٰ ماتقضمه من هذا المقضم، فما اشتبه علیک علمه فالفظه، وما ایقنت بطیب وجوهه فنل منه﴾ ''امابعد۔ابن حنیف! مجھے یہ خبر ملی ہے کہ بصرہ کے بعض جوانوں نے تم کو ایک دعوت میں مدعو کیا تھا جس میں طرح طرح کے خوشگوار

کھانے تھے اور تمھاری طرف بڑے بڑے پیالے بڑھائے جارہے تھے اور تم تیزی سے وہاں پہنچ گئے تھے۔ مجھے تو یہ گمان بھی نہیں تھا کہ تم ایسی قوم کی دعوت میں شرکت کروگے جس میں غریبوں پر ظلم ہورہا ہو اور جس میں دولت مند مدعو کیے جاتے ہوں۔ دیکھو جو لقمے چباتے ہو اسے دیکھ لیا کرو اور اگر اس کی حقیقت مشتبہ ہو تو اسے پھینک دیا کرو اور جس کے بارے مین یقین ہو کہ پاکیزہ ہے اسی کو استعمال کرو۔

یاد رکھو کہ ہر ماموم کا ایک امام ہوتا ہے جس کی وہ اقتداء کرتا ہے اور اسی کے نور علم سے کسب ضیاء کرتا ہے اور تمھارے امام نے تو اس دنیا میں صرف دو بوسیدہ کپڑوں کے جوڑوں پر گزارا کیا ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ تم لوگ ایسا نہیں کرسکتے ہو لیکن کم سے کم اپنی احتیاط، کوشش، عفت اور سلامت روی سے میری مدد کرو۔

۵۔ رشتہ داروں اور دوست احباب کی شرکت

ہمارے علماء اعلام اور دانشوران ملت جو خود کو پابند دین وشریعت سمجھتے ہیں اور ہیں بھی انہی ہی کی فکر، قلم وبیان سے دانستہ یا غیر دانستہ دین وشریعت میں انحراف اور تغیر وتبدل پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ ان ذوات گرامی کا قول وفعل اور خاموشی کو مثل انبیاء وآئمہ عام لوگوں کیلئے حجت کی صورت اختیار کرلیتی ہے۔ جب یہ علماء ودانشوران حضرات دیگر امور طبیعی کی مانند اپنے اندر توازن کھو بیٹھتے ہیں تو جو کچھ دین وشریعت ان کے پاس ہے اس میں بھی توازن کا فقدان پیدا ہو جاتا ہے۔ بطور مثال بعض علماء نے اسراف وتبذیر جو بحکم قرآن وسنت بغیر کسی کم وکاست اور قید وشرط کے حرام ہے۔ اسکو بعض مواقع تک محدود کرتے ہیں اور بعض چیزوں کو اسکی حرمت سے مستثنیٰ کرتے ہیں۔ جیسے شادی یا دوسری تقریبات میں

چراغاں کرنے کو اس حکم سے نکالتے ہیں اور کہتے ہیں اس میں کوئی اسراف نہیں ہے۔ لیکن اس بات کا احساس تو اس بیچارے کو ہی ہوتا ہے جو اس کا بل ادا کرتا ہے۔ اسی طرح بعض حضرات خوشبو میں زیادتی کو اسراف سے مستثنی گردانتے ہیں۔ بطور مثال عمر ابن عبدالعزیز خلیفہ عادل بنی امیہ جو کھانے میں تو دال کا شوربہ استعمال کرتے تھے لیکن عطر کے حوض میں نہاتے تھے۔ اسی طرح ہمارے ہاں شادیوں میں جو وقت کا ضیاع ہوتا ہے اسے اسراف نہیں سمجھا جاتا علماء و دانشور حضرات ان تقریبات میں گھنٹوں بے ھودہ و بے سود مسائل پر گول میز کانفرنس کرتے ہیں۔ غرض اسراف و تبذیر صرف کھانے یا پیسہ خرچ کرنے تک محدود نہیں بلکہ قوت و توانائی کا بے جا استعمال بھی اسراف کے زمرے میں آتا ہے۔ ہم اپنے قارئین کی سماعتِ شریف کو ایک اور حقیقت کی طرف متوجہ کرتے ہیں جسکی طرف لوگ متوجہ نہیں ہیں وہ شادی کی تقریب کیلئے دوست احباب اور رشتہ داروں کا دور دراز علاقوں یا بیرون ملک سے شرکت کیلئے آنا ہے۔ ان کے اس عمل سے شادی کی تقریب منعقد کرنے والوں کو کچھ خاص فائدہ نہیں ہوتا جبکہ اسکے بلمقابل شرکت کرنے والوں کو کثیر مال اور ذہنی و جسمانی صوبتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں بطور مثال اگر کوئی کراچی سے راولپنڈی یا کوئٹہ سے بلتستان شادی میں شرکت کیلئے جاتا ہے تو اگر ہم ایک متوسط طبقہ کے خاندان کا خرچ لگائیں تو یہ دس سے پندرہ ہزار بنتا ہے۔ اتنی رقم خرچ کر کے یہ لوگ وہاں شادی میں ایک جوڑا یا دو ہزار روپے دیں گے۔ لیکن یہ چار پانچ ہزار کی رقم دینے کیلئے پندرہ ہزار خرچ کرنا اور ساتھ سفری صعوبتیں برداشت کرنا کس کھاتے میں جائے گا؟ شادی منعقد کرنے والے تو چند دن اسے یاد رکھیں گے لیکن ان کے نامہ اعمال میں کچھ نہیں لکھا جائے گا کیونکہ بادل نخواستہ اور عالم کراہت و ملامت کی حالت میں شرکت کرنا درگاہ خدا میں قبول نہیں ہے۔

اسی طرح اگر کوئی یورپ یا کسی مغربی ملک سے آئے تو اسے دو تین لاکھ خرچ کرنا پڑ یں گے لیکن اگر وہ وہاں ہی سے شادی کی تقریب منعقد کرنے والوں کو بیس پچیس ہزار بھیجیں تو یہ رقم انکے لئے مثل قمیض یوسف کی مانند ہوتی جس سے حضرت یعقوبؑ کی بینائی واپس آئی۔ ان رسومات میں اس حد تک جسمانی، اقتصادی اور فکری صعوبتیں برداشت کر کے شرکت کرنے کی کسی بھی حوالے سے نہ تو کوئی عقلی سند ملتی ہے اور نہ ہی کوئی شرعی سند قرآن وسنت اور سیرت معصومین میں ملتی ہے۔ کیونکہ تاریخ میں ایسی تقریبات کسی امام یا کسی امام زادہ کے لئے انجام پذیر نہیں ہوئی ہیں۔ اگر کوئی ثابت کرے تو میں اپنی غلطی کو خط درشت میں تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ اسے انعام بھی دوں گا۔ ہاں اگر اشتباہ نہ کروں تو اس کا نمونہ ایک اور جگہ ملتا ہے۔ ہمارے برادران تشیع ایام عزاء میں ایک خود ساختہ اور من گھڑت اور تشدد پر مبنی ایک رسم بقول انکے رسم حناء قاسم بن حسن مناتے ہیں۔ اگر چہ ان دو ماہ میں کوئی اور اگر شادی منعقد کرے تو یہ تشدد پر اتر آتے ہیں۔ لیکن خود اس رسم کو عین مصیبت کے دنوں میں انتہائی اہتمام کے ساتھ انجام دیتے ہیں اور اسکے ساتھ ساتھ شریعت میں حرام کی ہوئی چیزوں کو بلا تامل داخل کرتے ہیں جیسے دف، ڈھول اور مخلوط اجتماع۔ اسکے ساتھ خوشی مسرت، شوق و ذوق سب اس میں شامل ہوتا ہے لیکن ایک فرق کے ساتھ وہ یہ کہ شادی میں لباس سرخ یا شوخ ہوتا ہے لیکن یہاں کالا لباس زیب تن کرتے ہیں۔

حقوق زوجین

دین اسلام جسکے آئین کا مصدر و ماخذ قرآن وسنت ہیں۔ حقوق زوجین جو عقد و نکاح یا رخصتی کے بعد مرد و عورت پر عائد ہو جاتے ہیں۔ عورت کی زندگی کو تمام ضروریات مسکن وملبس، بود و باش، کھانے پینے کی ذمہ داری شوہر پر عائد ہوتی ہے۔ سورہ نساء

آیت ۳۴ میں مرد کی انھی ذمہ داریوں کا ذکر ہے "مرد عورتوں پر قوام ہیں، اس بنا پر کہ اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے" اس آیت میں ہے کہ مرد عورتوں پر قوام ہیں۔ اس کلمہ قوام سے دشمنان اسلام نے عورتوں پر مردوں کی حکمرانی کا معنی لے کر اسلام کے خلاف اپنی مہم جوئی کا خوب ڈھنڈورا پیٹا ہے۔ ان کے ساتھ خود مسلمانوں میں بعض نے اس آیت کا یہی مفہوم سمجھ کر عورتوں پر مردوں کی فضیلت کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ جبکہ دونوں گروہوں نے کلمہ قوام کو اس کے اصل مصدر و ماخذ سے نہیں سمجھا۔ قوام صیغہ مبالغہ قائم سے لیا ہے۔ قائم الشیء یعنی پاسداری نگرانی ہے۔ سورہ نساء آیت ۳۴ میں عورت کی تمام ضروریات زندگی کو شوہر پر عائد کیا ہے: "مرد عورتوں کا نگہبان ہیں اس بنا پر اللہ نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور یہ کہ مرد اپنا مال خرچ کرتے ہیں"۔ لہٰذا یہ قائدہ معروف ہے کہ جو نقصان اٹھاتا ہے اگر کوئی فائدہ ملے تو اسے ہی ملے گا۔ عورتوں کی ضروریات کو چونکہ مردوں پر عائد کیا ہے تو اسکی سرپرستی اور نگہداری بھی شوہر کے ذمہ ہونی چاہیے یعنی اسکے اٹھنے بیٹھنے یا دیگر سرگرمیاں شوہر کی اجازت سے ہونی چاہیں۔ عورت کی ذمہ داریوں میں سے ہے کہ اسے شوہر کا مطیع و فرمانبردار ہونا چاہیے۔ اگر وہ سرکشی اور نافرمانی کرے گی تو خداوند عالم نے اپنی کتاب میں اسکے لئے مکافات اور تنبیہات بیان کی ہیں۔ عورت پر اسکے علاوہ اولاد کی پرورش گھر کی دیکھ بھال کی ذمہ داری ہے۔ حقوق خواتین کے علمبردار خواتین کو ان قانون سے آزاد کرانے کے مختلف حربے استعمال کر رہے ہیں۔

اسلام میں عورتوں پر مردوں کی نگرانی اور سالاری ہے۔ اور قانون ارث، دیت اور گواہی میں نصف کیوں ہے اور یہ بہت بڑا ظلم ہے جو اسلام نے خواتین پر روا رکھا ہے۔ مغرب والے شیر کی مانند یہ حربے اسلام کے خلاف استعمال کر رہے ہیں اور بہانہ تراشی اور تہمت کی

مہم چلا رہے ہیں۔ جبکہ ہمارے بعض ذمہ دار افراد نے مزید تمسکات فراہم کئے ہیں جیسے مرد کا عورت سے افضل ہونا، عقل قوت اور جنگجو ہونا، انبیاء کا مردوں میں سے ہونا، مردوں کا عورتوں کے مقابے میں حصہ زیادہ ہونا۔ حق طلاق، تعدد زوجات، اولاد کا مرد کی طرف منسوب ہونے کا مسئلہ تراش لیا ہے۔ اکثر و بیشتر تحصیل لا حاصل سعی ہے۔ قوامیت ذمہ داری اور پاسداری کا نام ہے جہاں خداوند عالم نے پاسداری اور نگرانی کا حق مرد کو دیا ہے وہاں اس نے تربیت اولاد اور انسانیت سازی کی صلاحیت واہلیت، الفت و بردباری، تحمل، عاطفہ جیسے فضائل کو عورت کے نیہان میں رکھا ہے۔ ان دو آیات کا مقصد مرد وعورت کے درمیان تفضیل بیان کرنا نہیں بلکہ ایک دوسرے کے درمیان تقسیم کار اور میدان عمل کا تعین کرنا ہے۔ اس تعین کی منطق اور وجوہات میں موجود حسن ثابت ہونے کے بعد ارث ،شہادت اور دیت میں نصف کے حق دار ہونے کے بارے میں وارد شبہات خود بخود رفع ہو جائیں گے۔

ہمارے معاشرے میں حقوق نسواں کی دعویدار بعض تنظیمیں، خصوصاوہ جو بین الاقوامی سطح پر اسلام کے خلاف سرگرم ہیں، انکا ظاہری چہرہ کچھ اور ہے جبکہ پس پشت کچھ اور مقاصد رکھتیں ہیں۔ یہ لوگ حقوق نسواں کی آڑ میں عورتوں خصوصا بیویوں کے لئے ایسے، ایسے حقوق کا مطالبہ کرتے ہیں کہ اگر انکو مان لیا جائے تو بے چارے شوہر کی حیثیت گھر میں ایک چوکیدار سے زیادہ نہیں رہتی۔ اسکے برعکس عورت کو اتنی آزادی مل جاتی ہے کہ وہ بے لگام ہو جاتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں اسی بات کو یوں کہہ سکتے ہیں کہ کٹی پتنگ کی طرح ہوا میں بے سہارا بھٹکتی پھرتی ہے۔ ایک طرف تو یہ حالت ہے دوسری طرف ایک گروہ ہے جو مردوں کے حقوق کی بات کرتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ ان کی نظر میں عورت کی حیثیت ایسی ہے جیسے

ایک گڑیا اور بس۔

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ مرد و زن دونوں کے ایک دوسرے پر کچھ حقوق ہیں اور کچھ فرائض۔ اس سلسلہ میں امیر المومنینؑ نے بڑی خوبصورت بات بیان فرمائی آپ نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۶۴ اور ۲۱۶ میں فرماتے ہیں کہ سوائے خدائے بزرگ و برتر کے کوئی شخص حتیٰ انبیاء، علماء اور مجتہدین، ایسا نہیں ہے کہ انکا کسی کے اوپر حق نہ ہو اور کسی کا انکے اوپر کوئی حق نہ ہو۔

مرد و عورت تفضیل کا مسئلہ۔ مردوں کو عورتوں پر تقدیم و تفضیل کا نظریہ اسلام سے پہلے اقوام و ملل اور بعض منحرف، تحریف شدہ ادیان یہود و نصاریٰ کا ہے نہ کہ اسلام کا۔ اگر اسلام میں کوئی ایسی آیت و روایت پائی جاتی ہے تو یہ علماء و فقہاء کے فہم میں نقص کی وجہ سے ہے یعنی اسے ان کا اجتہادی نقص تو کہا جا سکتا ہے لیکن اسکی بازگشت قرآن و سنت پر نہیں ہوگی۔ اس مسئلے کا فروغ بعض ظالم اور اسلام سے خالی مسلمان نما گروہوں کی طرف سے عورتوں پر ڈھائے جانے والے مظالم کی وجہ سے ہوا ہے۔

عالمی حقوق نسواں دراصل دین و مذہب کی ضد میں عورتوں کے حقوق کے بہانے سے دراصل مذہب کا دشمن ہے۔ یہ مسئلہ پیش آنے کی ایک وجہ خود عورت کی اسلام سے دوری اور مغرب پسندی کی وجہ سے پیش آیا ہے۔ ہمارے یہاں لڑکے اور لڑکی کی مسلمان ہونے کی علامت صرف حدیث کساء اور خطبہ نکاح پڑھنے میں ہے اسکے علاوہ انکا اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے اور نہ ایک دوسرے کے حقوق سے آگاہ ہیں۔ حالانکہ اسلام کی رو سے عورت کے وہی حقوق ہیں جو مرد کے ہیں۔ مرد و عورت کے درمیان معاہدہ مضبوط و پائیدار ہیں اور ناقابل تفریق ہے اسے میثاق غلیظ کہا ہے۔

''اوران عورتوں نے تم سے مظبوط عہد و پیمان لے رکھا ہے'' (نساء/۲۱) ''جب

کہ وہ آپس میں دستور کے مطابق رضامند ہوں" (بقرہ/۲۳۲)

یہاں تک کہ کسی عورت کو اپنے باپ یا بھائی کو غسل دینا جائز نہیں لیکن میاں بیوی میں محرمیت باقی رہتی ہے۔ کتاب ابوداء د میں حدیث نمبر ۲۱۹۴ اور ترمذی میں ۲۰۳۹ میں کہتے ہیں کہ تین چیزوں میں مذاق نہیں ہے

نکاح، طلاق اور رجعت یا حق

معاملہ کی اہمیت اور عمومیت کی بنا پر ہم نے حقیری کوشش کی ہے کہ اس سے متعلق چند روایات آپ کی خدمت میں پیش کی جائیں تا کہ کچھ اندازہ ہو سکے کہ اس حوالہ سے نظام اسلام ہم سے کیا تقاضا کرتا ہے۔

زوجہ کا حق شوہر پر

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا:

"حضرت جبرئیل نے عورت کے بارے میں مجھے اتنی سفارش کی کہ میں نے یہ سمجھا کہ عورت کو کبھی طلاق نہیں دینا چاہے سوائے اس کے کہ وہ فحاشی کی راہ اختیار کرلے"

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا:

"کسی شخص کا ایک لمحہ اپنی زوجہ کے پاس رہنا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ وہ میری مسجد میں اعتکاف بیٹھے"

زوجہ کے شوہر پر حق کے بارے میں شوہر کو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ تمہاری زوجہ تمہارے لئے خداوند عالم کی طرف سے ایک نعمت ہے"

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا:

''نہیں کرتا کوئی شخص اپنی زوجہ کی خدمت لیکن وہ کہ جو صدیق اور شہید کا درجہ و مرتبہ رکھتا ہو اور دنیا و آخرت کی خیر چاہتا ہو'' ''مرد جب اپنی زوجہ سے (اپنی زبان سے) یہ کہتا ہے میں تم سے محبت کرتا ہوں تو یہ بات ہمیشہ کے لئے اس کے دل میں جاں گزیں ہو جاتی ہے (اور کبھی اس کے دل سے نہیں نکلتی)'' ''اگر کوئی شخص بازار جائے اور وہاں سے اپنے اہل و عیال کے لئے کوئی تحفہ لائے تو ایسا ہے گویا وہ محتاج انسانوں کے لئے صدقہ لے گیا جب تحفہ تقسیم کرنے لگے تو ابتداء لڑکیوں سے کرے''۔

امام زین العابدینؑ نے فرمایا:

تمہاری زوجہ تمہارے لئے سکون انس کا باعث ہے، اس کی مدارات کرو اور اس کا احترام کرو۔ گو تمہارا حق ان پر زیادہ ہے لیکن پھر بھی تم کو ان کے ساتھ (رحمت والفت) کے ساتھ پیش آنا چاہیے۔

امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں:

''مرد مومن کے لئے تقویٰ کے بعد بہترین سرمایہ اور بہترین متاع دنیا نیک اور صالحہ زوجہ ہے''

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا:

''شوہر پر زوجہ کا یہ حق ہے کہ شوہر اسے بھوکا نہ رکھے، وہ اپنی زوجہ کو ایسا لباس پہنائے کہ جس سے اس کی ستر پوشی ہو اور کبھی اپنی زوجہ کے سامنے ایسا منہ نہ بنائے جس سے ناراضگی کا اظہار ہوتا ہو''

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا:

''اگر کوئی شخص اپنی زوجہ کے اس مطالبہ کو تسلیم کرے کہ وہ اسے ہلکا اور باریک لباس مہیا کرے تو خداوند عالم اس کو جہنم میں داخل کرے گا''

عورت پر واجب ہے کہ اپنے شوہر کے ساتھ اچھی اور خوش گوار زندگی گذارے۔ یہاں ہم چند اصول کا ذکر کرتے ہیں

۱۔ وہ اپنی ہر چیز میں برابری کا مطالبہ نہ کرے۔

۲۔ شوہر کے ہر اس حکم کا جو خلاف شرع نہ ہو اطاعت کرے۔ اگر زوجہ نے شوہر کی اطاعت نہ کی جیسا کہ سورۂ نساء ۳۴ ہے ''مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کیے ہیں، پس نیک فرمانبردار عورتیں خاوند کی عدم موجودگی میں بہ حفاظت الٰہی نگہداشت رکھنے والیاں ہیں اور جن عورتوں کی نافرمانی اور بد دماغی کا تمھیں خوف ہو انھیں نصیحت کرو اور انھیں الگ بستر پر چھوڑ دو اور انہیں مار کی سزا دو پھر اگر وہ تابعداری کریں تو ان پر کوئی راستہ تلاش نہ کرو بے شک اللہ تعالیٰ بڑا بلندی اور بڑائی والا ہے''

عورت کو یہ حق نہیں کہ وہ شوہر سے اتنے مطالبات کرے کہ شوہر پر بوجھ بن جائے۔ اور شوہر کو حق ہے کہ وہ اپنی بیوی کو شریعت کی پابندی کا حکم دے۔ سورۂ طٰہٰ میں ارشاد ہے ''اپنے گھرانے کے لوگوں پر نماز کی تاکید رکھو اور خود بھی اس پر جمے رہو''

بیوی پر واجب ہے کہ وہ اپنی شکل اور ہیئت کو اپنے شوہر کے سامنے خراب کر کے پیش نہ

کرے۔ بیوی پر واجب ہے کہ شوہر کے مال و دولت عزت و آبرو اور حیثیت کی محافظت کرے اور اصراف نہ کرے۔

سورہ تحریم میں ارشاد ہے

''اے ایمان والو: تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان ہیں اور پتھر جس پر سخت دل مضبوط فرشتے مقرر ہیں جنہیں جو حکم اللہ تعالی دیتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ جو حکم دیا جائے بجالاتے ہیں''

اور کسی سے شوہر کی اجازت کے بغیر کوئی ہدیہ قبول نہ کرے۔ بیوی کو یہ حق نہیں کہ اگر شوہر راضی نہ ہو تو گھر سے نکل جائے۔ بیوی کو یہ حق نہیں کہ ایسے شخص کو گھر میں آنے کی اجازت دے جس سے شوہر راضی نہ ہو۔

زوجہ پر شوہر کا حق

پیغمبر اکرم نے فرمایا:

''ملعونہ ہے، ملعونہ ہے وہ عورت جو اپنے شوہر کو تنگ کرتی اور اس کو غصہ دلاتی ہے اور سعید ہے، سعید ہے وہ عورت جو اپنے شوہر کا احترام کرتی ہے، وہ عورت خوش بخت اور سعادت مند ہے جو تمام حالات میں اپنے شوہر کی اطاعت کرتی ہے اور اسے ازیت نہیں پہنچاتی ہے۔ جو عورت اپنے شوہر کو اذیت پہنچاتی ہے اس کی نہ نماز قبول ہوتی ہے اور نہ نیک اعمال چاہے وہ تمام عمر روزہ رکھے جب تک کہ وہ اپنے شوہر کو راضی نہ کرلے۔ شوہر داری نہ کرلے اسی طرح شوہر پر بھی اتنا ہی گناہ ہے اگر وہ اپنی زوجہ پر ظلم کرے اور اسے اذیت پہنچائے''

پیغمبر اکرم نے فرمایا:

عورت پر سب سے زیادہ حق اس کے شوہر کا ہے لیکن مرد پر سب سے زیادہ حق اس کی ماں کا ہے"

پیغمبر اکرم نے فرمایا:

افسوس ہے اس عورت پر جو اپنے شوہر کو ناراض کرے اور خوش قسمت ہے وہ عورت جس سے اس کا شوہر راضی ہو" (میزان الحکمۃ ص ۷۸۶۵)

پیغمبر اکرم نے فرمایا:

"اگر کسی کے لئے سجدہ کرنے کا حکم دیا جاتا تو عورت کو اپنے شوہر کو سجدہ کرنے کا حکم دیا جاتا"

پیغمبر اکرم نے فرمایا:

"اگر کوئی عورت سات دن تک اپنے شوہر کی خدمت کرے تو خداوند عالم اس پر جہنم کے سات دروازے بند کر دے گا اور جنت کے آٹھ دروازے اس پر کھول دے گا اور اس سے فرمائے گا کہ وہ جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے" (میزان الحکمہ) "انسان کے لئے دو قسم کے کسب ہیں ان دو کسبوں میں سے ایک کسب صالح زوجہ ہے" "زوجہ موافقہ (ایسی زوجہ جو شوہر کے مزاج سے موافقت رکھتی ہو) دو راحتوں میں سے ایک راحت ہے" (کلمات قصار ۱۶۳۵) "شر الزوجہ بیویوں میں سے بدترین بیوی وہ ہے جو اطاعت نہیں کرتی" (کلمات قصار ۵۶۸۶)

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں:

''پیغمبر اکرامؐ دعا فرماتے تھے کہ: خداوندا مجھے ایسی عورت نہ دینا کہ جو بڑھاپے سے پہلے مجھے بوڑھا بنادے''

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں:

ایک نیک اور صالحہ عورت ہزار غیر صالح مردوں سے بہتر ہے''۔

امام موسیٰ کاظمؑ فرماتے ہیں:

عورت کے لئے بہترین جہاد یہ ہے کہ وہ اپنے شوہر کا خیال رکھے''۔

معصومینؑ سے روایت ہے کہ:

''عورت کا اپنے شوہر کو ایک گلاس پانی پلانا ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے''۔(میزان الحکمہ) ''نیک اور صالحہ عورت اس کمیاب کوّے کی مانند ہے کہ جس کا ایک پاؤں سفید ہو اور ایک سیاہ (یعنی ایسے کوّے نایاب ہیں۔ اور عام طور پر ملتے نہیں)۔

ارث سے محرومیت

انسانی زندگی کی ضروریات میں سے ایک والدین کی متروکہ جائیداد ہے۔قرآن کریم میں سورۂ نساء آیت ۱۱ اور ۱۷۶ میں عورتوں کے ارث کا حکم آیا ہے:

﴿للذکر مثل حظ الانثیین فان کن نسآءً فوق اثنتین فان کن نسآءً فوق الاثنیین فلهن ثلثاماترک وان کانت واحدةً فلها النصف﴾ ''ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے' پس اگر لڑکیاں اگر دو سے زائد ہوں تو ترکے کا دو تہائی ان کا حق ہے اور اگر صرف ایک ہی لڑکی ہے تو نصف ترکہ اس کا ہے''۔ ''پیغمبر یہ لوگ آپ سے فتویٰ دریافت کرتے ہیں تو

آپ کہہ دیجئے کہ کلالہ (بہن بھائی) کے بارے میں خدا خود یہ حکم بیان کرتا ہے
کہ اگر کوئی شخص مر جائے اور اسکی اولاد نہ ہو اور صرف بہن وارث ہو تو اسے
ترکہ کا نصف ملے گا'' (مائدہ/۱۷۶)

گرچہ اسلام دشمن قوتوں کی خواہش ہے کہ ارث کے اس حکم کو خواتین کی حق تلفی کے نام سے اچھالا جائے۔ لیکن ہم یہ واضح کرتے ہیں کہ اسلام نے عورت کو دو طرف سے حقوق دیئے ہیں ایک اسکے والدین کی طرف سے اور دوسرا انکے شوہر کی طرف سے۔ لیکن اسلامی معاشرے میں استعماری پروردہ تربیت شدہ انسانوں نے اسلام سے بدظن کرنے کی خاطر اور اپنی مادی خواہشات کی خاطر خواتین کو بیک وقت ارث سے محروم رکھنے کے ساتھ ساتھ انھیں زوجیت سے بھی محروم رکھا ہے اور انھیں مفروضہ وہمی کے ازدواج کی صورت دکھا کر اپنے ہی گھر میں کنیز کی زندگی گذارنے پر مجبور کیا ہے لہذا خواتین کو اس چیز کا احساس کرنا چاہئے مندجہ بالا خواتین پر گذرنے والے مظالم کو سامنے رکھتے ہوئے ہم خواتین سے کہتے ہیں کہ وہ ہوش کے ناخن لیں اور پیغمبر اکرم کی لائی ہوئی کتاب وسنت پر غور کریں اور دنیا کے ان کنیز ساز اداروں کے جال میں پھنس کر اپنی اندرونی اور داخلی عصمت وعفت اور زندگی بھر کی عزت کو داؤ پر نہ لگائیں اور چند دن کی خواہشات کیلئے ان کنیز ساز اداروں کی خدمت نہ کریں۔ یہ آپ کو چند دن استعمال کرنے کے بعد اسطرح پھینک دیں گے جسطرح پرانے کپڑے یا جوتے پھینک دئے جاتے ہیں۔ اس وقت نہ اسلام آپ کی کچھ مدد کر سکے گا اور نہ ہی یہ خیر خواہ آپکی فریاد رسی کر سکیں گے۔

میاں بیوی کے درمیان تقسیم کار یا میدان عمل کا تعین

ان مسائل کے بارے میں حقوق خواتین کی انجمنیں اور بعض علماء اعلام افراط وتفریط

اور جانب داری کا شکار ہیں اسکی تشخیص دنیا میں رائج قابل قبول اصول وضوابط عقل وتجربہ اور وحی وقرآن اور سنت کی روشنی میں تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔ ہم اس ذمہ داری اور میدان عمل کے بارے میں قرآن وسنت سے استدلال سے پہلے عقل اور تجرباتی میدان سے اس سلسلہ میں آپ کے سامنے چند مفروضے پیش کرتے ہیں۔ آپ خود فیصلہ کریں اور ذمہ داری کی تشخیص کریں تاکہ میدان عمل معین ہوجائے۔

۱۔ میاں بیوی دونوں گھر سے باہر مصروف عمل ہوجائیں۔ مرد تو ہمیشہ سے باہر تھے اب خواتین کو باہر لانا چاہیے اور اس کی مہم جوئی ہر جگہ جاری ہے اور اسلامی ملکوں میں تحریک کی صورت اختیار کرچکی ہے۔ اس صورت میں دونوں کا میدان عمل گھر سے باہر ہوگا اور گھر کے بارے میں کوئی تحفظات نہیں ہونگی۔ اس مفروضہ پر کس حد تک عمل ہوا ہے اور یہ مفید ہے یہ ابھی تک ثابت نہیں ہوا۔

۲۔ دونوں خانہ نشین ہوجائیں یعنی دونوں کا میدان عمل گھر ہو اور کوئی بھی گھر سے باہر نہ جائے۔ اس مفروضہ پر شاید ابھی تک عمل نہیں ہوا سوائے مفلوج الحال اور بے روزگار خاندانوں کے، لہذا اسکے حسن وقبح پر کوئی مہر نہیں لگائے گا۔

۳۔ عورت گھر سے باہر جائے۔ اس مفروضہ کے کامیاب ہونے یا نہ ہونے سے پہلے عورت کی گھر سے باہر کامیابی امکانات پر گفتگو کریں گے۔ قدیم تاریخ میں عورت کی سربراہی کا ذکر موجود نہیں سوائے ملکہ سباء یعنی بلقیس کے لیکن وہاں بھی وہ خودمختار نہیں تھیں بلکہ ایک کونسل کی رکن تھیں اور اعزازی حکمران تھیں۔ جسطرح آجکل ملکہ برطانیہ وغیرہ ہیں۔ بنی امیہ و بنی عباس کے خلفاء نے اسلامی قوانین کو پس پشت ڈالنے اور لہو لعب اور غناء وغیرہ کو فروغ دینے کے باوجود کسی عورت کو سربراہی یا عہدہ

نہیں دیا۔ دور جدید میں بعض خواتین سربراہ مملکت یا حکومتی عہدوں پر فائز ہیں لیکن یہ کہیں ثابت نہیں کو وہ اپنے فیصلوں اور آراء میں خود مختار ہوں بلکہ یہ ثابت ہے کہ وہ بیرونی اور اندرونی دو گروہوں کے زیر اثر ہیں جو انھیں استعمال کر رہے ہیں۔ لیکن ابھی تک یہ ثابت نہیں ہوئی کہ عورت کسی فوجی یا دیگر طاقت وقدرت کا مظاہرہ کرنے والے عہدہ پر فائز ہوئی ہو۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عورت میں گھر سے باہر طبیعت سے لڑنے اور اسے چیر کر دولت نکالنے کی صلاحیت نہیں رکھتیں۔ ہاں وہ کسی میز اور کرسی پر بیٹھ کر کام کر سکتی ہیں۔ یہ تھا مفروضہ عورت کا گھر سے باہر کام کرنے کے بارے میں۔

۴۔ مرد جس کی طبیعت میں عدم برداشت، جوش شامل ہے اگر یہ مرد خانہ نشین ہو جائے اور بچوں کی تربیت کی ذمہ داری لے جبکہ بچوں کا شور شرابہ کرنا، ضد کرنا اسے برداشت نہیں ہے اور نہ ابھی تک یہ سننے میں آیا ہے کہ ایک مرد نے ایک بچہ کو پہلے دن سے لے کر بلوغت تک پالا ہو اگر ہنگامی صورت میں کوئی بچہ اس پر پیشاب کر دے یا اسکی نیند میں مزاحم ہو یہ برداشت نہیں کر سکتا۔ نہ وہ اسے بھوک کی صورت میں ماں کے دودھ کی جگہ کوئی چیز دے سکتا ہے۔ لہذا ایسا انسان اگر بچوں کی تربیت کرے گا تو یہ بچے بیک وقت جسمانی اور روحانی کمزوری کا شکار ہونگے۔ ایسی صورت میں گھر کیسے آباد ہوگا۔ اگر آپ کو اس میں کوئی حسن وخوبی نظر آئے تو تصدیق کریں۔

۵۔ عورت گھر میں رہے اور مرد گھر سے باہر کام کرے۔ یعنی میدان عمل تبدیل ہو جائے۔ عورت کا میدان عمل گھر ہو اور مرد کا میدان عمل گھر سے باہر ہو۔ یہ ہی ایک مفروضہ باقی بچتا ہے جس پر عمل ہو سکتا ہے۔

اسلامی نظام زوجیت پر تعدد زوجات کا داغ

ایک مرد کا بیک وقت چار بیویوں اور اس سے آگے زوج انقطاع اور کنیز گیری کی لامحدود اجازت دشمنان اسلام کے ہاتھ میں اسلام کے خلاف ایک مہلک ہتھیار ہے۔ لیکن کسی مسئلے کو اس کے بنیادی حدود و ابعاد کو لئے بغیر اور تنقید کی تشخیص کیے بغیر کسی دین و مذہب کے خلاف پروپیگنڈہ مہم چلانا خبس سیرت اور سرشت میں دشمنی وعداوت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اسکا مقصد لوگوں کو حقائق سے اندھا و بہرا رکھنا ہوتا ہے۔ تاکہ وہ اس مذہب کی خوبیوں کی طرف متوجہ نہ ہو جائیں۔ اس کے علاوہ یہ مسائل کو الجھن میں رکھنا چاہتے ہیں تاکہ بحث ومباحثہ اور افہام وتفہیم کی فضا آلودہ رہے۔ اور یہ کسی نہ کسی بات کو بہانہ بنا کر اس مذہب پر ہجوم کریں۔ یہ ان ہی کی صفت ہے جو ایمان واستدلال سے محروم وساقط ہیں۔ لیکن اسلام اسکے برخلاف اپنے مخالفین کو سوال واستفسار اور افہام وتفہیم کے ماحول کو بحال رکھنا چاہتا ہے۔ یہ کہتا ہے کہ چلو ہم غلطی پر ہی سہی آپ بات تو کریں۔ اسلام دشمن سے مجادلہ احسن اور عادلانہ گفتگو کرنے اور دشمن کو بات کرنے کا موقع دیتا ہے۔ تاکہ وہ آپ کی بات سننے کیلئے آمادہ ہو جائے یعنی آپ بات کریں وہ آمادہ ہو یا وہ آمادہ ہو آپ بات کریں۔

امام حسینؑ اور ان کے اصحاب نے لشکر دشمن سے مطالبہ کیا کہ ہماری بات سنو لیکن لشکر کے سربراہان نے اپنے لوگوں سے کہا انکی بات مت سنو۔ اس سیرت پر ہی آج کل کے دنیائے مسیحت کے تبشیری مشن کام کر رہے ہیں یہ اپنی بات سناتے ہیں اور ساتھ لٹریچر بھی دیتے ہیں لیکن جب ہم بات کرنا چاہیں تو پہلو تہی کرتے ہیں اور یہی رویہ ہماری کتب سے رکھتے ہیں۔ بدقسمتی سے ہمارا دین اسلام جو سخت سے سخت دشمن سے گفتگو پر ایمان رکھتا ہے لیکن آج ہمارے فرقوں میں بھی یہ بری صفت جاگزیں ہو چکی ہے۔ ایک دوسرے سے الفت ومحبت

کی گفتگو فرقہ معلوم ہونے پر نفرت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ غرض شرک و کفر کا یہ پروپیگنڈہ چند لحاظ سے غلط و بے بنیاد اور عداوت اور دشمنی پر مبنی ہے۔ ہمارے نظام زوجیت میں موجود حسن وخوبی کو نظر انداز کر کے اسکے خلاف کیچڑ اچھالنا انکی سوء نیت کا خاصہ ہے۔ ہم یہاں ببانگ دھل نظام زوجیت میں تعدد زوجات کا قبیح نہ ہونے اور اسے ایک ناگزیر مسئلہ ہونے کو ثابت کریں گئے۔ جبکہ وہ خود اس پر عمل پیرا ہیں لیکن ہمارے پاس جو جواز موجود ہیں اس میں عدل وانصاف کی بنیاد محکم ستونوں پر قائم ہے جسکی چند وجوہات ہیں۔

۱۔ جہاں عقد و نکاح کا تصور نہیں ہے۔ وہاں یہ زوجیت کے تقاضوں کو دوستی کے نام سے انجام دیتے ہیں اور تعدد دوستی بغیر کسی قباحت کے رائج ہے۔ کسی مرد وعورت کی محلے میں دوستی کسی کی دفتر اور کالج یونیورسٹی کی دوستی عام ہے۔ صبح کسی کے ساتھ اور شام کسی اور کے ساتھ۔ لہذا جو خود اس تعدد دوستی پر عمل پیرا ہیں وہ ہمارے نظام تعدد زوجیت پر کسی قسم کی تنقید نہیں کر سکتے۔

۲۔ اسلام میں تعدد زوجیت تو چھوڑیں خود ازدواجی زندگی ایک واجب عمل نہیں ہے کہ جسے کا چھوڑنا حرام ہو۔ سنت قولی اور فعلی پیغمبر ہونے کا یہ مقصد نہیں کہ یہ واجب ہے۔ بلکہ یہ ایک جائز عمل ہے تو کیونکر صرف خواہشات کی بنیاد پر تعدد زوجات کو ترجیح دیں۔ قرآن کریم اور روایات میں ہے کہ جو شخص اپنی زوجہ کی ضروریات کو برداشت نہیں کرسکتا اسے چاہیے کہ وہ عفت اختیار کرے یعنی شادی نہ کرے۔

۳۔ قرآن کریم میں خداوند عالم نے حضرت یحییٰ کی صفت میں فرمایا ہے کہ وہ حصور تھے یعنی غیر شادی شدہ تھے۔

۴۔ قرآن کریم کی آیت ہے کہ انصاف نہیں کر سکتے تو ایک پر ہی اکتفا کرو۔

۵۔ نظام زوجیت میں جو لطف اور حسن وخوبی ہے وہ صرف مرد تک محدود نہیں ہے بلکہ عورت بھی اس سے لطف اندوز ہوتی ہے۔ لہذا اگر اسکا فائدہ صرف مرد تک ہی محدود ہوتا تو یہ کہہ سکتے تھے کہ عورت پر ظلم ہو رہا ہے۔

۶۔ کیا نظام زوجیت میں تنہا مرد کا کردار آمرانہ اور ظالمانہ ہوتا ہے اور عورت معصوم و عادل ہوتی ہے۔ جبکہ ایسا نہیں عورتوں کے ظلم و جنایت جو اپنے گھرانے اجتماع اور شوہر سے کیے ہیں تاریخ کے صفحات اس سے سیاہ ہیں۔ اگر آپ تاریخ کا مطالعہ کریں چاہے معاشرہ اسلامی ہو یا غیر اسلامی آپ کو عورتوں کے مظالم نمایاں نظر آئیں گے۔ ملکہ برطانیہ اور انکے وزیر اعظم کی مثال جنھوں نے کتنے ہی لوگوں کو قید وبند اور اذیت میں مبتلا کیا۔ ہمارے اسلامی ملکوں میں بھی جو خواتین سربراہ تھیں انھوں نے اپنے مخالفین سے یہی رویہ اختیار کیا۔ بعض کو جیلوں میں بھیجا اور اپنا بغض وعداوت باہر نکالا۔ اور بعض نے اسلام کے مقابلے میں دشمنان اسلام کی حمایت کی۔

۷۔ اسکے علاوہ ادیان سماوی میں حضرت نوحؑ اور لوطؑ کی بیویوں نے ان برگزیدہ ہستیوں کے ساتھ خیانت کی۔

۸۔ قرآن کریم میں بعض زوجات پیغمبر اکرم کی حرکات کے بارے میں سورہ طلاق اور تحریم کی آیات واضح و روشن دلیل ہیں کہ انھوں نے اس عظیم المرتبت پیغمبرؐ اور مجسمہ رحمت کی کتنی دل آزاری کی انھیں کتنی تکالیف پہنچائیں۔

۹۔ امام حسنؑ کی بیوی دختر اشعث بن قیس نے خلیفہ کے ولی عہد کی زوجیت میں جانے کی خواہش میں اس رؤف اور مہربان امامؑ کو زہر دیکر شہید کیا۔

۱۰۔ بہت سی خواتین اپنے شوہروں مجبور اور بے بس بنا کر رکھتی ہیں۔ بسا اوقات خواتین

اپنے شوہروں کو واجبات ادا کرنے سے گریز کرتی ہیں جسکی بنیاد پر وہ بیچارہ اپنی ضروریات پوری کرنے کی خاطر کسی اور سے شادی کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

۱۱۔ بہت سی خواتین شوہر کی اجازت کے بغیر میاں بیوی کے اس رشتہ کے پردے کو چاک کر کے اجنبی مردوں کے ساتھ دوستی کرتی ہیں۔

۱۲۔ مرد ایک پر مسرت حیات اور سکون واطمینان کی زندگی گذارنے کی خاطر ایک عورت سے شادی کا انتخاب کرتا ہے۔ اور اسکی خوشی کا مظاہر شادی کے دن ہوتا ہے۔ اسکے ساتھ اگر عورت بغاوت پر اتر آئے تو کیا اسکی مکافات یا تعزیرات نہیں ہونی چاہیے۔ اسکے علاوہ کوئی عورت اگر شادی کی بنیادی ضرورت ہمبستری سے بھی انکار کر دے تو کیا دوسری شادی کے علاوہ کوئی چارہ رہ سکتا ہے۔

۱۳۔ نظام زوجیت میں چندین ضروریات کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔ اگر ان میں سے کوئی بھی ضرورت اس بیوی سے ممکن نہ ہو تو اسے طلاق دے کر دوسری عورت سے شادی کرنا بہتر ہے یا اسکو اپنی زوجیت میں رکھتے ہوئے اس ضرورت کی خاطر کسی اور سے شادی کرنا بہتر ہے۔ یہ اس پہلی عورت سے پوچھنا چاہیے۔

۱۴۔ بہت سی دوشیزائیں شادی کے چند دن گذرنے کے بعد اپنے محبوب شوہر سے موت یا قتل کی صورت میں محروم ہو جاتی ہیں۔ آیا ایسی خواتین کو نظام زوجیت سے ملنے والی لطف ولذت کو شوہر کے ساتھ ہی دفن کر دینا چاہیے جیسا زمانہ جاہلیت میں عورت کو مرد کے ساتھ ہی دفن کر دیا جاتا تھا یا اس عورت کا کسی اور کی زوجیت میں جانا بہتر ہے چاہے دوسری بیوی کی ہی صورت میں کیوں نہ ہو۔

مغرب اس لئے عورت کے دفاع میں اسلام کے خلاف پروپگنڈہ نہیں کرتا کہ اسلام نے

عورت کے حق میں ناانصافی یا ظلم روا رکھا ہے۔ کیونکہ ظلم سے دفاع کرنا ان کی سیرت میں نہیں ہے جو خود ظالم ہو وہ ظلم سے دفاع نہیں کرتے۔ اگر کہیں یہ بات کرتے ہیں کہ فلاں پر ظلم ہوا ہے تو یہ اسکے دفاع کیلئے نہیں ہے بلکہ اس کی مثال شیر و چیتے کی سی ہے وہ دوسرے درندوں سے یہ نہیں کہتے کہ یہ بے چارہ ہے اس کو مت چیرو بلکہ اس لئے رکاوٹ ڈالتے ہیں کہ یہ میرا حق ہے اور میں چیروں گا اور میں ہی کھاؤں گا۔

اسلام نے عورت کے ساتھ ظلم نہیں بلکہ اسلام نے مرد و عورت کے درمیان ہر قسم کا عدل و مساوات قائم کی ہے اور بعض مواقع پر عورتوں کو ترجیح بھی دی ہے: ''اگر نیکی کرنا ہے تو ماں کے ساتھ کرو، اگر تحفہ دینا ہو تو بیٹی سے شروع کرو اس کی پرورش و تربیت موجب رضایتِ حق و مستحق رضوان ہے۔ مغرب صرف اسلام دشمنی میں عورت کو مظلوم دکھاتے ہیں اور اس کے لئے موقع و محل سے کسی چیز کو اٹھاتے ہیں ان میں سے ایک تعددِ ازدواج ہے کہ یہ عورت کے ساتھ ناانصافی ہے ہم نے پہلے بتایا کہ وہ ہمیشہ مظلوم نہیں ہے دنیا میں ایسے بہت سے نمونے آپ کو ملیں گے کہ جہاں بعض گھروں میں میاں بیوی کے درمیان بیس تیس سال سے تمام تعلقات معطل ہیں شوہر سے سوائے کھانے پینے کے حقوق لینے کے اور کوئی ارتباط نہیں، تو اب آپ بتائیں کہ وہ اسی طریقے سے زندگی گزاریں یا کسی سے شادی کریں اور ایسی حالت میں اگر وہ کسی اور سے شادی کریں گے تو کیا یہ ظلم ہوگا؟۔

خانہ ازدواج میں موسم خزاں

میاں بیوی کی دیرینہ خواہشات اور والدین کی زحمتوں اور کوششوں سے آباد ہونے والا یہ گھرانہ کبھی کبھی بادِ خزاں کی زد میں آجاتا ہے۔ عرف عام اور سادہ لوح افراد کی زبان میں اسے چشم بد بھی لگ جاتی ہے۔ اس بادسموں کو طلاق کہتے ہیں۔ طلاق کا معنی جدائی، الگ

ہونا اور کسی محکم گرہ کو کھولنے کا نام ہے۔ جیسا کہ سورہ کہف ۷۱، ص ۶ اور شوری ۱۳ میں اسکا ذکر موجود ہے۔ اصطلاح شرعی میں طلاق عقد نکاح کے کھل جانے کا نام ہے۔ قرآن وسنت میں اس عمل کو مزموم وناپسندیدہ قرار دیا ہے۔ اسلام نے اس عمل کی راہ میں چند رکاوٹیں بھی رکھی ہیں۔

۱۔ اس عمل کو احادیث میں مغبوض ترین حلال قرار دیا ہے۔

۲۔ میاں بیوی میں اختلاف اور ناچاکی کی فضاء قائم ہوتے ہی انھیں ایک مصلح کا انتخاب کرنے کا حکم ہے تا کہ وہ ان دونوں کے مسائل سننے کے بعد فیصلہ کر سکے۔

۳۔ مرد اگر ایک طلاق دے تو دوبارہ اسی عورت کو بغیر نکاح کے اپنے عقد میں لا سکتا ہے۔ اور اگر تین طلاقیں دے دے تو وہ عورت اس پر حرام کر دی گئی ہے اور اسطرح اس مرد کی ناک رگڑی ہے تا کہ وہ دوبارہ جلد بازی میں ایسا کام نہ کرے۔ وہ عورت اب اس کے سامنے کسی دوسرے مرد سے شادی کر سکتی ہے اب سابقہ مرد کا اس پر کچھ اختیار نہیں ہے۔

۴۔ عورت مرد کی ظلم وزیادتی کی صورت میں حاکم شرع سے رجوع کرے اور اپنے شوہر کی شکایت کر سکتی ہے۔ اگر بیوی سرکشی اور نافرمانی کرے تو مرد تین مراحل میں طلاق دے گا۔ ۱۔ پہلے مرحلہ میں وعظ ونصیحت کرے ۲۔ ھم خوابی سے علیحدگی اختیار کرے ۳۔ کچھ تھوڑی مار پیٹ کرے۔ ان تین مراحل کے بعد بھی صورت حال ویسی ہی رہے تو طلاق کی نوبت آتی ہے۔ لہذا اسلام نے طلاق کا حق مرد کو دیا ہے۔ اسلام کے خلاف سرکشی ومہم جوئی کرنے والے طلاق کا حق مرد کے پاس ہونے کو بہانا بنا کر پر پیگنڈہ کرتے ہیں خواتین کو بڑھکاتے ہیں۔ بڑی طاقتیں یا ان سے منسلک نمائندہ تنظیمیں اس بات کو اچھالتی ہیں کہ یہ عورت کے ساتھ ظلم وناانصافی ہے لہذا یہ حق خواتین کو دلوانے کیلئے سرتوڑ مہم چلائے ہوئے

ہیں۔ لیکن ملک میں موجود لوگوں کی اسلام سے محکم وابستگی کی وجہ سے وہ اس میں کامیاب نہیں ہو رہے۔ اسلام تشدد جبر، طاقت کے استعمال اور غلط پروپیگنڈہ کے استعمال کے خلاف ہے۔ اپنے موقف کو پیش کرتے وقت عقل منطق کی راہ اپناتا ہے کیونکہ اس کے پاس نہ ختم ہونے والے دلائل کے خزینے موجود ہیں۔ ہم ان خواتین کے حقوق کے نام سے پروپیگنڈہ کرنے والی پارٹیوں کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ کوئی ایسا فارمولا لائیں جو ہمارے فارمولا سے بہتر ہو۔ اس سلسلہ میں چند مفروضات ہیں جنھیں ہم مرحلہ وار آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ وہ کونسا مفروضہ ہے جسے اپنا کر ہم اس خانہ ازدواج کو بادخزاں سے بچا سکتے ہیں:

۱۔ طلاق نامی کوئی چیز نہیں ہونی چاہیے۔ شادی بس ایک دفعہ ہوگی اب جدائی ناممکن ہے۔ عورت جہاں مرضی گھومے جس کے ساتھ مرضی جائے اپنے مرد کے ساتھ رہے یا نہ رہے وہ آزاد ہے۔ لیکن وہ اسی کی بیوی شمار کی جائے گی۔ کیا یہ فارمولا صحیح ہے؟

۲۔ یہ حق عورت کو ہی دیا جائے۔ عورت جس وقت چاہے اپنے مرد کو طلاق دے سکتی ہے اور کسی دوسرے سے مرد سے شادی کر سکتی ہے۔ اور اگر اسے بھی طلاق دینا چاہے تو دے سکتی ہے اور کسی دوسرے سے شادی کر سکتی ہے۔ اور وہ شادی کی مدت کو مہینہ، ہفتہ بلکہ ایک دن تک لا سکتی ہے اور ہر دن نیا شوہر کر سکتی ہے۔ کیا اس عمل میں حسن ہے؟

۳۔ یہ حق دونوں کو ہونا چاہیے۔ جب مرد چاہے طلاق دے سکتا ہے اور یہ ہی عمل بیوی بھی کر سکتی ہے۔ اگر اس مفروضہ کو اپنایا جائے تو ہر گلی ہر محلہ میں طلاق کی شرح ۷۵ فیصد تک پہنچ جائے گی اگر خدانا خواستہ کسی معاشرے میں یہ صورت حال پیدا ہو تو آپ اندازہ لگا سکتے ہیں اس معاشرہ کا کیا حال ہوگا اور ان دونوں سے پیدا ہونے والی اولاد کا کیا حال

ہوگا۔

۴۔ یہ اختیار مرد کو دیا جائے۔ ہمارا اس سے یہ مطلب نہیں کہ اسلام نے یہ کہا ہے۔ بلکہ یہ مستحسن ہے گھر کو آباد کرنے کیلئے۔ اگر مندرجہ بالا مفروضہ میں سے پہلے کو مان لیں تو گھر آباد نہیں ہوگا بلکہ جہنم بن جائے گا اور جنگل میں موجود جانوروں جیسی زندگی بسر ہوگی۔ اور اگر عورت کو یہ حق دے دیں تو اس میں سقم ہے کیونکہ عورت کی طبعیت میں عاطفہ ہے اثر پذیری ہے عورت جلد متاثر ہو جاتی ہے عورت مونث اسی لئے کہتے ہیں کہ اس میں مرد کے مقابلے میں اثر پذیری زیادہ ہے۔ تو ایسی صورت میں شرح طلاق بہت زیادہ ہوگی جبکہ یہ ہی پر پیگنڈہ کرنے والے لوگ طلاق کو برا سمجھتے ہیں۔ اسکے علاوہ اگر تیسری صورت کو اپنایا جائے تو اس کے اثرات دوسری صورتوں سے زیادہ تباہ کن ہونگے۔ اور یہ شرح ۹۵ فیصد تک پہنچ سکتی ہے۔ اب چوتھی صورت ہی رہ جائے گی جس میں سب سے زیادہ اس خانہ کو آباد رکھنے کے زیادہ مواقع موجود ہیں۔ اس لئے یہ حق مرد کو دینے میں زیادہ دیر پائی ہے۔ مرد اتنا جلد باز نہیں جتنی عورت ہے۔ مرد اس لحاظ سے بھی زیادہ مستحق ہے کہ وہ ایک عرصہ تک اس عورت کے اخراجات برداشت کرتا ہے تو طلاق کی صورت میں اسکا نقصان زیادہ ہے لہذا جس کا زیادہ نقصان ہو حق بھی اسی کا ہونا چاہیے۔ دوسری طرف مرد کو اسلام نے بلکل ہی آزاد نہیں چھوڑا۔ اگر یہ ضد، انا پرستی اور تشدد کی صورت اختیار کرتا ہے تو عورت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ حاکم شرع کو اس کی شکایت کرے۔ اور اگر مرد پھر بھی طلاق نہ دے تو حاکم شرح خود طلاق دے سکتا ہے۔ یہ تھے طلاق کے ضمن میں مفرضہ جات۔ اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس باد خزان کو گھر میں لانے والا کون ہے اور اس کو روکنے کیلئے کیا چارہ جوئی کی جاسکتی ہے۔ اس سلسلے میں چند نکات پیش خدمت ہیں اس درخت کی محبت اور آشتی سر

سبز و پھل دار تنوں اور پتوں پر کس طرف سے باد خزاں پڑی اس کے چند احتمال ہیں:

۱۔ دروازہ اسلام سے داخل ہوا ہے۔ یہ قطعاً ممکن نہیں کیونکہ پہلے واضح کر چکے ہیں کہ اسلام نے جدائی کے تمام دروازوں کو بند کیا تھا اور صلح و آشتی کی ممکنہ تجاویز پر عمل درآمد کرنے کی کوشش کی تھی۔

۲۔ دروازہ مغرب سے داخل ہوا ہے۔ یہ احتمال انتہائی قوی ہے سورہ مبارکہ فلق میں ہے کہ وہ گروہوں میں پھوٹ ڈالنے میں انتہائی مہارت رکھتے ہیں اس کیلئے دروازے کھڑکی یا سوراخوں کو بند نہ کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا وہ دقیق اور باریک الیکٹرونک شعاوں کے ذریعے اندر داخل ہوتے ہیں اور پورے گھرانے کو ان شعاوں سے متاثر کرتے ہیں یعنی ٹی وی ک، کیبل، انٹرنیٹ کے ذریعے اپنے مقاصد پورے کرتے ہیں۔

۳۔ لڑکی کے سسرال کی سمت سے داخل ہوئی ہے۔ کیونکہ ایک لحاظ سے لڑکی کی ماں کے خیال میں یہ ہے کہ اس نے اس لڑکی کو اس گھر میں ایک شکاری کے طور پر بھیجا ہے تا کہ اس میں ایک لڑکے کو پھنسائے اور جب تک وہ لڑکا اس جال میں نہ آئے وہ چین سے نہیں بیٹھے گی اور اس کے لئے تمام حربے استعمال کر سکتی ہے۔

۴۔ لڑکے کی ماں کی طرف سے بھی امکان ہے۔ کیونکہ جس دن سے شادی ہوئی ہے اب اس کو لڑکا امی کہہ کر پکارنے کی بجائے اپنے نو ساتھی کو پکارتا ہے یا وہ دونوں اپنے کمرے سے نکلتے ہی نہیں انکا یہ عمل ان کی ماں پر گراں گزرتا ہے اسکی یہ خواہش ہوتی ہے کہ یہ کمرہ خالی ہی ہو جائے بہتر ہے۔ لہذا پہلے کے علاوہ دیگر تین مفروضات باد سموم و خزاں پیدا کرنے میں مہارت رکھتے ہیں۔

اسلام میں عورت کا مقام ومنزلت

امت اسلامی کی بعض خواتین حضرت امام حسینؑ کے روز عاشورا اہل کوفہ سے خطاب کے ان بعض فقرات کی مصداق جلی نظر آتی ہیں جن کو کتب تاریخ مقاتل نے نقل کیا ہے۔
امام حسینؑ نے فرمایا ''خدا تمھیں ہلاک ونابود کرے جب تم نے سرگردان و پریشان حال میں ہمیں بلایا اور ہم سے مدد چاہی تو ہم تمام تیاری کے ساتھ تمھاری مدد کو پہنچے تو جو تلواریں ہمارے دشمنوں کے خلاف ہمارے ساتھ مل کر استعمال کرنی چاہیے تھیں وہی تلواریں تم نے ہمارے قتل کیلئے اٹھائیں، اور اس فتنہ کو روشن کیا جس کو ہمارے دشمن نے ہمیں جلانے کیلئے روشن کیا تھا اور تم سب اپنے دوست کو مارنے کیلئے متفق ہوئے تاکہ تمھارے دشمن خوش ہو جائیں حالانکہ تمھارے دشمن نے تمھارے لئے کوئی عدل نہ کیا تھا اور نہ ہی تمھاری کوئی آرزو پوری کی تھی، سوائے چند لقمہ حرام اور پست زندگی جس کی تمھیں طمع ولالچ ہے، بغیر اس کے ہم سے کوئی گناہ سرزد ہوا ہو یا ہماری فکر وعقیدہ میں کوئی تزلزل پیدا ہوا ہو۔ اور تم نے ہم سے کوئی کوتاہی نہیں دیکھی۔'' (موسوعہ کلمات امام حسینؑ ترجمہ فارسی ص ۴۷۳)

امت مسلمہ کی بعض خواتین نے اسلام وامت کے ساتھ یہی سلوک روا رکھا ہوا ہے اسلام کی آمد سے پہلے گندی ونجس دنیا کے متمدن قوم روم وفارس اور پسماندہ قومیں عرب وحجاز میں عورتوں کو انسان نہیں سمجھا جاتا تھا بلکہ تمام رجس وپلیدی کا پتلا سمجھا جاتا تھا۔ کتب عہد قدیم وجدید دونوں میں انسان کی شقاوت و بدبختی کا نشانہ عورت گردانی جاتی ہے۔ کتب قدیم میں آدم ابوالبشر کو شجر ممنوعہ سے تناول کرنے کی لالچ دینے والی حضرت حوا کو ٹھرایا گیا دور جدید میں کوئی شخص بلندی کی طرف پرواز کرنا چاہے تو اسے عورت سے دور رہنے کا مشورہ دیا جاتا ہے اور اس دور میں عورت کو پھنسانے کا جال قرار دیا ہے۔ کلیسا میں عورتوں

کو آواز بلند کرنے پر پابندی ہے۔ برطانیہ میں عورتوں کو مقدس کتابیں پڑھنے پر پابندی عائد کی گئی ہے۔ دور جاہلیت میں عورتوں کو زندہ درگور کرنے کے سبب انھیں عار و ننگ اور ذلت و خواری کی علامت گردانتے تھے اسی وجہ سے انھیں سورۂ نحل آیت نمبر ۵۸" اور جب زندہ درگور لڑکیوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا" کے مطابق زندہ درگور کرتے تھے۔ انھیں تمام بدبختیوں سے نجات دینے اور انھیں اعلیٰ وارفع انسانیت سے نوازنے والا سماوی دین اسلام ہی ہے جس کی کتاب (قرآن) میں مرد و عورت دونوں کو ایک ہی جنس اور ایک ہی مقام و منزلت سے نوازا ہے۔ ان آیات میں مرد و عورت کے درمیان امتیازی طبقہ بندی اور تفاوت کو مٹایا ہے:

﴿ان المسلمین المسلمٰت والمؤمنین ولمؤمنٰت والقٰنتین والقٰنتٰو الصٰدقین والصٰدقٰت والصبرین والصٰبرٰت والخٰشعین والخٰشعٰت والمتصدقین والمتصدقٰت والصآئنین والصٰئمٰت والحٰفظین فروجھم واکحٰفظٰت والذاکرین اللہ کثیرًا والذٰکرٰت اعداللہ لھم مغفرۃً واجرًا کرعظیمًا﴾ "یقیناً مسلم مرد اور مسلم عورتیں، مومن مرد اور مومنہ عورتیں، اطاعت گزار مرد اور اطاعت گزار عورتیں، راستگو مرد اور راستگو عورتیں، صابر مرد اور صابرہ عورتیں، فروتنی کرنے والے مرد فروتن عورتیں، صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں، روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں، اپنی عفت کے محافظ مرد اور اپنی عفت کی محافظ عورتیں، نیز اللہ کا بکثرت ذکر کرنے والے مرد اور اللہ کا ذکر کرنے والی عورتیں وہ ہیں جن کے لئے اللہ نے مغفرت اور اجر عظیم مہیا کر رکھا ہے"

(احزاب/۳۵) ﴿یاایھا الناس انا خلقنکم من ذکر و انثیٰ وجعلنکم شعوبًا وقبآئل لتعارفوا ان اکرمکم عنداللہ اتقکم﴾ ''اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا پھر تمہیں قومیں اور قبیلے بنادیا تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ تم میں سب سے زیادہ معزز اللہ کے نزدیک یقیناوہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیز گار ہے'' (حجرات/۱۳) ﴿ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف وللرجال علیھن درجة﴾ ''اور عورتوں کے بھی دستور کے مطابق ویسے ہی حقوق حاصل ہیں جیسے مردوں کے حقوق ان پر ہیں البتہ مردوں کو عورتوں پر برتری حاصل ہے'' (بقرہ/ ۲۲۸)

جب اسلام نے عورتوں کو دور جہالت کی تاریکیوں اور ظلم وتشدد اور حیوان و بہائم کے ساتھ انتہائی تکلیف دہ زندگی گزارنے کی مجبوری اور قید و بند سے آزادی دلا کر مردوں کے ساتھ ان کے دوش بدوش مساوی زندگی کی سطح تک عظمت و بلندی عطا کر کے آزاد و پر سکون فضا میں سانس لینے کا موقع فراہم کیا اور انہیں دنیاوی اور آخروی زندگی میں مردوں کے مقابلے میں تمام حقوق دینے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اور اس باعزت و باعفت مخلوق کو اس کے اندر گوہر گراں بہا کو گزند پہچانے والے درندہ صفت انسانوں' حیوانوں' اور لٹیروں سے تحفظ فراہم کیا۔ اور راستے میں ڈاکہ ڈال کر اسیر بنانے اور اسارت میں لے جانے والوں سے ذلیل رسواء ہونے سے بچانے کیلئے اسے شوہر والدین اور حجاب اسلامی کے نایاب اور انمول اصول اور نا قابل تسخیر قلعہ محکم و شموس میں تحفظ و امان بخشنے و پائیدار اور خوبصورت نظام کا اہتمام کیا ہے۔ اور پھر اسے جو اسلام نے عظیم شان عظمت اور مقام و منزلت عطا کی اسی کے مطابق اس کی ذمہ داریوں کا تعین بھی کر دیا تا کہ اس قیمتی اور انمول گوہر کو آسیب و

ضرر نہ پہنچنے پائے۔ اسلام نے اس میں پوشیدہ قیمتی گوہروں کے تحفظ و امان کی خاطر اس کی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ اس کی ضروریات کا بھی تعین کر دیا تا کہ اس کے مقام و منزلت میں کمی نہ آ سکے اور اسے کسی بھی زاویے سے نقصان نہ پہنچ سکے لیکن افسوس دشمنان اسلام نے لوگوں کو اور خصوصاً خواتین کو دھوکہ و فریب دینے اور ان کو ان کی شان و عظمت سے محروم کرنے کیلئے ایک مہم کے تحت یہ باور (مشہور) کرانا شروع کر دیا کہ اسلام نے عورتوں کیلئے جن ذمہ داریوں اور ضروریات کا تعین کیا ہے' وہ ان سے ظلم اور ناروا سلوک کے برابر ہیں حالانکہ یہ تو ان کی مقام و منزلت کے اصل محافظ تھیں۔ لیکن الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے کے مصداق دشمنان اسلام نے ان سے ان ضروریات اور ذمہ داریوں کو عورتوں کے استحصال کا نام دے کر اسلام پر الزام لگایا اور لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی۔ قانون ارث' قانون شہادت' قانون طلاق' قانون تعدد ازدواج اپنی اپنی جگہ قوانین کے مقام و منزلت کے محافظ و امین تھے لیکن دشمنان اسلام نے ان قوانین کو حقوق خواتین کے استحصال کا نام دیکر اور انھیں برا دکھا کر ان سے وہ سلوک کیا بطور مثال جو ایک دھوکہ باز گروہ اپنی نیت بد کو عملی جامہ پہنانے کیلئے اس انسان سے کرتا ہے جو اپنے ساتھ بکری لے جا رہا تھا تو راستے میں اس سے بکری ہتھیانے کیلئے اس سے کہا اس کتے کو کہاں لے جا رہے ہو۔ چند بار تکرار کے بعد اس نے سمجھا کہ یہ واقعی کتا ہے اور اس طرح اس سے بکری چھڑوالی۔ اور اسے اس سے محروم ہونے پر مجبور کر دیا اسی طرح ڈاکو صفت دشمنان اسلام نے خواتین کی منفرد و اعلیٰ شان و عظمت اور بہترین مقام و منزلت کے محافظ و امین نظام و قوانین اور ضروریات و ذمہ داریوں کو اسکے ساتھ ظلم و زیادتی اور ناروا سلوک قرار دے کر اسے مظلوم بنا کر پیش کیا اس طرح انہوں نے مظلومیت کی آڑ لے کر حقوق نسواں کے نعرے سے نہ صرف خواتین کو تحفظ و امان

اور اعلیٰ مقام و منزلت سے محروم کر دیا بلکہ انھیں قوانین تحفظ سے آزاد کرایا اسلئے وہ اس دھوکہ و فریب کے جال میں آ کر پورے معاشرے، اسلام و مسلمین اور خود اپنے لئے ظالم بنتی گئیں لہذا اس دور کی بعض خواتین امام حسینؑ کے لشکر کوفہ سے خطاب کی تاویلی مصداق ہیں کیونکہ انہوں نے اپنے محافظ و نجات دہندہ اسلام کو پیچھے چھوڑا اور بازار خواہشات و شہوات سے وابستگی اور عزت و ناموس اور لذتیں بیچ کر متاع بنانے والوں کی ساتھی و ہمنوا بن گئیں۔ اس دین کو پس پشت ڈال کر اس کتاب کے عطا کردہ احسانات کو فراموش کر کے اپنے دشمن کے جال میں پھنسنے کے بعد اپنے دشمن کو خوش کرنے کی خاطر اس دین و کتاب کے ہر حکم کو ختم کرنے کے لئے گھروں سے جہالت کی طرف نکلیں جہاں جہالت کے قدیم و جدید ظلم ڈھائے جاتے ہیں۔ ان انسانوں کے کہنے پر اسلام و مسلمین کو اپنے اوپر ظلم استحصال کرنے والا ٹھہرانے لگیں۔ دشمن کے جال میں پھنسنے کے بعد دشمن کو خوش کرنے کی خاطر اسلام دین و مکتب کو مسترد کرتی ہیں اور اسے ناسزا کہتی نظر آتی ہیں اور دین کتاب خدا کے ہر حکم کو مسخر و تسخیر کرنے کی جسارت و گستاخی کرتی ہیں اور قرآن کے اس حکم جس میں آیا ہے کہ خواتین گھروں سے باہر نکلتے وقت جہالت کی طرح نہ نکلیں یعنی بے حجاب نہ نکلیں۔ آج وہ خواتین جو کل تک ذلت و خواری کا نمایاں نشان سمجھی جاتی تھیں اور اسلام کی مرہون منت سے صاحب عزت و شرف قرار پائیں۔ ان انسانوں کے کہنے پر اسلام و مسلمین کو اپنے اوپر استحصال اور ظلم کرنے والا ٹھہرانے لگی ہے۔

جاہلیت جدید کے نام نہاد حقوق خواتین کے علمبرداروں نے خواتین کو ان کی زندگی کے بنیادی مسائل میں رخنہ ڈالنے، رکاوٹیں کھڑی کرنے اور دھاندلی میں پھانسنے کے بعد انہیں اپنے بنیادی حقوق سے غافل رکھنے کیلئے انہیں مزدور یونینوں میں نمائندگی دینے فیکٹریوں

میں روزگار دینے اور ان کو مادرزاد بنا کر ذرائع ابلاغ میں پیش کر کے حق زحمت دینے کی طمع لالچ دی ہے۔ اور ان چیزوں نے انہیں ان کے بنیادی حقوق سے بہت دور کر دیا۔ زندگی کی اصل لذت جو میاں بیوی کی شادی سے لے کر اختتام حیات تک عشق و محبت اور تقدیم وایثار کی صورت میں موجود ہے سے محروم کیا۔ خواتین کو ان کے بنیادی حقوق سے محروم رکھنے میں حائل رکاوٹوں کا خلاصہ ہم اوپر پیش کر چکے ہیں لہذا اگر کوئی مخلصانہ وصادقانہ حقوق خواتین کے علمبردار اس معاشرے میں موجود ہیں تو آیئے سب مل کر ان پہاڑ جیسی رکاوٹوں کو پاش پاش کریں۔ اور ان کو گرانے میں رضا کارانہ خدمات پیش کریں۔ ملک کی ہر خاتون کو اس کے بنیادی زندگی کے حقوق جو اسے قرآن کریم نے دیئے ہیں جیسے سکون و چین، الفت ومحبت وغیرہ کی زندگی اسے سب کیلئے آسان کریں۔

قرآن سے پوچھو

ان دونوں سے بکثرت مرد وعورت پھیلادیئے

نظام ولادت اور اسکے احکام قرآن وسنت، عقل اور تجربہ کی روشنی میں

نظام ولادت اور اس کے احکام قرآن وسنت، عقل اور تجربہ کی روشنی میں

پوری کائنات مسلسل موت وحیات میں تبدیل ہوتی رہتی ہے ایک مادہ مرتا ہے تو اس سے ایک زندہ پیدا ہوتا ہے ایک ذی حیات مردہ ہوتا ہے تو اس مردہ مادہ سے ایک زندہ پیدا ہوتا ہے اسی کا نام ولادت ہے ولادت وتولید مادی چیز سے کسی مادہ کے نکلنے کو کہتے ہیں اس میں فرق نہیں کہ والد ومولود میں کونسا مادہ کثیف ہے اور کونسا لطیف ہے ولادت صرف مادیات میں ہے۔ مجرد خالص نہ کسی چیز سے پیدا ہوتا ہے اور نہ اس سے کوئی چیز خارج ہوتی ہے۔

اس تسلسل کا ذکر قرآن کریم کی مختلف آیات اور مختلف الفاظ وکلمات میں ہوا ہے:

سورہ مبارکہ ملک آیت نمبر ۲ میں موت وحیات کا ذکر ہے:

''اس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا''۔

سورہ البقرۃ آیت نمبر ۲۵۷ میں ظلمت سے نور کے نکلنے کا ذکر ہے:

''وہ انہیں تاریکی سے روشنی کی طرف نکال لاتا ہے''۔ ظلمت مردہ ہے اور نور حیات ہے۔

وہ ہمیشہ مردہ کو زندہ کرتا ہے اور پھر اسے واپس مردہ کرتا ہے:

''بے شک اللہ دانے او گٹھلی کا شگافتہ کرنے والا ہے وہی مردے سے زندہ کو اور زندہ سے مردہ کو نکالنے والا ہے''۔ ''وہی خلقت کی ابتداء کرتا ہے پھر وہی اسے دوبارہ پیدا کرے گا'' (یونس/۴) ''کہہ دیجئے: اللہ خلقت کی ابتداء بھی کرتا ہے اور پھر اسے دوبارہ بھی پیدا کرے گا'' (یونس/۳۴) ''اور جس دن اللہ انہیں جمع کرے گا'' (یونس/۴۵) ''کیا انہوں نے غور نہیں کیا کہ اللہ خلقت کی

ابتداء کیسے کرتا ہے پھر اس کا اعادہ کرتا ہے" (عنکبوت/ ۱۹) "اللہ خلقت کی ابتداء فرماتا ہے پھر وہی اس اعادہ فرماتا ہے" (روم/ ۱۱) "پس جب تم شام کرتے ہو اور جب تم صبح کرتے ہو اللہ کی تسبیح کرو" (روم/ ۱۷)

سب سے پہلے جو مادہ بغیر ولادت کے خالق کائنات نے پیدا کیا ہے اس کا نام اس نے پانی رکھا ہے چنانچہ اس کا ذکر سورۂ ہود رے میں آیا ہے:

"اور وہی ہے جس نے آسمان اور زمین کو چھ دنوں میں بنایا اور اس سے پہلے اس کا عرش پانی پر تھا"۔

پھر اس مادہ کو اس نے مردہ کیا اور اس سے دوسری چیزیں پیدا کئیں:

ولادت کے معنی ومفہوم واضح ہونے کے بعد اب آپ کی خدمت میں اقسام وانواع ولادت پیش کریں گے اور اس کو مختلف زاویوں میں تقسیم کریں گے:

اقسام ولادت

۱۔ مادۂ اول سے پیدا ہونے والی آسمان وزمین

"اور تمام جاندار چیزوں کو ہم نے پانی سے بنایا ہے" (انبیاء/ ۳۰)

اور اس مادہ کے مرنے سے جو دھواں نکلا اسی سے آسمان پیدا ہوا:

"پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا وہ اس وقت دھواں تھا" (فصلت/ ۱۱) "اور اس کی راکھ سے زمین بنی اور اس زمین کو خداوند عالم نے موت وحیات کے ذریعے پھیلایا ہے جس طرح نظام تفسیر خلیہ میں آیا ہے: "اور ہر چیز کے ہم نے جوڑے بنائے ہیں" (ذاریات/ ۴۹)

۲۔ ولادت خلیہ

خلیہ موجود زندہ میں پہلی اکائی ہے علماء کہتے ہیں کہ ایک بالغ انسان میں ایک سو ٹریلین (TRILLION) خلیئے ہوتے ہیں اگر ہم انہیں دیکھنا چاہیں تو ایک ایسی خوردبین کی ضرورت ہے جو ایک خلیہ کو ایک سو چالیس گنا بڑا دکھا سکتی ہے اس کے وزن کے بارے میں کہتے ہیں کہ ایک گرام کو ایک ملیارڈ میں تقسیم کریں تو اس کا ایک حصہ ہوگا کہتے ہیں کہ انسان کے جسم سے ایک سیکنڈ میں ایک سو پچیس (۱۲۵) خلیئے مرجاتے ہیں اور ان کے بدلے نئے خلیئے پیدا ہو جاتے ہیں بعض علماء کہتے ہیں کہ ہر ہفتے نئے خلیئے بن جاتے ہیں یہ بھی ایک نظام ولادت ہے۔

۳۔ مولود کے پیدا ہوتے ہی والد کی شکل وصورت تبدیل ہو جاتی ہے جیسے لکڑی جلنے سے راکھ، دھواں اور شعلے میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

۴۔ والد موجود (زندہ) ہے۔ لیکن اس کا مولود مادہ جامد ہے جیسے حیوان سے نکلنے والے تمام فضلات خبیثہ (پیشاب، پاخانہ، میل، ناخن وغیرہ)

۵۔ والد مادۂ جامد ہے لیکن اگلے مرحلہ میں موجودہ زندہ میں تبدیل ہو جاتا ہے جیسے انڈے سے چوزے۔

۶۔ موجودِ کثیف زندہ سے مولودِ لطیف نکلتے ہیں۔ جیسے انسان سے کاربن ڈائی آکسائیڈ، نیند اور غنودگی وغیرہ۔

۷۔ موجودِ کثیف مردہ سے موجودِ لطیف نکلتے ہیں جیسے درختوں سے آکسیجن وغیرہ

۸۔ موجودِ مادہ سے مولود مجرد پیدا ہوتا ہے جس طرح جسمِ انسان سے روح پیدا ہوتی ہے۔

۹۔ موجودِ لطیف سے موجدِ کثیف پیدا ہوتا ہے جیسے پانی سے بخارات، پیٹرول سے گیس وغیرہ

۱۰۔ مردہ ہونے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا جیسے حضرت عزیر پیغمبر، طور پر اصحابِ موسیٰ، بنی اسرائیل کے مقتول انسان اور حضرت عیسیٰ کے معجزے کے ذریعے زندہ ہونے والے مردے۔

۱۱۔ والد مادۂ کثیفِ زندہ ہے اور مولود بھی کثیفِ اور جاندار ہے جیسے انسان اور اسکی اولادیں۔

انسان کی اولاد کی چند اقسام ہیں:

۱۔ **اولاد فیسلوجی** (PHYSIOLOGY) : غیر شرعی طریقے سے جیسے اولادِ زنا جسے ولدِ حرام کہتے ہیں یہاں اس بیٹے کا والد ہے لیکن شریعت اس کو والد نہیں سمجھتی۔ اولاد نطفہ سے بنتا ہے نطفہ اگر حرام طریقے سے حرام رحم میں منعقد ہوا تو وہ اولادِ صالح نہیں ہوگا بلکہ وہ اولاد فاسد و ولد حرام ہوگا جیسے زنا سے پیدا ہونے والے اولاد، شریعتِ اسلام میں زنا کو شرک قتل نفس محترمہ کے ساتھ بیان کیا ہے تاکہ اولاد حرام پیدا نہ ہو اسلام معاشرے میں ولدِ حرام کے راستے کو روکنے کے لئے اس کے متوقع تمام راستوں کی بندش کی ہے تاکہ یہ وجود میں نہ آنے پائے جیسا کہ عورت یائسہ نہ ہو اور اگر اسے طلاق دے دیں تو اس شوہر سے اولاد ہونے کی توقع کی مدت ختم ہونے تک وہ کسی اور سے شادی نہیں کرسکتی۔ اس مدت کو عدہ کہتے ہیں اس میں وہ انتظار کرتی ہے کہ اپنے طلاق دینے والے شوہر کا نطفہ اس کے رحم میں نہ ہو حتیٰ عدۂ

وفات میں بھی غیر یائسہ عورتوں کی عدہ کا ایک فلسفہ یہ ہے کہ اس مدت میں وہ کسی سے نکاح نہیں کر سکتی۔ یہ تھی ایک احتیاطی تدابیر لیکن اصل ولد حرام پیدا ہونے کی بنیادی راستہ وہی زنا ہے اسے شریعت نے حرام قرار دیا ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اس حرام کی کتنے درجے ہیں اور اس کی شدت و حرمت کس حد تک ہے مندرجہ ذیل آیات میں زنا سے متعلق ملاحظہ کریں:

آیات قرآنی میں زنا کو جیسا کہ سورۂ نور آیت ۳ میں آیا ہے کہ شرک کے برابر قرار دیا ہے سورۂ فرقان آیت ۶۸ میں زنا کو شرک، قتلِ نفس کے برابر میں گنا ہے لہٰذا زنا قتلِ نفس اور شرک تین ثالوث شر ہے اور فساد کا جڑ قرآن کریم میں جہاں فساد جو کہ صلاح کے خلاف ہے اسکے مصداقِ جلی میں ان تین چیزوں کا ذکر کیا ہے زنا ایک بڑا جرم ہونے کی ایک واضح ثبوت سورۂ ممتحنہ کی آیت ۶ میں ایک مشرک کا فر اسلام قبول کرنے کی معاہدہ کی اہم شقوں میں شمار کیا ہے زنا میں بنیادی کردار عورت کی ہے لہٰذا سورۂ نور میں ارتکابِ زنا میں عورت کی کردار کو مقدم رکھا گیا ہے۔ زنا میں عورت کی کردار مقدم ہونے کی ایک ثبوت قرآن کریم کے وہ آیات ہیں جس میں عورتوں کو نرم زبان میں بات کرنے اور زینت کی آواز نکالنے والی حرکتوں سے منع کیا ہے ایک پاکیزہ عورت نطفہ حرام سے اپنی رحم کو بچانے والی عورت کے خدا کے نزدیک کتنی مقام و منزلت ہے اس کا اندازہ ان آیات سے ہوگا جو مریم بتول کی شان میں نازل کی ہیں۔

''اور اس خاتون کو بھی نوازا جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی'' (انبیاء/۹۱)

''اور مریم بنت عمران کو بھی (اللہ مثال کے طور پر پیش کرتا ہے) جس نے اپنی

عصمت کی حفاظت کی'' (تحریم/۱۲)

زنا ایک بڑا جرم ہونے کی دلیل سورہ ممتحنہ کی آیت ۱۲ سے پتہ چلتا ہے کہ جہاں پیغمبر اکرم کو حکم ہوا کہ جو خواتین آپکی بیعت کرنے کے لئے آئیں ان سے ان نکات پر بیعت لے لیں کہ ان میں سے کوئی زنا نہ کرے گی ۔ مسلمان عورت اگر زنا کرے تو پیغمبرؐ کے اس معاہدہ کے خلاف ہے یہاں ایک کلام جو اس موقع پر ابوسفیان کی بیوی نے کہا وہ مسلمان عورتوں کے لئے لمحہ فکر ہے اس نے پیغمبرؐ کے اس معاہدہ کے بارے میں کہا کہ کیا آزاد عورت زنا کا ارتکاب کر سکتی ہے۔

۲۔ **لقمہ حرام سے پیدا شدہ اولاد:** نطفہ صحیح ہے: نطفہ خون سے بنتا ہے اور خون غذا سے بنتا ہے اور غذا اگر حرام ہے تو نطفہ صحیح نہیں بنے گا۔ لقمہ حرام و حلال کی کیا تعریف ہے۔ اسکی تشخیص آجکل بہت مشکل ہے کیونکہ بعض کے نزدیک لقمہ حرام مردار اور حرام شدہ چیزیں، چوری، ڈاکہ اور رشوت ہیں ۔ جبکہ شریعت میں ہر وہ مال جو بغیر کسی استحقاق کے حاصل کیا ہو وہ مال حرام ہے۔ اسے کھانے کو لقمہ حرام کہتے ہیں۔ لیکن کسب حلال کرنے والے اور شبہات سے پرہیز کرنے والے ایسے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں مسلمان مرد اور عورتوں سے پیدا ہونے والی اولاد صالح ملے گی۔ کیونکہ شاید اولادوں کو لقمہ حلال کسے کہتے ہیں اور ہمارے گھر میں جو ہے وہ حلال ہے یا حرام وہ متوجہ نہ ہوں ہاں اگر کسی کو پتہ ہے تو یہ اور بات ہے۔

اولاد فتنہ ہے

جن چیزوں کو خداوند عالم نے فتنہ قرار دیا ہے وہ یہ ہیں:

(۱) فتنہ بمعنی فساد پھیلانا:

''اور فتنہ قتل سے بھی زیادہ بُرا ہے'' (بقرہ/۱۹۱)

(۲) شرک و کفر فتنہ ہے:

''اور تم ان سے اس وقت تک لڑو کہ فتنہ باقی نہ رہے'' (بقرہ/۱۹۳)

(۳) ہر انسان دوسرے انسان کے لئے فتنہ ہے:

''اور ہم نے تمہیں ایک دوسرے کے لئے آزمائش بنادیا'' (فرقان/۲۰)

(۴) ناقۂ صالح فتنہ ہے:

''بے شک ہم اونٹنی کو ان کے لئے آزمائش بنا کر بھیجنے والے ہیں'' (قمر/۲۷)

(۵) مال و اولاد فتنہ ہے:

''تمارے اموال اور تمہاری اولاد بس یقیناً آزمائش ہیں'' (تغابن/۱۵)

۲۔ اولاد دین و دنیا کے دشمن ہے:

''تمہاری اولاد میں سے بعض یقیناً تمہارے دشمن ہیں'' (تغابن/۱۴) ''تو اس دن اپنے ماں باپ سے دور بھاگے گا'' (عبس/۳۴/۳۵)

۳۔ وہ اولاد جو غلط صحبت کی وجہ سے فاسد ہوئی

جیسا کہ خداوند عالم نے حضرت نوحؑ کے بیٹے کو غیر صالح قرار دیا ہے۔ اولاد صالح کیلئے صرف نطفہ صحیح ہونا یا کسب حلال کا ہونا کافی نہیں ہے۔ بلکہ اعمال صالح انجام دینے کیلئے ایک صحیح ماحول اور صالح مربی کی ضرورت ہے۔ مغرب نے صحیح ماحول کی تمام گنجائش یا متوقع ماحول کو ہم سے چھین لیا ہے۔ آج اگر کوئی اپنے بچے کو فساد سے بچانے کیلئے اپنے گھر کے کمروں میں بند رکھے تو بھی لوگوں کی اولاد کو خراب کرنے کیلئے ڈاکوں کی

شکل میں والے مغرب نے ایسے آلات اور ذرائع تیار کیے ہیں کہ جن سے بچنا نہایت مشکل ہے جیسے کمپیوٹر، جو صالح والدین نیک نیتی سے پیسہ خرچ کرکے اولاد کی حوصلہ افزائی کیلئے گھر میں لاتے ہیں لیکن انٹرنیٹ اور ڈسک کے ذریعے بچے فاسد ہو جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ اسکول اور کالج میں نام کے استاد کسی کے ایماء پر انکے مشن کی تکمیل کیلئے ایسی ڈسکیں بچوں میں تقسیم کرتے ہیں تاکہ مسلمان بچے فاسد ہو جائیں۔ لہٰذا اگر آپ خود اپنی اولاد کی حفاظت نہیں کریں گے تو کوئی اور ان کو دین پر باقی رکھنے کیلئے کوشش نہیں کریگا تو پھر آپکی اولاد کا صالح ہونا ناممکن ہے۔ کیونکہ بچوں کو ہمیشہ گھر میں محبوس نہیں رکھ سکتے اور نہ ہی اسکول و کالج کی پڑھائی سے روک سکتے ہیں۔ علماء و مجتہدین کی اولادوں کا فاسد ہونے کی منطق بھی سمجھ میں آئے گی۔ کیونکہ صرف دوسروں کے بچوں کو صحیح کرنے کی ذمہ داری سے وہ اپنے بچوں کو وقت نہیں دے سکتے یا وہ افراد جو معاشرے میں فساد پھیلانے پر مامور ہیں وہ علماء ہی کے بچوں پر پیار و محبت کا ہاتھ رکھتے ہیں تاکہ اپنے مشن کا آغاز یہیں سے کریں۔ لہٰذا ہمیں پہلے اعمالِ صالح کی پہچان ہونی چاہئے تاکہ اب کی بنیاد پر اپنے فرزندوں کی تربیت کر سکیں۔

۴۔ اولادصالح

اولاد کی خواہش ہر انسان کو ہے لیکن اولاد کی شرائط اور صفات ان کے لئے اتنی اہم نہیں ہیں انہیں صرف اولاد چاہیئے۔ اس کا فلسفۂ نیاز و احتیاج آگے بیان کریں گے۔ لیکن انبیاء، اولیاء، آئمہ معصومینؑ، عبادالصالحین کی بھی یہ خواہش رہی ہے لیکن ایک خاص صفات کی حامل اولاد کی جیسا کہ قرآن کریم میں مندرجہ ذیل آیات میں انبیاء کی اولاد صالح کیلئے ان کی دعائیں آئی ہیں:

''اے پروردگار، مجھے ایک بیٹا عطا کر جو صالحوں میں سے ہو'' (صافات/۱۰۰)
''اور میں اپنے بعد اپنے رشتہ داروں سے ڈرتا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے
پس تو مجھے اپنے فضل سے ایک جانشین عطا فرما۔ جو میرا وارث بنے اور آل
یعقوب کا وارث بنے اور میرے پروردگار! اسے (اپنا) پسندیدہ بنادے''
(مریم/۵/۶) ''پھر جب وہ حمل بھاری ہوا تو دونوں (میاں بیوی) نے اپنے
رب اللہ سے دعا کی کہ اگر تو نے ہمیں سالم بچہ دیا تو ہم ضرور تیرے شکرگزار
ہوں گے'' (اعراف/۱۸۹) ''اور میری اولاد کو میرے لئے صالح بنادے''
(احقاف/۱۵) ''جو کوئی اللہ اور آخرت پر ایمان لے آئے اور نیک عمل بجا
لائے'' (بقرہ/۶۲) ''اور جو لوگ ایمان لائے اور صالح اعمال بجالائے''
(محمد/۲) ''اور ہمیشہ باقی رہنے والی نیکیاں آپ کے پروردگار کے نزدیک
ثواب کے لحاظ سے اور امید کے اعتبار سے بھی بہترین ہیں'' (کہف/۴۶)
''پس اللہ نے انہیں سالم بچہ عطا کیا تو وہ دونوں اللہ کی اس عطا میں (دوسروں
کو) اللہ کے شریک ٹھرانے لگے'' (اعراف/۱۹۰)

بعض لوگ اپنی اولاد کو ہر صورت میں باقیاتِ صالحات گردانتے ہیں جبکہ انکا یہ تصور اس آیت اور دیگر آیات کے تحت غلطی پر مبنی ہے۔

اولاد صالح کسے کہتے ہیں اور کسی کو اولاد صالح گردانے کے کیا اصول وقواعد ہیں اور اولاد صالح کس طرح بنائی جاتی ہے؟ اس موضوع میں اہم سوالات ہیں بہت سے لوگ ان کے مختلف جوابات دیتے ہیں۔

انسان روزمرہ سرگرمیوں کے حوالے سے چار گروہوں میں تقسیم ہوتا ہے۔

ا۔ صرف اعمال فاسد انجام دیتا ہے۔ جو لوگ اعمال فاسد انجام دیتے ہیں انکا ذکر قرآن کریم کی ان آیات میں آیا ہے۔

''البتہ جو کوئی بدی اختیار کرے اور اس کے گناہ اس پر حاوی ہو جائیں تو ایسے لوگ اہل دوزخ ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے''۔(بقرہ/۸۱)''اور جو شخص برائی لے کر آئے گا پس انھیں اوندھے منہ آگ میں پھینک دیا جائے گا'' (نمل/۹۰)''اور ایسے لوگوں کی توبہ نہیں جو برے کاموں کا ارتکاب کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ ان میں سے کسی کی موت کا وقت آپہنچا ہے تو وہ کہہ اٹھتا ہے۔(نساء/۱۸)''اور جو لوگ برے مکاریاں کرتے ہیں انکے لئے سخت عذاب ہے''(فاطر/۱۰)''اور انکی بری کمائی ان پر ظاہر ہو جائیگی اور جس بات کی وہ ہنسی اڑاتے تھے وہ انھیں گھیر لے گی۔(زمر/۴۸)''پس ان پر انکے برے اعمال کی وبال پڑے گی اور ان میں سے جنھوں نے ظلم کیا ہے عنقریب ان پر بھی انکے برے اعمال کا وبال پڑنے وال ہے''(زمر/۵۱)

ا۔ صلہ ارحام نہ کرنا:

''تم زمین میں فساد برپا کروگے اور اپنے رشتوں کو توڑ ڈالوگے''(محمد/۲۲)
''اللہ نے جن رشتوں کو جوڑنے کا حکم دیا ہے انہیں منقطع کر دیتے ہیں''
(رعد/۲۵)

۲۔ چوری:

''ہم اس سرزمین میں فساد کرنے نہیں آئے اور نہ ہی ہم چور ہیں''(یوسف/۷۳)

۳۔ خون بہانا قتل کرنا:

''کیا تو زمین میں ایسے خلیفہ بنائے گا جو اس مین فساد پھیلایت گا اور خون ریزی کرے گا؟'' (بقرہ/۳۰) ''جبکہ یہ قتل خون کے بدلے میں یا زمین فساد پھیلانے کے جرم میں نہ ہو'' (مائدہ/۳۲)

۴۔ اطاعت خداوندی سے روگردانی:

''جو اللہ کے ساتھ مضبوط عہد کرنے کے بعد بھی اسے توڑ دیتے ہیں'' (بقرہ/۲۷) ''جو لوگ اللہ کے عہد کو مضبوط باندھ لینے کے بعد توڑ دیتے ہیں'' (رعد/۲۵)

۵۔ نظام اسلامی سے لڑنا:

''جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی کرتے ہیں اور روئے زمین میں فساد پھیلاتے ہیں'' (مائدہ/۳۳)

۶۔ یتیم کا مال کھانا:

''اور اللہ خوب جانتا ہے کہ کون مفسد ہے اور مصلح کون؟'' (بقرہ/۲۲۰)

۷۔ ناپ تول میں کمی بیشی کرنا:

''اے میری قوم! انصاف کے ساتھ پورا ناپا تولا کرو'' (ہود/۸۵) ''اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم کرکے نہ دیا کرو'' (شعرآء/۱۸۳)

۲۔ اعمال صالح و فاسد دونوں ملا کر انجام دیتا ہے۔ جیسا سورۂ توبہ آیت ۱۰۲ میں آیا ہے'' اور کچھ دوسرے لوگ جنھوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا انھوں نے نیک عمل

کے ساتھ دوسرے برے عمل کو مخلوط کیا"

۳۔ ان کے عمل میں کسی قسم کی نیت وارادہ کا دخل نہیں ہے۔ اکثر وبیشتر انسان ایسے ہیں کہ جو بھی کام انھیں میسر ہو وہ کرتے ہیں۔ انکے پاس کسی بھی عمل کے صالح وفاسد ہونے کی کوئی کسوٹی نہیں ہے یہ لوگ شکل میں انسان ہیں اور زندگی میں حیوان ہیں انھیں اپنے اجتماع کے بارے میں، ملک کے بارے میں اور دین ومذہب کے بارے میں کسی قسم کی ذمہ داری کا احساس نہیں ہے۔ ہمارے معاشرے کی اکثریت اسی گروہ سے تعلق رکھتی ہے تو جس گھر کا دروازہ کھلا ہو یا اس میں رہنے والے غافل ومدہوش ہوں تو یہ چوری، ڈاکہ ڈالنے والوں کی شکارگاہ بنے گا۔ ہماری ساری مصیبتیں اس گروہ کی غفلت اور عدم توجہی کی وجہ سے ہیں انکی صورت وسیرت آیات قرآنی اور کلمات امیر المومنینؑ کے تحت شکل میں انسان ہیں اندر سے حیوان ہیں۔ آیات قرآن اور کلمات امیر المومنین ملاحظہ کریں:

"وہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گذرے ہیں یہ لوگ تو غافل ہیں" (اعراف/۱۷۹)

"اس لئے تو پیدا نہیں ہوا ہوں کہ اچھے اچھے کھانوں کی فکر میں لگا رہوں اس بندھے ہوئے چوپائے کی طرح جسے صرف اپنے چارے ہی کی فکر ہوتی ہے یا اس کھلے ہوئے جانور کی طرح کہ جس کا کام منہ مارنا ہوتا ہے وہ گھاس سے پیٹ بھر لیتا ہے اور اسکا جو مقصد پیش نظر ہوتا ہے اس سے غافل رہتا ہے۔ کیا میں بے قید وبند چھوڑ دیا گیا ہوں یا بے کار کھلے بندوں رہا کر دیا گیا ہوں۔"

(کتب نہج البلاغہ/۴۵)

عمل صالح اور فاسد کی تفسیر: عمل صالح کسے کہتے ہیں اسکی تشخیص اور تفسیر میں ارباب فکر ونظر اختلاف نظر رکھتے ہیں۔

۱۔ مغرب والوں کا نقطہ نظر

مغربی سرمایہ داری نظام نے عمل صالح اسے کہتا ہے جو معاشرے میں زیادہ فائدہ پہنچائے۔ ان کی نظر میں عمل کا کثیر المنفعت ہونا اس کے صالح ہونے کا معیار ہے۔ فری طبی مشن (فری علاج معالجہ) اسکالرشپ، سردیوں میں کمبل تقسیم کرنا، جنگ یا سیلاب زدہ علاقوں میں کھانے کے ڈبے تقسیم کرنا وغیرہ ان کی نظروں میں عمل صالح ہیں انہی کاموں کی وجہ سے ہمارے لوگ اسلام سے زیادہ مغرب سے متاثر ہیں۔ اسلامی اقتدار کی بجائے مغربی اقتدار کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اسی وجہ سے اس ملک میں وہ گروہ جو دین کو خراب کرنے کے مقصد سے بطور وسیلہ ان اعمال کو انجام دیتے ہیں انکی بہت حوصلہ افزائی ہوتی ہے لیکن اسلام اسے عمل صالح نہیں کہتا۔ کیونکہ ان کے اعمال صالح نہیں ہیں بلکہ ان کے اعمال دین وشریعت کے خلاف اور معاشرے میں فساد ہیں یہاں سے یہ چیز واضح ہوتی ہے۔

۲۔ مارکسزم والوں کا نقطہ نظر

نظام مارکسزم کی نظر میں ہر وہ عمل جس سے سرمایہ داروں کو فائدہ ملے وہ فاسد ہے اور جس سے مزدوروں اور نئے نظام کو فائدہ ملے وہ عمل صالح ہے۔

۳۔ اسلامی نقطہ نظر

اسلامی نقطہ نظر کے تحت ایک عمل صالح ہونے کیلئے مندرجہ ذیل شرائط کی ضرورت ہے۔

۱۔ خود عمل اپنی جگہہ صالح ہو جیسے صداقت، مستحق احسان سے احسان کرنا، عدالت،

سخاوت، یہ عمل بذات خود اپنی جگہ عمل صالح ہیں۔

۲۔ عمل بجالانے والے ایمان بہ خدا و آخرت کے ساتھ عمل بجالانا اسکی سیرت ہو۔" مشرکین کو یہ حق حاصل نہیں کہ مساجد کو آباد کریں درحالیکہ وہ خود اپنے کفر کی شہادت دے رہے ہیں ان لوگوں کے اعمال برباد ہوگے اور وہ آتش میں ہمیشہ رہیں گے" سورۂ توبہ ۱۷۔

۳۔ عمل کو بجالاتے وقت ریاکاری سے اجتناب کرتا ہو۔ یعنی سوائے رضا خدا کے اپنی یا اپنے جیسے کسی اور کی خواہشات کو شامل نہ کرے۔ اس سلسلے میں مندرجہ ذیل آیات۔

"اور اگر وہ لوگ شرک کرتے تو ان کے کیے ہوئے تمام اعمال برباد ہو جاتے" (انعام/۸۸) "وہ یہ ہیں کہ ہم اللہ کے سواء کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ بنائیں" (عمران/۶۴) "جو اللہ کے حضور جانے کا امیدوار ہے اسے چاہیے کہ وہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی دوسرے کو شریک نہ ٹھرائے" (کہف/۱۱۰) "اسلئے ہم اس پر ایمان لائے ہیں اور اب ہم کسی کو ہرگز اپنے رب کا شریک نہیں بنائیں گے" (جن/۲) "مشرکین کو یہ حق حاصل نہیں کہ مساجد کو آباد کریں درحالیکہ وہ خود اپنے کفر کی شہادت دے رہے ہیں ان لوگوں کے اعمال برباد ہوگے اور وہ آتش میں ہمیشہ رہیں گے" (توبہ/۱۷)

اولاد باقیات الصالحات:

"اور ہم نے ان کی اولاد ہی کو باقی رہنے والوں میں قرار دیا" (صافات/۷۷)

اولاد صالح جس سے اکثر انسان باقیات الصالحات سمجھتے ہیں۔ یعنی اسکے مرنے کے بعد بھی

ہوئی نیکی اور خوبیوں میں سے ہے۔ بعض اسی پر اکتفاء کرتے ہیں اور بعضوں کی توقعات اس سے آگے ہیں کہ یہ اولاد میرے مرنے کے بعد میری قبر وحشر میں میری نجات کا سامان ہوگی۔ یہ سب توقعات امیدیں ہیں۔ اولاد باقیا الصالحات گردانے کیلئے پہلے ضروری ہے باقیات کسے کہتے ہیں کیا چیز باقیات سے ہیں اور کونسی چیزیں صالح ہیں معلوم ہو پھر ہم فیصلہ کر سکتے ہیں کہ کونسی اولاد اس زمرے میں آتی ہے اور کونسی نہیں۔ آیئے دیکھتے ہیں باقیا الصالحات کیا ہے۔

۱۔ خدا ہی باقی رہے گا:

''اور صرف آپ کے صاحب عزت وجلال رب کی ذات باقی رہنے والی ہے''
(رحمٰن/۲۷) ''اللہ سب سے بہتر اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا ہے''
(طٰہٰ/۷۳)

۲۔ آخرت ہی باقی رہے گی:

''آخرت بہترین اور بقا والی ہے'' (اعلیٰ/۱۷)

۳۔ کلمہ طیبہ:

''اور انہوں نے اس پیغام کو اپنی نسل میں ایک کلمہ باقیہ قرار دے دیا''
(زخرف/۲۸)

۴۔ جو چیز راہِ خدا میں خرچ کی جائے

''جو کچھ بھی خدا کی بارگاہ میں ہے وہ خیر اور باقی رہنے والا ہے'' (قصص/۶۰)
''اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہی باقی رہنے والا ہے'' (نحل/۹۶)

وہ اولاد انسان کی باقیات الصالحات میں سے گنی جائے گی۔ جو خدا اور آخرت اور انبیاء و

معصومین پر یقین اور صحیح اعتقاد رکھتی ہو۔ دین اسلام کے اصول وفروع کی پابند ہو۔ اپنے والدین کے ذمہ واجب ادا واجبات شرعی دینی اور انسانی کو پہلی فرصت میں ادا کرے پھر اپنی حسب استطاعت اپنے مرنے تک بہتر سے بہتر اعمال، تلاوت قرآن، حج وزیارات ان کے نام پر نیک اعمال پر شرکت کرنے والی اولاد کو باقیات الصالحات میں گنا جائے گا۔

۱۔ خود اعمال صالحہ کے پابند ہو کیونکہ نیک اعمال صرف متقین کے ہی قبول ہیں:

''اللہ تو صرف تقویٰ رکھنے والوں سے قبول کرتا ہے'' (مائدہ/ ۲۷)۔

۲۔ جو چیز مرحوم کی مغفرت کے لئے انجام دیتے ہیں وہ ریاکاری سے خالی ہو۔

۳۔ مرحوم دنیا سے اسباب مغفرت اور اجر وثواب وصول کرنے کی اہلیت رکھتا ہو ورنہ مرتد، بے دین، حکم خدا ورسول کو دنیا میں ٹھکرانے والے نظام اسلام اور حکم قرآن کے جگہ پر نظام کفر ولا دین لانے کی کوشش کرنے والوں کے لئے نہ آیات قرآنی کی تلاوت نہ کھانے پینے کی چیزیں مفید ہوں گی یہاں تک ایسے لوگوں کے نماز جنازہ پڑھنے سے قرآن نے منع کیا ہے۔

۵۔ اولاد نسبتی اولادِ تربیتی (جسے اس نے دین ومذہب سکھایا اور صالح بنایا) گرچہ احکام شریعت ارث ومحرمیت وغیرہ اس پر لاگو نہیں ہوتے لیکن حکم شریعت کے تحت وہ اولاد کہنے کی مستحق ہے جیسے محمد ابن ابی بکر کے بارے میں حضرت علیؑ نے فرمایا: محمد میرا بیٹا ہے ابوبکر کی صلب سے ہے یہاں اس سے مراد میرا تربیت شدہ فرزند ہے۔

اولادِ نسبتی کی اقسام:

اس کی بھی چند قسمیں ہیں:

۱۔ **اولاد نسبتی:** اس پر نصف حکم شریعت نافذ ہے جیسے بیوی کے دوسرے شوہر سے اولاد اسی طرح شوہر کی دوسری بیوی کی اولاد موجودہ بیوی کے لئے نصفِ حکم شریعت رکھتی ہے۔ جیسے محمد ابن ابی بکر کے بارے میں حضرت علیؑ نے فرمایا: محمد میرا بیٹا ہے ابوبکر کی صلب سے ہے یہاں اس سے مراد میراث بیت شدہ فرزند ہے۔

۲۔ **اولاد متبنی:** جسے ہمارے ہاں رائج اصطلاح میں منہ بولی اولاد کہتے ہیں اس قسم کے والد و مولود، ابوت و بنوت دور جاہلیت میں پائی جاتی تھی اور دور حاضر میں بھی اس کو فروغ حاصل ہے اور اس عمل قبیح کو قابل تحسین گردانا جاتا ہے۔ قرآن نے اس سنت کو مسترد کیا ہے اور اسے احکام ابوت و بنوت سے خارج کیا ہے اس سلسلے میں مندرجہ ذیل آیات قرآنی ملاحظہ فرمائیں:

''اور نہ ہی تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارے (حقیقی) بیٹے بنایا۔ یہ سب تمہارے منہ کی باتیں ہیں'' (احزاب/۴) ''تا کہ مومنوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں (سے شادی کرنے) کے بارے میں کوئی حرج نہیں'' (احزاب/۳۷) ''تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ''ظہار'' کرتے ہیں (انہیں ماں کہہ بیٹھتے ہیں) وہ ان کی مائیں نہیں ہیں ان کی مائیں تو صرف وہی ہیں جنھوں نے انہیں جنا ہے'' (مجادلہ/۲)

زمانہ جاہلیت میں جنگ، ڈاکہ اور غارت گری میں مغلوب گروہ کے بیوی بچوں کو اسیر کر کے انھیں فروخت کرتے تھے اور جوان میں حسن و جمال یا اچھے کردار کے حامل ہوتے تھے انھیں آزاد کر کے اپنی اولاد بنا لیتے تھے چنانچہ اسی طرح زید بن حارثہ جو ایک اسیر تھے حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کی غلامی میں آئے اور آپ نے انھیں پیغمبر کو ھبہ کیا۔ پیغمبر اکرم کی غلامی کے

دور میں انکے والد آئے اور انھیں آزاد کروا کر واپس لے جانا چاہا تو زید نے اپنے حقیقی والد کے ساتھ جانے اور اپنے آزاد ہونے سے انکار کیا اور پیغمبرؐ کی غلامی میں رہنے کو پسند کیا۔ چنانچہ پیغمبر اکرمؐ نے انکی اس حسن نیت کی وجہ سے انھیں اپنا بیٹا کہا اور انکا اپنی پھوپھی زاد بہن زینب بنت جحش سے عقد کیا۔ لیکن بعد میں خداوند متعال کی طرف سے آیت نازل ہوئی کہ یہ سنت تبنی ہمیشہ کیلئے شریعت میں منسوخ ہے، جو حکم شریعت میں منسوخ ہوا اسے آج مسلمان قرآن وسنت کو ماننے والے حتی بعض دیندار لوگ بغیر کسی جھجک کے اپنا رہے ہیں جبکہ اس منسوخ شدہ سنت میں بہت زیادہ قباحتیں ہیں ان میں سے چند ہم قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرتے ہیں:

۱۔ جس سنت کو قرآن میں خداوند عالم نے منسوخ کیا ہے اسے زندہ کرنا قبیح عمل ہے۔

۲۔ لڑکا ہو یا لڑکی سن بلوغت پر پہنچنے کے بعد جب اس میں حسن وجمال ابھر کا سامنے آتا ہے اور اٹھتے بیٹھتے جنسی خواہشات اور طغیان فوارے کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں تو اگر لڑکی ہے تو اس باپ کیلئے نامحرم ہے اور اگر لڑکا ہے تو اس ماں کیلئے نامحرم ہے تو پوری زندگی ایک نامحرم کے ساتھ گذارتے ہیں ممکن ہے کسی وقت یہ سنت ذہن سے نکل جائے تو فعل حرمت کے ارتکاب کا خدشہ رہتا ہے۔

۳۔ اس عمل سے انکی متروکہ جائیداد سے اس کے حقیقی وارثین جیسے بہن بھائی یا برادر زادے محروم ہو جاتے ہیں اس لحاظ سے یہ بھی اپنی جگہ ایک ظلم ہے۔

۴۔ جو افراد کسی اور کی اولاد کو گود لیتے ہیں اور محبت وشفقت سے انکی پرورش کرتے ہیں اور اس ضمن میں مشکلات اور مصیبتیں برداشت کرتے ہیں وہاں انکے ذہن میں ایک خدشہ ہر وقت جنم لیتا ہے کہ کہیں یہ (لڑکا، لڑکی) بڑے ہونے کے بعد اپنے حقیقی

والدین سے جاملیں اور وہ تنہا رہ جائیں۔لہٰذا اس خدشہ کو دور کرنے کی خاطر وہ اس بچے اور اس کے والدین کے درمیان نفرت وعدوات پیدا کرتے ہیں تا کہ وہ ایک دوسرے سے دور رہیں اس کے علاوہ وہ اپنی جائداد کو ایک ایسے شخص کو اپنے خواہش اور رغبت کی بنا پر سپرد کر کے مرتے ہیں اگر خدانخواستہ یہ منہ بولا فرزند غیر صالح اور جنایت کار بنے تو اس کا بھی حصہ اسے ملیں گے کیونکہ اس نے اپنے اختیار سے اس کی سپرد کی ہیں یہ تمام قباحتیں اس تبنی میں موجود ہیں۔

۲۔ **اولاد اشرافی:** یعنی کسی کے بیٹے کے حسن وجمال یا اچھے کردار کو دیکھ کر احتراماً اسے اپنا بیٹا کہنا۔یہ عمل بھی ہمارے ہاں رائج ہے یعنی بیٹے کے فرائض واحکام اس پر لاگو نہیں ہوتے بس احتراماً اسے بیٹا کہتے ہیں۔اسی اشراف اور احترام کو بنیاد بنا کر یہودیوں اور مسیحیوں نے اپنے بعض نبیوں کو خدا کا بیٹا کہا ہے جبکہ خداوند متعال کیلئے بیٹے کا ہونا محال ہے:

''وہ کہتے ہیں: اللہ نے بیٹا بنایا ہے'' (انبیاء/ ۲۶) ''اور کہہ دیجیے: ثنائے کامل ہے اس اللہ کے لئے جس نے نہ کسی کو بیٹا بنایا ہے......'' (اسراء/ ۱۱۱) ''اور انہیں تنبیہ کریں جو کہتے کہ اللہ نے کسی کو بیٹا بنایا ہے'' (کہف/ ۴) ''اس کی ذات اس سے پاک ہے کہ اس کا کوئی بیٹا ہو'' (نساء/ ۱۷۱) ''اگر اللہ کسی کو اپنا بیٹا بنانا چاہتا تو اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا منتخب کر لیتا وہ پاکیزہ ہے اور وہ اللہ یکتا' غالب ہے'' (زمر/ ۴) ''اور یہ کہ ہمارے پروردگار کی شان بلند ہے اس نے نہ کسی کو زوجہ بنایا اور نہ اولاد'' (جن/ ۳) ''اللہ کی شایان شان نہیں کہ وہ کسی کو بیٹا بنائے'' (مریم/ ۳۵) ''اور رحمٰن کے شیان شان نہیں کہ وہ کسی کو بیٹا

بنائے" (مریم/۹۲) "اور اللہ نے کسی کو بیٹا نہیں بنایا" (مومنون/۹۱) "جس نے کسی کو بیٹا نہیں بنایا" (فرقان/۲) "نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ جنا گیا" (اخلاص/۳)

ان آیات میں خداوند عالم نے کسی انسان کی ولدیت کو اپنی طرف منسوب کرنے کو مسترد کیا ہے۔ جبکہ مشرکین اور اہل کتاب کی طرف اولاد کو نسبت دی ہے:

"اور وہ کہتے ہیں کہ اللہ نے کسی کو بیٹا بنایا ہے پاک ہے وہ ذات (ایسی باتوں سے)" (بقرہ/۱۱۶) "وہ کہتے ہیں: اللہ نے کسی کو بیٹا بنالیا ہے اس کی ذات پاک ہے وہ بے نیاز ہے" (یونس/۶۸) "اور وہ کہتے ہیں: رحمٰن نے کسی کو فرزند بنالیا ہے" (مریم/۸۸)

فلسفہ احتیاج و نیاز مندی اولاد

اس دنیا میں انسان کی فکر اور سوچ اس کی اندرونی خواہشات تصورات یا زیادہ سے زیادہ اس کے گردونواح کے ماحول سے بنتی ہے۔ ہر وہ چیز جسکی اسے خواہش ہو یا اسے اپنے لئے ضروری سمجھتا ہو وہ دوسروں کیلئے بھی پسند کرتا ہے ہر وہ چیز جو اسے پسند نہ ہو یا جس سے وہ نفرت کرتا ہو وہ دوسروں کیلئے بھی بری سمجھتا ہے۔ جسطرح خود کو اولاد کا محتاج اور نیاز مند سمجھتا ہے اسی طرح وہ خدا کو بھی اولاد کا نیاز مند و محتاج سمجھتا ہے خداوند متعال کی ذات کا اولاد یا احتیاج و نیاز مندی سے پاک و منزہ ہونے کو بعد میں بیان کریں گے پہلے یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ انسان کیونکر اور کن اسباب وعوامل کے تحت خود کو اولاد کا محتاج اور نیاز مند سمجھتا ہے۔

۱۔ نفس انسانی کے اندر ایک حس موجود ہے اور اسکے دو زاویے ہیں ان دو زاویوں کی

بنیاد پر وہ اپنے لئے اولاد کا ہونا ضروری سمجھتا ہے۔

الف۔ اسکی خواہش ہوتی ہے کہ اس کا ذکر دنیا میں ہمیشہ باقی رہے۔

ب۔ اسے یقین ہوتا ہے کہ وہ زیادہ دیر تک دنیا میں نہیں رہے گا۔ اس کی عمر بھی دیگر لوگوں کی طرح محدود ہے۔ لہذا وہ اپنے ذکر کی بقا کا ذریعہ اولاد ہی کو سمجھتا ہے وہ جتنا بڑھاپے کی طرف جاتا ہے اسکی یہ خواہش زور پکڑتی جاتی ہے۔ جیسا کہ حضرت ابراھیمؑ اور حضرت زکریاؑ کے بارے میں قرآن میں نقل ہے۔

۲۔ انسان قدرت مندی اور عزت کی خواہش رکھتا ہے وہ چاہتا ہے کہ وہ ہمیشہ قوی قدرت مند اور صاحب عزت و آبرو رہے۔ اسکی بھی دو بنیادیں ہیں۔ (۱) جوانی میں انسان کو اپنے اندر ایک طاقت و قدرت نظر آتی ہے لہذا اولاد کی خواہش میں اتنی نمو اور تیزی نہیں آتی جتنی بڑھاپے میں آتی ہے عمر رسیدہ ہونے کے ساتھ ساتھ اپنی عزت کو بھی (جو قدرت مندی کے نتیجے میں اسے حاصل تھی) کھوتا ہوا دیکھتا ہے اب وہ اپنی کھوئی ہوئی طاقت و قدرت کی بازیابی کے لئے اولاد کی خواہش کرتا ہے تاکہ وہ عزت واحترام اسے دوبارہ مل جائے۔

۳۔ انسان کے اندر خداوند متعال نے کچھ ایسے تصورات اور احساسات پیدا کئے ہیں جن سے صرف وہ نہیں بلکہ بقائے نظام کائنات بھی ہیان میں سے ایک حرص وطمع دولت ہے البتہ دین نے اسے ناپسندیدہ قرار دیا ہے قرآن فرماتا ہے تم مال سے محبت کرتے ہو دنیا تمھیں اچھی لگتی ہے شیطان انسان کو کثرت مال و دولت کو اچھا کر کے دکھاتا ہے انسان دولت کا مالک ہوتا ہے لیکن جب وہ یہ سوچتا ہے کہ ایک دن اس نے یہاں نہیں رہنا اور یہ دولت کسی اور کے ہاتھوں میں چلی جائے گی۔ اسکی محنت و مشقت

سے کمائی گئی اس دولت کا وارث کوئی اور بن جائے گا گویا اسے اولاد محترم نہیں بلکہ اس کی نظر میں جو مقام ومنزلت ہے وہ مال و دولت کو حاصل ہے۔ انسان کبھی اتنا اندھا ہو جاتا ہے کہ وہ اولاد کیلئے دولت کا خواہاں نہیں ہوتا بلکہ دولت کیلئے اولاد کا خواہاں ہوتا ہے تاکہ وہ اسکے جمع شدہ مال کی وارث بنے۔

خدااور مفروضہ بنوت

مذکورہ بالا انواع واقسام ولادت بیان کرنے کے بعد ہم جس مسئلہ پر گفتگو کرنا چاہیں گے وہ ہے خدا کیلئے اولاد کی نسبت۔

۱۔ خداوند متعال نے قرآن کریم کی متعدد آیات میں ہر قسم کی بنوت کی نسبت سے اپنی ذات کو پاک ومنزہ قرار دیا ہے جن آیات میں اس نے اپنی ذات سے نسبت بنوت کی نفی کی ہے وہ یہ ہیں:

﴿انما المسیح عیسیٰ ابن مریم رسول الله و کلمته﴾ ''بے شک مسیح عیسیٰ بن مریم تو اللہ کے رسول اور اس کا کلمہ ہے'' (نساء/۱۷۱) ''اللہ کی شایان شان نہیں کہ وہ کسی کو بیٹا بنائے'' (مریم/ ۳۵) ''اور اللہ نے کسی کو بیٹا نہیں بنایا'' (مومنون/ ۹۱) ''اور کہہ دیجئے: ثنائے کامل ہے اس اللہ کے لئے جس نے نہ کسی کو بیٹا بنایا ہے......'' (اسراء/ ۱۱۱) ''کہہ دیجئے: اگر رحمٰن کی کوئی اولاد ہوتی تو میں سب سے پہلے (اس کی) عبادت کرنے والا ہوں''

(زخرف/۸۱)

۲۔ لوگوں کی طرف سے خدا کیلئے اولاد کی نسبت دینا کا ذکر ان آیات میں آیا ہے:

اولاد الوہیت کے منافی ہے

خداوند متعال کیلئے اولاد کی نسبت کا آغاز میلاد مسیح کے تین سو سال بعد شروع ہوا ہے:

﴿وخرقوا له بنين وبنٰتٍ بغير علم﴾ ''اللہ بیٹے اور بیٹیاں گھڑ ڈالیں'' (انعام/۱۰۱) ''اور وہ کہتے ہیں کہ اللہ نے کسی کو بیٹا بنایا ہے پاک ہے وہ ذات (ایسی باتوں سے)'' (بقرہ/۱۱۶) ''وہ کہتے ہیں: اللہ نے کسی کو بیٹا بنالیا ہے اس کی ذات پاک ہے وہ بے نیاز ہے'' (یونس/۶۸) ''انہیں تنبیہ کرے جو کہتے ہیں کہ اللہ نے کسی کو بیٹا بنالیا ہے'' (کہف/۴) ''وہ کہتے ہیں: رحمن نے کسی کو فرزند بنالیا ہے'' (مریم/۸۸) ''اس بات پر کہ انہوں نے رحمن کے لئے فرزند کا الزام لگایا ہے'' (مریم/۹۱) ''رحمن کی شایان شان نہیں کہ وہ کسی کو بیٹا بنائے'' (مریم/۹۲) ''وہ کہتے ہیں: اللہ نے بیٹا بنایا ہے'' (انبیاء/۲۶) ''جس نے کسی کو فرزند نہیں بنایا'' (فرقان/۲) ''اس نے نہ کسی کو زوجہ بنایا اور نہ کسی کو بیٹا'' (جن/۳)

۳۔ خدا کیلئے اولاد کی نسبت: جن لوگوں نے خدا کیلئے اولاد کی نسبت دی ہے وہ بیٹے اور بیٹی کی نسبت ہے قرآن کریم کی آیات میں دونوں کی نسبت کا ذکر ملتا ہے۔

۱۔ **مشرکین نے ملائکہ کو خدا کی بیٹیاں قرار دیا:**

''اللہ کے لئے بیٹے اور بیٹیاں گھڑ ڈالیں'' (انعام/۱۰۱) ﴿اصطفى البنات على البنين مالكم كيف تحكمون﴾ ''کیا اللہ نے بیٹوں کی جگہ بیٹیوں کو پسند کیا۔ تمھیں کیا ہوگیا ہے تم کیسے فیصلے کرتے ہو؟ ہے'' (صافات/۱۵۳/۱۵۴) ﴿ويجعلون البنات سبحنه﴾ ''اور انہوں نے

اللہ کے لئے بیٹیاں قرار دے رکھی ہیں'' (نحل/ ۵۷) ﴿وخرقوا لہ بنین وبنٰت بغیر علم﴾ ''اللہ بیٹے اور بیٹیاں گھڑ ڈالیں'' (انعام/ ۱۰۱) ﴿فاستفتهم الربک البنات ولهم بنون﴾ ''پس آپ ان سے پوچھیں: کیا تمہارے رب کے لئے تو بیٹیاں ہوں اور ان کے لئے بیٹے ہوں؟'' (صافات/ ۱۴۹) ﴿ام اتخذ مما یخلق بنٰت واصفکم بالبنین﴾ ''کیا اللہ نے اپنی مخلوقات میں سے (اپنے لئے) بیٹیاں بنالیں اور تمہیں بیٹے چن کردیے؟'' (زخرف/ ۱۶) ﴿ام لہ البنٰت ولکم البنون﴾ ''کیا اللہ کے لئے بیٹیاں اور تمہارے لئے بیٹے ہیں؟'' (طور/ ۳۹) ''انہوں نے اللہ کے لئے بیٹیاں قرار دے رکھی ہیں'' (نحل/ ۵۷) ''کیا اللہ نے بیٹوں کی جگہ بیٹیوں کو پسند کیا'' (صافات/ ۱۵۳) ''کیا تمہارے رب کے لئے تو بیٹیاں ہوں اور ان کیلئے بیٹے ہوں؟'' (صافات/ ۱۴۹) ''کیا اللہ نے اپنی مخلوقات میں سے اپنے لئے بیٹیاں بنالیں اور تمہیں بیٹے چن کردئے'' (زخرف/ ۱۶) ''کیا ان کے لئے بیٹیاں اور تمہارے لئے بیٹے ہیں؟'' (طور/ ۳۹)

۴۔ خداوند متعال نے ان لوگوں سے مجادلہ بالحق کیا ہے کہ جنھوں نے خدا کیلئے بیٹی کی نسبت دی ہے یہاں یہ بات واضح کرنا دو لحاظ سے ضروری ہے کہ

الف۔ کہیں بیٹی کو خدا کا اپنے ذات سے مسترد کرنے پر مغربی اسلام دشمن عناصر اس بات کا پروپیگنڈہ نہ کریں کہ مسلمانوں کے خدا نے بھی بیٹی کو پسند نہیں کیا ہے اور اس نے بیٹی کی نسبت دینے والوں سے اظہار ناراضگی کیا ہے۔

ب۔ مسیحی ان آیات سے یہ استدلال نہ کریں کہ خدا نے بیٹی کی نسبت دینے کو مسترد کیا

ہے بیٹے کی نسبت کو مسترد نہیں کیا ہے۔

۲۔ یہودیوں نے خود کو ابناء اللہ (خدا کے بیٹے) قرار دیا۔

۳۔ یہودیوں نے عزیر کو جو مرنے کے ایک سو سال بعد زندہ ہوئے تھے اسے خدا کا بیٹا قرار دیا۔

۴۔ مسیحی اور یہودیوں نے صرف بیٹے کی نسبت دی ہے یہودیوں نے سب کو ابناء اللہ قرار دیا ہے: ''یہود و نصاریٰ کہتے ہیں: ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔

۵۔ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا قرار دیا۔ اس کی چند صورتیں ہیں۔

﴿وقالوا اتخذ الرحمٰن ولدًا لقد جئتم شيئًا ادًا تكاد السمٰوٰت يتفطرن منه و تنشق الا رض و تخر الجبال هدًا ان دعوا للرحمٰن ولدًا وما ينبغي للرحمٰن ان يتخذ ولدًا﴾ (مریم/۸۸تا۹۲) ''اور وہ کہتے! رحمٰن نے کسی کو فرزند بنالیا ہے۔ تحقیق تم بہت سخت بے ہودہ بات (زبان پر) لائے ہو، قریب ہے کہ اس سے آسمان پھٹ جائے، زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ہو کر گر جائیں۔ اس بات پر کہ انہوں نے رحمٰن کیلئے فرزند (کی موجودگی) کا لازام لگایا ہے۔ اور رحمٰن کے شایان شان نہیں کہ وہ کسی کو بیٹا بنائے) ﴿وينذر الذين قالوا اتخذ الله ولدًا مالهم به من علمٍ ولا لأبائهم كبرت كلمةً تخرج من افواههم ان يقولون ال كذبًا﴾ (کہف/۴/۵) ''اور انھیں تنبیہ کریں جو کہتے ہیں کہ اللہ نے کسی کو بیٹا بنالیا ہے۔ اس بات کا علم نہ انہیں ہے اور نہ ان کے باپ دادا کو یہ بڑی (جسارت کی) بات ہے جو ان کے منہ سے نکلتی ہے یہ تو محض جھوٹ

بولتے ہیں)"

بعض نے صرف عزیر کو ابن اللہ قرار دیا ہے مسیحیوں نے حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا قرار دیا ہے

۶۔ اس وقت عالم اسلام کا مذہبی جدل میں مسیح تبشیری گروہ سے سامنا ہے وہ ہمارے ہاں قدم رکھتے وقت فلاح و بہبود، بے سہارہ لوگوں کی سرپرستی، فروغ تعلیم، خدمت خلق کی اجازت سے داخل ہوتے ہیں۔ یہاں پر نفوذ کے بعد مسیحیت کے بے بنیاد اور بے منطقی عقائد سے مسلمان ضعیف العقیدہ یا محتاج اور نیازمندوں کو ورغلاتے ہیں اور ان کے ضمیر اور دین کو یرغمال بنانے کے لئے حضرت مسیح کی بنوت کا پرچار کرتے ہیں یعنی غیر مسیحیوں کو مسیح بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہم یہاں اس مسئلہ نسبت بنوت کے بارے میں جتنے مفروضے جن کا دعویٰ کیا جاتا ہے کے بارے میں ضروری مگر اختصار کے ساتھ وضاحت کریں گے۔

۱۔ ولادت یعنی خدا بنوت میں تبدیل ہو جائے، مسیح میں حلول ہو جائے، اس میں حل ہو جائے جیسے لکڑی جل کر راکھ بن جاتی ہے یا پانی سو درجہ حرارت پر بخارات میں تبدیل ہوتا ہے بخارات ہی وہی پانی ہیں۔

۲۔ جس طرح عام انسان سے ایک جز نکل کر اولاد بنتے ہیں اسے طرح خدا سے جز نکل کر مسیح بنے ہیں۔

۳۔ مسیح فرزند الہی ہے۔ یعنی مسیح کی صفات اور خصوصیات کی بنا پر یا ان کے احترام کی خاطر یا ان کے اندر موجود بے پدری کے خلاء کو پر کرنے کیلئے خدا نے اپنی طرف نسبت دی ہے۔

۴۔ خدا چونکہ بطور مستقیم لوگوں سے ارتباط نہیں کرسکتا تھا لہذا خدا نے مسیح کو خلق کیا تا کہ وہ

کام جو خدا نہیں کو سکتا اسے مسیح کروائیں۔

یہ وہ مفروضے ہیں جو خدا سے نسبت بنوت کے بارے میں تصور کیے جاتے ہیں۔

ذات خدا کی عقل اور قرآن سے ثابت شدہ صفات جیسے غنی، صمد، انزال وعبدی، عالم، قدرت، حیات وغیرہ کو سامنے رکھنے کے بعد تمام مذکورہ بالا بنوت کے مفروضے اس ذات باری تعالیٰ کیلئے محال ہیں۔ کیونکہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ انسانوں میں اولاد کی خواہش کی بنیادوں کو واضح کرنے کے بعد یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ بنوت کے تمام مفروضے احتیاج و نیاز مندی کی ضرورت میں ممکن ہیں اور احتیاج و نیاز ذات باری تعالیٰ میں محال ہے لہٰذا بنوت حقیقی و نسبتی دونوں اس ذات کیلئے محال ہیں۔

بنوت حقیقی

بنوت حقیقی کی دو صورتیں ہیں دونوں خدا کے لئے محال و ناممکن ہیں۔

۱۔ باپ ختم ہو کر بیٹے میں تبدیل ہو جائے۔ چنانچہ بعض مسیح بنوت مسیح میں اس نظریہ کے قائل ہیں۔ اس صورت میں باپ جب بیٹے میں تبدیل ہوا یعنی خدا مسیح میں تبدیل ہوا تو خدا جو واجب الوجود تھا وہ ممکن الوجود میں تبدیل ہوا کیونکہ حضرت عیسیٰ ممکن الوجود تھے کیونکہ وہ ولادت، طفلیت، کہولت، موت اور عجز سے گذرے ہیں اور یہ علامات ممکن الوجود کی ہیں۔

۲۔ یہ جو جز نکلا ہے کیا یہ خدا کا جز تھا۔ اس صورت میں دو اشکال پیدا ہوتے ہیں۔

۱۔۲ اس جز کے نکلنے کے بعد خدا میں کمی پیدا ہوئی کیونکہ وہ اپنے جز کو جدا ہونے سے عاجز ہوا۔

۲۔۲ اس کا مطلب ہوا کہ خدا مرکب ہے۔ یعنی جو چیز نکلی اور جو باقی بچی دونوں کا مرکب

تھا۔ جبکہ مرکب علامات ممکن الوجود سے ہے۔

۲۔۳ یہ ذاتِ خدا کا جز نہیں تھا بلکہ ایک فالتو جز تھا جو وہاں سے نکلا۔ اس صورت میں بھی دو اشکال لازم آتے ہیں۔

۱۔ خدا مکان ہوگا اور حوادث تغیرات کا محل ہوگا۔

۲۔ خدا کی خدائی تین حصوں میں تقسیم ہوگی۔ ایک جز وہاں آنے سے پہلے کی حالت، دوسرا نکلنے کی تیسرا الگ سے موجود ہونے کی حالت۔ جبکہ یہ تمام صورتیں الوہیت خدا کے منافی ہیں۔

۲۔۴ بنوت نسبتی یعنی خدا نے اپنی طرف نسبت دی۔ یہ خدا کی شان کے خلاف ہے۔ کیونکہ نسبت وہاں دی جاتی ہے جہاں ممکن ہو۔ جیسے ایک انسان کو اندھا کہہ سکتے ہیں لیکن درخت اور پتھر کو اندھا نہیں کہہ سکتے کیونکہ یہ انکے لئے ممکن ہی نہیں لہذا ان سے نسبت بھی نہیں دی جا سکتی۔ اسی طرح خدا کیلئے بنوت نسبتی ناممکن ہے۔

۱۔ خدا کا جز نکل کر مسیح بن گیا۔ جس طرح دنیا میں اولادیں اپنے باپ کا ایک جز ہوتیں ہیں جیسا کہ نہج البلاغہ کتب نمبر ۳۱ میں امیر المومنینؑ امام حسنؑ کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

''میں نے دیکھا کہ تم ہی ایک ٹکڑا ہو بلکہ جو میں ہوں وہی تم ہو یہاں تک کہ تم پر کوئی آفت آئے تو گویا مجھ پر آئی ہے''۔

۲۔ حضرت عیسٰی کے باپ نہ ہونے کی وجہ سے بطور اعزاز و اشراف اپنے فرزندی کا لقب سے نوازا ہے۔ خداوند متعال نے قرآن کریم کی متعدد آیات میں اپنے سے ہر قسم کی ولدیت اور بنوت کو مسترد اور محال قرار دیا ہے وہ آیات مندرجہ ذیل ہیں:

لفظ ولد یا بنوت میں دونوں حقیقی یا مجازی طور پر خدا سے پیدا ہونا یا بطور احترام ایسی نسبت دینا دونوں صورتوں میں شان الوہیت و ربوبیت کے منافی ہے۔ ہم یہاں پہلے فلسفہ تصور فرزند کے عوامل کو بیان کریں گے اور بعد میں اس سے نکلنے والے نتائج کو بیان کرینگے:

انسان بیٹے کی خواہش چند وجوہات کی بنا پر کرتا ہے۔

الف۔ احساس نفس کے خلا کو پُر کرنے کی خاطر اولاد کی خواہش کرتا ہے اسکے بھی دو زاویے ہیں یہ کہ انسان کی خواہش ہے کہ اسکا ذکر ہمیشہ باقی رہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ اس کی عمر محدود ہے لہذا وہ اپنی بقا کو اپنی اولاد کے ذریعے پوری کرنا چاہتا ہے۔

۱۔ قدرت وعزت کی خاطر۔ اسکی بھی دو بنیادیں ہیں۔

الف۔ وہ خود کو قدرت منداور صاحب عزت سمجھتا ہے۔

ب۔ جب وہ بوڑھا ہو جاتا ہے تو اپنے بڑھاپے کے ضعف وناتوانی کی تلافی کی خاطر اولاد کی خواہش کرتا ہے تا کہ اسکی اولاد اسکا سہارا بن سکے۔

۲۔ جائیداد کا مالک بننے کی خاطر۔ حرص وطمع سے جمع شدہ دولت کی رغبت اسے اس بات کی طرف متوجہ کرتی ہے کہ اس کے مرنے کے بعد یہ دولت دوسروں کے ہاتھوں میں جائے گی۔ یہ بات اس پر گراں گزرتی ہے اسلئے وہ اولاد کا خواہش مند ہوتا ہے۔

یہ دو مفروضے ہیں جنکی بنیاد پر انسان اولاد کا خواہشمند ہوتا ہے۔ اگر ان عوامل پر دقت اور باریک بینی سے غور کریں تو یہ واضح وروشن ہوگا کہ اولاد کی خواہش ایک نقص اور خلا کو پُر کرنے کی خاطر ہے۔ لہذا یہ طلب اولاد تکمیل خواہش نفس کیلیے ہے۔ جبکہ خداوند متعال کی ذات وصفات کسی قسم کے نقص وعیب سے مبراء ہے اس کے لئے ابتدا وانتہا نہیں ہے اور نہ ہی اسکے لئے ضعف اور فتور ممکن ہے جیسا کہ آیۃ الکرسی میں ذکر ہے:

۱۔ ﴿اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم لا تاخذہ سنۃ و لا نوم لہ ما فی السمٰوٰت و ما فی الارض من ذاالذی یشفع عندہ الا باذنہ یعلم مابین ایدیھم و ما خلفھم و لا یحیطون بشیءٍ من علمہ الا بماشآء وسع کرسیہ السمٰوٰت و الارض و لا یؤدہ حفظھما و ھو العلی العظیم﴾ (بقرہ/۲۵۵) اللہ وہ ذات ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ زندہ اور سب کا نگہبان ہے اسے اونگھ آتی ہے نہ نیند۔ زمین اور آسمانوں میں جو کچھ ہے سب اسی کی ملکیت ہے۔ کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے حضور سفارش کر سکے؟ جو کچھ لوگوں کے روبرو اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے وہ ان سب سے واقف ہے اور وہ علم خدا میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر جس قدر وہ خود چاہے اس کی کرسی آسمانوں اور زمین پر چھائی ہوئی ہے اور ان دونوں کی نگہداری اس کے لئے کوئی کار گراں نہیں ہے۔ اور وہ بلند و بالا عظیم ذات ہے) ﴿وللہ میراث السمٰوٰت والارض﴾ اور آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے ان سب کی برگشت خدا کی طرف ہے

ان کا وارث خدا ہے لہٰذا خدا کیلئے ولدیت اور بنوت کی ضرورت کا فلسفہ عبث ہے تو کیونکر خدا کی ذات سے اولاد اور بنوت کو نسبت دیں یہ پہلی دلیل ہے۔

۲۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ اصلاً خدا کیلئے بیٹے کا تصور ہر لحاظ سے نامعقول و ناممکن ہے۔ اس منطق کی وضاحت یا توضیح یہ ہے کہ کیسے خدا اپنے لئے بیٹا بنائے گا یا کوئی اسکا بیٹا بنے گا اس سلسلہ میں چند مفروضہ ہیں:

الف۔ وہ خود اپنے لئے بیٹا پیدا کرے گا اگر ایسا ہو تو وہ بیٹا نہیں ہوگا بلکہ دیگر مخلوقات کی مانند

خدا کی مخلوق ہوگا کیونکہ بیٹا باپ کا جزو ہوتا ہے جبکہ خدا کا کوئی جز نہیں ہے۔

ب۔ وہ بیٹا جو خدا سے نکلا ہے تو وہ خدا کا جز تھا جس طرح دیگر بیٹے اپنے باپ کا جز ہوتے ہیں تو ایسی صورت میں بیٹا پیدا ہونے کے بعد خدا میں ایک جز کم ہوا اور خدا ناقص ہوا جبکہ خدا میں نقص کا ہونا محال ہے اسی طرح اگر یہ کہیں کہ خدا کا جز نہیں تھا بلکہ وہ مظروف تھا اور خدا اسکا ظرف تھا تو ایسی صورت میں خدا مکان ہوا اور بیٹا اسکا مکین یعنی محل حوادث ہوا۔ جبکہ خدا کیلئے محل حوادث کا ہونا محال ہے۔

ج۔ اگر وہ بیٹا خدا نے خود پیدا نہیں کیا اور خود پیدا ہو گیا ہے تو یہ خدا کا بیٹا تو نہ ہوا بلکہ الگ سے ایک موجود ہوا جسکا خدا سے کوئی ربط نہیں ہے تو اس صورت میں دو خدا ہو گئے اسکے علاوہ بیٹا ہونے کیلئے زوجہ کی ضرورت ہے جس سے بیٹا پیدا ہو جبکہ خدا کی کوئی زوجہ نہیں ہے۔ چنانچہ خداوند متعال نے حضرت آدمؑ کو بغیر مذکر و مونث کے پیدا کیا تو کیا آدم بیٹا ہیں؟ حوا کو بغیر مذکر کے پیدا کیا یعنی وہ مذکر کی محتاج نہیں۔ حضرت عیسیٰؑ کو مونث سے پیدا کیا بغیر مذکر کے گویا وہ مذکر کے محتاج نہیں۔ لہٰذا اولاد پیدا ہوتی ہے اسباب سے اور اسباب مخلوق خدا ہیں اور خداوند متعال اسباب پر حاکم ہے لہٰذا وہ جب خلق کرنا چاہتا ہے تو کہتا ہے ﴿کن فیکون﴾ اگر کہیں کہ ایک مونث ہے جس سے خدا کا بیٹا پیدا ہوا ہے یعنی حضرت مریم تو خود مریم ایک مخلوق ہیں اور ایک مرد و عورت (عمران اور حسنہ) سے پیدا ہوئی ہیں۔ ہم پوچھیں گے یہ مونث خدا کی مخلوق ہے تو اس سے پیدا شدہ بھی خدا کی مخلوق ہو دیگر مخلوق کی مانند تو اگر یہ کہیں کہ اس مونث نے خود پیدا کیا ہے تو پھر تین خدا ہو گئے۔ خدا، مونث، بیٹا۔ تو ایسی صورت میں تعدد الوہیت لازم آئیگی جو محال ہے۔

۳۔ نسبت دینا: خداوند متعال کیلئے حقیقی اولاد ممکن نہیں ہم تو صرف اسکی طرف نسبت دیتے ہیں جسطرح جس کے ہاں اولاد نہیں ہوتی تو وہ دوسروں کی اولاد کو پال کر اپنی طرف نسبت دیتے ہیں۔ یہ نسب بھی ایک لحاظ سے نقص ہے اور ایک خلا کو پُر کرنے کیلئے ہے اور انفرادی بیقراری اور وحشت کو ختم کرنے کیلئے ہے یہ چیز وہاں صحیح ہے جہاں اصل اولاد عقلی طور پر ممکن ہو اور اگر کچھ اسباب وعلل کی وجہ سے وہ اس سے محروم ہو تو کسی اور کی اولاد کو نسبت دے لے۔ لیکن جب خدا کیلئے اصل اولاد ہی محال ہے تو کیونکر نسبی اولاد ممکن ہوسکتی ہے اولاد کا خدا کی طرف نسبت دینا درحقیقت ایک قسم کا شرک ہے :

﴿ما اتخذ الله من ولدٍ وما كان معه من الٰهٍ اذًا لذهب كل الٰهٍ بما خلق ولعلا بعضهم على بعض سبحٰن الله عما يصفون. علم الغيب والشهاده فتعالىٰ عما يشركون﴾ ''اللہ نے کسی کو بیٹا نہیں بنایا اور نہ ہی اس کے ساتھ کوئی اور معبود ہے اگر ایسا ہوتا تو ہر معبود اپنی مخلوقات کو لیکر جدا ہو جاتا اور ایک دوسرے پر چڑھائی کر دیتا اللہ پاک ہے ان چیزوں سے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں۔ وہ غیب وشہود کا علم رکھتا ہے پس وہ منزہ ہے اس شرک سے جو یہ لوگ کرتے ہیں''۔ (مومنون/۹۱/۹۲)

یہ تھے عقائد مسیحیت سے متعلق مختصر نمونے آپ نے ملاحظہ کیا ہوگا انکے تصور الٰہی کے بارے میں بنیادی عقائد عقل ومنطق سے خارج اور ناقابل فہم درک ہیں۔ اس عقیدہ پر قائم ہونے والے دیگر تصورات دینی کا کیا حشر ہوگا۔ دنیائے مسیحیت نے اپنے دین کے فرسودہ اور خرافات ہونے کا انتقام دیگر ادیان وملل سے لیا ہے۔ انہوں نے دیگر ادیان وملل میں

خرافات، فرسودگی کو مختلف ذرائع سے شامل کرنے کی ہمہ جہت کوششیں کیں۔ اس سلسلہ میں وہ بہت حد تک کامیاب ہو گئے ہیں۔ دین اسلام کے فرقوں کو ایک دوسرے کی ضد میں کھڑا کر کے اپنی خرافات کو انھیں کے ذریعے ان کے درمیان فروغ دیا ہے۔ اس میں ہمارے تمام فرقے کسی نہ کسی حوالے سے انکی زد میں آئے ہیں۔ جہاں مکتب تشیع سے تعلق رکھنے والوں کے درمیان نفوذ ہونے والی ایک فکر نظریہ فدا ہے۔ جو انھوں نے حضرت مسیح کے بارے میں گھڑا ہے اسی فکر کو امام حسینؑ کے بارے میں بھی گھڑا ہے۔ اگرچہ قرآن کریم میں سورۂ مائدہ کی آیت ۸۲ میں مسلمانوں کیلئے سب سے زیادہ دشمن یہود کو بتایا گیا ہے۔ اور نصاریٰ کے قسیسین کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا ہے لیکن ایک صدی سے مسلمان ہر طرف سے مسیحیوں کے حملوں کی زد میں ہیں۔ معلوم نہیں یہ قسیسین اس وقت موجود نہیں ہیں یا وہ قسیسین ہی نہیں رہے۔ لیکن دین اسلام اسکے خلاف کسی قسم کا تشدد وانتقامی رویہ نہیں رکھتا۔

قرآن سے پوچھو

اگر تم لوگ نہیں جانتے ہو تو اہل ذکر سے پوچھو

مصادر و مآخذ کتاب قرآن سے پوچھو

مصادر و مآخذ کتاب قرآن سے پوچھو

اسم کتاب	تالیف، جلد، شمارہ، صفحہ

تفاسیر اور قرآنیات

☆معجم المفهرس الفاظِ قرآن کریم	محمد فؤاد عبدالباقی
☆معجم المفهرس الفاظ القرآن الکریم	محسن بیدارفر
☆کشاف الموضوعی القرآن الکریم	دارالقرآن الکریم
☆معجم مفصل لمواضع القرآن	محمد خلیل عیستانی
☆المقطف من عیون التفاسیر	مصطفی الحصن منصوری
☆التفسیر التبیان	الشیخ طوسیؒ
☆التفسیر المجمع البیان	طبرسی
☆التفسیرِ الشبّر	سید عبد الله شبّر
☆التفسیر الصافی	فیض کاشانی
☆التفسیر دُرِ المنثور	جلال الدین سیوطی
☆التفسیر الکبیر	علی امام فخرالرازی
☆القسیر البیان	آیت الله ابو القاسم الخوئی
☆تفسیر المیزان۔	آیة الله محمد حسین طباطبائی
☆تفسیر الفرقان	آیة الله محمد صادقی تهرانی
☆التفسیر المنیر	الدکتور وهبه الزحیلی
☆تفسیرِ الشعراوی	الشیخ محمد متولی الشعراوی
☆ایسر التفاسیر	ابوبکر جابر الجزائری

اسم کتاب	تالیف، جلد، شمارہ صفحہ
☆تفسیر فی ظلال القرآن	سیدقطب
☆تفسیر جلالین	جلال الدین سیوتی
☆امالی سید مرتضی	سید مرتضی
☆تفسیر المنار	شیخ محمدعبده
☆صفوة التفاسیر	الصابونی
☆من وحی القرآن	السید محمد حسین الفضل الله
☆تفسیر نظم الدرر فی تناسب الآیات و السّور	البقا ئینی
☆تفسیر النور الثقلین	الشیخ عبد علی بن جمعة الحویزی
☆التفسیر البرهان	علامة بحرانی
☆تفسیر الوجیز	وهبة الزحیلی
☆تفسیر تفهیم القرآن	ابواعلیٰ مودودی
☆تفسیر نمونه	آیت الله مکارم شیرازی
☆تفسیر موضوعی	آیت الله جوادآملی
☆تفسیر موضوعی	آیت الله مکارم شیرازی
☆تفسیر موضوعی	آیت الله جعفرسبحانی
☆من هدی القرآن	آیة الله محمد تقی مدرس
☆تفسیر قرآن	محی الدین ابن عربی اندلیسی
☆تفسیر مهمات القرآن	البلنسی
☆تفسیر الکاشف	علامه جوادمغنیه
☆تفسیر ابن بادیس	علامه ابن بادیس
☆التفسیر و المفسّرون فی ثوبه القشیب	آیت الله هادی معرفت

اسم کتاب	تالیف، جلد، شمارہ، صفحہ
☆تفسیر والمفسرون	دکتور محمد حسین ذھبی
☆علوم القرآن عندالمفسرین	مرکز ثقافه و المعارف القرآنیه
☆تفسیر نوین	بانوئ ایران
☆تفسیر به راء ی	آیت الله مکارم شیرازی
☆تفسیر القرآن الکریم	محمد علی تسخیری و نعمانی
☆تفسیر ابن عربی	محی الدین العربی
☆نحو التفسیر موضوعی لسور القرآن الکریم	مھمد الغزالی
☆منھج البیان فی التفسیر القرآن	السید ابن حسن الرضوی
☆محاضرات فی تفسیر القرآن الکریم	سید اسماعیل الصدر
☆تسنیم تفسیر القرآن	آیت الله جواد آملی
☆زاد التفسیر	جمال الدین قریشی بغدادی
☆التفسیر و المفسرون	الدکتور محمد حسین الذھبی
☆قواعد التفسیر	خالدبن عثمان السبت
☆تفسیر اسئلة القرآن المجید و اجوبتھا	عبد القادر الرازی
☆تفسیر فتح القدیر	محمدعلی بن محمد الشوکانی
☆دانش نامه قرآن	بھاالدین خرمشاھی
☆الکشاف عن حقائق عوامض التزیل	زمخشری
☆در سھیائی از علوم القرآنی	دکتر حبیب الله طاھری
☆معجم مفردات الفاظ قرآن	راغبِ اصفھانی
☆معجم التعبیرات القرآنیة	محمدادریس
☆ قاموس قرآن	سید علی اکبر قرشی

اسم کتاب	تالیف، جلد، شمارہ، صفحہ
☆فرهنگ نامه قرآنی	استان قدس رضوی
☆ترجمه قرآن کریم	علامه شیخ محسن علی نجفی
☆ترجمه قرآن کریم	علامه جوادیؒ
☆ترجمه قرآن کریم	ابوالأعلی مودودی
☆بررسی و ترجمه انفال	آیت الله محمدی گلپایگانی
☆الحرکة الجهادیة فی سورة الناس	پاسدارش ۵۰ ص ۶۷
☆المدرسة القرآنیة	آیة الله سید محمد باقر الصدرؒ
☆اسس الایمان فی القرآن	آیت الله محمد الیزدی
☆الاتقان فی علوم القرآن	علامه جلال الدین السیوطی
☆پرسش و پاسخهای قرآنی	محمدبن ابی بکررازی
☆منهاج الجدل	الدکتورزاهرعواض الالمعی
☆احکام القران	قاضی ابی بکر ابن عربی
☆فتوحات مکیه	محی الدین ابن عربی
☆الکون و الارض و الانسان فی القرآن العظیم	عبد الحمید
☆درسهایی از علوم قرآنی	دکتر حبیب الله طاهری
☆روش شناسی تفسیر قرآن	محمود رجبی
☆علوم القرآن عند المفسرین	مرکز الثقافة و المعارف القرآنیه
☆فی ضلال القران	محمدجعفرالشس الدین
☆پژوهشی پیرامون تدبّر درقرآن	ولی الله نقی پورفر
☆الاعجازفی نظم القرآن	الدکتور محمود السید شیخون
☆الانسان فی القرآن	عباس محمود عقات

اسم کتاب	تالیف٬جلد٬شمارہ٬صفحہ
☆الحوار فی القرآن	آیت اللہ فضل اللہ
☆اسرار الآیات	صدر الدین شیرازی
☆التعریف والاعلام	عبدالرحمٰن السھیلی
☆الاشتراک اللفظی فی القرآن الکریم	محمد نور الدین المنجد۔
☆معجزۃ القرآن الجدیدہ بنیۃ الآیات و السور	عمر النجد
☆اسلوب دعوت فی القرآن	آیت اللہ فضل اللہ
☆الفرقان والقرآن	الشیخ خالدعبدالرحمٰن العک
☆القرآن فی السلام	السید محمد حسین طباطبائی
☆قرآن و عرفان و برھان	استاد حسن زادہ آملی
☆اطلس القرآن	الدکتور شوقی ابو خلیل
☆گنجینہ معارف قرآن	ابو الفضل فخر السلام
☆القرآن حکمۃ الحیاۃ	السید محمد تقی المدرسی
☆اسرر التکرار فی القرآن	عبدالقادر احمد عطا
☆البیان فی روائع القرآن	الدکتور تمام حسان
☆دراسات فی القرآن۔الکریم	الدکتورمحمد ابراھیم الحفناوی
☆النھی فی القرآن الکریم	الدکتور جمال ادین المصری.
☆الکتاب و القرآن	الدکتور محمد شحرور
☆القواعد الحسان لتفسیرالقرآن	شیخ عبد الرحمن بن ناصر
☆موجزعلوم القرآن	الدکتورداؤدالعطّار
☆دُرّۃ التنزیل وغرۃ التاویل	ابی عبداللہ خطیب الاسکافی
☆المدخل لعلم تفسیر کتاب اللہ تعالیٰ	ابی النّصر حدادی

اسم کتاب	تالیف، جلد، شمارہ، صفحہ
☆ملاك التاويل	احمدبن زبيرالغرناطی
☆قواعدالتّدبرالامثل	عبدالرحمٰن حسن حبنكه الميدانی
☆من وحی القرآن	آية الله محمدحسين فضل الله
☆محازات القرآن	شريف الرضی
☆معالم القرآن فی عوالم الاكوان	الشيخ احمدمحی الدين العجوز
☆۵۰۰ معمای قرآنی	محمدحسين قاسمی
☆التصوير الفنی فی القرآن	سيد قطب
☆القرآن فی شهر القرآن	الدكتور عبدالحليم محمود
☆شناخت قرآن	محمود رجبی، محمود اعراقی
☆التعريف و اعلام	عبد الرحمن السهيلی
☆من قضايا الاعلام فی القرآن	رمضان الاوتد
☆سير تحول قرآن و حديث	علی فاضل عبد الرحمٰن انصادی
☆معرفت شناسی در قرآن	سيد هسين ابراهيميان
☆فی رحاب الله اصواء علی دعاء كميل	عز الدين بحر العلوم
☆النهی فی القرآن الكريم	جمال الدين المصری
☆الفرقان و القرآن	الشيخ خالد عبد الرحمٰن العك
☆مجموعه۔ سخنرانيها و مقالات	كنفرانس تهقيقاتی و مفاهيم قرآن
☆القيامة بين العلم و القرآن	الدكتور داود سلمان السعدی
☆اعجاز قرآن	علامه سيد مهمد هسين طباطبائی
☆قرآن باب معرفت الله	امام خمينیؒ
☆العلاقة الجنسية فی القرآن الكريم	محمد مهدی الاصفی

اسم کتاب	تالیف، جلد، شمارہ، صفحہ
☆الظواهر الجغرافية بين العلم و القرآن	عبد العليم عبد الرحمٰن خضر
☆معطيات آية الموده	السيد مهمود الهاشمي
☆پایه ها ی اساسی شناخت قرآن	عبد الفتاح طباره
☆الكون والارض والانسان فى القرآن الكريم	رجا عبد الحميد عرابى
☆برهان قرآن	صدر الدين بلاغى
☆معيارها و عوامل تمدن از نظر قرآن	بنياد باقر العلوم
☆نقدى وبرسپر تحول القرآن	على الرضا صدر الدين
☆من الذرة الى المجرة	حمادة احمد العائدى
☆قرآن ثقل اكبر	سيد على كمالى دزفولى
☆دراسات تاريخية من القرآن الكريم	محمد بيومى مهران
☆البرهان فى نظام القرآن	محمد عناية الله اسد سبحانى
☆الجنس فى التصور الاسلامى	محسن محمد عطوى
☆حول القرآن	آية الله الفانى الاصفهانى
☆قرآن در عصر فضا	دكتور سيد عبد الرضا حجازى
☆دستور الخلاق فى القرآن	دكتور محمد عبد الله دراز
☆الانحرافات الكبرئ	سعيد ايوب
☆اساليب البيان فى القرآن	سيد الجعفر الحسينى
☆قبس من نور القرآن الكريم	الشيخ محمد على الصابونى
☆ملاحم القرآن	الشيخ ابراهيم انصارى
☆متشابهات القرآن و مختلفه	محمد بن على شهر آشوب
☆قاموس القرآن	عبد العزيز سيد الاهل

اسم کتاب	تالیف، جلد، شمارہ، صفحہ
☆تلخیص البیان فی مجازات القرآن	سید شریف الرضی
☆مباحث فی علوم القرآن	الدکتور صبیح الصالح
☆الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل	زمخشری
☆رحمة من الرحمٰن فی تفسیر و اشارات القرآن	محی الدین ابن العربی
☆حقائق هامة حول القرآن الکریم	سید جعفر جعفرمرتضی العاملی
☆سو کندهای قرآن	استاد جعفر سبهانی
☆زوال اسرائیل	شیخ اسعد بیوض التمیمی
☆ادیان آسمانی و مسئلة تحریف	سید مرتضی عسکری
☆لباب نقول فی اسباب النزول	جلال الدین عبد الرحمن السیوطی
☆درآستانہ قرآن	وکتور محمود رامیار
☆نامه هدایت	دکتور محمد مهدی رکنی
☆الفصحی لغةالقرآن	انور الجندی
☆آسمان وزمین وستاره گان ازنظرقرآن۔	آیت الله محمدصادقی
☆بشارت عهدین۔	————
☆بشارات والمقارنات۔	————
☆نهایة الکون بین العلم و القرآن	محسن عبد الصاحب المظفر
☆تفسیر القرآن الکریم	صدر المتالهین
☆پژوهشی درباره قرآن و تاریخ آن	سید محمد باقر حجتی
☆واژه های قرآن	سید حسین شفیعی دارابی
☆الایات العجاب فی رحلة الانجاب	حامد احمد حامد
☆عجائب القرآن	السید الجمیلی

اسم کتاب	تالیف، جلد، شمارہ، صفحہ
☆وجوۃ قرآن	ابو الفضل حبیش بن ابراهیم تفلیسی
☆مباحث فی تفسیر الموضوعی	الد کتور مصطفی مسلم
☆در اسات فی القرآن الکرین	علی مهمد الاصفی
☆من اشعه القرآن	محمد امین زین الدین
☆شگفتیها ازاعجاز در قرآن	الد کتور محمد جمال الدین فندی
☆کلید های فهم قرآن	علی رضا صدرلدینی
☆القرآن والا حوال المناخیة	محسن عبدالصاحب المضفر
☆علوم طب فی القرآن۔	استادخلیل
☆تفسیرالآیات فی کتاب التکامل فی الاسلام	استاداحمدامین
☆رحلة المدرسیة۔	آیت الله جوادبلاغی
☆سیر تحول قرآن و حدیث	علی فاضل عبدالرحمن انصاری
☆افسانه تحریف قرآن	رسول جعفریان
☆رسالت قرآن	آیت الله جوادی آملی
☆آشنائی با قرآن	استاد مرتضی مطهری
☆علوم قرآن یا تفسیر موضوعی	آیت الله مرتضی حائری یزدی
☆علوم القرآن	السید محمد باقر الحکیم
☆السنن التاریخیة فی القرآن المجید	الشیخ الزکابی
☆بحوث فی تاریخ القرآن و علومه	ابو الفضل میر محمدی
☆الکون والانسان بین العلم و القرآن	بسام دفضع
☆اسرار الکوب فی القرآن	الد کتور داؤد سلمان السعدی
☆القرآن الکریم و روایات المدرستین	السید مرتضیٰ العسکری

اسم کتاب	تالیف، جلد، شمارہ، صفحہ
☆شناخت شناسی در قرآن	آیت الله جواد آملی
☆بحوث فی اصول التفسیر و مناهجة	فهد بن سلیمان الرومی
☆منهج القرآن فی تطویر المجتمع	الدکتور محمد البهی
☆القرآن الکریم و التوراة و الانجیل و العلم	موریس بوکائی
☆سنتهائی اجتماعی در قرآن کریم	احمد حامد مقدم
☆سورة اعلی و زلزال	ملا صدرا
☆هدایت در قرآن	آیت الله جواد آملی
☆قرآن و کتابهائی دیگر آسمانی	شهید سید عبد الکریم هاشمی نژاد
☆الی لقرآن الکریم	الامام محمود شلتوت
☆الظاهرة القرانیة	مالك بن نبی
☆الاعتذار محمد و القرآن	جان دیون پورت
☆المبادی العامة لی تفسیر القرآن الکریم	دکتور محمد حسین علی الصغیرا
☆قصص القرآن	محمد علی قطب
☆قصص الانبیاء	علامه شعراوی
☆قصص الانبیاء	علامه ابن کثیر
☆قصص الانبیاء	سید نعمت الله جزائرای
☆قصص القرآن	آیت الله سید محمد باقر الحکیم
☆القصه فی القرآن	
☆اسالیب بل بیان فی القرآن	سید جعفر حسینی
☆مع الانبیاء فی القرآن	حفیف عبد الفتاح طبار
☆قصص الانبیاء	عبد الرحمٰن بن ناصر سعدی

اسم کتاب	تالیف' جلد' شمارہ' صفحہ
☆دراساتِ فنية فى قصص القرآن	محمعد البُستانی
☆قصص الانبياء و المرسلين	علامہ شعراوی

نہج البلاغہ ترجمہ و شرح متعلقات

☆ شرح	محمّد عبدہ
☆شرح نہج البلاغہ۔	ابو القاسم الخوئی علیہ الرحمہ
☆شرح نہج البلاغہ .	ابن ابی الحدید
☆شرح نہج البلاغہ	میثم بحرانی
☆شرح و ترجمہ .	علامہ محمد تقی جعفری
☆فی ضلال نہج البلاغہ	علامہ محمد جواد مغنیہ
☆ترجمہ	علامہ ذیشان حیدر جوادی
☆ترجمہ	علامہ مفتی جعفر
☆قاموس نہج البلاغہ	محمد علی شرقی
☆معجم نہج البلاغہ	علامہ محمد دشتی و محمد کاظم
☆ترجمعہ ھنج البلاغہ ۔	آیت اللہ ناصر مکارم شیرازی
☆ترجمعہ .	محمد جواد فاضل
☆الدلیل الی موضوعات نہج البلاغہ	
☆معجم مؤضوعی نہج البلاغہ	
☆مصادر نہج البلاغہ	
☆خوارج از دید گاہ نہج البلاغہ	آیۃ اللہ نوری ھمدانی
☆فی رحاب نہج البلاغہ۔	آیۃ اللہ شہید مرتضی مطھری

اسم کتاب	تالیف، جلد، شمارہ، صفحہ
☆نظام حکم دالأراده فی نهج البلاغه	مهدی شمس الدین
☆شرح نهج البلاغه	آیة الله منتظری
☆فرهنگ آفتاب	حمیدمعادیخواه
☆تصنیف نهج البلاغه	لقیف بیضون
☆نهج البلاغه	صبحی سالم
☆ترجمه هنج البلاغه	علامه جوادی
/ترجمه هنج البلاغه	علامه مفتی جعفر

دعاوعرفان

☆صحیفه سجادیهء	امام زین العابدینؑ
☆سلوك عرفان	آیت الله جواد ملکی تبریزی
☆شرح الصحیفه السجادیه	محمد باقر بن محمد شفیع الحسینی
☆شرح دعای صباح	آقا نجفی قوچانی
☆شرح دعای صباح	مصطفیٰ بن محمد هادی خوئی
☆شرح دعاء الصباح	الحاج ملاهادی السبزواری
☆انیس اللیل در شرح دعای کمیل	شیخ محمد رضا کلباسی
☆سراج الصعود لیمعارج الشهود	محسن بینا
☆فصوص الحکم	محی الدین ابن عربی
☆نصوص الحکم برفصوص الحکم۔	آیت الله حسن زاده آملی
☆ شرح دعاء مکارم اخلاق	استاد محمدتقی فلسفیؒ
☆شرح دعاء عرفه	ملامحمد فاضل خراسانی

اسم کتاب	تالیف٬جلد٬شمارہ٬صفحہ
☆وصال العارفین شرح دعاء عرفه	احمد زمر ودیان
☆شرح دعاء ندبه	
☆ شرح دعاء افتتاح	
☆عشق ورستگاری	
☆فی رحاب دعاء افتتاح	آیة الله فضل الله
☆فی رحاب دعاء کمیل	آیة الله فضل الله
☆شرح زیارت جامعه	آیة الله احمدالاحسائی
☆العرفان الاسلامی	آیة سیدمحمدتقی مدرسی
☆معرفت شناسی درعرفان	سیدحسین ابراهیمان
☆شرح دعاء جوشن کبیر	محمدعلی رامهر مز ی
☆سلوك عرفان	آیة الله جوادملکی تبریزی
☆تازیانه سلوك از	آیت الله استاد حسن حسن زاده آملی
☆نور علیٰ نور۔	آیت الله حسن حسن زاده آملی
☆اسماء الله الحسنی	عبد الله بن صالح بن الفصن
☆اسماء الله الحسنی	دکتور حسن عز الدین
☆اسماء و صفات	شیخ عماد الدین احمد حیدر
☆اسماء الله الحسنی	محمد بن ابی بکر الزرعی دمشقی
☆شرح اسماء الله الحسنی	دکتورة حصة بن عبد العزیز الصغیر
☆الله اسم الاعظم	دکتور عبد الله بن عمر الدمیجی
☆القول الاسنی فی شرح اسماء الله الحسنی	مجدی منصور شوری
☆مقجم اسماء الله الحسنی	سید احمد محسب مرسی

اسم کتاب	تالیف جلد شمارہ صفحہ
☆کتاب الدعا	مصطفی عبد القادر عطا
☆فلاح السائل و نجاح المسائل	السید ابن طاؤوس
☆شرح الاسماء و شرح دعا الجوشن الکبیر	الحاج ملا ھادی سبزواری
☆کمیل محرم اسرار امام علیؑ	ناموس عرفان
☆اسماء الھی ازدیدگاہ قرآن و عرفان	رضا رمضانی گیلانی
☆اسماء اللہ الحسنی	عبد العظیم ابراھیم فرج
☆معرفت شناسی در عرفان	سید حسین ابراھیمیان
☆خواص الاسماء الحسنی و شرح معانیھا	ضیاء الدین الاعلیمی
☆فی رحاب اللہ اضواء اعلی دعاء کمیل	عز الدین بحر العلوم
☆الدعاء عند اھل البیت	محمد مھدی الآصفی
☆تصحیح الدعاء	بکر بن عبد اللہ بن ابو زید
☆موسوعة لہ الاسماء الحسنی	الدکتور احمد الشرباصی
☆اصول النظام اجتماعی فی السلام	الامام محمد الطاھر بن عاشور
☆الاسلام بین العلماء والحکام	عبد العزیز البدری

کتب تاریخ وسیرت

☆احکام السرۃ و البیت المسلمه	شیخ محمد متولی شعراوی
☆السیرۃ النبویه۔	شیخ محمد متولی شعراوی
☆تشریع الاسلامی،مناھجه و معاصره	سلمان العید،
☆الاسلام والتطور الاجتمائی۔	عبدالعالی المظفر
☆ابعاد عالمیة فی عقیدۃ الاسلامیة ،	عبد الکریم فکر اسلامی ش۸ص۱۷۳

اسم کتاب	تالیف، جلد، شمارہ، صفحہ
☆الاسلام فی مشاکل المجتمعات الاسلامیة	دکتور محمد البهی
☆العودة الی الاسلام لمنهاج وحل لمشکلات	دکتور محمد سعیدرمضان البوطی
☆الثورة الاسلامیة عقباتها و مکاسبها	خطب هاشمی رفسنجانی
☆طاغوت۔	محمود حکیمی
☆الحریة و الفکریة ،ادواتها اطرها	رئیس التحریر فکر اسلامی ش ۱۱
☆الحرکة الاسلامیة، هموم و قضایا	آیة اللّٰه فضل اللّٰه
☆دورالشعار فی النظریة الاسلامیة	سیذ محمد باقر الحکیم فکر اسلامی
☆حداثة الفکر و متانة الطرح ،کلمة هیئة التحریر	محله فکر اسلامی ش۱۷ ص ٤
☆تاریخیة ،	هانی ادریس،محله بصائر ش ۱۱

معاجم وقوامیس

☆لسان العرب	ابن منظور
☆تاج العروس	
☆المنجد	
☆لسان للسان تهذیب لسان العرب	ابی الفل جمال الدین محمد بن مکرم
☆قاموس اللغات	
☆قائد اللغات	
☆انوار اللغات	
معجم الموضوعات المطروقة	
☆آئینه اردو لغت	
☆اظهر اللغت	

اسم کتاب	تالیف، جلد، شمارہ، صفحہ
☆فیروز اللغت	
☆حسن اللغت	
☆فرهنگ فرهنگ رائد الطلاب	
☆فرهنگ آصفی	
☆فرهنگ عمید	
☆لغات علمی	
☆کشاف اصطلاحات	
☆معجم فقه۔جواهری	
☆کشاف الفنون	
☆معجم و مؤلفین	
☆موسوعة کشاف اصطلاحات	
☆الفنون و العلوم	علامه محمد التحانوی

مجلات مخصوص بہ قرآن کریم و دیگر مجلات جس میں قرآن سے متعلق مضامین ہیں

☆ رسالت القرآن دارالقرآن الکریم	ش ۱ تا ۱۲! قم ایران
☆پژوهشهائی قرآنی	ش ۱ تا ۸۔ ۲۳تا ۲٦
☆ محله بینات	ش،۱،٦،۹،۱۲ قم ایران
☆المعارج	ش،۱،۸،۹،لبنان ش ۱۸۔۱۹۔۲۰
☆ سیارة ڈائجسٹ	قرآن نمبر ۱۔۲۔۳

اسم کتاب	تالیف، جلد، شمارہ، صفحہ
☆ترجمان وحی	ایران
☆ترجمان القرآن	لاهور
☆مجله نقد و نظر	دفتر تبلیغات اسلامی قم
☆مجله ثقافة الاسلامیة	رایزنی ایران دمشق ش ۷۰/۱
☆مجله الرصد	رایزنی جمهوری اسلامی ایران لبنان
☆کیهان اندیشه	
☆مجله التوحید	سازمان تبلیغات اسلامی تهران
☆مجله المنطلق	لبنان
☆مجله البینات لبنان۔خطابات مصاحبات	آیة الله فضل الله
☆مجله نورالاسلام	جامعة المدرسین
☆مجله حوزه	ش۱۹، ۲۰، ۳۱، ۳۹تا۴۲، ۷۹، ۸۰
☆مجله مشکوة	مشهد
☆مجلات العربی	الکویت
☆رسالة الاسلام	کلیه اصول الدین بغداد
☆مجلاتِ النجف۔	نجف
☆مجلات۔ الاضواءِ النجف۔	نجف
☆الاعتصام۔سازمان تبلیغات اسلامی	ایران
☆نامه فرهنگ۔	وزارة ارشاد
☆نورالاسلام۔	موسسه امام حسینؑ لبنان
☆اخبارِ جنگ۔	راولپنڈی
☆اخبار نوائے وقت۔	راولپنڈی

اسم کتاب	تالیف، جلد، شمارہ، صفحہ
☆مجلہ ثقافتِ اسلامیہ	رائیزنی جمہوری اسلامی ایران دمشق
☆مجلہ رسالت الثقلین	مجمع اہل البیتؑ ایران
☆مجلہ دارالتقریب	ایران
☆مجلہ رسالت الاسلام۔	دارالتقریب الاسلامی مصر
☆مجلہ فکرِ اسلامی	
☆مجلہِ فکرِ جدید۔	لندن
☆مجلہ پاسدار۔	ایران
☆مجلہ فکرو ثقافت۔سوالات و جوابات	آیت اللہ فضل اللہ
☆مجلہ اندیشہ حوزہ	ش ۱ ص ۱۰۷
☆مجلہ کیہان اندیشہ	ش ۳۲ ص ۵۸۔۸۴
☆مجلہ کیہان اندیشہ	ش ۱۶ ص۳۳،۴۷
☆مجلہ کیہان اندیشہ	ش ۱۷ ص ۳۷
☆مجلہ رسالہ تقریب	

سماجیات وثقافت

☆نظام سیاسی فی الاسلام	محمد باقر شریف القریشی
☆نظام السیاسی فی الاسلام	مہدی الشمس الدین لبنان
☆نظام سیاسی فی الاسلام	یعقوب محامی اردن
☆نظامِ تربووی فی الاسلام	محمد باقر شریف قریشی
☆نظام الحکم و الادارہ	محمدباقر شریف القریشی
☆نظام مجتمع و الحکم	عبد الهادی فضلی

اسم کتاب	تالیف، جلد، شمارہ، صفحہ
☆نظام الحکم و الاداره	دکتور محمد نوری
☆نظام المالی فی الاسلام	محمد مهدی الآصفی
☆نظام التشریع فی الاسلام	محمد مهدی الآصفی
☆منهج التفسیر	صادقی م بصائرش۱۲،۱۳، ص۴۲
☆المراء ة فی التاریخ والشریعة	الدکتوراسعد السحمرانی
☆المراء ة فی القرآن۔	عباس محمود العقاد
☆تکوین الاسرة فی السلام۔	الدکتورعلی القائمی
☆نقش کتاب در تمدن و فرهنك اسلامی	
☆حقوق زن دراسلام	آیت الله شهید مرتضی مطهریؒ
☆حجاب دراسلام	
☆اسلام و ایران	آیت الله شهید مرتضی مطهری
☆المراة فی القرآن	عباس محمود العقاد
☆تکوین الاسرة فی الاسلام	الدکتورعلی قائمی
☆المراة فی التاریخ والشریعة	الدکتوراسعدسحمرانی
☆المراة المسلمه	الدکتور قیسی
☆المرة بین الفقه و القانون	الدکتور محمد مصطفی سباعی
☆زنان صدر اسلام	سید محمد بحر العلوم
☆کتاب بلاغات النساء	ابی فضل احمد بن طاهر طیفور
☆سیمای زن در اند اندیشه فقه شیعه‌زهرا گواهی	
☆المراة معاصره	عبدالمحسن الغفار
☆المراة فی ظل السلام	سیده مریم نور الدین فضل الله

اسم کتاب	تالیف، جلد، شمارہ، صفحہ
☆زن در آئینه قرآن و زردشت یهود و مسیحت	اله وکیلی
☆منزلة زن	شعبه خواتین تبلیغات اسلامی
☆زن در اسلام	عباس علی محمودی
☆المراة بین الواقع التاریخی والدور مغیب	موسسه بلاغ
☆المراة فی مجتمع السلامی	محمد تقی مدرسی
☆المراة مسئولیت موقف	شیخ حسن الصفار
☆جایگاه اخص زن	محمد رضا امین زاده
☆الحجاب فی السلام	محمد قوام الوشنوی
☆تعدد زوجات بین العلم و الدین	عبد المحسن علی ابو عبد الله
☆سیمای مسجد۔	رحیم نو بهار
☆موسوعه سین وجیم۔	احمد سالم بادویلان
☆منهاج الرسل۔	السید احمد القبانجیی
☆علماء والمسئولیت تقیف الامة	حسن الصفاء بصائر ش ۱۰ ص۶۵
☆نصرانیة و التبشر	توحید۴۷، ۴۶ ص۲۲،۱۳۳
☆تاریخ الحرکة الاسلامیة المعاصرة فی العراق	الخطیب ابن النجف
☆صراع الارادات ،	سلیم الحسنی
☆قضایا معاصره	هاشمی نژاد
☆الثقافی الجدید مسالیه و اثاره	توحید ۱۶ ص ۱۸۱
☆الاسلام و الاسطورة	حسن الباش ،مجله بصائر ش ۱۰
☆خصوصیة ثقافیة و مشکلات النخبة فی المغرب الاقصیٰ بقاریة	
☆الحیات ،	محمد رضا حکیمی

اسم کتاب	تالیف، جلد، شمارہ، صفحہ
☆الامامت و القیادة	دکتور احمد عزالدین
☆الی و کلائنا فی البلاد	آیة اللہ مھدی حسینی شیرازی
☆کیف تدبیر الامور تجدیددین واحیائہ وواقع المسلمین وسبیل الفھوض بھم،	ابوالاعلیٰ مودودی
☆الحوار فی الاسلام	فضل اللہ ،مجلہ منطلق عدد ۹۸
☆الثقافة الرسالیة	احمد نائز
☆ خطاب الاسلامی و تحدیة المتقابل	
☆احزاب بعد از مشروطیت	پاسدار اسلام ش ۱
☆احزاب سیاسی پس از مشروطیت ،	پاسدار اسلام ش ۲
☆نقش کتاب در تمدن و فرھنگ اسلامی ،	ضیاء الدین
☆مفھوم التعلیم عند الغربیین ۹	
☆الدعوة و الخطابة ،	علی عبد العظیم
☆علامہ شیخ غلام محمدایک بے داغ قیادت	امامیہ آرگنائزیشن بلتستان ریحن

سیرت آئمہ اور حسینیات

☆اثورة الحسینیہ۔	محمد نعمہ السماوی
☆الامام حسین فی مکہ مکرمہ	شیخ نبم الدین الطبسی
☆نگاہ بہ حماسہ حسینی۔	صالحی نجف آبادی
☆حماسہ حسینی۔	آیة اللہ شھید مرتضی مطھریؒ
☆لولو مرجان	آیة اللہ نوری
☆فی رحاب الحسینؑ۔	آیة اللہ حسین فضل اللہ

اسم کتاب	تالیف، جلد، شمارہ، صفحہ
☆طریقه کربلا۔	آیة اللّٰه حسین فضل اللّٰه
☆ثورة الحسینؑ یقظة الضمیر و تحریر الادارة	سید باقر الحکیم مجله فکر اسلامی ش۱۶
☆تحریفات عاشورا۔	حجة الاسلام و مسلمین آغاپیشوائی
☆الائمه الاثنیٰ عشر دراسة تحلیلة فی المنهج	راشد الراشد
☆حیاتِ فکری و سیاسی امامانِ شیعه۔رسولِ	جعفریان
☆الندوة۔	آیة اللّٰه سید محمد حسینِ فضل اللّٰه
☆مجاهدِ اعظم۔	علامه سید شاکر حسینِ امروهوئی
☆موسوعة مقتلِ الامامِ الحسینؑ۔	محمدِ عیشی آلِ مباکس
☆الفکر التربوی عند شهید ثانی	محمد تهامی ،مجله بصائر ش ۱۱
☆تاریخ غیبِ صغراء۔	آیة اللّٰه سید محمد صدر
☆سیرت آئمه اثنیٰ عشر۔	استاد عادل ادیب
☆فی رحاب الاهلبیتؑ۔	آیة اللّٰه حسین فضل اللّٰه
☆میزاری شیرازی۔	سید محمود مدنی
☆سیمائی مسجد	رحیم نو بهار
☆المراةالمسلمة۔	دکتر ابراهیم قیصی
☆ازمته المدرسة بین تصنیفات الحل و استراتجیه الحل الاجتمائی	عدد۲،۳م۷۵الدکتور صیام المولی ۴۹

فہرست مضامین کتب

مضامین	صفحہ نمبر
٥۔ کلمات افتتاحیہ طیبہ	۲
٥۔ تمہید	۷
٥۔ مھجوریت قرآن	۱۶
٥۔ اسباب مھجوریت قرآن	۲۰
ط۔ منافقین ونادان دوستوں کی مشترکہ کاوشیں	۲۱
ط۔ انیس اموات	۳۶
٥۔ قرآن نا قابل فہم ہے	۳۳
٥۔ تفسیر بالرائے	۳۷
٥۔ وجود آیات متشابہ	۴۳
٥۔ اسلام میں حدیث اور اخبار گری کا گروہ	۴۹
٥۔ تفسیر قرآن کو آئمہ معصومینؑ سے منحصر کرنا	۶۰
٥۔ قرآن کو خدا نے سمجھنے کے لئے آسان بنایا	۸۵
ط۔ انتساب قرآن	۸۷
ط۔ اسماء قرآن کریم	۹۹
ط۔ قرآن کریم عربی زبان میں ہے	۱۲۰
ط۔ قرآن میں تدبر	۱۳۵
٥۔ قرآن اپنے مقابلے کیلئے جن وبشر کو چیلنج کرتا ہے	۱۴۲

مضامین — صفحہ نمبر

ہ۔قرآن کریم کی تلاوت کے ضرورت، اہمیت اور اس کے احکام ---------- ۱۴۵

ہ۔فہم و درک قرآن کے بارے میں فقہاء و مجتہدین کے نظریات و آراء ------- ۱۵۳

ہ۔قرآن فہمی مغربی مفکرین اور دانشمندوں کی نظر میں ---------------- ۱۵۵

ہ۔کیا آپ قرآن کا ساتھ دیں گے یا دشمنوں کا؟ ---------------------- ۱۵۸

ہ۔قصص قرآن کریم ------------------------------------ ۱۷۲

ہ۔دعا آیات قرآن کی روشنی میں ------------------------- ۲۲۰

ہ۔نظام اجتماعی وسیاسی قرآن وسنت کے روشنی میں ----------------- ۲۶۳

ہ۔نظام علمانی -- ۲۷۷

ہ۔نظام زوجیت قرآن وسنت کی روشنی میں -------------------- ۲۹۲

ط۔تکوینایت میں زوجیت ---------------------------- ۲۹۵

ط۔نباتات میں زوجیت ------------------------------ ۲۹۶

ط۔اجتماعی اور سیاسی زوج --------------------------- ۳۰۰

ط۔عرف عام میں زوجیت ---------------------------- ۳۰۱

ط۔حقوق انتخاب زوجیت ----------------------------- ۳۰۵

ط۔ازدواجی زندگی کی ضرورت ------------------------ ۳۰۶

ط۔کفو حقیقی کی جگہ خود ساختہ کفو ---------------------- ۳۰۹

ط۔جہیز گھر کی ویرانی ------------------------------ ۳۳۳

ط۔ازدواج متبادل --------------------------------- ۳۳۴

مضامین	صفحہ نمبر

ط۔ عمر میں برابری ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۳۵

ط۔ ازدواجی رسومات ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۳۶

ط۔ کلام خدا کی جگہ کلام بشر کو ترجیح ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۳۷

ط۔ مخلوط اجتماع ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۳۹

ط۔ لہو لعب ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۴۵

ط۔ محافل واجتماعات اسلامی روح کے مطابق ہونے چاہیے ۔۔۔۔۔۔ ۳۵۰

ط۔ اسراف وتبذیر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۵۶

ط۔ حقوق زوجین ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۶۱

ط۔ ارث سے محرومیت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۷۰

ط۔ اسلامی زوجیت پر تعدد زوجات کا داغ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۷۴

ط۔ خانہ ازدواج میں موسم خزاں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۷۸

ہ۔ اسلام میں عورت کا مقام ومنزلت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۸۳

ہ۔ نظام ولادت اور اس کے احکام قرآن وسنت، عقل اور تجربہ کی روشنی میں ۔۔۔۔ ۳۹۰

ط۔ اقسام ولادت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۹۱

ط۔ انسان کی ولادت کی چند اقسام ہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۹۳

ط۔ اولاد صالح ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۹۷

ط۔ اولاد متبنی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۰۶

ط۔ فلسفہ احتیاج ونیازمندی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۰۹

مضامین	صفحہ نمبر

ط۔ خدا اور مفروضہ بنوت ____________ ۴۱۱

ط۔ انسان بیٹے کی خواہش کیوں کرتا ہے ____________ ۴۱۸

ہ۔ مصادر و مآخذ کتاب قرآن سے پوچھو ____________ ۴۲۴

ہ۔ فہرست مضامین ____________ ۴۴۶

ہ۔ کلمات اختتامیہ ناصحہ و دعائیہ ____________ ۴۵۰

کلمات اختتامیہ ناصحہ و دعائیہ

ہم جیسے ہزاروں انسان مسلمان و، مومن ہونگے جن پر احساس کمتری حاوی ہے۔ جسکی وجہ سے اتنے دردناک اور نا قابل دید مناظر دیکھنے اور نا قابل سماعت باتیں سننے کے باوجود بھی دیگر افراد یا اجتماع کو کسی قسم کا مشورہ اور نصیحت کرنے کو ان کے حق میں جسارت اور بے ادبی گردانتے ہیں اور اس فریضہ الٰہی کی انجام دہی سے گریز کرتے ہیں خود ہمارے ہاتھ سے قلم اٹھاتے ہوئے گر جاتا ہے خود سے سوال کرتے ہیں کہ آپ کون ہوتے ہیں علماء اور بزرگان قوم وملت کو نصیحت کرنے والے۔ قدم بام عرش پر رکھنا چھوڑ دیں آپ اس کے اہل نہیں ہیں۔ لیکن عقل سلیم اور وجدان انسانی کسی بھی فرد یا جامعہ کی ہلاکت و نابودی پر سکوت کرنے کو جرم و جنایت سمجھتا ہے اور یہاں سے کچھ کہے بغیر گزرنے کو بھی گناہ گردانتا ہے۔ وجدان اسے منہ کھولنے کی دعوت دیتا ہے لیکن معاشرہ اسے خاموش رہنے پر مجبور کرتا ہے۔ اس گومگو، اشتباہ، تردد و تذبذب کی حالت میں خدا نے ہمیں قرآن اور رسولؐ کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا ہے چنانچہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا کہ جب بھی مشتبہ حالات پیش آئیں تو قرآن اور میرے اہلبیتؑ کی طرف رجوع کرو۔ ہم نے بھی اس سلسلے میں آیات قرآن کریم اور کلمات نہج البلاغہ کی طرف رجوع کیا۔ تو کلمہ نصیحت کے بارے میں قاموس قرآن میں لکھا ہے کہ نصیحت کے معانی خالص ہونے، خالص کرنے، صاف کرنے اور مشورہ دینے کے ہیں۔۔ قرآن کریم کی ان آیات میں ہمیں انبیاء کی دعوت نصیحت پر قائم ہونے اور بندگان خدا کو ایک دوسرے کو نصیحت کرنے کا حکم ہونے کے بارے میں آیا ہے۔

''اے میری قوم! میں نے تو اپنے رب کا پیغام تمہیں پہنچا دیا اور تمہاری خیر خواہی کی'' (اعراف/ ۷۹) ''شعیب ان سے نکل آئے اور کہنے لگے: اے

میری قوم! میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچائے اور تمہیں نصیحت کی" (اعراف/۹۳) "کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہوا کہ خود تم میں سے ایک شخص کے پاس تمہارے رب کی طرف سے تمہارے لئے نصیحت آئی تا کہ وہ تمہیں تنبیہ کرے؟" (اعراف/۶۳) "میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور میں تمہارا ناصح اور امین ہوں" (اعراف/ ۶۸) "اے موسیٰ دربار والے تیرے قتل کے مشورے کر رہے ہیں پس (یہاں سے) نکل جا میں تیرے خیر خواہوں میں سے ہوں" (قصص/۲۰)

خطبات نہج البلاغہ میں آیا ہے کہ قرآن خود ناصحہ ہے

﴿واعلم ان هذاالقرآن هوالناصح الذی لایغش﴾ "یادرکھو کہ یہ قرآن وہ ناصح ہے جو دھوکہ نہیں دیتا ہے" (خطبہ/۱۷۶)

خطبہ/۹۷ خطبہ/۱۴۲ خطبہ/۱۲۳ کلام نمبر ۴۹ خطبہ نمبر ۳۴/ ۳۵/ ۱۰۵/ ۱۲۱/ ۳۱/ ۳۸۔

حضرت امیرؑ نے محمد ابن ابی بکر کے بارے میں فرمایا کہ یہ بیٹا میرے لئے نصیحت کنندہ ہے میں اس کو اپنے لئے نصیحت کرنے والوں میں شمار کرتا ہوں۔ خطبات کے علاوہ کتاب شریف اصول کافی میں ایک باب ہے جسے باب نصیحت آئمہ مسلمین کہتے ہیں۔ جب قرآن وسنت، سیرت آئمہ میں خدا، رسول آئمہ اور مومنین سب کو ایک دوسرے کیلئے نصیحت کرنے کا حق دیا ہے تو ہم کیونکر اس حق سے دست بردار ہو جائیں۔ جب نصیحت کے معانی اظہار اخلاص اور مشورہ وتجاویز دینا ہے تو اس میں کوئی بزرگی نہیں ہے۔ یہاں سے ہمارے اندر ہمت پیدا ہوئی۔ صاحب قاموس لغت نے تفسیر المنار سے ایک حدیث نقل کی ہے جس میں پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا کہ دین ہی نصیحت ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ نصیحت کس کیلئے کریں۔ تو

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا کہ خدا، قرآن، پیغمبرؐ، آئمہ مسلمین اور عام لوگوں کیلئے یہاں سے ہماری ہمت میں مزید اضافہ ہوا کہ نصیحت میں کوئی تکبر اور بزرگی کا مظاہرہ نہیں ہے اور نہ ہی پاؤں عرش پر رکھنا ہے جب ایک بندہ پیغمبرؐ اور آئمہ مسلمین اور عام لوگوں کیلئے نصیحت کرنے کا حق رکھتا ہے تو کیوں اس فریضہ سے گریز کریں۔ نصیحت کی اہمیت اور پسندیدہ ہونے اور اس میں کسی قسم کی قباحت نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ دشمن بھی نصیحت کے دروازے سے نفوذ کرتا ہے جسکا ذکر سورۂ اعراف ۲۱ میں یوں ہے "اور اس نے قسم کھا کر دونوں سے کہا: میں یقیناً تمہارا خیر خواہ ہوں"۔

جب قرآن وسنت، سیرت آئمہ میں خدا، رسول آئمہ اور مومنین سب کو ایک دوسرے کیلئے نصیحت کرنے کا حق دیا ہے تو ہم کیونکر اس حق سے دست بردار ہو جائیں۔

نصیحتیں اور تجاویز

۱۔ مساجد صدر اسلام سے لیکر پانچویں صدی تک تمام عالم مسلمین میں مرکز عبادت اور تعلیم و تربیت گاہ تھیں۔ اس وقت ہمارے ملک کے گوشہ و کنار میں مختلف ناموں سے وسیع و عریض جگہوں پر بلند و بالا عمارتیں قائم ہوئی ہیں۔ ان میں مدارس، امام بارگاہیں، آئمہ معصومین کی ضریح کی شبیہیں (نقل) وغیرہ پر اربوں روپے مذہب کے نام پر جمع کر کے زیر زمین اینٹ، سریا اور بجری کی صورت میں زمین کے اندر دفنا دیا جاتا ہے۔ اب مزید تعمیرات کی حوصلہ شکنی ہونی چاہیے۔ موجودہ عمارات کو تعلیم و تربیت کیلئے درسگاہوں کے طور پر استعمال ہونا چاہیے۔ یہ امام بارگاہیں اور جعلی ضریحیں، اصل سے زیادہ مقدس نہیں ہیں کہ ان میں تعلیم و تربیت کی اجازت نہ ہو۔ زائرین کے مشاہدہ میں یہ بات آئی ہوگی کہ آئمہ معصومین کی بارگاہیں نجف اشرف ہو

یا کربلا معلی، کاظمین، سامرہ، مشہد مقدس اور حضرت معصومہ قم سب میں درس و تدریس، مباحثہ اور مطالعہ سے ماموروآباد ہیں تو کیونکر یہاں بھی مساجد، امام بارگاہوں اور نقل بارگاہیں درس گاہوں میں تبدیل نہیں ہوسکتیں۔تاکہ مذہب کے سرمائے کومزید ضائع ہونے سے بچایا جائیں۔

۲۔ علماء اعلام اور دین وشریعت کے مروجین کی شناخت آیات قرآنی اور روایات معصومینؑ کی روشنی میں ہونی چاہیے۔علماء نہ کسی خاص لباس اور حلیہ کا نام ہے اور نہ کسی حوزہ یا دینی درسگاہ سے فارغ التحصیل ہونے کے دعوی کا نام ہے۔نہ رائج درسگاہوں میں پڑھنے والوں کا عالم سے خارج کیا جاسکتا ہے۔علماء وہ ہیں جن پر قرآن وسنت سے حاصل شدہ عقائد،فروعات،اخلاق وسلوک کا رنگ غالب ہو۔ان کے چہرے سے خوف خدا اور خشیعت کے آثار نمودار ہوتے ہوں اور زبان سے آیات قرآنی و روایات معصومینؑ بیان ہوتی ہوں۔اس کسوٹی کے علاوہ اگر کوئی بلغ مابلغ کے دعویدار ہی کیوں نہ ہوں وہ دین اسلامی کے اس منصب کا حقدار نہیں ہے۔لہذا علماء اور مومنین کا ربط آیات قرآنی اور سنت معصومین کی روشنی میں ہونا چاہیے۔

۳۔ خمس جس کو مذہب تشیع میں ضروریات دین میں شمار کیا جاتا ہے۔یہ ملکیت امام یا حق زہراؑ نہیں ہے جیسا کہ بعض لوگ عوام کے جذبات اور احساسات کو ابھار کر کچھ حاصل کرنے کیلئے کہتے ہیں اور اسکے ساتھ ہی انھیں اسطرح ڈرایا جاتا ہے بلکہ یہ نظام کی ملکیت ہے۔جس دور میں آئمہ طاہرین کی پیروی کرنے والوں کو بیت المسلمین سے محروم کرنے کے احکامات صادر ہوئے تو آئمہ نے مخفی طور پر اس مکتب کی ترویج و فروغ اور صحیح پیروی کرنے والوں کیلئے خمس کو وضع کیا۔وہ خود یا ان کے نمائندے

ضرورت کے موقع پر اسے خرچ کرتے تھے۔

امام زمانہ کی غیبت میں خمس کی تولیت اور حق تصرف کسے حاصل ہے اسکے بارے میں فقہاء و مجتہدین حتمی نتیجے تک نہیں پہنچے۔ اسکا ایک مصرف کہ اسے وہاں خرچ کرنا چاہیے جہاں نیاز مند ہوں وہ تو اپنی جگہ باقی ہے۔ لیکن اسے کون اپنی تحویل میں لے اور اسے کسطرح خرچ کرے اس سلسلے میں امام زمانہ کی غیبت کے بعد کے علماء وفقہاء مجتہدین متحیر تھے۔ لیکن متاخرین فقہاء نے یہ استدلال کیا کہ یہ مال ضائع ہونے کی بجائے ایسے مصارف میں خرچ ہو جس میں مرضی امام زمانہ ہو۔ لیکن بدقسمتی سے ان کی نظر میں حوزہ اور مدارس کے علاوہ امام کی مرضی کسی اور کام میں ہے ہی نہیں۔ رفتہ رفتہ یہ مرجع تقلید واجتہاد کے حق زحمت میں تبدیل ہوگیا۔ ابھی تک اسے انکی تولیت وتصرف میں ہی رہنے کے بارے میں کوئی آیت یا روایت اور نہ ہی کوئی عقلی استدلال پیش کیا گیا ہے۔

فی زمانہ بھی مذہب اہل بیتؑ کی ترویج واشاعت کی ضرورت اور انکی پیروی کرنے والے محتاج مند ہیں۔ جسطرح اپنا ذاتی مال کسی کو دیتے وقت تحقیق کے بعد اسکے سپرد کیا جاتا ہے اسی طرح اس مال کو دیتے وقت بھی تحقیق کرنی چاہیے۔ اسکی ادیگی میں کسی قسم کی اقرباء پروری، بہانہ دھوکہ دہی اور قوم پرستی کی مد میں استعمال نہیں ہونا چاہیے۔ اگر ایسا کریں گے تو یہ پیسہ چور، ڈاکوں کے پیسہ سے مشابہت رکھے گا۔ لیکن آخرت کے دن عدل الہی میں ان سے ضرور باز پرس کی جائے گی۔ لہذا یہ امانت امانتداروں کے سپرد کریں یہ مال امام کی طرف سے دین ومکتب کی ترویج کیلئے ہے۔ دین ومکتب کی ترویج عمارتوں، عربی زبان سیکھنے، انگریزی سیکھنے، اسکالرشپ دینے یا ٹیکنالوجی کے شعبے میں پیش رفت میں نہیں ہے۔ بلکہ دین ومکتب کی ترویج اسکی بنیاد میں ہے اور اسکی بنیاد قرآن ہے۔ لہذا جس مدرسہ میں

درس تفسیر قرآن، علوم قرآن پر تحقیق نہ ہو وہ اس مال کا مستحق نہیں ہے اسے یہ مال دینے سے گریز کرنا چاہیے۔

جہاں ہم نے علمائے اعلام اور مدرسینِ عظام کی گلہ اور شکایت کے ساتھ ان سے قرآن کے بارے میں کچھ درخواستیں کی ہیں اسی طرح ملک کے دانشور و دانشمند پڑھے لکھے طبقے سے گزارش ہے کہ وہ قرآن سے لاتعلق رہنے کی بہانہ سازی اور عذر تراشی نہ کریں کہ قرآن عربی زبان میں ہے اور ہمیں عربی نہیں آتی کیونکہ یہ بہانہ اور عذر تراشی حقیقت سے دور ہے شاید ہم جیسے سادہ لوح مسلمان آپ کو معذور گردانیں لیکن درگاہِ خداوندی میں یہ عذر قابل قبول نہیں ہوگا کیونکہ آپ بغیر عربی بھی قرآنی معارف سے آشنائی حاصل کر سکتے ہیں چنانچہ فلسفہ لاطینی زبان میں وجود میں آیا اور وہاں سے دنیا بھر کی زبان میں فلسفہ نے فروغ پایا ہے سائنس مغرب میں وجود میں آئی لیکن دنیا کے دیگر ملک اسے اپنی زبان میں پڑھتے ہیں۔ اسی کتاب میں آپ نے قرآن کے بارے میں مغربی دانشوروں کے تاثرات پڑھے ہیں جس سے آپ کو معلوم ہوا ہوگا کہ وہ کس حد تک قرآن سے قریب ہوئے اور آشنائی حاصل کی۔ اگر آپ حقیقی معنوں میں اس دین سے وابستہ ہیں تو قرآن سے آشنائی ایک ناگزیر حقیقت ہے جس کے بغیر اسلام سے وابستگی ناممکن ہے لہٰذا آپ کو چاہئے کہ ملک میں موجود معارف قرآن کے اساتید اور دانشمندوں سے اس سلسلہ میں مشورے تجاویز اور نصیحتیں لے کر بغیر کسی تاخیر کے قرآن سے اپنا رابطہ قائم کریں۔ خدا تمام مسلمانوں کو قرآن سے آشنائی اور قرآن کی بالادستی قائم کرنے کی توفیق عنایت کرے آمین۔

دار الثقافۃ الاسلامیہ کی قرآنی مطبوعات

قرآن سے پوچھو	سید علی شرف الدین موسوی
تفسیر شہید الصدرؒ	ترجمہ علی شرف الدین موسوی
قرآنی معارف	آیت اللہ محمد مصباح یزدیؒ
درس قرآن	آیت اللہ شہید مرتضٰی مطہریؒ
مکتب تشیع اور قرآن	سید علی شرف الدین موسوی
سوالات وجوابات قرآنی معارف	سید علی شرف الدین موسوی
قاموس قرآن (جلد اول)	ترجمہ سید محمد سعید موسوی
تصور قرآن از نہج البلاغہ	سید محمد باقر موسوی
مقالات قرآنی	از علماء ودانشوران
کارڈ آیات حجاب	دار الثقافہ الاسلامیہ

إن الدين عند الله الإسلام

...هو في الآخرة من الخسرين

اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔ (اسلام) کے سوا شخص کوئی اور دین کا خواہاں ہوگا وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور ایسا شخص آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

(آل عمران ۱۹۔۸۵)

وجعل كلمة الذين كفروا السفلى و كلمة الله هى العليا

اور اس نے کافروں کا بول نیچا کردیا اور اللہ کا بول تو اونچا ہی ہے۔ (توبہ ۴۰)

لا شرف أعلىٰ من الأسلام ۔ اسلام سے بلند تر کوئی شرف نہیں ہے (نہج البلاغہ قصار ۳۷)

حضرت علیؑ نے فرمایا:

اللہ نے اپنے رسول کو چمکتے ہوئے نور، روشن دلیل کھلی ہوئی راہ شریعت اور ہدایت دینے والی کتاب کے ساتھ بھیجا اللہ نے آپ کو کفایت کرنے والی حجت، شفا دینے والی نصیحت ۔ گذشتہ تمام امور (جہالتوں) کی تلافی کرنے والی دعوت کے ساتھ بھیجا ہے اور ان کے ذریعہ سے (شریعت کی) نامعلوم راہیں آشکار کیں اور غلط سلط بدعتوں کا قلع قمع کیا اور (قرآن وسنت میں) بیان کئے ہوئے احکام واضح کئے لہذا اب جو شخص بھی اسلام کے علاوہ کوئی اور دین اختیار کرے گا تو اس کی شقاوت مسلم اور ریسمان حیات بکھر جائے گی اور اس کا منہ کے بل گرنا سخت و (ناگریز) ہو جائے گا اور انجام کار دائمی حزن والم اور شدید ترین عذاب ہوگا۔ (نہج البلاغہ خطبہ ۱۶۱)

ہم اسلام کیلئے کیا کر رہے ہیں؟

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

إِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ

سورۂ محمد - الآیۃ ۷

اے ایمان والو! اگر تم اللہ (اسلام شریعت) کی مدد کرو گے تو وہ بھی تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔

قُلْ إِنَّمَا أَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ أَنْ تَقُومُوا لِلَّهِ مَثْنَىٰ وَفُرَادَىٰ

۔ اے نبی کہہ دیجئے کہ میں تمہیں صرف ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ کیلئے اکیلے اکیلے اور دو دو مل کر اٹھو کھڑے ہو۔ (سبا، ۴۶)

ان لوگوں (انصار) نے خدا کی قسم اپنی دولت کے ساتھ ساتھ اپنے فیاض ہاتھوں اور اپنی تیز کی طرح چلتی ہوئی زبانوں سے، اسلام کی اس طرح پرورش کی جس طرح ایک سالہ بچھڑے کی پرورش کی جاتی ہے۔

(نہج البلاغہ قصار ۳۶۶)

حضرت علیؑ نے فرمایا:

۱۔ بعض لوگ منکرات کا انکار دل، زبان اور ہاتھ سب سے کرتے ہیں تو یہ خیر کے تمام شعبوں کے مالک ہیں۔

۲۔ بعض لوگ صرف زبان اور دل سے انکار کرتے ہیں اور ہاتھ سے روک تھام نہیں کرتے تو انہوں نے نیکی کی دو خصلتوں کو حاصل کیا اور ایک خصلت کو برباد کر دیا۔

۳۔ بعض لوگ صرف دل سے انکار کرتے ہیں اور نہ ہاتھ استعمال کرتے ہیں اور نہ زبان تو انہوں نے دو خصلتوں کو ضائع کر دیا ہے اور صرف ایک کو حاصل کیا ہے

۴۔ بعض وہ ہیں جو زبان سے، نہ ہاتھ سے، اور نہ ہی دل سے برائی کی روک تھام کرتے ہیں، یہ زندوں میں (چلتی پھرتی ہوئی) لاشیں ہیں۔

ہم اسلام کے بارے میں کیا جانتے ہیں؟

معارف قرآن

۱۔ قرآنی معارف سے پہلے خود قرآن کی معرفت ضروری کیوں ہے؟

۲۔ قرآن کے تبعی اوصاف کونسے ہیں؟

۳۔ کیا قرآن کریم واقعی طور پر خدائے متعال کی طرف سے نازل ہوئی ہے؟

۴۔ وحی یعنی کیا؟ ۵۔ کیا قرآن ایک عالمی اور جاودانی کتاب ہے؟

۶۔ قرآن کی روشنی میں خدا کی معرفت کیسے...؟

۷۔ توحید پر قرآن کے عقلی دلائل کونسے ہیں؟

۸۔ عارف کسے کہتے ہیں؟ ۹۔ کیا خدا کا کام صرف بٹن دبا دینا ہے؟

۱۰۔ کیا معجزہ کا اقرار قانون علیّت کی نفی ہے؟

۱۱۔ شر کس نے پیدا کیا؟ ۱۲۔ خدا سے کیوں مواخذہ نہیں ہو سکتا؟

۱۳۔ کیا خدا کے کام بھی اس کے اجازت کے تحت ہے؟

۱۴۔ تقدیر سے کیا مراد ہے؟ ....

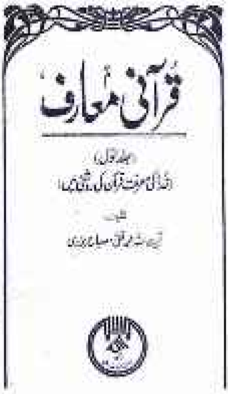

آیت اللہ مصباح یزدی

سید علی شرف الدین موسوی

۱۔ اہل تشیع نزول قرآن کی ابتداء کو کب اور کس آیت سے بتاتے ہیں؟

۲۔ اہل تشیع جمع قرآن کے بارے میں کیا نظریہ رکھتے ہیں؟

۳۔ آیا مسلمانوں کا کوئی فرقہ تحریف قرآں کے قائل ہے؟

۴۔ آیا ہم قرآن کو سمجھ سکتے ہیں یا نہیں؟ ....

دار الثقافۃ الاسلامیۃ پاکستان

ہم اسلام کے بارے میں کیا جانتے ہیں؟

معارف قرآن

۱۔ کیا کاموں کی ابتداء خدا کے علاوہ حتی پیغمبرؐ کے نام سے بھی نہیں کی جاسکتی؟
۲۔ حمد خدا کے علاوہ کسی اور کی کیوں صحیح نہیں؟
۳۔ نظری توحید اور عملی توحید سے کیا مراد ہے؟
۴۔ قرآن کیا ہے اور کس مقصد کے لیے ہے؟
۵۔ قرآن کے مخاطبین کون لوگ ہیں؟
۶۔ معجزہ کیا ہے اور کیا یہ کوئی ممکن چیز ہے؟
۷۔ سورہ انشراح کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟
۸۔ کیا ہر پیغمبر کی شب قدر رہی ہے یا نہیں؟
۹۔ سورہ زلزال قیامت کے حالات کے بارے میں کیا فرماتا ہے؟
۱۰۔ انسان کے انسان بننے کے کیا معنی ہے؟.......

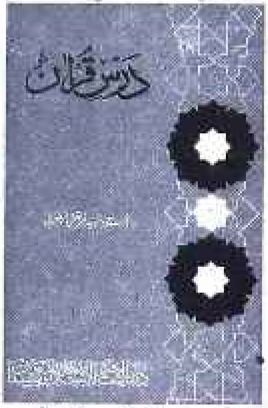

آیت اللہ شہید مطہریؒ

۱۔ ہم قرآن سے کیا پوچھیں؟
۲۔ قرآن ہمارے درمیان مجبور کیوں؟
۳۔ کیا قرآن کریم خدا نے سمجھنے کیلئے بھیجا ہے؟
۴۔ آپ قرآن کا ساتھ دیں گے یا قرآن کے دشمنوں کا ساتھ؟
۵۔ قرآن وسنت نظام زوجیت کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟
۶۔ ولادت کے بارے میں قرآن وسنت کی کیا رائے ہے؟
۷۔ انسان بیٹے کی خواہش کیوں کرتا ہے؟
۸۔ قرآن کیسے کتاب شفاء ہے؟
۹۔ قرآن کونسی دعا کی تائید کرتا ہے؟.......

سید علی شرف الدین موسوی

دار الثقافۃ الاسلامیۃ پاکستان

ہم اسلام کے بارے میں کیا جانتے ہیں؟

معارف قرآن

۱۔ قرآن کریم اولی لامر کی اطاعت کی دعوت دیتا ہے مگر کس اولی الامر کی؟

۲۔ آیات قرآن کون سے انفاق کو سب سے بہتر قرار دیتی ہیں؟

۳۔ حدیث ثقلین قرآن کریم کی کس آیت سے مطابقت رکھتی ہے؟

۴۔ قیامت کے دن انسان کے اعمال کو کیسے تولا جائے گا؟

۵۔ پل صراط کیا ہے؟

۶۔ کیا حضرت آدم کے بیٹے اور بیٹیوں کے آپس میں شادی ہوئی تھی؟

۷۔ قرآن کے تحریف نہ ہونے پر دلالت کرنے والی آیات کونسے ہیں؟

۸۔ حدیث قدسی اور قرآن میں کیا فرق ہے؟

۹۔ انسان مرنے کے بعد قیامت تک کہاں ہوتے ہیں؟........

سید علی شرف الدین موسوی

دار الثقافۃ الاسلامیۃ پاکستان

قال مولانا علیؑ

وَاِنَّ القرآنَ ظاهِرُهُ اَنیقٌ وباطِنُهُ عَمیقٌ

لَا تَفنَیٰ عَجَائِبُهُ وَلَا تَنقَضِی غَرَائِبُهُ

وَلَا تُکشَفُ الظُّلُمَاتُ اِلَّا بِهِ

بے شک یہ قرآن وہ ہے جس کا ظاہر خوبصورت اور باطن عمیق اور گہرا ہے
اس کے عجائب فنا ہونے والے نہیں ہیں
اور تاریکیوں کا خاتمہ اس کے علاوہ اور کسی کلام سے نہیں ہو سکتا ہے۔

(نہج البلاغہ خطبہ ۱۸)

قرآن کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا ایسا نہ ہو کہ
دوسرے اس پر عمل کرنے میں تم پر سبقت لے جائیں
(نہج البلاغہ مکتوب ۴۷)

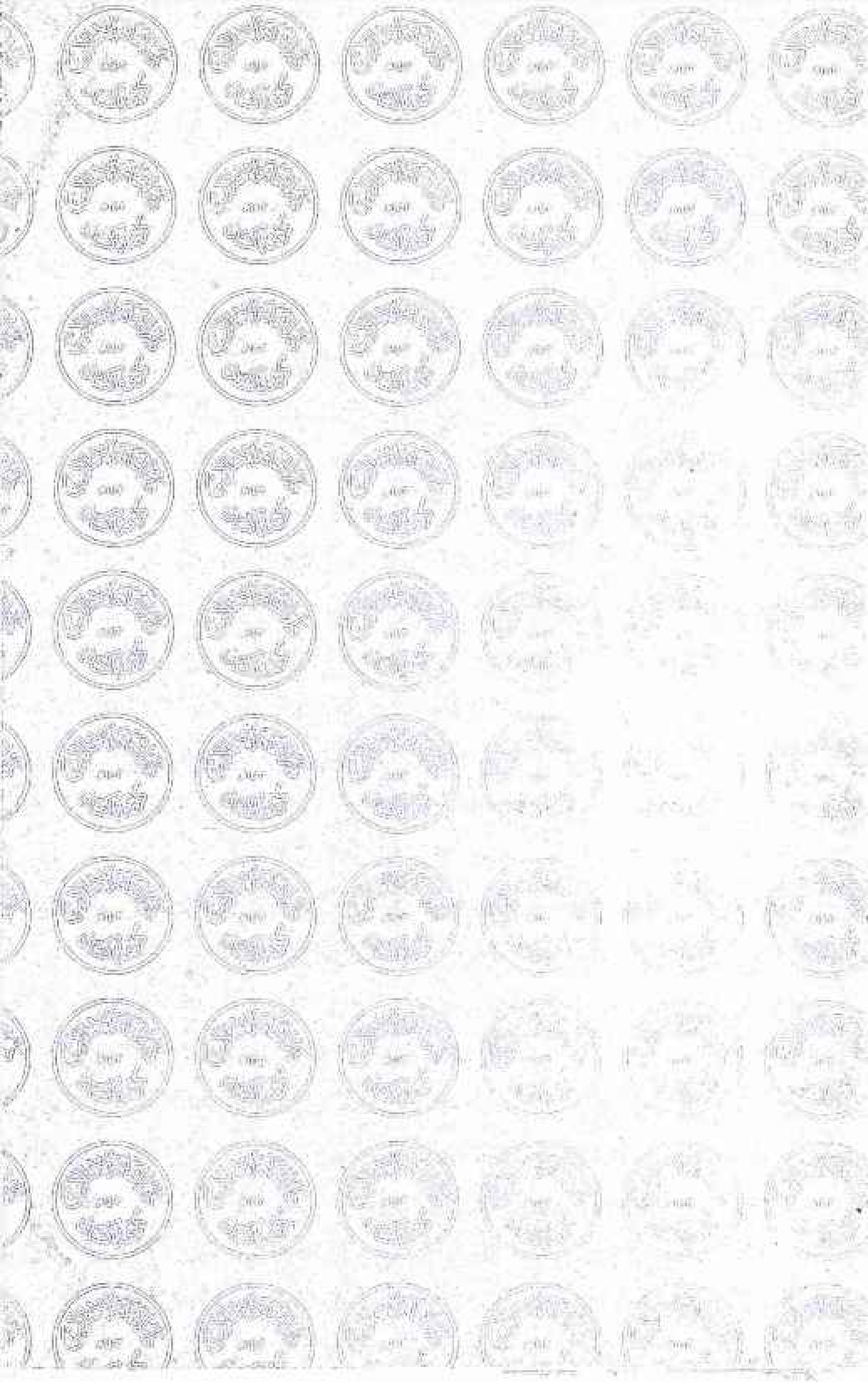

آثار و تالیفات مؤلف